خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchalpk.com aanchalnovel.com
PDFBOOKSFREE.PK
قیمت -/60 روپے
www.pdfbooksfree.pk

فروری 2015ء کے شمارے کی ایک جھلک

قلندر ذات:- یہ کہانی ایک ایسے مرد آہن کی ہے جو ذات کا قلندر تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی انگلیوں پر نچایا جو اپنے تئیں دنیا تسخیر کرنے کی دھن میں انسانیت کے دشمن بن گئے تھے۔

جگت سنگھ: تاریخ کے صفحات میں محفوظ سرزمین پنجاب کی ایسی ولگداز داستان جو کلاسک داستانوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ کہانی ان لوگوں کے لیے بھی فسانہ عبرت ہے جو آنے والی نسلوں کو انتقام اور دشمنی کے جذبات منتقل کرتے رہتے ہیں اور سیدھے سادھے نوجوان ''جگت سنگھ'' بن جاتے ہیں۔ ''جگت سنگھ'' کہاں سے چلا اور کہاں پہنچا' آیئے قارئین یہ جاننے کے لیے' ہم بھی زیر نظر کہانی میں'' جگت سنگھ'' کے ساتھ ساتھ گاؤں کے سرسبز کھلیانوں' اونچے نیچے ٹیلوں اور پر خطر کھنڈرات کے نشیب و فراز میں سفر کرتے ہیں۔

یارب: عدم ادراک سے ادراک تک کی داستان۔ ایک مجرم کی روداد جسے اس کے احساس ندامت نے مجرم نہ رہنے دیا۔ کسی برگزیدہ ہستی کی نظر کا کرشمہ۔ ایک بے وفا کی بے وفائی کا فسانہ۔ کسی کی بے لوث چاہت کی کہانی۔ ایک عظیم ذی روح کی عظمت کا احوال جو موت کی اذیت بھلا کر اخبار کے گرد آلود لو لوٹے پر معاف لکھتا رہا۔ ایک بلند حوصلہ باپ کی بپتا جو اپنے بیٹے کی وصیت پر پابند رہا۔ سلاخوں کے پیچھے مقید قیدیوں کے لیے امید کی ایک کرن۔ آشفتہ دلوں کے لیے بطور خاص آنسوؤں کی روشنائی سے لکھا جانے والا ناول۔

وہ کون تھے؟: دنیا آج جس تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ انسان جس طرح خلاؤں کو تسخیر کر رہا ہے یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب زمین کی گہرائیوں سے لے کر خلا کی پنہائیوں تک ہر شے پر انسان کی حکمرانی ہوگی لیکن' اگر کسی ستارے پر بیٹھی کوئی مخلوق بالکل ہمارے جیسے انداز میں یہی کچھ سوچ رہی ہو تو ..... پھر سمجھ لیں کہ مستقبل میں' ایسی کہانیاں جنم لیں گی۔ سائنس فکشن پڑھنے والوں کے لیے بطور خاص

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

مدیر اعلیٰ — مشتاق احمد قریشی

مدیرہ — قیصر آرا

مدیر خصوصی — طاہر احمد قریشی

مدیر معاونین — زہیر احمد

روشین احمد

جلد	36
شمارہ	11
فروری	2015

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

info@aanchal.com.pk

/women.magazine

/pkwomenmagazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 12

حمد ونعت — بہزاد لکھنوی — 13

درجواب آں — مدیرہ — 14

دانش کدہ

مالکِ یوم الدین — مشتاق احمد قریشی — 18

ہمارا آنچل

رابعہ اسلم/سدرۃ المنتہیٰ جائزہ ضیا افت/آمنہ اقبال — ملیحہ احمد — 23

بھنوں کی عدالت

نازیہ کنول نازی — ادارہ — 27

سلسلہ وار ناول

موم کی محبت — راحت وفا — 77

ٹوٹا ہوا تارہ — سمیرا شریف طور — 149

مکمل ناول

کرو سجدہ ایک خدا کو — سیدہ غزل زیدی — 33

عشق بے درد — انعم خان — 189

ناولٹ

تب تمہارا کرم ہے آقا — طلعت نظامی — 23

مجھے ہے حکم اذاں — ام مریم — .13

عہد نئے سال کا — شازیہ فاروق — 239

افسانے

دوسری ماں — عنیقہ محمد بیگ

دل میں کچھ واہمے تھے — نزہت جبین ضیاء — 137

چھوٹی سی بات — صبا نور — 207

سرپرائز — سویرا فلک — 251

ستارہ سحر — سمیرا غزل صدیقی — 257

پڑھی لکھی — ام اقصیٰ — 261

تمہیں وطن کی ...... — ایمن رحمان — 265

امیدِ نو — نظیر فاطمہ — 275

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس

ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

مستقل سلسلے

حانی مسائل کا حل	حافظ شبیر احمد	277	دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	293
بیاضِ دل	میمونہ رومان	279	یادگار لمحے	جویریہ سالک	300
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	281	آئینہ	شہلا عامر	305
بیوٹی گائیڈ	روبین احمد	285	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	313
نیرنگ خیال	ایمان وقار	287	آپ کی صحت	ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا	317

کام کی باتیں — حنا احمد — 321

خط وکتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 کے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

فرمانِ رسول ﷺ

مسلمانو! اپنے سے بڑوں کے پاس بیٹھا کرو، عالموں سے سوال کیا کرو اور دانش مندوں سے ملا کرو۔
(طبرانی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فروری ۲۰۱۵ء کا پہلا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

آپ کے محبت ناموں کا ایک انبار میرے سامنے سجا ہوا ہے۔ بیشتر خطوط میں بہنوں نے عیسوی سال کی مبارک باد کے پیغامات بھیجے ہیں۔ تمام بہنوں کا شکریہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہت ساری خوشیاں نصیب فرمائے۔ بہت سی بہنوں نے پرچے کے بارے میں سوال کیا ہے کہ نئے آنے والے پرچ کا کیا ہوا۔ ان کے لیے اطلاع ہے کہ نئے پرچے کے اجرا کے لیے سرکار کو درخواست دے رکھی ہے دیکھیں کب منظور ہوتی ہے۔

تمام لکھنے اور پڑھنے والی بہنوں کا شکریہ کہ ان کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ آپ کا یہ جریدہ آنچل قدم بہ قدم کامیابی کی منازل طے کرتا جارہا ہے یقیناً یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم خاص اور انعام ہے اور آپ تمام بہنوں کی سرپرستی کہ آپ کا آنچل ایک منفرد اور نمایاں مقام حاصل کرگیا ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ ہمیشہ کی طرح ہماری رہنمائی کرتی رہیں گی اور اپنے آنچل کو سجانے سنوارنے میں میرا ہاتھ بٹاتی رہیں گی۔ جیسا کہ آپ بہنوں کو علم ہے کہ ہر سال اپریل کا شمارہ بطور سالگرہ نمبر شائع ہوتا ہے تو اس کی تیاری شروع کی جاچکی ہے تمام قلم کار بہنوں سے گزارش ہے کہ سالگرہ نمبر کے لیے اپنی خصوصی تحریریں جلد از جلد ارسال فرمادیں اور تمام قارئین بہنوں سے بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے قیمتی مشورے، تجاویز اور آرا سے بھی ہماری رہنمائی کریں میں امید کرتی ہوں آپ سب کا تعاون ہمیں یوں ہی حاصل رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہماری اور پیارے وطن پاکستان کی ہر بلا، ہر مصیبت وآفات سے حفاظت فرمائے۔

❁❁ اس ماہ کے ستارے ❁❁

☆ کروں سجدہ یک خدا کو — قلوب کو نورِ ایمان سے فروزاں کرتی سیدہ غزل کی شاہکار تحریر جو رب تعالیٰ پر آپ کا ایمان مضبوط کردے گی۔

☆ دوہری ماں — ساس بہو کے رشتے کو ماں، بیٹی کے قالب میں ڈھالتی عتیقہ محمد بیگ اپنی کاوش کے ہمراہ رونق افروز ہیں۔

☆ عشق ہے دریا — ''اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے'' محبتوں کی شدتیں لیے اُمِ خان کی تحریر۔

☆ یہ سب تمہارا کرم ہے آقا — خاتم النبیین ﷺ کی شان رسالت اور ختم نبوت پر لکھی طلعت نظامی کی پر اثر تحریر آپ کے جو قلب و روح کو منور کردے گی۔

☆ عہد نئے سال کا — سالِ نو پر نئے عہد و پیماں لیے شازیہ فاروق نئے وعدوں کے سنگ حاضر ہیں۔

☆ دل میں کچھ وسوسے تھے — دل میں شکوک و شبہات جنم لیں تو پھر ان کا علاج ناگزیر ہوجاتا ہے نزہت جبیں ضیا کس حد تک اس میں کامیاب رہیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

☆ چھوٹی سی بات — دوڑتے بھاگتے لمحوں میں سانس لیتی محبت کی خوب صورت کہانی۔

☆ سرپرائز — شب ہجراں میں بھیگی ایسی تحریر جہاں خوشیوں کا سورج بہت سے سرپرائز لے کر طلوع ہوا کیسے اور کیونکر آپ بھی جانیے۔

☆ ستارۂ سحر — ستاروں کی گردش کا احوال بتاتی سمیرا غزل اپنے منفرد انداز میں۔

☆ پڑھی لکھی — علم و ہنر کے نئے رموز سے آشنا کراتی ام اقصیٰ قارئین کے لیے خوب صورت پیغام لیے منفرد انداز میں رونق افروز ہیں۔

☆ وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں — جنت نظیر کشمیر کے تناظر میں لکھی ایسی تحریر جہاں شہادت ہی مقصدِ حیات ہے۔

☆ امیدِ نو — اشکوں سے لبریز ممتا کی کہانی جہاں سب کا دکھ سانجھا ہے نظیر فاطمہ ایک نئے انداز میں جلوہ گر ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

پایا نہ جب سہارا اے دو جہاں کے مالک

میں نے تجھے پکارا اے دو جہاں کے مالک

مغموم ہوں بدل دے اب تو مسرتوں سے

تقدیر کا ستارا اے دو جہاں کے مالک

طوفاں کی تیزیوں میں جب ڈگمگائی کشتی

تو نے دیا سہارا اے دو جہاں کے مالک

مخلوق کی اذیت مخلوق کی مصیبت

تجھ کو ہے کب گوارا اے دو جہاں کے مالک

گردوں ناخدا ہے شامل تری عطا ہے

ہر موج ہے کنارا اے دو جہاں کے مالک

حقا ہمارے بگڑے کاموں کو ہے بناتا

ادنیٰ ترا اشارہ اے دو جہاں کے مالک

دنیائے بندگی میں بہزاد نے ہمیشہ

سجدہ تجھے گزارا اے دو جہاں کے مالک

نعت

مدینے کی حسرت کے قربان جاؤں یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

کہ اس سبز گنبد کا ہر دم تصور عبادت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

منور منور مدینے کے دن ہیں درخشاں درخشاں مدینے کی راتیں

معطر معطر مدینے کی بستی یہ جنت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

طلب کر لیا ہم کو جانے کے آگے ہمارے مقدر جو سوئے تھے جاگے

نبی کریم ﷺ کی ہم عاصیوں پر عنایت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

ترے سبز گنبد پہ ہر دم نظر ہے نہ سوز الم ہے نہ درد جگر ہے

نہ اپنی خبر ہے نہ دل کی خبر ہے یہ راحت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

قبا جا رہا ہوں احد جا رہا ہوں میں اپنے مقدر پہ اترا رہا ہوں

مقدر کی اب اور کیا ہو گی رفعت یہ رفعت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

جہاں سر جھکاتے ہیں آ کر فرشتے وہاں ہم گناہ گار کرتے ہیں سجدے

یہ بخشش نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

کرم ان کا دیکھو عطا ان کی دیکھو نظر والو شان سخا ان کی دیکھو

ہے بہزاد کو ہر گھڑی یاد طیبہ یہ نعمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

(بہزاد لکھنوی)

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

بانو قدسیہ...... منڈل ٹلون، لاہور

السلام علیکم! خوش رہیں سلامت رہیں۔ آنچل مجھے باقاعدگی سے ملتا ہے، بس آپ کی بے حد ممنون ہوں۔ آنچل خواتین کا پسندیدہ اور معیاری ڈائجسٹ ہے خواتین میں لکھنے کے رجحان کو فروغ دینے میں آنچل کا کردار بہت نمایاں ہے۔ آنچل میں لکھنے والی بے شمار خواتین نے جو شہرت اور عزت پائی وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آنچل خواتین میں بے حد مقبول ہے۔ آنچل والوں اور اس کے قارئین کے، لیے ڈھیروں دعائیں۔ اللہ تعالیٰ سبھی کو آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف بخشے (آمین)

☆ قابل احترم ہستی وقلم کار شاد و آباد رہیں، طویل عرصے بعد بزم آنچل میں آپ کی شرکت بادصبا کے جھونکے کی مانند دل فریب لگی۔ آپ جیسی نامور قلم کار نے اگر آنچل کے متعلق چند تعریفی کلمات ادا کیے ہیں تو یقیناً ہمارے لیے باعث فخر اور قابل رشک ہے۔ ہم تو آپ سے اتنی ہی گزارش کریں گے کہ

گل پھینکے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر اندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

کبھی اپنی زندگی کے مصروف دوڑتے بھاگتے لمحات میں سے چند پل نکال کر ہمارے نام کریں اور آنچل سے رابطہ استوار اور رشتہ بحال رکھیے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین۔

ثمینہ فیاض...... کراچی

پیاری ثمینہ، سدا خوش رہو آپ کی تحریر "سونے کے کنگن" موصول ہوئی آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے مطالعے اور محنت سے مزید اچھا لکھ سکتی ہیں ابھی مختصر تحریر پر ہی طبع آزمائی کریں تاکہ کہانی کو بخوبی سنبھال سکیں۔

ثانیہ، طاہرہ، جوریہ...... تحصیل گوجر خان

ڈیئر فرینڈز شاد و آباد رہو۔ بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید انداز بیاں اگرچہ بہت شوخ نہیں ہے لیکن اگر آپ کے دل تک ہماری بات پہنچتی اور اثر کرتی ہے تو ہمارے لیے باعث اعزاز ہے آپ کے یہ خوب صورت الفاظ ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔

اقراء صغیر جلد ایک نئے ناول کے ہمراہ آنچل کے روبرو ہوں گی۔ عشنا کوثر سے سلسلہ وار ناول لکھنے کی آپ کی فرمائش ہم ان تک پہنچا رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ جلد انہیں دیکھ پائیں گی۔ تعارف ارسال کردیں۔

حمیرا قریشی...... لاہور

ڈیئر حمیرا، جیتی رہو۔ آپ کی دوسری تحریر "ذرا سی بھول کا نام" قبولیت کا درجہ طے کر چکی ہے۔ اچھی اور معیاری چیز کے رد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا بےفکر رہیے آپ کی پہلی تحریر جلد ہی آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالے گی البتہ تھوڑا انتظار تو آپ کو کرنا پڑے گا۔ ان کامیابیوں پر مبارکباد۔ دعا گو ہیں آپ کا قلمی سفر کامیابی کی منازل طے کرتا رہے آمین۔

اقراء چنا...... کراچی

ڈیئر اقراء! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "کچھ ایسا کر جاؤں" موصول ہوئی پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں گو کہ آپ کا موضوع قدرے بہتر تھا۔

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ

ڈیئر نورین! شاد و آباد رہو آپ کی تین تحریروں کے ساتھ ایک خط بھی موصول ہوا۔ ہر انسان کی ذات میں تشنگی اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے تاکہ ہم اس سے رجوع کریں۔ بہت سی قلم کار بہنوں نے اس تشنگی کو اپنی کہانیوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا آپ کی تحریریں "اے مژدہ محبت" "آفتاب عشق" اور "اعتبار لازم ہے" کے نام سے موصول ہوئیں ناول بنانے کے چکر میں آپ کہانی کو ٹھیک سے سنبھال نہیں پائیں۔ پھر ان کہانیوں میں عمیرہ احمد، نمیرا اور نازیہ کے انداز سے متاثر ہوکر کافی مماثلت نظر آرہی ہے۔ کہانی کا اپنا رنگ اور آپ کی پہچان کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ موضوع کا چناؤ "اے مژدہ محبت" میں بہتر ہے لیکن ابھی آپ مختصر افسانے پر طبع آزمائی کریں مختصر اور موثر لکھنے کی کوشش کریں جب آپ کا افسانہ کامیابی کا مرحلہ طے کرجائے پھر ناولٹ اور ناول کی طرف آیئے گا۔ امید ہے اس ناکامی پر مایوسی اختیار کرنے کے بجائے ان باتوں سے اپنی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں گی۔

مبشرہ خالد...... کراچی

پیاری بہن مبشرہ! سدا آباد رہو، آپ کی تحریر "عزت نفس" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنے مطالعہ میں نامور لکھاری بہنوں کی کہانیاں شامل کریں جس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

پیاری بہن نگہت! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "جگنو میرے آنچل میں" کے نام سے موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ کافی الجھن کا شکار رہو۔نے کے ساتھ کچھ باتوں میں غیر واضح پن بھی ہے موضوع بھی بہت پرانا ہے کسی اور موضوع کو اپنے مزاج کا حصہ بنا کر قلم کی قید سے آزاد کریں۔

دیا آفرین...... لاہور

ڈیئر دیا! جگ جگ جیو آپ کی تحریریں موصول ہوئیں "توجہ" اور "غبار دشت" پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے کہانی کو جلدی اختتام دے دیا جس کی وجہ سے تشنگی کا احساس ہو رہا ہے مطالعہ کے ساتھ کوشش جاری رکھیں۔

فرحت، جبیں فری...... راولپنڈی

پیاری بہن فرحت! سدا خوش رہو، آپ کی تحریر "دل کے رشتے" موصول ہوئی اور قسط وار انداز میں لکھی یہ تحریر کمزور موضوع کے ساتھ انداز تحریر بھی متاثر کن نہیں ہے۔ اس لیے مطالعہ کریں اور مختصر تحریر پر طبع آزمائی کریں۔ قسط وار لکھنے کے لیے باقاعدہ اجازت لینا پڑتی ہے۔

مشا علی مسکان...... میانوالی

ڈیئر مشا جگ جگ جیو آپ کی تحریر بلاعنوان موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اپنے مطالعہ کو وسیع کریں اور مختصر موضوع کو اپنی تحریر کا حصہ بنائیں۔

رابعہ کنول...... نامعلوم

پیاری بہن رابعہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "عشق طلاطم" کا حصہ اول موصول ہو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے نامور لکھاریوں کے ناول اور افسانے پڑھیں پھر لکھنے کی کوشش کریں اور پہلے مختصر موضوع کو قلم کی قید سے آزاد کریں اس کے بعد ناول پر طبع آزمائی کریں۔

عتیقہ ملک...... ڈاک خانہ پلٹ والی

پیاری عتیقہ! مسکراتی رہو، آپ کی تحریر "اک شمع جلا کر دیکھیں" آنچل کے معیار پر پورا نہ اتر سکی اس لیے ہم معذرت خواہ ہیں موضوع کے لحاظ سے کہانی کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری۔

کوثر ناز...... جڑانوالہ

ڈیئر کوثر، جگ جگ جیو آپ کے خط کے پہلے ہی دلکش جملے نے "دل پزیر بنی رہو پزیرائی کرتی رہو" ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کرالی بہت ہی خوب صورت الفاظ اور مربوط جملوں میں لکھا آپ کا خط اور خوب صورت شعر کے ساتھ آنچل کی پسندیدگی کا اظہار لیے بہت اچھا لگا آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں شرکت کر سکتی ہیں آئندہ بھی اپنی قیمتی آرا اور تجاویز سے نوازتی رہیے گا۔

ام ایمان قاضی...... کوٹ چھٹہ

پیاری ایمی! سدا مسکراؤ سب سے پہلے تو کامیاب قلمی سفر کے تیزی سے آغاز اور شہرت کی منازل طے کرنے پر مبارک باد، بے شک رب تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ آنچل آپ کے لیے وسیلہ بنا اس میں شکریے کی کوئی بات نہیں آنچل نے بہت سی مایہ ناز مصنفین کو ہاتھ پکڑ کر بام عروج تک پہنچایا ہے یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگ اس دیرینہ ہم سفر کو بھول کر شہرت کے نئے جہان میں پہنچ کر اسے بالکل ہی بھول جاتے ہیں اور بہرحال یہ ان کی سوچ اور معاملہ ہے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو اور ان سب کو بھی بہت سی کامیابیاں عطا فرماتا رہے آمین۔

آنسہ شبیر...... توگہ گجرات

ڈیئر آنسہ، سدا مسکراتی رہو، شکوہ و شکایات سے مبرا صرف نصف ملاقات کی آرزو میں بسا آپ کا خط موصول ہوا اور لفظوں کے تمام رنگ ہمیں متاثر کرنے میں کامیاب ٹھہرے دعاؤں کے لیے، جزاک اللہ۔

ماریہ کنول ماہی...... چک ورکاں

ڈیئر ماہی! شاد و آباد رہو سب سے پہلے تو بھائی کی منگنی پر ڈھیروں مبارک باد۔ بعض اوقات تاخیر سے موصول ہونے کی بنا پر نگارشات شامل اشاعت ہونے سے محروم رہ جاتی ہیں بہرحال، ہم نے آپ کے خط کا جواب عنایت کردیا ہے لہٰذا خفگی دور کرلیجیے۔

نبیلہ ملک...... چوتالہ

ڈیئر نبیلہ! جیتی رہو آپ کا خط پڑھ کر والد کی وفات کے متعلق جان کر بے حد افسوس ہوا۔ بے شک باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہو جانا ایک کڑا سانحہ اور یتیمی کے اس دور میں مقابلہ ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے اور والد مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ تعارف جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔

گل...... دولتنہ، گوجر خان

ڈیئر گل! گلوں کی طرح مہکاتی رہو آنچل سے ایک بار پھر رابطہ استوار کرنے کا جان کر خوشی ہوئی۔ اگر آنچل کی کسی تحریر کے ذریعے آپ اپنے رب کے قریب تر ہوگئی ہیں تو یہ ہماری کامیابی اور اصلاح کا فریضہ سر انجام دینے میں اہم کردار ہے۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ آئندہ بھی سیکھنے کا عمل جاری رکھیے گا اور آنچل سے رشتہ استوار اور رابطہ برقرار رکھیے گا۔

دسنم ملک...... تلہ گنگ

پیاری بہن! جیتی رہو، آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی آپ نے ہمت کرکے جس طرح خط لکھ بھیجا ہے اسی طرح آپ آنچل کے دیگر مستقل سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

صبا جاوید...... بھلوال پور

پیاری صبا! شاد وآباد رہو، طویل عرصہ بعد آپ سے نصف ملاقات اچھی لگی۔ گڑیا آپ کی تحریر کچا گھڑا تو لگ گئی ہے جبکہ شکستوں کا جال ہمارے پاس محفوظ ہے۔ صفحات کی کمیابی کی بنا پر تاخیر کا شکار ہے البتہ "دل تشنہ لب کیوں" تو ناقابل اشاعت میں تھی جس کے متعلق ہم جواب دے چکے ہیں غالباً آپ کی نظر سے نہیں گزرا۔ آپ کی دیگر تحریریں موصول ہوگئی ہیں جلد پڑھ کر آپ کو آگاہ کردیں گے۔

سیدہ شبانہ عظیم...... خانیوال

ڈیئر شبانہ! سدا ہنستی مسکراتی رہو، آپ کی جانب سے مفصل خط موصول ہوا پڑھ کر اچھا لگا آپ کے شکوہ وشکایات بجا ہیں۔ 2003ء سے آپ کا آنچل سے رابطہ ہے اور ایسے میں شہر کا نام نہ ہونا واقعی ناانصافی ہے۔ بہرحال خط میں آپ نے جگہ کا نام نہیں لکھا تھا اسی لیے ایسا ہوا۔ آپ اپنی باتیں بلا جھجک ہم سے شیئر کرسکتی ہیں اگر ہمنا راز داں بنانا چاہیں، بچوں کی تربیت وبہترین پرورش بے شک ایک کڑا مرحلہ ہوتا ہے کوشش کریں کہ سب کے سامنے سرزنش کرنے کے بجائے تنہائی میں اچھے اور نرم الفاظ میں بچوں کو سمجھا دیں، مزید اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے بچوں کو نیک اور عمدہ سیرت کے ساتھ آپ کے لیے باعث فخر بنا دے، آمین۔۔ آپ کی تحریر "وہ میری قربتوں میں شامل تھا" ہمارے پاس محفوظ ہے جلد شامل اشاعت کریں گے۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

ڈیئر رانی، سدا خوش رہو آپ کا کہنا اور شکایت بجا ہے لیکن پھر بھی یہ تو دیکھیں کہ آپ کی غیر موجودگی میں بھی ہم نے آپ کے خطوط اور اشعار کو شامل اشاعت کیا بہرحال اب مایوسی کو ترک کردیں اور آنچل سے رابطہ نئے سرے سے استوار کریں۔ حکم اذاں اپنے انتخابی مراحل میں ہے پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیجیے گا۔

شگفتہ خان...... بھلوال

ڈیئر شگفتہ، سدا سلامت رہو، آپ کی جانب سے یہ شکوہ بالکل بجا نہیں کیونکہ ہم گاہے بگاہے آپ کی نظموں کو شامل اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال بعض اوقات تاخیر سے ڈاک موصول ہونے کی بنا پر رہ جاتی ہے ایسے میں "تم ہی بتلاؤ کہ ہم بتائیں کیا" یعنی کیسے شامل کریں؟

انعم چوہدری...... جتوئی

پیاری انعم! شاد وآباد رہو آنچل سے آپ کے دیرینہ تعلق کے متعلق جان کر بے حد خوشی ہوئی اور آپ سے یہ پہلی ملاقات بھی بہت اچھی لگی۔ بے شک آپ کا کہنا بجا ہے الفاظ اور لہجوں کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔ شگفتہ انداز واخلاق میں کی گئی آپ کی بات بہت جلد اثر کرتی ہے اسی لیے تو اچھے اور عمدہ اخلاق کو اپنانے کی تاکید کی گئی ہے۔ بہرحال آپ کے خیالات جان کر بہت اچھا لگا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

راشدہ جمیل راشی...... صادق آباد

ڈیئر راشدہ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے پہلا خط موصول ہوا خط کے ساتھ ہی 20 روپے کا ایک نوٹ بھی موجود تھا یہ آپ نے کس سلسلے میں بھیجا ہم سمجھنے سے قاصر ہیں بہرحال اب یہ تحفہ آپ کی جانب سے کسی مستحق کو دے دیا جائے گا اور ہم کئی بار بہنوں سے یہ درخواست کرتے رہتے ہیں کہ خدارا لفافے رقم رکھ کر نا بھیجا کریں پر کوئی سنتا ہی نہیں خیر۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

منیبہ احمد، زینب سلطان...... ٹوپی، صوابی

ڈیئر سسٹرز! شاد وآباد رہو، آپ کا خط اور ناول "پاکیزہ محبت" موصول ہوا آپ نے پہلے ہی قدم پر ناول کی صنف پر طبع آزمائی کی ہے بہتر ہوتا کہ مختصر افسانے پر کوشش کرتی بہرحال ناول کا موضوع انتہائی کمزور اور فرسودہ ہے انداز تحریر بھی طوالت کی بنا پر جگہ جگہ کمزور پڑتا محسوس ہورہا ہے۔ مطالعہ اور وسیع مشاہدہ کی بنا پر آپ بہتر لکھنے میں کامیاب ہوسکتی ہیں ہماری دعا ہے کہ رب تعالیٰ آپ کو باعمل اور نیک عالمان دین بننے میں کامیابی عطا فرمائے، آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔

حافظہ وزیہ ظفر...... تلہ گنگ

پیاری وزیہ! جیتی رہو آپ کی تحریر "تقدیر کے کھیل" پڑھ ڈالی لیکن کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی۔ آپ کا نہ صرف انداز تحریر کمزور ہے بلکہ املا کی بھی بہت سی اغلاط موجود ہیں۔ آپ کو ابھی بہت محنت اور وسیع مطالعے کی ضرورت ہے فی الحال دیگر رائٹرز کا بغور مطالعہ کریں اور اپنا مشاہدہ وسیع کریں۔ لکھنے پر فی الحال توجہ مت دیں بلکہ صرف پڑھیں اور انداز بیاں پر غور کریں امید ہے اس تفصیلی جواب سے آپ مطمئن ہوپائیں گی۔ دوسری کہانی بلاعنوان ابھی زیر مطالعہ ہے۔

ع ا ب...... سرگودھا

ڈیئر گڑیا! جگ جگ جیو آپ سے پہلی نصف ملاقات

بذریعہ مفصل خط بہت اچھی لگی۔آپ کی سوچ بہت پختہ اور عظیم ہے بے شک تعلیم انسان کو سنوارتی اور اسے آگاہی اور شعور کی منازل عطا کرتی ہے۔آپ گھر پر رہ کر پرائیویٹ تعلیم کے ذریعے اپنا شوق بخوبی پورا کرسکتی ہیں۔ دیگر نصابی کتب کے مطالعے سے بھی یہ پیاس بجھائی جاسکتی ہے۔آپ کے ساتھ کی جانے والی حق تلفی واقعی قابل مذمت ہے یہ آپ کی محنت اور لگن کا ضیاع ہے بہرحال ہمیں آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

حفصہ بتول...... بھاولپور

پیاری حفصہ! جیتی رہو، آپ کا کہنا بجا ہے نو آموز رائٹرز کو ہماری جانب سے اصلاح کا بھرپور انداز میں کہا جاتا ہے اور کمزوریوں کی نشاندہی بھی کردی جاتی ہے تاکہ آپ اپنی صلاحیتوں کو احسن طریق پر بروئے کار لاسکیں۔آپ کا افسانہ اگر ناقابل اشاعت بھی ہوا پھر بھی آپ کو رہنمائی تو مل جائے گی خوف نکال کر امید کا دامن تھام لیجیے اور ارسال کردیں۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

ڈیئر صنم! شاد آباد رہو آپ کا خط پڑھ کر محسوس ہوا کہ آپ حساس دل کی مالک اور بے حد مخلص ہیں جب ہی اس سانحہ پر انتہائی غمگین اور رنجیدہ ہیں ان تلخ یادوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ خود کو دیگر کاموں میں مشغول کرلیں۔ اللہ تعالیٰ تمام شہدا کے لواحقین کو صبر و استقامت اور ان شیاطین کو راہ ہدایت نصیب فرمائے بے شک یہ لوگ گمراہی کے آخری درجے پر ہیں۔

نوٹ:۔

۱) ہم علی میاں پبلی کیشنز لاہور کے انتہائی مشکور و ممنون ہے کہ انہوں نے اپنی نئی طباع زاد کتب ہمیں ارسال کی جس میں بہن 'صائمہ اکرم چوہدری' بہن 'رضوانہ پرنس' کی بھی خوب صورت طباع شدہ کتب بھی شامل ہم تمام لکھاریوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

۲) ہم القریش پبلی کیشنز لاہور کے بھی مشکور و ممنون ہے کہ انہوں نے بھی ہم کو اپنی نئی طباع زاد کتب ارسال کی ہیں جس میں بہن 'نبیلہ عزیز' بہن 'سمیرا شریف طور' اور بہن 'فاخرہ گل' کی خوب صورت طباع شدہ کتب ہیں ہم سب بہنوں کو انتہائی دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہے کہ اللہ آپ سب کو ایسی ہزاروں کامیابی نصیب فرماتا رہے آمین۔

ناقابل اشاعت

عشق طلاطم، پریم نگر کے شام سویرے، میرے دل سے تیرے دل تک، مکمل پیار کے آنچل میں ادھورا پیار، توجہ، غبار دشت، کینوس، آئیڈیل، ذرہ بنا مثل ماہ، شہید کی موت، تمہیں کھویا تمہیں پایا، اے دل نادان، شائے دل، یاسیت بھری محبت، محبت شکست فاتحانہ، دل کے رشتے، زندگی گلزار ہے، ذرا سی بھول کا انعام، قسمت کا فیصلہ، پہلی محبت، کاش کہ وہ دن پھر لوٹ آئے، پاکیزہ محبت، محبت میری دھڑکن، اک شمع جلا کر دیکھیں، سونے کے کنگن، تقدیر کے کھیل، تو ہی ہے میرا راستہ، قسمت، اچھائی کبھی مرتی نہیں، چھپا رستم، تیری یادیں، ہمیں ایسی محبت ہے، دل قرباں، جگنو میرے آنچل میں، جگنو میرے آنچل میں، اے مژدہ محبت، اعتبار لازم ہے، آفتاب عشق، کچھ ایسا کر جاؤں، عزت نفس، تقدیر کے ہیر پھیر۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

جہنم

عذابِ الٰہی پانے والوں کا ٹھکانا......!

جہنم (HELL.) دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جہنام کے معنی بہت زیادہ گہرائی کے ہیں جہنم کا لفظ اسی سے نکلا ہے۔ جہنم دراصل آگ کا وہ گھر ہے جہاں اللہ کے نافرمان اور بداعمال' کفار مشرکین کو روزِ آخرت میدانِ حشر سے ان کا حساب کتاب کرکے سزا بھگتنے کے لئے بھیجا جائے گا۔ قرآنِ حکیم میں جہنم کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہنم آگ کی بھٹی کا نام ہے۔

جہنم کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں ہزار برس تک آگ پھونکی گئی' یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس تک مزید تیز کردی گئی' جس پر اس کا رنگ سفید ہوگیا پھر ہزار برس تک مزید تیز کردی گئی حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی' سو دوزخ کی آگ سیاہ تاریک ہے اس میں روشنی ہرگز نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

جہنم کی گہرائی کے بارے میں ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ اگر اس میں کنکر پھینکا جائے تو وہ کنکر ستر برس میں بھی اس کی (تھاہ) نیچے بالکل آخر تک نہیں پہنچے گا۔ (مسلم شریف)

جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ روزِ آخرت تمام انسانیت کو مرنے کے بعد زندہ کرکے ان ہی جسموں کے ساتھ جو انہیں دنیا کی زندگی میں حاصل تھے میدانِ حشر میں جمع کرے گا جہاں ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق ہی جزا یا سزا سنائی جائے گی اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی عادل منصف ہے جو اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے پوری طرح باخبر ہے وہ اس روز کسی کے ساتھ کسی بھی قسم کا معمولی سے معمولی ظلم وزیادتی بھی نہیں کرے گا ہر مجرم کو اس کے جرم کے مطابق ہی سزا سنائے گا۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے نہایت واضح الفاظ میں آخرت میں مکافات وعقوبت کا عقیدہ بیان کیا ہے اور جہنم کا ذکر بھی بار بار واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق جہنم بے ایمان مرنے والوں اور ایسے گناہ گاروں کا ٹھکانہ ہے جن کے جرم ناقابلِ معافی ہیں۔ جہنم کا سب سے نمایاں وصف آگ ہے۔ قرآن کریم میں جہنم کی جگہ نار بھی جہنم کے ہی معنوں میں آیا ہے۔

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے نازل فرمائی ہے تاکہ اس کے بندے یہ جان لیں کہ کیا غلط ہے کیا درست ہے اور وہ اپنی زندگی راہ راست پر بسر کرنے کے لئے قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کریں۔ قرآن کریم اور نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے محبوب رسول ہیں کو بھی اللہ نے بشیر یعنی خوش خبری دینے والا اور نذیر یعنی ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ احکامِ الٰہی کو عملی طور پر نافذ کرکے لوگوں کو آگاہ کرسکیں اور

بتا سکیں کہ غلط کیا ہے اور درست کیا ہے۔ قرآن کریم مکمل اور آخری ہدایات نامہ ہے جو تمام انسانیت کی فلاح و بھلائی کا ضامن بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑا ہی انصاف کرنے والا عادل اور رحیم و کریم ہے۔ وہ اپنے کسی بھی بندے کے ساتھ نہ کسی کی زیادتی و ظلم کو پسند فرماتا ہے نہ خود کسی پر کسی بھی طرح سے ظلم فرماتا ہے یہی وجہ ہے روزِ آخرت جب وہ مجرمینِ الٰہی کا فیصلہ ان کے اعمال واقوال کے مطابق فرمائے گا تو سب مجرمین کو نہ تو برابر کی سزا ملے گی نہ ایک ہی لکڑی سے ہانکا جائے گا۔ اسی وجہ سے جہنم کے بھی کئی درجات و طبقے ان سزاؤں کے اعتبار سے ہوں گے جن کی تحقیق مفسرین اور محققین نے کی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے۔ جہنم کے سات طبقے ہوں گے۔ کیونکہ جہنم کے بارے میں ایک یہ رائے بھی ہے کہ وہ قید خانہ نہیں بلکہ شفا خانہ ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خیال ومنشا کے مطابق وہاں راحِ انسانی اپنی غلط کاریوں کو نتائج بد کو دور کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہوگی اور جوں ہی وہ ان سے عہدہ برآ ہوگی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سرفرازی پاکر اس عذاب سے نکال کر بہشت میں داخل کردی جائے گی۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے اس خیال کی تصدیق بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہاں تک جب دوزخیوں کو گناہوں سے خالص کرلیا جائے گا اور وہ پاک وصاف ہوجائیں گے تب انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ ایک روایت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب اس میں کوئی نہ ہوگا اور اس کے خالی دروازے کھڑکھڑائیں گے۔ (مسلم۔ مسند احمد)

دوزخ کے سات طبقات جن کا ذکر قرآن کریم میں بھی ملتا ہے۔

(۱) **جہنم**۔ دوزخ کا ایک درجہ جہنم ہے۔ جہنم کا لفظ قرآن حکیم کی ۷۷ آیات میں آیا ہے جو اس امت مرحومہ کے عذاب وعتاب کا مکان ہے۔ جہنم ان کافروں کو دور سے ہی میدان حشر میں دیکھ کر غصے سے کھول اٹھے گی اور ان لوگوں کو اپنے دامنِ غضب میں لینے کے لئے چلائے گی اور جھنجلائے گی، جہنم کی اس کیفیت کو اللہ ذوالجلال نے سورۃ الفرقان میں اس طرح ارشاد فرمایا۔

ترجمہ:۔ جب وہ (جہنم) انہیں دور سے دیکھے گی تو یہ اُس کا غصے سے بپھرنا اور دھاڑنا سنیں گے۔ (الفرقان۔۱۲)

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی کیفیت کا اظہار فرما دیا ہے کہ جہنم اپنی آگ اپنی شدت میں کیسی غضب ناک جگہ ہوگی کہ وہ اپنی خوراک کے لئے کیسی بے چین و بے قرار ہوگی اس کیفیت کا سورۃ الملک میں بھی اظہار ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ جب جہنمی، جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کا دھاڑنا سنیں گے اور وہ جوش غضب سے اچھلتی ہوگی ایسے لگے گا کہ وہ غصے سے پھٹ پڑے گی۔ جب کبھی اُس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اُس سے جہنم کے داروغے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ (الملک۔ ۷ اور ۸)

جہنم کا دیکھنا اور چلانا ایک حقیقت ہے یہ کوئی استعارہ نہیں ہے۔ اللہ جو بڑا قادر مطلق ہے اس کے

لئے ہر چیز ممکن ہے۔ اللہ کے لئے اس کے اندر احساس و ادراک کو قوت پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ آخر اسی خالق نے آگ کے شعلے سے جنوں کو ایک صاحب اختیار مخلوق کے طور پر پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو بھی قوت گویائی عطا فرما سکتا ہے جہنم کے بارے میں سورۃ ق میں ہے کہ جہنم اُس روز۔ ''ھل من مزید'' یعنی کیا کچھ اور بھی ہے؟ کی صدا بلند کرے گی۔

ترجمہ:۔ درحقیقت جہنم ایک گھات ہے' سرکشوں کا ٹھکانہ ہے' جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔ (النباء۔۲۱تا۲۳)

گھات ایسی جگہ کو کہتے ہیں جو شکار پھانسنے کے لئے بنائی جاتی ہے یا جہاں چھپ کر دشمن کا انتظار کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بے خبری میں آئے تو اچانک حملہ آور ہو کر قابو پالیا جائے۔ انسان دنیا میں احکام الٰہی عذاب الٰہی۔ سے بے خوف و خطر ہو کر خوب اچھلتا کودتا پھرتا ہے اسے کسی گرفت کا کوئی خطرہ محسوس ہی نہیں ہوتا لیکن جہنم ان کے لئے ایک ایسی ہی چھپی ہوئی گھات ہے جس میں وہ روز آخرت پھنسنے والے ہیں اور وہ وہیں پھنس کر رہ جائیں گے۔

دوسری آیت کریمہ میں لفظ احقاب استعمال ہوا ہے جس کے معنی پے در پے آنے والے طویل زمانے ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دور ختم ہوتے ہی دوسرا دور شروع ہو جائے۔ اس لفظ سے بعض نے استدلال کرتے ہوئے ہمیشگی کے معنی لئے ہیں جبکہ جنت کی زندگی میں تو ہمیشگی ہوگی ہی مگر جہنم میں ہمیشگی نہیں ہوگی' کیونکہ یہ مدتیں خواہ کتنی ہی طویل ہوں' آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے مدتوں کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس سے یہی تصور ابھرتا ہے کہ وہ لامتناہی نہیں ہوں گی طویل بہرحال ضرور ہوں گی کیونکہ جب جس کی سزا پوری ہو جائے گی اللہ رحیم اس پر رحم فرمائے گا اور سزا ختم ہونے پر اسے جہنم سے نجات مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی انصاف کرنے والا عادل ہے۔

(۲) **سائیر**۔ یہ دوزخ کا دوسرا درجہ ہے یہ نصاریٰ کا مقام خاص ہے۔ سعر کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ یہ سعیر کی جمع ہے جس کے معنی جنون بے عقلی' جب انسان کے دماغ میں گرمی بھڑک اٹھتی ہے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے سعیر کے معنی آگ کے ہیں۔ سورۂ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ انہی کی پیروی کریں گے خواہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بلا تا رہا ہو۔ (لقمن ۔۲۱)

آیتِ مبارکہ میں دوزخ کے دوسرے طبقے السعیر کا ذکر آیا ہے قرآن حکیم میں جہنم کے اس درجے کا ذکر نو مقامات پر آیا ہے۔ سورۂ الملک میں تین بار اور سورۂ الحج' لقمان' سبا' الاحزاب' فاطر اور شوریٰ میں ایک ایک بار ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (الاحزاب ۔۶۴)

آیتِ مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے لئے کفر

کرنے والوں کو نا صرف لعنت کی بلکہ ان کے لئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ بھی دھکا رکھی ہے۔ انسان دنیا کی زندگی لاکھ اپنی مرضی ومنشا کے مطابق بسر کرے لیکن اسے ایک روز تو اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہی ہونا ہے اور وہ دن اس کے اعمال کے حساب کتاب کا دن ہوگا ایسے ہی لوگوں کو جو بے پرواہ زندگی بسر کرتے ہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ نا صرف ان کو بلکہ ان کی آخرت کو بھی اللہ تعالیٰ نے لعنتی قرار دے دیا اگر زندگی کے وقفے سے فائدہ نہیں اٹھا سکے تو پھر ان کا مقدر جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگا اور جب وہ اس آگ میں پھینک دیئے جائیں گے تو اس وقت کی کیفیت سے بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرمارہا ہے تاکہ اگر کوئی پلٹنا چاہے سدھرنا چاہے تو ابھی وقت ہے دنیا میں ہی سدھر جائے۔

ترجمہ:۔ اور وہ کہیں گے کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو آج اس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں شامل نہ ہوتے۔ (الملک۔۱۰)

جب روز آخرت اللہ جل شانہٗ فیصلہ صادر فرمادے گا اس وقت پچھتاوے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا جب آگ میں ڈالے جانے کا حکم ہوجائے گا تب احساس ندامت پچھتاوا ہونا بے معنی ہوگا۔ اسی سبب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کیفیت کو بھی قبل از وقت ہی اپنے بندوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے تاکہ کل بندہ یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے اگر خبر ہوتی کہ میرے ساتھ ایسا ہوگا تو میں ہرگز کفر نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی رحیم و کریم ہے وہ اپنے بندوں سے بے پناہ بے حد وحساب شفقت ومحبت فرماتا ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو جو آزادی دی ہے اس میں وہ مداخلت نہیں کرتا وہ تو چاہتا ہے کہ بندہ پوری آزادی کے ساتھ بغیر کسی دباؤ کے اس کی بندگی واطاعت کرے اور اپنی آخرت کی دائمی زندگی کا خود بندوبست کرے۔ نیک وبد یکساں نہیں ہوسکتے جب وہ نیکوکار متقی افراد کو جزا وانعام دے گا تو لازمی بات ہے بغاوت وکفر کرنے والوں کو سزا بھی دے گا تب ہی انصاف کے تقاضے پورے ہوں گے۔

(۳) **حطمہ**۔ یہ بھی دوزخ کا ایک طبقہ ایک درجہ ہے حطمہ کے معنی روندنے والا ریزہ ریزہ کردینے والا یہ حطم سے مشتق ہے صیغہ مبالغہ واحد اس سے مراد دوزخ ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ الھمزہ میں دوبار استعمال ہوا ہے۔ مفسرین نے اسے یہودیوں کا ٹھکانا لکھا ہے۔

ترجمہ:۔ ہرگز نہیں وہ شخص تو چکنا چور کردینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے چکنا چور کردینے والی۔ (الھمزہ۔۴۔۵)

نبذ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کسی چیز کو حقیر سمجھتے ہوئے پھینک دینا ننگ انسانیت کو دوزخ میں پھینکنے کا ذکر کرتے ہوئے اس لفظ حطمۃ کا استعمال ہوا ہے جو اس مفہوم کو ادا کرنے کے ساتھ اس کی تحقیر اور تذلیل کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ حطمۃ حطم سے ہے جس کے معنی توڑنا پیس ڈالنا اور ریزہ ریزہ کردینا ہے یہ دوزخ کے اس طبقے کا نام ہے جس کی آگ انتہائی تیز ہوگی جو بھی چیز اس آگ میں پھینکی جائے گی وہ آن واحد میں اس کو پیس کر راکھ بنادے گی اس آگ کی شدت کے اظہار کے لئے ہی اس سورۃ کی چھٹی آیت میں اس آگ کو اللہ کی آگ کہا گیا ہے یہ وہ آگ ہے جسے اللہ نے جلایا ہے۔ جو ہمیشہ بھڑکتی ہی رہے گی کبھی بجھے گی نہیں۔ یہ آگ اتنی شدید ہوگی کہ انسانی فہم

وادراک اس کی شدت کو سمجھ نہیں سکتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تو انسانوں کو ہر چیز کے بارے میں خوب کھول کھول کر بار بار انداز بدل کر سمجھا رہا ہے کہ احکام الٰہی کو نہ ماننے کا کیسا شدید انجام ہونے والا ہے ابھی وقت ہے کہ عقل سے کام لے کر سنبھل سکتے ہو تو سنبھل جاؤ۔

(۴) **الـلظیٰ** ۔ دوزخ کے ایک طبقے کا نام ہے۔ دہکتی ہوئی آگ' دہکنا' شعلہ زن ہونا' بغیر دھوئیں کے اٹھتا ہوا شعلہ' لپٹ' بھڑک اس سے دوزخ مراد ہے۔ یہ دیوں اور (جنوں) اور ابلیس کا ٹھکانا ہوگا کیونکہ جن کو بھی اللہ تعالیٰ نے آگ کے شعلے یعنی لپٹ سے ہی پیدا فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں صرف دو ہی جگہ استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ (مگر) ہرگز یہ نہ ہوگا۔ یقیناً وہ شعلہ والی آگ بھڑک رہی ہوگی۔ (المعارج۔۱۵)

آیت کریمہ میں ربّ ذوالجلال نے جہنم کے اس طبقے کی آگ کی شدت کا اظہار فرمایا ہے یہ بڑی ہی شدید بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی جو آگ سے پیدا شدہ مخلوق کو بھی جلا ڈالے گی اس آگ کی شدت جہنم کے دوسرے طبقات سے کہیں زیادہ تیز اور شدید ہوگی۔

ترجمہ:۔ میں نے تمہیں شعلے مارتی آگ سے ڈرا دیا ہے۔ (الیل۔۱۴)

اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کا خالق ومالک ہے وہ اپنی حکمت ومشیت اور اپنے عدل اور رحمت کی بنا پر اس بات کا ذمہ دار ہے کہ انسان کو دنیا میں بے خبر نہ رہنے دے۔ اسے باخبر کردے۔ اسے بتادے' سمجھادے کہ کونسی راہ راست ہے اور کونسی غلط' نیکی کیا ہے' بدی کیا ہے' حلال کیا ہے' حرام کیا ہے' کونسی روش اختیار کرکے فرمانبردار بندہ بنو گے اور کونسا رویہ اختیار کرکے نافرمان بن جاؤ گے اور یہ بھی بتادیا سمجھادیا کہ دنیا سے آخرت تک کہیں بھی اس مالک کی گرفت سے باہر نہیں ہو' خواہ تم اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر چلو یا نہ چلو۔ گمراہی اختیار کرو گے تو خود اپنے آپ پر ظلم کرو گے' اپنا ہی نقصان کرو گے اور اگر راہ راست اختیار کرو گے تو بھی تمہیں ہی نفع پہنچے گا خود ہی نفع کماؤ گے یہ کام تمہارا ہے کہ تم آخرت کی بھلائی چاہو یا دنیا کی بھلائی سب اختیار اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اللہ تمام باتیں کھول کر بتا رہا ہے کہ اگر تم نافرمانی کرو گے جس درجے کا تمہارا جرم ہوگا ویسی ہی تمہیں سزا ملے گی۔

(جاری ہے)

سویٹ اینڈ سوسویٹ قارئین اور آنچل کے تمام ممبران کو مابدولت کی طرف سے السلام علیکم! دس سال پہلے شرکت کی تھی اس وقت حالات اور خیالات مختلف تھے اس وقت زندگی خوابوں جیسی تھی آج زندگی نے اور روپ دھارا ہے شادی کے بعد پریکٹیکل لائف میں جو تبدیلیاں آئیں وہ ابھی اچھی لگیں زندگی تب بھی دلکش تھی۔ زندگی اب بھی اللہ پاک کے کرم سے بہت حسین ہے میرا تعلق رحیم یار خان سے ہے اور جب سے پیدا ہوئی یہی ہوں مطلب یہ کہ اور کوئی شہر، جگہ نہیں دیکھی۔ یکم فروری 1986ء کو دنیا میں تشریف لائی' زندگی بہت خوب صورت لگی جب تک خوابوں کی دنیا میں گزرے اور جب زندگی کی تلخ حقیقتوں سے واسطہ پڑا تو زندگی کا لفظ زندگی خالی لگنے لگا مگر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

زندگی کے پرچے میں
سب سوال لازم ہیں
سب سوال مشکل ہیں

اگر یہ حساب کتاب کھول کر بیٹھوں تو ایک اور بات بھی ذہن کے دریچوں سے جھانک کر پرانی یادوں کو کھینچ لاتی ہے۔ جی جناب! بچپن کا دور بھی کیا حسین دور تھا' امی ابو کا پیار' بہن بھائیوں کی محبت سب کچھ ملا اور اب تک بھی سب کی محبت ویسی ہی ہے۔ چھ بہن بھائی ہیں' ہم' تین بھائی اور تین بہنیں۔ شادی کے بعد سسرال میں سب سے چھوٹی بہو ہوں۔ پانچ نندیں' دو جیٹھ ہیں اور ماشاء اللہ سب بہت نائس ہیں۔ عمران کی مما ہیں' پاپا کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔ ارے ارے رکیے ذرا عمران کا تعارف کروادوں' عمران میرے شوہر نامدار ہیں' بہت خوب صورت' بہت کیئرنگ' بہت سویٹ غرضیکہ اتنے اچھے ہیں کہ ابھی رات کے بارہ بجے مجھے لکھنے کا وقت ملا تو میرے لیے چائے بھی بنا کر لے آئے۔ ہر کام میں بہت مدد کرتے اور سب سے بڑی بات کہ مجھے میرے ٹائم پر رسالہ بھی لا دیتے۔ میری کہانیوں کی رجسٹری بھی کرواتے' بہت کاپریٹیو ہیں اور اللہ پاک کے کرم سے تین بیٹیاں ہیں علیشاہ' مبشرہ' لیبہا۔ بہت پیاری اور ہماری جان ہیں اور جناب دوستی کے معاملے میں فرینڈز کی طویل فہرست ہے' اچھے اخلاق کے مالک' سلجھی ہوئی طبیعت' صاف اور شفاف لوگ جو زندگی کے ہر معاملے میں فیئر ہوں۔ مجھے اٹریکٹ کرتے ہیں دل میں بغض رکھنے والے' غلط بیانی کرنے والے لوگوں سے چڑ ہے اور مجھے غلط بیانی پر غصہ آتا ہے مگر میرا غصہ بھی عجیب سا ہے جلدی آتا ہے جلد ہی بھاگ جاتا ہے۔ دراصل میں چاہتی ہوں جس طرح میں سب کے ساتھ مخلص ہوں' سب کے لیے اچھا سوچتی' سب کا احساس کرتی ایسے ہی پروٹوکول مجھے بھی ملے۔

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا
جو گلے ملو گے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے
ذرا فاصلے سے ملا کرو

بارش کا موسم بہت اٹریکٹ کرتا ہے' بارش ہونے کے بعد جو مٹی کی خوشبو اٹھتی ہے وہ مجھے بہت پسند ہے۔ فیورٹ خوشبو Do it ہے' فیورٹ کلر سرخ' بلیک اور ہرا' وہ کلر جو موسم کی حساب سے آنکھوں کو اچھا لگے۔ شاعری سے جذباتی وابستگی ہے اور میں خود بھی شاعری کرتی ہوں۔ پڑھنا اور لکھنا میرا شوق ہے' مطالعے کی عادت تو چاہنے کے باوجود بھی ختم نہیں کرسکی' میوزک پسند ہے۔ دسمبر کا مہینہ بہت پسند ہے اور جنوری کا مہینہ اس لیے کہ 4 جنوری کو میری شادی ہوئی' بہت سے دن' لمحے ایسے ہوتے ہیں جنہیں انسان چاہ کے بھی نہیں بھول سکتا۔ نانی امی کی ڈیتھ کا دن زندگی کا سوگوار دن تھا اور جس دن پاکیزہ ڈائجسٹ میں ان اول چھپا وہ زندگی کا یادگار دن تھا۔ پھر بہت سی کہانیاں شائع ہوئیں شادی کے

بعد یہ سلسلہ کچھ رک سا گیا بہرحال اب بچے بھی ساتھ ہیں اور سب کام بھی ساتھ ساتھ۔ پہلے بچے چھوٹے تھے تو بہت مسئلہ ہوتا تھا' رائٹرز لسٹ میں اپنا نام دیکھ کر اچھا لگا تھا اور مصروفیت کے باعث لسٹ سے نام بھی کٹ گیا اور کسی نے یاد بھی نہیں کیا آنچل رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں چند ایک کا نام لکھنا زیادتی ہوگی۔ اب آنچل کو دوبارہ اوڑھ لیا تو ان شاء اللہ اب نہیں اتارنا۔ بہت خوب صورت آنچل ہمارا۔ ہمیشہ جگمگاتے رہیں' مسکراتے رہیں' دعاؤں کے ساتھ مجھے اجازت دیجیے گا' اللہ نگہبان۔

سدرۃ المنتہیٰ

انداز بیاں اگرچہ بہت شوخ نہیں
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

کیا سمجھے؟ تین میں نہ تیرہ میں نا جی نا ہم تو ہیں پانچ سواروں میں۔ دیکھتی آنکھوں' دیکھو......ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں' آ جی سنتے کانوں پڑھتی زبانوں' سب کو سدرۃ المنتہیٰ معصومہ عاصمی انصاری کا سلام۔ جی ماہدولت کا نام تو یہی ہے پر کہتے بہت کچھ ہے مثلاً' چاند ہیرا' منتہا' گڈو اور بلی وغیرہ وغیرہ۔ آپ کا جو دل ہو اس نام سے پکاریئے کیونکہ گلاب کو جس نام سے بھی پکارا جائے گلاب گلاب ہی رہتا ہے... جی ہماری تاریخ پیدائش دل جلانے کی بات کرتے ہیں سنا نہیں لڑکیاں اپنی عمر نہیں بتاتیں۔ خیر جوئے شیر لانا والا کام ہے ہماری دادی اماں کہتی تھیں کہ 31 جیٹھ کی گرمی میں ہم ٹھنڈک بن کر آئے امی حضور کہتی ہیں کہ 4 شوال عید الفطر کے چوتھے دن ہم عید کو مزید بڑھانے آئے۔ ابو جی فرماتے ہیں 13 یا 25 جون کو ہم گرمیوں کی چھٹی کی نوید لے کر آئے اور ہماری اسناد پر یہ سنہری حروف کندہ ہیں یکم مئی 1989ء یعنی ہم یوم مزدوراں کو مزدور بن کر آئے ہی ہی۔ ہم 4 بہن بھائی ہیں' سب سے بڑی آپا مصباح نورین ہیں ان سے چار سال چھوٹے دو جڑواں بھائی حکیم عمران حسین بادل تو حیدی اور رضوان حسین عرف لالہ جی ہیں اور پھر چار سال بعد ہم آ گئے' اس دنیا کی رونق کو مزید جلا دینے۔ اللہ کے فضل و کرم سے دو بھانجیاں سویرا انازہری' ریحاب فاطمہ شہزادی اور دو بھانجوں محمد ابوبکر' محمد ابوزر اور ایک بھتیجی مسفرہ سے یہ چھوٹا آشیانہ آباد ہے۔ تعلیمی قابلیت گریجویشن' کمپیوٹر کورس کے ساتھ ساتھ ترجمۃ القرآن کے کورس سے دل و دماغ کو منور کیا ہوا ہے پھر ایک سال ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ رہنے کے بعد اب گھر کی ذمہ داریوں میں الجھے ہیں ہم تو نام تو آپ جان ہی گئے ہیں ذرا کام و ہنر بھی جان لیں۔ اپنی تعلیم کے سولہ سترہ سال فرسٹ پوزیشن لینے آئے ہیں اور حمد و نعت' تقریریں اور کمپیئرنگ کے ساتھ ساتھ دی بیسٹ اسٹوڈنٹ اور دی بیسٹ ٹیچر کا انعام بھی پا چکے ہیں۔ کھانا بنانا' سمپل چارپائیاں بننا بھی آتا ہے۔ ہم کسی سے کم نہیں نا' سلائی کٹائی بھی خود کرتی ہوں' رسہ کشی اور دوڑ پسندیدہ گیمز ہیں' قرآن پاک فیورٹ کتاب ہے۔ بلیک اور وائٹ کلر پسند ہے' کھانے میں ہر وہ چیز جو بھوک کے وقت ہاتھ لگ جائے ویسے برگر' بریانی اور کدو کا حلوہ بہت پسند ہیں۔ پہننے میں بھی کھانے کی طرح جو مل جائے پہن لیا ویسے چوڑی دار پاجامہ اور فراک دل کو بھاتی ہے۔ کزنوں میں موڈی سعدیہ تبسم' ہزار شکورے کرتی شہربانو اور لش پش کرتی جمیلہ کنول سے خوب بنتی ہے جب بھی اکٹھی ہوں تو ساری ساری رات نہیں سوتیں۔ فرینڈز میں سب ہی زبردست ہیں مگر بہت محتاط رہنے والی تمثیلہ حد سے زیادہ حساس مہرین اور ہنستا چہرہ سمیرا سے زیادہ بنتی ہے۔ ہر مسئلے کا یہ کوئی نہ کوئی حل نکال ہی لاتی ہیں' مجھے پریشان نہیں ہونے دیتیں۔ میرے نزدیک رشتے تو سب ہی انمول ہوتے ہیں' ماں باپ کا رشتہ تو بیان سے باہر ہے مگر اس سے ہٹ کر زوج کا رشتہ ہمارے لیے اہم ہے۔ (ویسے آپس کی بات ہے ہم ابھی کنوارے ہیں) اپنی خامی یہ ہے کہ ہر ایک پر اندھا اعتماد کرتی ہوں' ہر کسی کو اپنا اور صرف اپنا سمجھتی ہوں۔ دھوکے

کھانے کے پار جو اس شخص کے بارے میں دل میں میل نہیں آتا۔ روتی بہت ہوں' خوبی یہ ہے کہ ہرایک سے خوش ہو کر ملتی ہوں جیسے مجھے تو آپ ہی کا انتظار تھا اور ایک بات جو خاندان اور محلہ بھر ہر جگہ مشہور ہے ویسے وہ آپ جان ہی گئے ہوں گے بس بولتی بہت ہوں۔ یہ خامی ہے یا خوبی میرے خیال میں سننے والے کی سماعت پر منحصر ہے کہ جس طرح مجنوں نے کہا تھا میری لیلیٰ نہیں کالی تیری آنکھ نہیں دیکھنے والی۔ لکھنا پڑھنا جنون ہے اپنا' سب سے بڑی خواہش حج کرنا ہے۔ کسی بھی ڈائجسٹ میں یہ ہماری پہلی آمد ہے' آنچل سے رشتہ تب کا ہے جب ہم فورتھ کلاس میں تھے۔ جنون کی حد تک ریڈنگ کے شوق سے ہمیں ڈائجسٹوں کی دنیا بھی دکھا ڈالی اور آج گریجویشن کے بعد ٹیچنگ سے گھر تک آ گئے پر آنچل کا ساتھ ہے۔ پڑھتے ہوئے خیال آیا کہ کیوں نہ ہم بھی تعارف کی دنیا میں قدم رنجہ فرمائیں' اب یہی کہوں گی کہ "عجب ہوں میں' عجب میری خطائیں' میں اپنے گناہ کہاں لے جا کر دفن کروں"۔ ہم پھر آئیں گے آپ ساتھ رہنا' آنچل میں رہنا آنچل ہی عزت ہے آنچل کو تھامے رکھو جب تک ہم ی تازہ اور نئے جھونکے کے ساتھ نہیں آتے تب تک کے لیے رب راکھا۔

آنچل کی پوری ٹیم اور بزم آنچل میں شرکت کرنے والی تمام پریوں کو ہمارا محبتوں بھرا سلام قبول ہو۔ آج سے ٹھیک 18 سال پہلے 29 مئی کی نہایت سہانی دوپہر کو تحصیل مری کے ایک چھوٹے سے مگر نہایت خوب صورت گاؤں دیوں میں رہنے والے زندہ دل لوگوں کے ساتھ ہم بھی زندگی کی دوڑ میں شامل ہو گئے۔ ارے سب گھور کیوں رہے ہو ملکہ کوہسار یعنی مری کو ہم ہی کی بدولت تو رونق ملی۔ ہہاں نہیں تو...... سبحان اور علی ہمارے دو چھوٹے بھائی ہیں اور ہم اکلوتی اور بڑی بہن ہونے کے ناطے عباسی ولا میں ان دونوں پر (جبراً ہی مگر) حکومت کرتے ہیں۔ ہم ہومیو میڈیکل کالج کے اسٹوڈنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ بی ایس سی کی اسٹوڈنٹ بھی ہوں۔ حیران مت ہوئیے جناب ہمیں واقعی پڑھنے کا بہت شوق ہے اور شاید ہمارے علم کی پیاس کچھ کم ہو جائے اسی لیے ہم نے دونوں جگہ ایڈمیشن لے لیے۔ ہم نہایت حساس اور بہت خوددار طبیعت کے مالک ہیں اور بقول ہمارے چند ملنے والوں کے ہم میں انا اور ضد تو کوٹ کوٹ کے بھری ہے۔ ہمیں سارے رنگ بہت پسند ہیں' رنگوں سے کھیلنا اور تتلیاں پکڑنا ہمیں بہت پسند ہے۔ اپنا غم کسی سے شیئر نہیں کرتے اور لوگوں کی باتوں سے زیادہ لہجے ہم پر بہت اثر کرتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا آ جاتا ہے منہ پھٹ نہیں ہیں۔ دکھاوا اور حیلے بہانے بالکل نہیں آتے' بدتمیز لوگوں پر بہت غصہ آتا ہے اور زیادہ لوز ٹاکنگ بھی بالکل پسند نہیں اور جہاں تک دوستوں کا سوال ہے تو ہماری بہن' ہماری دوست ہماری تنہائی کا ساتھی صرف ہمارا آنچل ہی تو ہے جس کا ہر انداز ہمیں نہایت پسند ہے۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔ شاعری ہمارا جنون ہے جس میں احمد فراز' وصی شاہ' مرزا غالب اور پروین شاکر تو کمال ہی ہیں۔ میوزک کے بھی ہم دیوانے ہیں' کھانے میں سب کچھ کھا لیتے ہیں مگر چکن ہر روپ میں پسند ہے۔ میرا پاکستان میری عاشقی ہے اور اپنے وطن کے تمام باسی ہمیں بہت پیارے ہیں اور پاک فوج کا ہر جوان میرا آئیڈیل ہے جو مخلص جذبات کے ساتھ سچا مسلمان اور پکا پاکستانی ہے' اللہ حافظ۔

قارئین! آج آپ کی آنچل کی محفل میں بارعب

سی شخصیت شرکت کررہی ہیں' آمنہ اقبال۔ میں 13
اکتوبر 1991ء کواس دنیا کی سنجیدگی میں اپنا کردار ادا
کرنے کے لیے تشریف لائی (ڈریئے نہیں میں اتنی
بھی سنجیدہ نہیں ہوں) گھر میں ہی آج کل رہتی ہوں
اور نت نئی ڈشز کے نام پر چیزوں کا کباڑا کرتی ہوں
اور ساتھ ساتھ پرائیوٹ بی اے بھی کررہی ہوں۔
رسالوں کی بے حد شوقین ہوں اب اس کا یہ مطلب
نہیں کہ میں کھانا پینا بھول جاتی ہوں بلکہ ہوتا یوں ہے
کہ اگر میں نے کوئی رسالہ پڑھنا ہو تو ساتھ میں کھانا
ضرور ہے اور اگر کچھ کھا رہی ہوں تو ساتھ میں پڑھنا
ضرور ہے۔ شروع شروع میں جب ڈائجسٹ پڑھنے
شروع کیے تو میں اپنے کام نبٹا کر فوراً عشاء کی نماز کے
بعد بستر پر لیٹ جاتی تھی آپ سمجھے ہوں گے کہ سونے
کے لیے نہیں بھئی میں نے لیٹ کر ایک کہانی سوچتی
ہوتی تھی کہ فلاں کہانی میں یوں ہوا اور پھر یوں ہوا اور
سوچتے سوچتے نیند آجاتی تھی۔ کئی سالوں تک یہ معمول
رہا' اب طبیعت میں رسالوں کے معاملے میں کچھ
اعتدال آگیا ہے۔ خوبیاں میرے اندر کچھ نہ کچھ ہیں'
دل میں بات نہیں رکھتی چاہے دوسرے کی غلطی بھی ہو صلح
کرنے میں پہل کرتی ہوں۔ لوگ مجھ سے ناراض بھی
بہت ہوتے ہیں بقول شاہین کہ تمہارے منانے کا
انداز اتنا اچھا ہے کہ دل چاہتا ہے بندہ ہر وقت ناراض
ہوتا رہے۔ شرعی پردہ کرتی ہوں' کوشش کرتی ہوں کہ
کسی کی دل آزاری کا سبب نہ ہوں' نرم دل ہوں کسی کو
تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ آنسو کسی کے بھی برداشت
نہیں ہوتے۔ خامیوں کی بات ہو تو وہ بے شمار ہیں'
غصہ کی تیز ہوں۔ خلاف مزاج بات برداشت نہیں
ہوتی' لڑائی کرنے میں مجھے بہت مزا آتا ہے (اب یہ
مت سوچئے گا کہ سچ مچ کی لڑائی) مطلب پیار کی لڑائی
زور وشور سے لڑتی ہوں۔ حساس حد سے زیادہ ہوں'
چھوٹی چھوٹی باتیں بھی محسوس کرتی ہوں اور پھر سونے
کے بہانے منہ پر کپڑا ڈال کر ڈھیروں روتی
ہوں۔ زیادہ گھلنا ملنا مجھے پسند نہیں لیکن جس سے اٹیچ
منٹ ہوجائے پھر اس سے ہر بات شیئر کرتی ہوں۔
ہنسی مذاق کرنا مجھے بہت پسند ہے' ہر وقت ہنستی ہنساتی
رہتی ہوں اگر کبھی سیریس ہوجاؤں تو سب کہتے ہیں کہ
روکیوں رہی ہو (مطلب کہ سنجیدگی میرے منہ پر اچھی
نہیں لگتی) جن سے فرینکنس نہ ہوں ان کے ساتھ
سنجیدگی سے پیش آتی ہوں اس لیے مجھے اکثر لوگ
مغرور بھی سمجھتے ہیں خوامخواہ ہر کسی سے ہی ہی ہاہا کرنا
اور مسکرا مسکرا کر خوش اخلاقیاں دکھانا مجھے قطعاً نہیں آتا
حالانکہ خوش اخلاقی سب سے اچھی عادت ہے (پر مجھ
سے نہیں ہوتا یہ) رنگوں میں مجھے شوخ اور بھڑکیلے
رنگ پسند نہیں۔ لباس میں مجھے صرف شلوار قمیص
بڑے سے دوپٹے کے ساتھ پسند ہے۔ نت نئے فیشن
مجھے متوجہ نہیں کرتے (بھئی عالمہ جو ہوں)۔ مجھے
اپنے والدین سے بہت پیار ہے' 7 بہ بھائیوں میں میرا
پہلا نمبر ہے' دوستوں میں اقراء' ریحانہ' جویریہ' اسماء'
تمیرا' ثناء' سحرش اور ماریہ ہیں (ماریہ تو زبردستی
ہمارے گروپ میں شامل ہوئی ہے' ہاہاہاہا)۔ بیزاریت
آپ کے چہروں پر ظاہر ہورہی ہے' چلو اس دعا کے
ساتھ اختتام کرتی ہوں کہ اللہ ہمیں اپنے دین کے
اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور سب
مسلمانوں میں باہمی اتفاق ومحبت قائم کرے' آمین۔

نازیہ کنول نازی

ادارہ

سنو اب کچھ دنوں سے حال ایسا ہے
کوئی جتنی اذیت دے
کوئی جتنی رعونت سے ہمیں روندے
برا بالکل نہیں لگتا
سکوں محسوس ہوتا ہے
دعا لب سے نکلتی ہے

عزیز دوستو! ہنستی مسکراتی زندگی کی ہزاروں پرخلوص دعاؤں کے ساتھ میری کوشش تھی کہ بہنوں کی عدالت کی یہ پیشی آخری پیشی ثابت ہو مگر باوجود کوشش کے ایسا ممکن نہ ہوسکا ان شاءاللہ اگلی پیشی آخری پیشی ہوگی۔

اب آپ کے دل چسپ سوالات کے جوابات!

❀ آنچل کی معرفت میرے ہاتھ میں یہ سب سے پہلا خط ہے۔ بہن نورین، کا ٹوبہ ٹیک سنگھ سے بہت زیادہ کہ اظہار کے بعد لکھتی ہیں۔

٭ نازیہ جی پلیز مجھے بتادیں نازیہ کنول نازی کیا ہے۔ مجھے ابھی تک اس کی سمجھ نہیں آئی؟

بہت مشکل سوال نورین، دنیا میں کچھ لوگ دل کش ٹائٹل والی دل چسپ کتاب کی مانند ہوتے ہیں ایسی کتاب جو ہم پڑھنا چاہتے ہیں مگر وہ کتاب جس زبان میں لکھی ہوتی ہے وہ زبان ہمیں نہیں آتی نازیہ کنول نازی بھی کسی بہت قدیم زبان میں لکھی ہوئی کتاب کی مانند ہے جس کی گہرائی اور اس کے ہر باب کے درد بھرے راز شاید اس کے دنیا سے جانے کے بعد ہی کوئی سمجھ سکے۔

☆ نازیہ جی میں آپ سے آپ کی اداسیوں کا سبب نہیں پوچھوں گی کیونکہ آپ اداسیوں کی فاختہ ہیں آپ بس اس لمحے کا بتادیں جس لمحے میں آپ نے زندگی کی سب سے زیادہ خوشی محسوس کی؟

وہ لمحہ جب روزنامہ جنگ کے سنڈے میگزین میں میری پہلی تحریر شائع ہوئی۔

☆ کوئی ایسا شخص جس کی وجہ سے آپ کی لائف بہت ڈسٹرب ہوئی ہو؟

کوئی ایک شخص نہیں، میری لائف ہمیشہ اس وقت بہت ڈسٹرب ہوئی جس وقت کسی نے میرا اعتبار توڑا جب مجھ سے میرا کوئی بہت عزیز رشتہ چھینا، میری امید توڑی ایسے ہر لمحے میں ہمیشہ میری زندگی بہت ڈسٹرب ہوکر رہ جاتی ہے۔

☆ آپ شعاع خواتین میں کب لکھیں گی؟

فروری ۲۰۱۵ء کے خواتین میں آپ میرا مکمل ناول پڑھ سکیں گی، ان شاءاللہ۔

☆ آپ کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ پیار کس سے ملا؟

ہر اس رشتے سے جس نے میری روح کے تاروں کو چھیڑا اور میرے لیے زندہ رہنے کا سبب بنا۔

☆ کوئی ایسا گفٹ جسے لیتے وقت آپ کو بہت خوشی محسوس ہوتی ہو؟

گفٹ میں ہمیشہ دیتی ہوں لیتی نہیں، پھر بھی کوئی پسندیدہ کلر میں سوٹ گفٹ کرے تو بہت اچھا لگتا ہے۔

❀ بہاول نگر سے بہت پیاری بہن شہنیلا خلیل پوچھتی ہیں۔

☆ کیا آنچل والوں نے کبھی سوچا تھا کہ آپ آنچل کی پہچان بن جائیں گی؟

ڈیئر شہنیلا میں آنچل کی آنچل میری پہچان ہے۔ دوسری بات، ہر ادارہ بہت محنت سے اپنی مخصوص رائٹرز بناتا ہے اور اس میں سال ہا سال لگ جاتے ہیں تب کہیں وہ مقام آتا ہے کہ آپ کی تحریر پرچے کی مانگ بڑھائے۔ نازیہ کنول نازی کو بنانے میں بھی آنچل نے دس سال صرف کیے ہیں یہ سب اتنا آسان نہیں ہوتا میری جان بے شک اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس سے چاہے عزت چھین لیتا ہے۔

☆ کبھی کسی نے بہت قریبی دوست بن کر دھوکہ دیا؟

شہنیلا ڈیئر، میری زندگی میں "کیفیہ خان" ایک ایسی دوست رہی ہے جس نے میری زندگی کو نکھارنے میں بہت اہم کردار ادا کیا اسی کی وجہ سے دوستی میری نظر میں دنیا کا سب سے خوبصورت رشتہ تھا ایک دوست نوشین ابرار نارو، کی وجہ سے بھی مگر حال ہی میں دو دوستوں نے ایسے بھیانک چہرے دکھائے دوست بن کر کہ مجھے لفظ دوستی سے ہی نفرت ہوگئی میں ہمیشہ کہتی ہوں کہ بہت گہرے وار ہمیشہ بہت قریب سے لگتے ہیں مجھے ان دو دوستوں کی اصلیت دکھانے کا اتنا دکھ نہیں جتنا دکھ اس بات کا ہے کہ آنچل کی میری ایک بہت اچھی دوست رائٹر ان فریبی دوستوں کے جھوٹ اور بہکاوے میں آ کر مجھ سے بدگمان ہوگئی۔

❁ جھنگ سٹی سے شانزے خان کا سوال، پوچھتی ہیں۔

☆ مجھے آپ کی شاعری اور ناول بہت اچھے لگتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ مجھے آپ اچھی لگتی ہیں ایسا لگتا ہے جیسے میرا آپ سے بہت پرانا رشتہ ہو جو مجھے آپ کا دیوانہ بنا دیتا ہے پتا نہیں کیوں آپی، مجھے سمجھ نہیں آتی میرے کچھ سوال ہیں لوگ کہتے ہیں کہ شاعری وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں دھوکہ ملتا ہے یا جو ناکام ہوتے ہیں آپ کیا کہتی ہیں؟

ڈیئر شانزے زندگی کے ہر احساس کے بارے میں ہر انسان کا اپنا مختلف نقطہ نظر ہوتا ہے۔ جہاں تک میری بات ہے تو میں تو پیدائشی اداسیوں کی فاختہ ہوں۔ شعور سنبھالنے پر محض تین یا چار سال کی عمر میں جو پہلا احساس مجھے یاد آتا ہے وہ اس پہلے لمحے اور پہلے احساس میں اپنے ہاتھوں کو ہونٹوں پر رکھ کر اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ اس وقت تو کسی کے دھوکے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔

☆ آپ ہمیشہ اتنی اداس کیوں رہتی ہیں؟

میری ذات کے دروازے پر جو تختی لگی ہے اس تختی کی عبارت اداسی کی سیاہی سے ہی لکھی گئی ہے شاید اسی لیے اداسیوں کی عادی ہوگئی ہوں اگر اس لفظ کو زندگی سے کھرچ پھینکوں تو باقی شاید کچھ بھی نہیں بچتا۔

☆ آج کل کہاں گم ہیں فیس بک پر نظر ہی نہیں آتیں؟

میں آج کل کہیں بھی نظر نہیں آتی ڈیئر، کیونکہ گھر میں بھائی اور بہن کی شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں سر کھجانے کی فرصت نصیب نہیں آپ کی محبتوں کا بے حد شکریہ۔

❁ صباحت رفیق چیمہ، لوھیلاں والا سے لکھتی ہیں

☆ السلام علیکم نازیہ کیسی ہیں آپ؟ مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آپ مجھے گائیڈ کریں گی کہ میں آن لائن کیسے اپنی تحریریں ادارے کو ارسال کروں۔ میں آنچل کی بہترین لکھاری بننا چاہتی ہوں بالکل نازیہ کنول نازی کی طرح مگر میں کچھ پوسٹ نہیں کرواسکی۔ میرا دعویٰ ہے کہ میرا لکھا ہوا رد نہیں ہوگا۔ یہ آنچل اور بہنوں کی عدالت میں میری پہلی حاضری ہے مایوس مت کیجیے گا۔

صباحت ڈیئر

ہم کہاں کے سچے تھے، ہم کہاں کے دانا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں، اپنا

آنچل کی بہترین لکھاری بننے کے لیے آپ نگارشات آنچل کے ہر سلسلے کے اوپر لکھے ای میل ایڈریس پر میل کرسکتی ہیں اپنی شاعری بھی اور کہانیاں بھی ان شاء اللہ ضرور حوصلہ افزائی ہوگی۔

❁ کنول سحر نامعلوم مقام سے پوچھتی ہیں۔

☆ آپی میرا آپ سے صرف ایک سوال ہے کہ آپ پلیز اس شعر کی وضاحت کردیں۔

یقیں مانو کوئی مجبوریاں نہیں ہوتیں
لوگ یہاں عادتاً وفا نہیں کرتے

ڈیئر کنول لوگ کہتے ہیں۔

کچھ تو مجبوریاں رہی ہوں گی
یوں کوئی بے وفا نہیں ہوتا

مگر میں لوگوں کی اس بات سے زیادہ اتفاق نہیں کرتی۔ آپ کا خیال سہی ہے آج کل یہاں لوگ بنا کسی مجبوری کے عادتاً وفا نہیں کرتے۔

❀ دیشانی فتح جنگ سے بہت پیاری بہن ثمینہ ناز پوچھتی ہیں

☆ آپی آپ کا وہ کون سا ناول ہے جو سب سے پہلے آنچل میں شائع ہوا؟

"اک تیرے ملن کا موسم"

☆ لکھنے کے علاوہ اور کس چیز میں زیادہ دلچسپی ہے؟

اذیت دینے اور اذیت لینے میں ساری دنیا کے دکھوں کو دل سے محسوس کر کے ہمہ وقت پریشان رہنے اور خواب دیکھنے میں۔

☆ اگر آپ رائٹر نہ ہوتیں تو کیا ہوتیں؟

وکیل، سیاح یا ڈاکٹر۔

☆ آپ کا وہ کون سا ناول ہے جو خود آپ کو بہت پسند ہے؟

"اے مژگان محبت" جس کا دوسرا شاندار ایڈیشن جلد آرہا ہے تمام مکمل معروف ناولز کے ساتھ۔

☆ اگر تقدیر آپ کو ملک کا وزیراعظم بنادے تو پہلا کام کیا کریں گی؟

"ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ملک کا صدر بنا کر ملک میں ے اور صرف اسلامی شریعت کا قانون نافذ کروں گی خواہ کتنی ہی مشکلات کیوں نہ اٹھانی پڑیں۔ میں سندھی، بلوچی، پٹھان اور پنجابی ٹکڑوں میں بٹے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔

☆ آئیڈیل شخصیت کون ہے؟

پیارے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ کے بعد قائداعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال اور ہر وہ انسان جو کردار کا مضبوط، قول کا سچا اور دھن کا پکا ہو۔

☆ پسندیدہ شاعر، نیوز کاسٹر اور اخبار؟

پسندیدہ شاعر علامہ اقبال، نصیر احمد ناصر، پروین شاکر، پسندیدہ نیوز کاسٹر عائشہ بخش اور ثنا بچہ پسندیدہ اخبار میں ہر وہ اخبار جو وطن سے محبت کا حقیقی معنوں میں کردار ادا کرتے ہوئے اپنے مفاد کو سائیڈ پر رکھ کر پاکستانی لوگوں کے مفاد کو ترجیح دے اور صرف سچ لکھے بس۔

☆ نازیہ آپی آپ کوئی مزاحیہ ناول کب لکھیں گی؟

فی الحال تو میں کوئی ناول ہی نہیں لکھ رہی میری جان، مزاحیہ ناول بھی اللہ کو منظور ہوا تو ضرور لکھوں گی، آپ کی محبتوں اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔

❀ سرگودھا سے بہن کشف فاطمہ پوچھتی ہیں۔

☆ آپی اگر آپ کو تین ممالک کی سیر کا موقع ملے تو وہ تین ممالک کون سے ہوں گے؟

فرانس، ترکی اور ہندوستان۔

☆ آپی کیا آپ کو شکل و عادات کے لحاظ سے کسی رائٹر کی کہانی میں اپنا عکس نظر آیا؟

جی کشف میرے اپنے ہی ناول "اے مژگان محبت" کی زرنیا میرا ہی عکس تھی۔ عادات کے لحاظ سے عمیرہ احمد کے ناول "زندگی گلزار ہے" کی کشف میں بھی میرا ہی عکس تھا۔ "ریگ دشت فراق ہے" کی عشا اور پتھروں کی پلکوں پر کی "ازلہ" میں بھی میرا ہی عکس تھا۔ ابھی ایک زیر تکمیل ناول کی ہیروئن "عائلہ" بھی میرا ہی عکس ہے۔ جھیل کنارہ کنکر کے حورعین کا کردار بھی میں نے خود کو سامنے رکھ کر لکھا تھا۔

☆ آپ کیسے خواب دیکھتی ہیں؟

بالکل ویسے ہی جیسے ناول لکھتی ہوں۔ میرے بیشتر ناول میری کھلی آنکھوں سے دیکھے گئے خوابوں پر لکھے ہوتے ہیں۔ آپ کہہ سکتی ہیں کہ میں خوابوں میں رہنے والی لڑکی ہوں۔

☆ اگر آپ کو کوئی گہری نیند سے اٹھا دے تو آپ کا ری ایکشن کیا ہوگا؟

بہت زیادہ گھبرا جاتی ہوں کہ اللہ خیر کرے کیوں اٹھایا ہے میری تحریروں اور شاعری کے لیے آپ کی بہت زیادہ پسند کا بے حد شکریہ۔

❀ بہت خوب صورت ہینڈ رائٹنگ میں دلچسپ انداز تحریر کے ساتھ ایک بہن نے خط لکھا مگر اپنا اور اپنے شہر کا نام لکھنا شاید بھول گئیں، بہرحال لکھتی ہیں۔

☆ خط لکھنے کا یہ ہمارا پہلا تجربہ ہے۔ جب آپ کو یہ خط

ملے گا رمضان گزر چکا ہوگا اور شاید عید بھی آنچل شعاع اور خواتین باقاعدگی سے ہمارے گھر آتے ہیں۔ میں نے پچھلے سال سے صرف آنچل کو پڑھنا شروع کیا جب مجھے پتا چلا کہ آپ "بہنوں کی عدالت" میں آئیں گی میری خوشی کی انتہا نہ رہی اسی روز سے میں آپ کو خط لکھنے کا سوچ رہی ہوں پلیز ہمارے سوال ضرور شامل کیجیے گا میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو لازمی آپ کے ناول کے کردار ارش احمر جیسا ہم سفر نصیب کرے آمین۔

ڈیئر اجنبی بہن آپ کا بے حد خوب صورت خط پا کر اور پڑھ کر میں بے حد مسرور ہوں مگر ساتھ ہی بہت شرمندہ بھی کہ آپ کے سوالات کے جوابات بہت لیٹ ہوگئے۔ رمضان اور عیدالفطر کے بعد بڑی عید بھی گزر گئی۔ بہرحال آپ کی محبت اور پرخلوص دعاؤں کا بہت شکریہ۔ ارش حمر جیسے مرد حقیقت کی دنیا میں نہیں ملتے شاید اسی لیے حقیقت کی دنیا بہت تلخ ہوتی ہے۔

☆ آپی آپ ٹی وی کے لیے کیوں نہیں لکھتیں، پلیز آپ چینلز کے لیے کام کریں آگے بڑھیں ترقی کریں؟

ڈیئر بہن میں بہت موڈی رائٹر ہوں۔ میں نے ادب کی اس فیلڈ کو پروفیشن کے طور پر کبھی نہیں لیا جب بھی جتنا بھی لکھا ہے صرف اپنے اندر کی بے چین روح کے جنون کو ٹھنڈا کرنے کے لیے لکھا ہے۔ ٹی وی میری منزل نہیں ہے نہ ہی چینلز کے لیے کام کرنے کو میں اپنی ترقی سمجھتی ہوں۔ ایک طویل عرصے کے بعد دوبارہ جب بھی لکھنا شروع کیا میرے پلیٹ فارم یہ ادبی پرچے ہی ہوں گے۔ ان شاءاللہ

☆ کیا آپ نے آنچل کے علاوہ بھی کسی ڈائجسٹ میں لکھا ہے؟ میری خواہش ہے آپ صرف اور صرف آنچل میں لکھیں کیونکہ میں صرف آنچل پڑھتی ہوں کیا آپ میری یہ خواہش پوری کرسکتی ہیں؟

جی ڈیئر آپ کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے ایک طویل عرصے سے میں صرف آنچل کے لیے لکھ رہی ہوں اب چند بہنوں کے اصرار پر شعاع میں ایک تحریر بھجوائی ہے جہاں تک دوسرے پرچوں میں لکھنے کا سوال ہے تو آنچل کے ساتھ ساتھ میں نے خواتین، شعاع، کرن، پاکیزہ، دلکش، نازنین، حنا، سب رنگ اور ریشم کے لیے بھی لکھا ہے۔ مگر پچھلے چار پانچ سال سے صرف آنچل میں ہی لکھا ہے آپ کی محبت اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔

❁ کوٹ سماہہ سے بہن مسکان جاوید اور ایمان نور پوچھتی ہیں۔

☆ آپی آپ کا نام کنول کے پھول کی طرح پیارا ہے خوب صورت اسم گرامی کس نے رکھا؟

میری مرحومہ دادی جان نے، اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔

☆ نازی آپی کوئی ایسی پینٹنگ یا تصویر جسے دیکھ کر کوئی ایسا لمحہ یا منظر یاد آیا ہو جسے آپ کبھی بھی نہیں بھول سکتیں؟

بہت سی ایسی تصاویر ہیں جنہیں دیکھ کر میں بہت متاثر ہوجاتی ہوں مگر ابھی مصروفیت کی وجہ سے ذہن اتنا الجھا ہوا ہے کہ چاہتے ہوئے بھی میں آپ کے اس سوال کا تفصیلی جواب نہیں لکھ پارہی آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❁ حنا احمد بہاولپور سے پوچھتی ہیں

☆ نازی آپی کیسی ہیں آپ؟ اللہ آپ کو ہمیشہ رکھے آمین اور آپ کو اپنی پناہ وامان میں رکھے ثم آمین۔ میں آپ کو بہت زیادہ پسند کرتی ہوں آپ کے ناولز کو بھی میری زندگی کی ایک حسرت ہے اور وہ یہ کہ میں آپ سے ملنا اور آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں کیا میری یہ حسرت پوری ہوسکتی ہے۔

حنا ڈیئر،

ہزاروں خواہش ایسی کہ ہر خواہشیں پر دم نکلے

ان شاء اللہ میں جب بہاولپور آئی اور آپ سے ملنا نصیب میں ہوا تو ضرور ملوں گی آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❁ کاموکی سے پیاری ارم آپ کا محبت بھرا طویل خط میرے پاس ہے۔ آپ جو بھی لکھنا چاہتی ہیں ضرور لکھیں آنچل کے پلیٹ فارم پر میں آپ کی ہر طرح سے

مدد کرنے کو تیار ہوں۔ آپ کا سوال،

☆ آپی جی کیا آپ نے کبھی سوچا تھا کہ ایک دن آپ اتنی بڑی رائٹر بن جائیں گی؟

کوئی بھی رائٹر اتنی آسانی سے بڑا رائٹر نہیں بنتا یار سالوں کی ریاضت کے بعد کہیں یہ مقام آتا ہے کہ لوگ صرف اس کا نام دیکھ کر ہی کوئی چیز خریدلیں۔ ہر ادارہ اپنے رائٹر بناتا ہے اور اس میں سالوں لگ جاتے ہیں تب کہیں جاکر پہچان بنتی ہے۔

❁ کراچی۔ سے ہنی ایمان کا سوال۔

☆ عید کا دن کیسے گزارتی ہیں؟

عید کا دن صرف سو کر ہی گزرتا ہے ڈیئر ہنی اور تو کچھ خاص نہیں کرتی۔

☆ کسی بھی ناول یا کہانی سے ملنے والا معاوضہ آپ کہاں اور کس مصرف میں استعمال کرتی ہیں؟

ڈیئر ہنی مجھ پر اور میری ہر چیز پر میری ماں کا حق ہے۔ میں اپنا معاوضہ اپنے رشتوں پر ہی خرچ کر کے دلی سکون محسوس کرتی ہوں۔

☆ ادب کے شعبے میں آپ کا ٹارگٹ یا نصب العین کیا ہے؟

جو ٹارگٹ تھا وہ کسی حد تک حاصل کرلیا ہے اب تو بس یہی خواہش ہے کہ جب میں قلم سے کنارہ کشی اختیار کروں تو میرے ریڈرز مجھے اچھے لفظوں میں یاد رکھیں بس۔

❁ چناری آزاد کشمیر سے الفت اور فائزہ پوچھتی ہیں۔

☆ آپ زیادہ تر سیاست دانوں اور جاگیرداروں کے بارے میں لکھتی ہیں کبھی ڈر نہیں لگتا؟

ڈر صرف اللہ رب العزت کی پاک ذات کا ہونا چاہیے الفت باقی سارے ڈر بے کار ہیں ویسے بھی میں نے کبھی کسی کی زندگی کو نہیں ادھیڑا۔ میں صرف ان بھیانک حقیقتوں کا سینہ اپنے قلم سے چیرتی ہوں جو ہماری زندگی کے لیے ناسور بنتی جارہی ہیں مگر کوئی سوچتا ہی نہیں دیکھتا ہی نہیں بولتا ہی نہیں۔

☆ نازی جی آپ کی ہر کہانی ایسی کیوں ہوتی ہے کہ جسے پڑھ کر نا چاہتے ہوئے بھی آنسو نکل آتے ہیں؟

بس ڈیئر الفت اینڈ فائزہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

❁ گجرات سے میرے پاس یہ خط ہے عائشہ مظہر کا۔

☆ نازی جی آپ نے کبھی ان بہنوں کے بارے میں سوچا ہے جو انٹرنیٹ استعمال نہیں کرتیں نہ کرسکتی ہیں ہمارے گاؤں میں تاحال انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں تو ہم بہنیں جو آپ سے بے تحاشا محبت کرتی ہیں وہ آپ سے کیسے رابطہ کریں؟

عائشہ میری جان آپ جب چاہیں آنچل کی معرفت مجھے خط لکھ سکتی ہیں۔ میں انٹرنیٹ پر بھی زیادہ وقت دستیاب نہیں ہوتی۔

☆ آپی آپ اتنے زیادہ خوش مزاج ہنسی رکھنے کے باوجود اداس کیوں رہتی ہیں؟

اداسیوں کا کوئی ہو سبب تو بتلائیں
کہ ہم اداس کبھی بے سبب بھی رہتے ہیں

میں آپ کی بہن ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو زندگی کے ہر میدان میں کامیاب کرے آمین۔

❁ کراچی سے بہت پیاری رائٹر بہن سیدہ فرزین حبیب پوچھتی ہیں۔

☆ نازیہ جی میں بہنوں کی عدالت میں ہر ماہ آپ کے جوابات پڑھتی ہوں آپ بہت پیار سے سب سوالات کے جوابات دیتی ہیں میرا آپ سے سوال ہے آپ زیادہ تر خواتین کے حساس معاشرتی موضوعات کو زیر قلم لاتی ہیں کیا کسی بھی کردار کے لکھنے سے پہلے آپ حقیقت میں اس کردار سے ملتی ہیں اور آپ ان تمام موضوعات کے لیے ریسرچ ورک کہاں سے کرتی ہیں میں بھی ایک رائٹر ہوں امید ہے آپ میرے سوال کا جواب ضرور دیں گی؟

ڈیئر فرزین سب سے پہلے تو میں چاہوں گی کہ آپ آنچل کے لیے بھی ضرور لکھیں اس کے بعد میں آپ کی

محبت کا شکریہ ادا کروں گی اللہ آپ کی اس محبت کا بہترین جزائے خیر عطا کرے جہاں تک حساس معاشرتی موضوعات پر لکھنے کی بات ہے تو اس راستے پر بھی مجھے میرے پیارے اللہ پاک نے لگایا ہے۔ صرف تفریح کے لیے لکھنا کوئی بڑی بات نہیں بڑی بات یہ ہے کہ آپ اپنے فرض کو پہچانتے ہوئے۔ معاشرے کے چبھتے کانچ اپنے لفظوں کی پوروں سے نکالیں اور ہاتھ زخمی ہونے کی پروا نہ کریں۔ ریسرچ ورک کے لیے میرا بہترین ذریعہ کسی بھی ایسے موضوع سے متعلق کتابیں اور انٹرنیٹ ہے۔ میں نے بہت سے ایسے کردار لکھے جن سے میں پہلے حقیقی زندگی میں مل چکی تھی مگر ہمیشہ ہر ناول میں ایسا نہیں ہوتا۔

❀ اسوہ شاہ، گجرات سے پوچھتی ہیں۔

☆ کیسی ہیں آپ، امید کرتی ہوں بخیر وعافیت ہوں گی مجھے آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ کیا کبھی ایسا ہوا کہ آپ کی کہانی کے کرداروں کو لے کر یا اس کے انجام کو لے کر ایڈیٹر سے آپ کا اختلاف ہوا ہو اگر ایسا ہوا تو آپ کیا کرتی ہیں؟

اوہ ڈیئر، آنچل میں یہ اتفاق صرف ایک بار ہوا جب میں نے ''پتھروں کی پلکوں پر'' میں ایک طوائف کا کردار لکھا۔ ادارے کی مدیرہ محترمہ فرحت آراء صاحبہ (مرحومہ) نے ساتویں قسط میں مجھے کہا کہ میں وہ کردار بدل دوں یا ختم کردوں لہٰذا میں نے وہ کردار ختم کردیا جس پر آج تک بہنیں مجھ سے سوال کرتی ہیں کہ وہ کردار کہاں گیا؟ اس کے علاوہ آج تک کبھی میرا اور آنچل ایڈیٹر کا کسی ایسے معاملے پر کبھی اختلاف نہیں ہوا ہاں کرن اور شعاع میں ایسا ہوا۔ میرا ایک ناول ''ایک محبت عہد کا دن'' جو دو قسطوں پر مبنی تھا اس کے لیے مدیرہ نے مجھے کہا کہ میں اسے شارٹ کر کے ایک ہی قسط میں شائع کراؤ تو زیادہ بہتر رہے گا مگر میں نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور وہ ناول کرن کے بجائے، ماہنامہ ''نازنین ڈائجسٹ'' میں دو حصوں میں ہی شائع کرایا اور اللہ رب العزت کے کرم سے وہ دو حصوں میں بے حد پسند کیا گیا۔ شعاع میں میں نے ''ہم کسی کا خواب تھے'' کے عنوان سے مکمل ناول بھجوایا مگر اس کے ایک کردار پر مدیرہ کو اختلاف تھا لہٰذا وہ ناول میں نے ماہنامہ ریشم میں بھجوادیا جہاں وہ من وعن شائع ہوا اور بے پناہ پسند کیا گیا تو یہ سب چلتا رہتا ہے۔ رائٹرز عقل کل نہیں ہوتیں ان کی حوصلہ افزائی بھی ضروری ہوتی ہے اور اصلاح بھی۔ ابھی خواتین میں ایک ناول ''شہر خواب'' آپ ان شاءاللہ جلد پڑھ سکیں گی۔ اس ناول پر میری اور مدیرہ کی بہت ڈسکشن ہوئی اور میں نے مدیرہ کی اصلاح پر واقعی اس ناول میں اپنی غلطیوں کو پرکھا اور درست کیا اور مدیرہ کا شکریہ بھی ادا کیا تو جہاں مجھے لگتا ہے کہ واقعی مجھے بہتر سیکھنے کو مل رہا ہے۔ وہاں میں وہی کرتی ہوں جو مجھے بتایا جاتا ہے دوسری صورت میں تحریر واپس منگوا کر کسی دوسری جگہ من وعن شائع کرالیتی ہوں۔ آپ کی محبت اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔

❀ ڈیرہ غازی سے مسز طارق کا معصوم سا مشورہ اور گزارش لکھتی ہیں۔

☆ میں آپ کی دیوانی ہوں اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں پلیز آپ اداس نہ رہا کریں۔

جی ٹھیک ہے آپ کا حکم سر آنکھوں پر اور کسی سے محبت میں دکھ والی کوئی بات نہیں۔ اس بار اتنا ہی باقی خطوط ان شاءاللہ اگلی آخری نشست میں اپنی محبت اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا، خدا حافظ۔

(جاری ہے)

کرلی سجدہ ایک خدا کو
سیدہ غزل زیدی

کعبہ کی طرف ہو اب جو بھی سفر ہو
اس آرزو میں اب میرے شب و روز بسر ہوں
پیغام یہ دے دینا صبا تو جا کر حرم میں
بیٹھا ہے کوئی ظلمت میں، اس کی بھی سحر ہو

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

افتخار صاحب اور رقیہ بیگم کے بچے دانیال اور نائلہ اپنے والدین کی طرح دین دار ہیں۔ دانیال حافظ قرآن ہے اور زندگی کو قرآن وسنت کے مطابق گزار رہا ہے لیکن اچانک ہی اسے ایک عیسائی لڑکی جینی سے محبت ہوجاتی ہے اور وہ جینی سے شادی کرنے کے لیے والدین کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ایک عیسائی لڑکی کا سن کر افتخار صاحب اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ اپنی ضد پراڑا رہتا ہے افتخار صاحب اسے جائیداد کا حصہ دے کر گھر سے نکال دیتے ہیں۔

دانیال جینی کے گھر آجاتا ہے اور اسے ساری حقیقت سے آگاہ کرکے شادی کے لیے کہتا ہے جینی اپنے والدین سے بات کرتی ہے اور پھر دانیال کو اپنے مذہب عیسائیت میں شامل کرکے اس سے شادی کرلیتی ہے۔

خالد عباس قرآن وسنہ کے پروفیسر ہیں اور عیبرہ ان کے شاگردوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

عباد صاحب کی دو بیٹیاں عیبرہ عباد اور عالیہ عباد ہیں۔ عیبرہ کی منگنی اپنے کزن احمد کے ساتھ ہوچکی ہے اور جلد ہی ان دونوں کی شادی ہونے والی ہے۔

عدیل، جان کا بہترین دوست ہونے کے ساتھ عیبرہ اور احمد کا کزن بھی ہے۔ جان نے عیبرہ کو پہلی بار اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ میں دیکھا تھا جان کو مسلمانوں سے نفرت ہے اور یہ نفرت اس کے دل میں اپنی ماما جینی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے وہ ہمیشہ جان کے سامنے مسلمانوں کو برا بھلا کہتی ہیں اور جان کو ان سے دور رہنے کی ہدایت کرتی ہیں لیکن یہ اتفاق ہے کہ جان کا بہترین دوست عدیل ہے تقریباً چار سال بعد دانیال کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ اس نے جذباتیت میں ایک غلط فیصلہ کیا تھا اسے اپنے ماں باپ کی بات مان لینی چاہیے تھی۔ دانیال ان سے معافی مانگنے گھر جاتا ہے لیکن اب بہت دیر ہوچکی ہے افتخار صاحب اور رقیہ بیگم نائلہ کو رخصت کرنے کے بعد اس جہان فانی میں نہیں رہے۔ دانیال پچھتاوے دل میں لیے ان کی قبروں پر جاتا ہے۔

جان کا اب چرچ میں دل نہیں لگ رہا اسے لگ رہا ہے کوئی ہے جو اسے اپنی طرف کھینچ رہا ہے لیکن وہ سمجھنے سے قاصر ہے لیکن پھر یونیورسٹی میں ہی غیر محسوس طریقے سے وہ ایک بار پھر اسلامی اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ جاتا ہے اور وہاں عیبرہ اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

جینی جان کو عیبرہ سے دور رہنے کے لیے کہتی ہے لیکن ساتھ یہ بھی جانتی ہے کہ جان اب اس کی محبت میں گرفتار ہوتا جارہا ہے۔ اس کے لیے عیبرہ سے دور رہنا ممکن نہیں ہے۔ جینی جان کی شادی ریٹا سے کرنا چاہتی ہے لیکن وہ انکار کردیتا ہے۔

عیبرہ عباد ایک کلاس میں انٹرن شپ کے تحت پڑھا رہی ہے اور جان بہت خاموشی سے اس کی کلاس سن رہا ہے لیکن ایک جگہ جان عیسائیت اور اسلام دونوں کو ہی ایک مذہب کہتا ہے، جس پر عیبرہ عباد مسکرا کر اس کی ہر بات کا جواب دیتی ہے۔

دانیال کے گھر۔ بیٹے کی ولادت ہوتی ہے۔ وہ اس کے کان میں اذان دینے کے ساتھ بچے کا نام اذان رکھتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ جو گناہ اس نے مذہب سے گمراہ ہو کر اختیار کیا اور جس کی سزا برحق ہے اس میں کمی اس کا بچہ (اذان) دین کی پیروی کر کے اس سزا میں کمی کر دے۔ دانیال جینی سے اسلام قبول کرنے کو کہتا ہے جینی اس کو دکھانے کے لیے اسلام قبول کر لیتی ہے۔

جان جینی کے ساتھ اپنی خالہ کے گھر ان سے ملنے آتا ہے وہاں اسے محسوس ہوتا ہے جیسے عیرہ کسی بڑی مشکل میں ہے وہ سوچتا ہے کہ وہ عیرہ کے لیے کیا کر سکتا ہے اسے عیرہ کی کہی ہوئی بات یاد آتی ہے ''اگر انسان کو لگے کہ اس پر یا اس کے کسی اپنے پر کوئی مصیبت آنے والی ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں اپنی یا اس شخص کی طرف سے صدقہ کرنے سے وہ مشکل یا تو ٹل جائے گی یا کم ہو جائے گی۔'' جان اب تین طریقوں سے صدقہ دیتا ہے جو عیرہ نے اپنے لیکچر میں بتائے تھے۔

عیرہ کو سنسنیا نامی ایک ہندو لڑکی کے اغوا کے کیس میں گرفتار کر لیا جاتا ہے جان کو یہ خبر اس کا دوست عدیل دیتا ہے جس سے جان پریشان ہو کر اس کی ضمانت کی کوشش کرتا ہے اور اپنی ماما (جینی) سے کہتا ہے جینی کچھ سوچ کر اس کے سامنے اپنی بھانجی اور جان کی کزن ریٹا کی شادی کا پرپوزل رکھ کر عیرہ کو ضمانت پر رہا کرانے کی شرط رکھ دیتی ہیں۔

جان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا وہ شرط مان لیتا ہے ضمانت کے کچھ دن بعد عیرہ عباد کا نکاح اپنے کزن احمد سے ہو جاتا ہے دوسری طرف جان کی منگنی ریٹا سے ہو جاتی ہے۔

عیرہ عباد پر مسٹر مہرا یہ الزام رکھتے ہیں کہ عیرہ نے ان کی بیٹی سنسیتا کو بہکا کر اسلام قبول کرنے پر اکسایا ہے اس لیے پہلے مسٹر مہرا نے عیرہ کو گرفتار کرایا اس کے بعد اپنے چند آدمیوں کے ہاتھوں اسے اغوا کرا لیتے ہیں۔ اس بات کی خبر جب جان کو ہوتی ہے تو وہ وہاں سے بھی عیرہ کو آزاد کراتا ہے۔ جان اب عیرہ سے محبت کرنے لگا ہے اور اس کے لیے مسلمان ہونے کے لیے بھی تیار ہے۔

تین دن سے لاپتا عیرہ عباد جب اپنے گھر کے دروازے پر جان کے ساتھ پہنچتی ہے تب احمد اس پر تہمت لگا کر اسے طلاق دے دیتا ہے۔ عباد صاحب کو بیٹی کے اغوا ہونے اور اس کے طلاق یافتہ ہو جانے کے دکھ سے اٹیک ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مشکل سے ان کی جان بچاتے ہیں۔

جان عباد صاحب کی عیادت کو آتا ہے تب اس کی ملاقات پروفیسر خالد عباس سے ہوتی ہے۔ جان کو پروفیسر خالد عباس کی باتیں اس وقت سمجھ نہیں آتیں اور وہ عیرہ سے اجازت لے کر وہاں سے چلا جاتا ہے۔

پانچ سال بعد کاشان فریدی پاکستان لوٹتا ہے یہاں سے جب وہ پانچ سال پہلے گیا تھا تو اس کا ارادہ واپس آنے کا نہیں تھا مگر اب وہ بنا ارادہ ہی واپس آیا ہے۔ اس کا استقبال اذان سمیت تمام اسٹاف کرتا ہے۔ کاشان فریدی کا ارادہ اذان کے ساتھ مل کر ایک پروجیکٹ پر کام کرنے کا ہے۔

عیرہ عباد بہت خوب صورت خواب دیکھ رہی ہوتی ہے جب ہی اس کی اماں اسے جھنجھوڑ کر اٹھاتی ہیں۔ اور اسے عالیہ کا بتاتی ہیں جو ابھی تک اپنے سینٹر سے واپس نہیں آئی ہے عیرہ پریشان ہو کر پہلے عالیہ کو فون کرتی ہے لیکن مسلسل بیل جانے پر بھی وہ کال ریسیو نہیں کرتی جس پر عیرہ مزید پریشان ہو کر عالیہ کی تلاش میں گھر سے نکل جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

دو گھنٹے سے بھی زیادہ وقت ہو گیا ہے عیرہ کو گئے وہ پریشانی کی حالت میں صحن میں ٹہل رہی تھیں۔ یک دم دروازہ بجا اور وہ بجلی کی رفتار سے دروازے کی طرف لپکی تھیں۔

''آ گئیں عیرہ...... عالی کو......'' انہوں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا مگر ان کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی کیونکہ دروازے پر عیرہ نہیں بلکہ عدیل کھڑا تھا۔

''السلام علیکم آنٹی۔'' اس نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے دیکھا عدیل کے ساتھ بھی کوئی کھڑا تھا مگر گلی میں اندھیرا ہونے کے سبب وہ اسے دیکھ نہیں پائیں۔

"وعلیکم السلام!" انہوں نے اب عدیل کی طرف دیکھا۔

"آنٹی! یہ میرا دوست جان ہے۔ اسی نے عبیرہ کو جیل سے رہائی دلوائی تھی اور اسپتال میں بھی عبیرہ کی مدد کی۔" عدیل بولا' جان چند قدم آگے بڑھ کر روشنی میں آ کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اوپر سے نیچے تک اسے بغور دیکھا' بلیک جینز' بلیک شرٹ' بلیک ہی جیکٹ' صاف رنگت۔

"ہیلو آنٹی! عباد انکل کیسے ہیں؟" وہ جواب دینے کے بجائے غیر یقینی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا' پھر عدیل ان سے مخاطب ہوا۔

"آنٹی! جان آپ سے عباد انکل کی طبیعت پوچھ رہا ہے۔" عدیل انہیں حواس میں واپس لایا۔

"ہاں...... ہاں...... و...... وہ ٹھیک ہیں۔" ان کا لہجہ کچھ کھویا کھویا سا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر غیر یقینی نگاہوں سے جان کو دیکھا۔

"اندر آ جاؤ' باہر بہت ٹھنڈ ہے۔" وہ دروازے سے ہٹتے ہوئے بولیں۔ وہ دونوں اندر داخل ہوگئے' جان نے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا گھر بہت سادہ طرز پر بنا ہوا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سیدھے ہاتھ پر ایک کمرہ تھا جس کے ادھ کھلے دروازے سے عباد صاحب چارپائی پر لیٹے نظر آ رہے تھے۔ صحن میں ایک تناور درخت کے نیچے تخت بچھا تھا' صحن کے اختتام پر ایک لکڑی کی گیلری سی بنی تھی جس میں بائیں طرف کچن تھا جس کے باہر ٹیلی فون رکھا تھا۔ وہ دونوں تخت پر بیٹھ گئے۔

"آنٹی! عبیرہ گھر آئی تھی مجھ سے ملنے سب خیریت تو ہے؟ اماں بتا رہی تھیں۔" عدیل نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' بیٹا! بہت بڑا مسئلہ ہوگیا ہے عالی شام کو ٹیوشن گئی مگر اب تک گھر واپس نہیں آئی۔ اس کی ہر دوست سے پوچھ لیا مگر کسی کو کچھ پتا نہیں۔" انہوں نے بہت پریشان کن لہجے میں کہا۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔" اب عدیل بھی پریشان ہو اٹھا تھا۔

"میرے خیال میں پولیس کو انفارم کرنا بہتر ہوگا آنٹی آپ ایسا کریں کہ مجھے اپنی بیٹی کی تصویر دیں اور نام بتادیں' میں پولیس کو انفارم کردوں گا۔" جان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور مڑا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم کراچی سے کب واپس آئے؟" ان کے جانے کے بعد عدیل جان سے مخاطب ہوا۔

"جس وقت تمہارا فون آیا میں اس وقت گھر کے باہر ہی پہنچا تھا' الٹے قدموں واپس آ گیا۔" جان نے بہت نارمل انداز میں کہا۔

"بس کچھ سمجھ نہیں آ رہا' ایک کے بعد ایک پریشانی آ رہی ہیں ان لوگوں پر۔" عدیل نے متاسف لہجے میں کہا اور جان نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔ اسی وقت دروازہ پر دستک ہوئی عدیل اور جان نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر عدیل کچھ سوچتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولنے پر عبیرہ کھڑی تھی' اس نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا۔

"آپ لوگ اس وقت یہاں؟" اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ تب تک اس کی اماں بھی آ گئی تھیں۔

"عبیرہ! عالی کا کچھ پتا چلا۔" عبیرہ پر نگاہ پڑتے ہی انہوں نے بے تاب لہجے میں پوچھا۔ عبیرہ نے نفی میں سر ہلایا اور ان کا دل ڈوبنے لگا۔

"آنٹی! آپ پریشان نہ ہوں' یہ تصویر مجھے دیں' میں پولیس میں کیس فائل کروا دیتا ہوں یقیناً بہت جلد آپ کی بیٹی کا پتا چل جائے گا۔" جان نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے تصویر لیتے ہوئے تسلی بخش لہجے میں کہا۔

"میری بیٹی کا نام عالیانہ عباد ہے اور یہ ہمارا لینڈ لائن نمبر ہے۔" انہوں نے کاغذ کا ایک ٹکڑا بھی اس کی طرف بڑھایا۔

"جان! یہ آپ کی ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہر پرابلم میں آپ ہماری مدد کے لیے پہنچیں۔" عبیرہ نے بہت روکھے

لہجے میں کہا‘ جان کو اس کا یہ رویہ سمجھ نہیں آیا اچانک اسے کیا ہوگیا تھا۔

’’مجھے پتا ہے کہ آپ کو میری مدد کی ضرورت نہیں ہے مگر شاید آپ اپنی ہی کہی ہوئی بات بھول گئیں کہ یہ میرا رب ہی جانتا ہے کہ وہ کس سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس نے فی الحال میرے لیے یہی لکھا ہے کہ میں ہر پرابلم میں آپ کی مدد کروں‘ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا مس عبیرہ؟‘‘ جان نے اس کے انداز میں ہی کہا اور عبیرہ لاجواب ہوکر رہ گئی۔

’’چلو عدیل!‘‘ اس نے عبیرہ کی جانب دیکھتے ہوئے عدیل سے کہا اور دروازے کی طرف پیش قدمی کی۔ جب کہ عبیرہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

❁......❀......❁
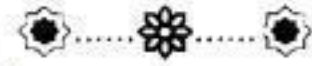
’’پانچ بج کر بیس منٹ۔‘‘ احرام نے کہا اور طوبیٰ نے ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھا۔

’’پتا نہیں اذان! کہاں رہ گئے۔‘‘ طوبیٰ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

’’پانچ بج کر اکیس منٹ۔‘‘ احرام ایک بار پھر بولا۔ طوبیٰ نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

’’اگر اب تم نے کچھ بولا تو......‘‘ طوبیٰ نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

’’او کے...... او کے۔ سوری بھئی لیکن اب ہم صرف دس منٹ اور انتظار کریں گے‘ تمہیں پتا ہے ناں آج مما بابا آرہے ہیں انکل آنٹی سے ملنے تاکہ شادی کی تاریخ طے کردیں اور اب کی بار کچھ نہیں کرنا طوبیٰ ورنہ میں قاضی سے کہوں گا زبردستی نکاح پڑھادے۔‘‘ احرام نے ایک ہی سانس میں کہا اور طوبیٰ ہنس دی۔

’’ہاں تو پڑھوا لینا نکاح! اتنی لڑکیاں ہوں گی شادی میں۔‘‘ طوبیٰ نے اسی کے انداز میں کہا۔

’’طوبیٰ......!‘‘ اس نے مصنوعی خفگی سے کہا اور پھر دونوں ایک ساتھ ہنس دیئے۔ وہ دونوں اس وقت ایک کیفے میں تھے۔ اذان طوبیٰ سے ملنا چاہتا تھا۔

’’میں کال کرتی ہوں اسے۔‘‘ طوبیٰ نے تنگ آکر کہا۔ ’’ہیلو اذان! میں اور احرام آپ کا کب سے انتظار کررہے ہیں‘ آپ کہاں رہ گئے؟‘‘ اس کے کال ریسیو کرتے ہی طوبیٰ نے کہا۔

’’اوہ...... میں تو بھول ہی گیا تھا۔ دراصل میں ایک پریشانی میں مبتلا ہوں‘ میری والدہ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی‘ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا ہوا تھا‘ اس پریشانی میں میں آپ دونوں کو انفارم کرنا بھول گیا آئی ایم سوری۔‘‘ اذان نے تفصیلی بتایا۔

’’اوہ‘ یہ تو بہت افسوس کی بات ہے۔ ویسے اب طبیعت کیسی ہے ان کی۔‘‘ طوبیٰ نے افسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

’’وہ اب بہت بہتر ہیں‘ اب تو ہم گھر بھی آگئے ہیں۔‘‘ اذان نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

’’ویسے میں اور احرام آپ کے گھر آجائیں تو آپ مائنڈ تو نہیں کریں گے؟‘‘ طوبیٰ نے پُرسوچ لہجے میں پوچھا۔

’’بالکل بھی نہیں بلکہ مجھے بہت خوشی ہوگی اور مجھ سے زیادہ خوشی تو میری والدہ کو ہوگی۔ آپ ان کی خوشی کا اندازہ بھی نہیں کرسکتیں طوبیٰ!‘‘ اذان کا لہجہ کچھ ذومعنی تھا۔ طوبیٰ چونکی۔

’’کیا مطلب؟‘‘ اس نے کچھ سمجھ نہ آنے والے انداز میں کہا۔

’’مطلب آپ کو خود سمجھ آجائے گا۔ آپ احرام کو فون دیں میں اسے ایڈریس سمجھاتا ہوں۔‘‘ اذان نے اسے مزید الجھا دیا‘ مگر اس نے مزید کچھ پوچھنے کے بجائے احرام کی طرف فون بڑھادیا۔

❁......❀......❁

’’عبیرہ تمہارے بابا کی طبیعت خراب ہورہی ہے‘ جلدی چلو۔ وہ تمہیں بلارہے ہیں۔‘‘ وہ نماز پڑھ کر بیٹھی ہی تھی اور درود شریف کی تسبیح پڑھ رہی تھی‘ آج جمعہ تھا وہ فوراً ہی اٹھی‘ اور بہت تیزی سے ان کے کمرے کی طرف بڑھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا عباد صاحب کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا‘ وہ جلدی سے ان

کی چارپائی پرآ بیٹھی اور ان کا ہاتھ تھاما' ہاتھ بالکل ٹھنڈا تھا۔ چہرے پر شدید کرب کے آثار تھے۔

''بابا! ہم ابھی اسپتال چلتے ہیں آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔'' اس نے کانپتے لہجے میں کہا اور انہیں اٹھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے نفی میں سر ہلادیا۔

''ا...... اب نہیں...... عبیرہ! اب یہ کوشش مت کرو' زندگی کے لیے ایک بار جدوجہد کی جاتی ہے بار بار نہیں۔'' انہوں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔ ''میرا وقت پورا ہوگیا ہے' مجھے اب اپنے ربّ کے پاس واپس جانا ہے۔'' وہ بمشکل اپنی بات مکمل کرپارہے تھے۔ ان کی اس حالت پر عبیرہ کی اماں نے آہ و بکا شروع کردی تھی' خود عبیرہ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ صبح تک تو ان کی طبیعت بالکل ٹھیک تھی پھر اچانک نہ جانے کیا ہوگیا انہیں۔ عبیرہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''میری آخری خواہش ہے عبیرہ...... میں تمہاری آواز میں سورۃ رحمٰن سننا چاہتا ہوں تاکہ میرا دم اپنے ربّ کی شکر گزاری کرتے ہوئے نکلے۔'' انہوں نے اٹک اٹک کر اپنا جملہ مکمل کیا۔ عبیرہ نے ان کا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھا اور آنکھیں بند کرکے پڑھنا شروع کیا مگر آج اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔ عباد صاحب کی آنکھیں اس پر ہی جمی تھیں' جیسے جیسے عبیرہ تلاوت کررہی تھی ان کے چہرے پر سکون پھیلتا جارہا تھا' ان کی آنکھیں دھیمے دھیمے پتھرانے لگی تھیں اور عبیرہ کے تلاوت ختم کرتے ہی بالکل بے جان ہوگئی تھیں۔ عبیرہ کو پل بھر کے لیے محسوس ہوا کہ اس کے دل کی دھڑکن تھم گئی ہو' اس کی اماں کی آہ و بکا میں اضافہ ہوگیا۔ عبیرہ نے کانپتے اور بے جان ہوتے ہاتھوں سے ان کی آنکھیں بند کیں اور دعا پڑھی۔ اس کے حواس اب اس کا ساتھ چھوڑنے لگے تھے اردگرد کی ہر شے دھندلانے لگی تھی۔ اس نے کوشش کی حواس بحال رکھنے کی مگر وہ کامیاب نہ ہوپائی اور چکرا کر زمین پرآ گری۔ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔

❀ ❀ ❀
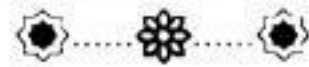
اس نے تیسری بار عبیرہ کا لینڈ لائن نمبر ڈائل کیا تھا۔ پچھلی دو بار کسی نے کال اٹینڈ کی نہیں تھی اب کی بار دو تین بیلز میں ہی کال اٹینڈ ہوگئی تھی۔

''ہیلو عبیرہ!'' وہ فوراً بولا۔

''آپ کون؟'' دوسری طرف سے کسی بچی نے کہا۔

''عبیرہ سے بات کروادیں۔'' اس نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

''عبیرہ باجی بہت دیر سے بے ہوش ہیں' عباد انکل کا انتقال ہوگیا ہے۔'' اس بچی نے جواب دیا۔

''کیا...... یہ...... یہ...... کیا ہوا؟'' وہ شاک کے سبب بول نہیں پارہا تھا۔

''آج دوپہر ظہر کے بعد۔'' اس بچی نے اب بھی ویسے ہی جواب دیا' اس نے موبائل کان سے ہٹایا اور دیوار سے ٹیک لگا کر غیر یقینی حالت میں کھڑا ہوگیا۔

''یہ کیسے ممکن ہے وہ کل رات تک تو بالکل ٹھیک تھے پھر اچانک ایسا کیا ہوگیا انہیں۔'' جان خود کلامی کرنے لگا۔

''جان چلیں۔'' اس کی مما نے کارپورچ میں داخل ہوتے ہوئے کہا' وہ اس وقت ان کے ساتھ کرسمس کی شاپنگ کے لیے جارہا تھا۔ ''ریٹا اور اس کی مما بھی آرہی ہیں' شاپنگ کے بعد تم اور ریٹا ڈنر پر چلے جانا اور میں اور جنیفر گھر آجائیں گے۔'' انہوں نے اسے مطلع کیا۔ وہ اپنی جگہ اب بھی بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

''کیا ہوا جان!'' انہوں نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا۔

''مما! عبیرہ کے فادر کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔'' اس نے بہت افسوس کیا۔

''تو پھر...... اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے' وہ کوئی تمہارے رشتہ دار نہیں تھے اور نہ ہی وہ لڑکی تمہاری رشتے دار ہے۔'' انہوں نے بہت بے پروا لہجے میں کہا۔

''مما! ایک انسان کی زندگی ختم ہوگئی اور آپ کے لیے یہ ایک بہت نارمل بات ہے۔'' جان حیرت غم سے نڈھال

ہوا تھا۔
''جان! بچہ مت بنو دنیا میں روز ہزاروں لوگ مرتے ہیں وہ کوئی خاص نہیں۔'' ان کے لہجے میں سفاکی تھی۔
''وہ عبیرہ کے فادر تھے۔'' جان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔
''اور عبیرہ بھی خاص نہیں ہے ہمارے لیے۔'' ان کا انداز اب بھی ویسا ہی تھا۔
''لیکن میرے۔ لیے ہے۔'' جان اب بھی اپنی بات پر ڈٹا رہا۔
''کیوں بے وقوف بن رہے ہو جان! کیوں نہیں دیکھ سکے جان تم' وہ لڑکی تمہیں صرف استعمال کر رہی ہے اپنے کام نکلوا رہی ہے اور اس کے بعد وہ تمہیں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکے گی۔'' انہوں نے بہت تیز لہجے اور بلند آواز میں کہا۔
''آپ سے ہزار بار کہہ چکا ہوں کہ آپ عبیرہ کو غلط سمجھتی ہیں' وہ ایک بہت اچھی لڑکی ہے۔ کیوں نہیں سمجھتی آپ یہ بات؟'' جان کی آواز ان سے بھی زیادہ بلند تھی' وہ ٹپٹا گئیں۔
''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی جان کہ کبھی تم مجھ سے اس طرح بات کرو گے۔ میں تمہاری ماں ہوں شاید تم آج یہ بات بھی بھول گئے ہو' اس لڑکی کے باپ کی موت کا اتنا غم ہے اور اپنی ماں تمہیں نظر نہیں آتی۔'' انہوں نے رو دینے والے انداز میں کہا۔
''کہیں نہیں جا رہی میں تمہارے ساتھ' جاؤ تم اس لڑکی کے باپ کا غم منانے' وہاں جانا تمہارے لیے زیادہ ضروری ہوگا' جاؤ تم......'' وہ جانے لگی تھیں مگر جان نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر انہیں روک لیا۔
''پلیز مام! ایسے مت کہیں' آپ میرے لیے اس دنیا میں سب سے ضروری ہیں...... پہلے آپ ہیں اس کے بعد کوئی اور۔'' وہ زبردستی ان کے گلے لگ گیا۔
''ہم چل رہے ہیں کرسمس شاپنگ کے لیے اور میں ریٹا کو ڈنر پر بھی لے کر جاؤں گا لیکن آئندہ آپ ایسا بھی نہیں کہیں گی کہ آپ میرے لیے اہم نہیں۔'' ان کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی جب کہ جان کا ذہن عبیرہ میں اٹکا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

وہ بہت دیر سے ان کی گود میں سر رکھے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی' وہ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر رہے تھے۔
''بابا جانی! جب آپ اتنے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو مجھے بہت سکون ملتا ہے۔'' وہ آنکھیں بند کیے ہی ان سے مخاطب تھی۔
''عبیرہ! آپ میری سب سے پیاری بیٹی ہیں۔'' ان کا لہجہ محبت و شفقت سے پُر تھا۔ ''اور آپ سب سے زیادہ بہادر بھی ہیں۔ مجھے پتا ہے آپ کبھی بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں آپ ہر حال میں زندگی گزار سکتی ہیں۔'' وہ ایک لمحے کے لیے رکے۔
''تبدیلیاں ہر انسان کی زندگی میں آتی ہیں' کبھی خوش گوار اور کبھی ناخوش گوار۔ مگر بہادر وہی کہلاتا ہے جو ناخوش گوار تبدیلی کو خوش دلی سے قبول کرلے۔ اپنے رب کی رضا میں راضی ہوجائے' وجود ختم ہوجاتے ہیں وقت کے ساتھ مگر رشتے اور رشتوں میں چھپی محبتیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ جیسی آپ کی محبت میرے لیے اور میری محبت آپ کے لیے' لیکن اب اگر فرق آئے گا تو صرف اتنا کہ آپ کو زندگی میں آگے بڑھنا ہے اور مجھے اس زندگی کو الوداع کہنا ہے۔'' انہوں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ عبیرہ کی بند آنکھوں سے پانی بہت تیزی سے بہنے لگا۔
''بابا جانی میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں' ہمیشہ......'' اس نے نم لہجے میں کہا۔
''ہمیشہ کا ساتھ کسی کو بھی نصیب نہیں ہوتا' ایک دن زندگی کا سفر ختم ہونا ہے اور یہ اٹل ہے۔ اسے کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ تو میری سب سے بہادر بیٹی ہیں ناں۔ آپ نے تو ہر حال میں اپنے ربّ سے صبر کی توفیق مانگی ہے ہمیشہ' تو پھر آج صبر کا دامن کیوں چھوڑ رہی ہیں۔ کیوں اپنے ربّ کی رضا کو نظر انداز کر رہی ہیں' اٹھیے اور یہ ثابت کر دیجیے کہ آپ اپنے پاک رب کے صابر بندوں میں

سے ہیں۔ آپ اس کی رضا میں راضی ہیں۔ اٹھیے عبیرہ اٹھیے..... مجھے آخری بار الوداع تو کہہ دیجیے۔'' ان کا لہجہ ڈوب گیا تھا' اس نے دھیمے سے آنکھیں کھولیں۔ وہ اپنے کمرے میں زمین پر پڑی تھی' بابا جانی کہیں بھی نہیں تھے۔ باہر صحن سے اسے بے تحاشا رونے کی آوازیں آ رہی تھیں' ان میں یک واضح آواز اس کی اماں کی تھی۔

''مت لے کے جاؤ انہیں' ابھی تو عالی بھی نہیں آئی۔ میری عبیرہ کو بھی تو بلاؤ' وہ بھی تو آخری بار اپنے بابا کو دیکھ لے۔ ارے کوئی تو سن لے میری' ہائے اللہ! یہ کیا کر دیا تو نے..... یہ کیا کر دیا۔'' عبیرہ کا ذہن اب بھی مکمل طور پر نہیں جاگا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک بار پھر اپنے بابا کے آخری جملے گونجے تھے۔

''اٹھیے عبیرہ اٹھیے..... مجھے آخری بار الوداع تو کہہ دیجیے۔'' ان جملوں نے اسے جھنجوڑ دیا تھا۔ وہ بہت پھرتی سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی مگر گیلری میں پہنچتے ہی اس کے قدم تھم گئے' جنازہ گھر سے باہر لے جایا جا رہا تھا۔ اس نے پلکیں جھپکیں اور آنسو رخساروں پر بہہ گئے۔

''الوداع بابا جانی..... الوداع..... اگر میں نے کبھی آپ کو تکلیف دی ہو تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ الوداع..... الوداع.....'' وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتی چلی گئی' اس کا دل گواہ تھا کہ وہ اب اپنے بابا جانی کو کبھی نہیں دیکھ پائے گی اور نہ ان کی آواز ہی سن پائے گی۔

❀ ❀ ❀
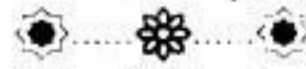
''یہ لیں جان! آپ کا کرسمس کا گفٹ۔'' ریٹا نے ایک پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اس وقت شہر کے ایک معروف ہوٹل میں بیٹھے تھے۔ جان نے ایک نظر اس پیکٹ کو پھر ریٹا کو دیکھا۔

''سوری! میں گفٹس لینا پسند نہیں کرتا کیونکہ مجھے کسی کی بھی لائی ہوئی چیزیں پسند نہیں آتیں۔ اس لیے میں گفٹس قبول ہی نہیں کرتا۔'' جان نے بے حد بے زار لہجے میں کہا۔

''اوہ مجھے پتا نہیں تھا۔'' ریٹا شرمندہ ہوگئی۔ ویٹر کھانا لے آیا' کھانا سرو ہوتے ہی جان نے بہت تیزی سے کھانا کھانا شروع کر دیا۔

''لگتا ہے آپ کو بہت جلدی ہے جان!'' ریٹا کو اس کا یہ انداز بہت عجیب لگ رہا تھا۔

''ہوں..... ہاں! وہ دراصل میرے ایک بہت کلوز فرینڈ کے فادر کی ڈیتھ ہوگئی ہے اور مجھے وہاں جانا ہے۔'' اس نے اسی طرح کھاتے ہوئے کہا۔

''اوہ! آئی سی' اس کا مطلب آپ یہاں زبردستی آئے ہیں' اپنی مرضی سے نہیں۔'' ریٹا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جان کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ رک گئے مگر اس نے پھر کھاتے ہوئے کہا۔

''تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟'' جان نے بے پروائی سے کہا۔

''آپ کچھ زیادہ جلدی میں ہیں؟'' ریٹا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں میں ہوں' لیکن اگر آپ کو پریشانی ہے تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر آپ یہ رشتہ ختم کرنا چاہیں۔'' جان کے لہجے میں اب بھی بے پروائی تھی۔

''اس کا مطلب تو بنتا ہے کہ ہمارا رشتہ آپ کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔'' ریٹا نے پلیٹ میں چمچہ گھماتے ہوئے کہا۔

''میرے لیے سب سے زیادہ ضروری میری مما ہیں اور آپ ان کی پسند ہیں۔'' جان اپنی پلیٹ ختم کر چکا تھا۔ مینو کارڈ میں پیسے رکھتے ہوئے وہ اٹھنے لگا۔

''تو آپ کی پسند کون ہے؟'' ریٹا کا انداز اب بھی وہی تھا جان نے جواب دینے کے بجائے کہا۔

''میں باہر ہوں اپنی پلیٹ ختم کر کے آ جاؤ۔''

''نہیں مجھے اور بھوک نہیں ہے۔'' ریٹا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''جیسے تمہاری مرضی۔'' جان نے بہت روکھے لہجے میں کہا اور پلٹ کر ہوٹل کے گیٹ کی طرف قدم

عادیے۔

❀......❀......❀

"مسلمانو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو صبر نماز سے مدد لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ مسجد سے فجر کی اذان کی آواز آرہی تھی‘ وہ اپنی اماں کے سینے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔ تمام رات آنکھوں میں ہی کٹ گئی تھی‘ محلے کی عورتیں جنازے کے فوراً بعد ہی چلی گئی تھیں جب کہ خاندان کی کچھ عورتیں رکی تھیں مگر ان کے نیور بھی کچھ خاص ٹھیک نہیں تھے وہ سرگوشیوں میں عباد صاحب کی موت کا ذمہ دار عبیرہ کو ٹھہرا رہی تھیں۔ وہ اٹھی اور نمو کے لیے کمرے سے باہر نکل گئی‘ فجر کی نماز پڑھ کر وہ صحن میں بچھے تخت پر آ بیٹھی‘ اس کے بابا جانی روزانہ فجر کی نماز کے بعد یہاں بیٹھ کر تلاوت کیا کرتے تھے اور وہ خود بھی ان کے ساتھ تلاوت کیا کرتی تھی مگر آج وہ یہاں اکیلی بیٹھی تھی۔ عبیرہ کا دل ڈوبنے لگا اور آنسو امڈنے لگے اس نے پلکیں مضبوطی سے بند کر کے آنسوؤں کو ضبط کیا اور وہ کامیاب رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ وہیں بیٹھی رہی اور اپنے بابا کی باتوں کو یاد کرتی رہی تھی۔ فون کی بیل اسے سوچ کے صحرا سے باہر لے آئی۔ وہ اٹھ کر فون کی طرف بڑھی۔

"پوری رات ہوگئی ہے اس فون کو بجتے‘ اٹھانے پر کوئی بولتا ہی نہیں۔" اندر سے کسی خاتون کی آواز آئی تھی۔

"السلام علیکم!" عبیرہ نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"عبیرہ...... خدا کا شکر ہے آپ ٹھیک تو ہیں نا۔" دوسری جانب جان تھا۔

"جان!" عبیرہ نے اس کی آواز پہچانتے ہوئے کہا۔

"یس جان! آپ ٹھیک تو ہیں نا۔ مجھے پتا چلا تھا عباد انکل کا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا‘ ایک رات پہلے تک تو وہ بالکل ٹھیک تھے پھر......" جان اپنا جملہ مکمل نہیں کر پایا۔

"پتا ہی نہیں چلا انہیں کیا ہوا۔ وہ صبح تک تو بالکل ٹھیک تھے۔ میں نے صبح ان سے بات بھی کی تھی پھر اچانک دوپہر میں ان کی طبیعت خراب ہوگئی اور صرف چند لمحوں میں...... میری آنکھوں کے سامنے...... میرے ہاتھوں میں انہوں نے دم دے دیا اور میں......" عبیرہ کی آواز اس کا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔

"پلیز عبیرہ روئیں مت۔ آپ ہی کہتی ہیں ناں انسان کو ہر حال میں صبر کرنا چاہیے پھر آج آپ اپنی بات سے کیسے پھر رہی ہیں۔ آپ تو بہت بہادر ہیں عبیرہ۔" جان کو خود اپنی آواز بھی رندھی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں مجھے یاد ہے لیکن میں نے کبھی بھی بابا جانی کے بغیر اپنی زندگی کا تصور ہی نہیں کیا تھا شاید اسی لیے بہت کوشش کے باوجود بھی میں آنسو ضبط نہیں کر پا رہی۔" عبیرہ کا لہجہ اب بھی نم تھا۔

"عبیرہ! زندگی میں صبر کرنے کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ ہم اپنے سے کمتر کو دیکھیں‘ آپ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں عبیرہ! جس نے باپ کی شفقت‘ محبت‘ لاڈ‘ پیار‘ غصہ سب کچھ دیکھا ہے لیکن مجھے دیکھو میں اپنے بابا کے نام کے سوا ان کے بارے میں مکمل طور پر کچھ بھی نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ میں نے تو آج تک ان کی کوئی تصویر بھی نہیں دیکھی تو ان کی محبت اور شفقت تو بہت دور کی بات ہے۔ میرے لیے لیکن مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے اور نہ دکھ کیونکہ میں یہی سوچتا ہوں کہ شاید یہی بہتر تھا۔ اسی لیے ایسا ہوا۔" جان نے اس کی دل جوئی کی اور کسی حد تک کامیاب بھی رہا تھا۔ اس کے ان جملوں نے عبیرہ کی ہمت بڑھائی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جان! شکریہ مجھے اتنا اچھا سبق پڑھانے کے لیے۔" عبیرہ کچھ حد تک نارمل ہوئی۔

"عالی کا کچھ پتا چلا جان! وہ تو بابا جانی کو آخری بار دیکھ بھی نہیں سکی۔" عبیرہ نے ایک گہری سانس لی۔

"پولیس اپنی کوشش کر رہی ہے‘ میری مسٹر مہرا سے بھی بات ہوئی تھی مگر ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے عالیانہ کو اغواء کرانے کی کوشش کی تھی تاکہ آپ کو دھمکا کر ایمان کا پتا پوچھ سکیں مگر وہ ان کی قید میں آنے سے پہلے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی۔" جان نے تفصیلی طور پر جواب دیا۔

"وہ جھوٹ بول رہے ہیں جان! اگر وہ فرار ہونے

میں کامیاب ہوگئی ہوتی تو کیا گھر نہ پہنچ گئی ہوتی۔'' عبیرہ تڑپ کر بولی۔

''نہیں عبیرہ! مجھے نہیں لگتا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ اگر عالیانہ ان کے پاس ہوتی تو اب تک آپ کے پاس دھمکی آمیز فون کال آچکا ہوتا۔'' جان نے وضاحت پیش کی۔

''تو پھر وہ کہاں چلی گئی؟'' عبیرہ کے لہجے میں پریشانی کا عنصر نمایاں تھا۔

''بس آپ دعا کریں کہ وہ جہاں بھی ہو محفوظ ہاتھوں میں ہو اور جلد مل جائے۔'' جان نے تسلی بخش لہجے میں کہا۔

''ان شاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔'' عبیرہ نے پُرعزم لہجے میں کہا تبھی دروازہ بجا۔

''دروازہ بج رہا ہے شاید دودھ والا ہوگا' اسے تو پتا بھی نہیں ہے بابا کے بارے میں۔'' عبیرہ نے پرافسوس لہجے میں کہا۔

''دودھ والا نہیں ہے عدیل ہے۔ ناشتے کا پوچھنے آیا ہے۔'' جان نے اسے مطلع کیا۔

''آپ کو کیسے پتا؟'' عبیرہ چونکی۔

''میں پچھلی رات سے آپ کے گھر کے سامنے کھڑا ہوں۔'' جان کا لہجہ متبسم تھا۔

''کیوں؟'' عبیرہ کی حیرت مزید بڑھی۔

''آپ پریشان ہوں تو میں کیسے آرام سے رہ سکتا ہوں۔'' جان کا لہجہ اب بھی متبسم تھا۔

''جان......!'' عبیرہ کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی مگر اب وہ خاموش رہا۔ عبیرہ کو جھنجلاہٹ محسوس ہوئی اس نے تیزی سے ریسیور رکھ دیا۔

''یہ پاگل ہے بالکل پاگل۔'' عبیرہ بڑبڑاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولنے پر واقعی عدیل دروازے پر کھڑا تھا۔ عدیل سے ہوتی ہوئی اس کی نگاہیں کچھ فاصلے پر کھڑی جان کی کار پر گئی تھیں۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی عبیرہ کا پورا وجود کانپ گیا۔ وہ جلدی سے دروازے کے پیچھے ہوگئی اور وہیں سے عدیل سے بات کی اور لرزتے ہاتھوں سے دروازہ بند کیا۔ اسے اپنے پورے وجود سے پسینے چھوٹتے محسوس ہوئے۔

''کیا ہورہا ہے یہ مجھے؟'' اس کے ذہن میں جان کی آواز گردش کررہی تھی۔

''عبیرہ کیوں سوچ رہی ہو تم اس کی باتوں کو وہ پاگل ہے بالکل پاگل۔'' عبیرہ کو الجھن ہورہی تھی اپنی اس حالت سے۔

''وہ ایک نون مسلم ہے عبیرہ! تم بھول گئیں اس کا دھوکا اسلام کو جاننے اپنانے کی خواہش نہیں رکھتا وہ شخص اور تم سے اسلام کے بہانے ملتا رہا۔ وہ شخص اللہ سے محبت تو درکنار اسے جانتا بھی نہیں۔ ایسے شخص کی کوئی بھی بات تمہیں اس کی طرف متوجہ نہیں کرسکتی۔ ہرگز نہیں۔'' اس نے اپنے دل کو مطمئن کیا اور اس لمحے وہ جان کے ہر احسان کو فراموش کرگئی تھی۔

❁......❁......❁
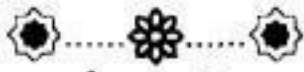
کار بہت تیزی سے کراچی ہائی وے پر دوڑ رہی تھی۔ اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا پونے چھ بج رہے تھے۔ اس نے گردن گھما کر ایک بار پھر عبیرہ کی جانب دیکھا وہ اب تک پتھر کے بُت کی طرح بیٹھی تھی۔

''عبیرہ آخر پرابلم کیا ہے؟ کچھ تو بولیں آپ اپنی والدہ کو اس طرح اکیلا چھوڑ کر کہاں جارہی ہیں اور کیوں؟'' جان نے بہت الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ پچھلے ایک گھنٹے میں وہ یہ سوال کئی بار پوچھ چکا تھا مگر عبیرہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ایک گھنٹے پہلے اس نے عبیرہ کو گھر سے سفری بیگ اٹھائے باہر نکلتے دیکھا تھا۔ اسے دیکھ کر عبیرہ اس کی جانب آ گئی تھی اور اسے کراچی بس اسٹاپ ڈراپ کرنے کا کہا تھا مگر اس نے بس اسٹاپ ڈراپ کرنے کے بجائے خود اسے کراچی چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

''اماں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔'' بہت دیر بعد عبیرہ بولی۔

''کیا......لیکن کیوں؟'' جان سمجھ نہیں پایا تھا۔

''وہ مجھے ہمیشہ کے لیے کھونا نہیں چاہتیں جس طرح

انہوں نے بابا جان اور عالی کو کھو دیا ہے۔" عیرہ کی آواز کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"آنٹی کا یہ سوچنا غلط تو نہیں عیرہ! آپ کا کوئی بھی خیر خواہ یہی چاہے گا۔" جان نے بہت جذب سے کہا۔ عیرہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"وہ میرا اچھا سوچ سکتی ہیں لیکن کیا ان کا اچھا سوچنا میرا حق اور فرض نہیں ہے۔" عیرہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں عیرہ! لیکن اس وقت سوال آپ کی زندگی کا ہے۔ آنٹی محفوظ ہیں۔" جان نے اسے مطمئن کرنا چاہا۔

"جس انسان نے میری بہن کو نہیں چھوڑا وہ میری ماں کو کیونکر چھوڑے گا۔ یہ کیسی کم عقلی کی باتیں کر رہے ہیں آپ جان۔" عیرہ نے چڑ کر کہا۔

"اگر میں کم عقل لگ رہا ہوں اور کم عقلی کی باتیں کر رہا ہوں تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے سنیتا کو مسلمان کر کے کون سا عقل کا کام کیا؟ کیا مل گیا آپ کو اسے مسلمان کر کے؟ میری نظر میں تو آپ صرف خسارے میں ہی ہیں۔" جان نے پہلی بار اسے طنز کا نشانہ بنایا تھا۔

"یہ آپ کبھی سمجھ نہیں سکتے کہ میں نے کیا پالیا کیونکہ آپ اللہ کی محبت کو نہیں جانتے اور نہ کبھی جان سکتے ہیں کیونکہ آپ کو اس کی حقیقی جستجو نہیں ہے' آپ صرف مجھے ڈھونگ کا دے رہے تھے۔" عیرہ کا ٹمپر یک دم لوز ہو گیا۔ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں جا رہی تھی۔ جان کو غصہ آنے لگا' اس نے غصہ ضبط کرنے کے لیے اسٹیئرنگ کو مضبوطی سے پکڑا اور کار کی رفتار بڑھادی مگر عیرہ کو کچھ نہیں کہا' دونوں طرف اب بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

"آئی ایم سوری شاید میں ٹینشن میں ضرورت سے زیادہ بول گئی' مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" عیرہ نے بہت شرمندہ لہجے میں کہا۔ جان نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کتنا بہترین طریقہ ہے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا۔ جو چاہے کہہ دو اور پھر ایکسکیوز کر لو۔" جان کے لہجے میں خفگی تھی۔ عیرہ کچھ نہیں بولی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں عیرہ! بظاہر آپ کے کیے ہوئے عمل کا کوئی پھل دکھائی نہیں دے رہا اور شاید اسی لیے خود آپ بھی ایک مخمصے کا شکار ہیں کہ سنیتا کو مسلمان کرنے کا آپ کا فیصلہ ٹھیک تھا یا نہیں۔" جان کا لہجہ بہت ٹھنڈا تھا۔

"سنیتا کو مسلمان کرنے کا فیصلہ میرا نہیں بلکہ میرے رب کا تھا۔ اس نے چاہا اس نے کیا' میں صرف ذریعہ بنی اور سنیتا نے بھی یہ قدم اپنی خواہش سے یا کسی انسان کے لیے نہیں اٹھایا بلکہ اپنے رب کے حکم سے اٹھایا۔" عیرہ نے بہت جامع انداز میں کہا۔

"میں نہیں مانتا کوئی انسان بنا خواہش بنا چاہت کے اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتا ہے؟ کوئی بغیر وجہ کے اپنا دین کیسے چھوڑ سکتا ہے۔" جان نے نفی کی۔

"دین وجوہات نہیں سمجھ اور پرکھ کی بناء پر تبدیل کیا جاتا ہے۔" اسے جان کی سمجھ پر شک ہونے لگا۔

"کیا فرق پڑتا ہے بات ایک ہی ہے۔" جان نے کندھے اچکا کر کہا اور عیرہ خاموش ہو گئی۔ کافی دیر خاموشی چھائی رہی۔

"اوکے آپ کی ٹینشن دور کرنے کا ایک راستہ ہے میرے پاس۔" جان نے خاموشی توڑی۔

"کیا؟" عیرہ نے یک لفظی سوال پوچھا۔

"میں آپ کے گھر پر پولیس کا پہرا لگوا دیتا ہوں' آنٹی محفوظ رہیں گی اور ویسے بھی آپ کی عدم موجودگی کے بارے میں مسٹر مہرا مجھ سے پوچھیں گے اور میں سب سنبھال لوں گا۔" جان نے بہت پُرسکون لہجے میں کہا۔

"شکریہ۔" عیرہ نے مدھم لہجے میں کہا۔ جان مسکرایا تھا۔

"ویسے کراچی میں آپ کہاں جا رہی ہیں' اپنی پھوپو کے گھر؟" جان نے اندازہ لگایا۔

"جی۔" عیرہ نے یک لفظی جواب دیا۔

"عیرہ ایک بات پوچھوں آپ سے؟" کچھ دیر بعد جان پھر مخاطب ہوا۔ وہ اس وقت آدھے سے زیادہ راستہ طے کر چکے تھے۔

''جی۔'' عیرہ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں کہا۔

''اس دن میلاد میں آپ اوپر بیٹھی کیوں رو رہی تھیں؟'' جان نے پُرسوچ لہجے میں پوچھا۔

''ان کی محبت میں جن کی محبت کے بغیر ایک مسلمان کا ایمان نامکمل ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں۔'' جان نے عیرہ کے لہجے میں بہت عقیدت محسوس کی۔

''اسلام بہت زیادہ الجھا ہوا مذہب نہیں ہے' کبھی آپ کہتی ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے ربّ سے محبت کو ایمان کا حصہ بناتی ہیں اور آج اپنے پیغمبر کی۔'' جان کا انداز الجھا ہوا تھا۔ عیرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پلٹ کر ایک بار پھر عیرہ کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پر اکتاہٹ اور بے زاری کے تاثرات تھے۔ جان نے مزید کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ گھڑی میں سات بج کر پندرہ منٹ ہو رہے تھے اور وہ شہر کی حدود میں داخل ہوگئے۔

''ایڈریس؟'' جان نے سوالیہ انداز میں عیرہ سے پوچھا اور عیرہ اسے ایڈریس سمجھانے لگی۔ تقریباً آدھا گھنٹے کی ڈرائیو پر اس کی پھوپو کا گھر تھا۔

''ویسے آپ کب تک رہیں گی ان لوگوں کے ساتھ؟'' جان نے پُرسوچ لہجے میں پوچھا۔

''پتا نہیں' ہوسکتا ہے شاید ساری زندگی کیونکہ اماں نے مجھے کبھی گھر لوٹ کر نہ آنے کی قسم دی ہے۔'' عیرہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''کیا یہ ہماری آخری ملاقات ہے؟'' جان کے لبوں سے یک دم ادا ہوا۔ ''یقیناً نہیں ناں؟'' وہ اپنی ہی بات کی نفی چاہتا تھا۔ عیرہ نے کوئی جواب نہیں دیا' وہ مزید کچھ نہیں بولا لیکن نہ جانے کیوں یک دم ہی اس کا دل انجانے خوف سے ڈوبنے لگا کچھ دیر بعد وہ عیرہ کی پھوپو کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔

''جان! آپ نے ہمیشہ ہر مشکل وقت میں میری مدد کی' میں آپ کے احسانات کا بدلہ زندگی بھر نہیں چکا سکتی۔ بہت، بہت شکریہ جان!'' عیرہ نے مشکور لہجے میں کہا۔

''آپ میرے ہر احسان کا بدلہ چکا سکتی ہیں عیرہ!'' جان نے ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمائے ہوئے کہا۔ عیرہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔ اب جان نے گردن گھما کر اس کی جانب دیکھا۔

''مجھ سے شادی کرو گی؟'' اس نے بہت جذب سے کہا اور عیرہ کو اپنی سماعتوں پر شک ہوا۔

''میں آپ کو زندگی کا حصہ بنانا چاہتا ہوں عیرہ! میں .....'' اس نے مزید کچھ کہنا چاہا مگر عیرہ کی قوتِ برداشت جواب دے گئی تھی وہ فوراً کار سے اتر کر اس اندھیری گلی میں داخل ہونے لگی جس میں اس کی پھوپو کا گھر تھا۔

''عیرہ پلیز ایک بار صرف ایک بار مجھے اپنی زندگی کا حصہ بنالیں' میں وعدہ کرتا ہوں میں اپنا دین چھوڑ دوں گا' میں اب آپ کے بغیر اپنی زندگی کا تصور نہیں کرسکتا۔ آپ میرے لیے بہت اہم ہیں عیرہ! میں آپ کے لیے صرف آپ کے لیے مسلمان ہوسکتا ہوں۔ صرف ایک بار ہاں کہہ دیجیے عیرہ! میں .....'' عیرہ کے بہت تیزی سے چلتے قدم یک دم رک گئے اور ساتھ ہی جان کے بھی۔

''جسٹ شٹ اپ جان!'' عیرہ قوت سے چیخی۔

''میں ایک ایسے انسان کو ہرگز اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنا سکتی جو اللہ سے محبت نہیں رکھتا جس کی نظر میں اسلام کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ اسے ایک حقیر انسان کے لیے اختیار کرنا چاہتا ہے جو دین کی آڑ میں اپنے نفس کی تسکین چاہتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں...... مسٹر جان ویراج چوہان! کوئی بھی جعلساز عیرہ کی زندگی کا حصہ نہیں بن سکتا۔'' عیرہ کے ایک ایک لفظ سے غم' غصہ اور نفرت جھلک رہی تھی۔ جان کو اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا۔ اپنی بات ختم کرکے عیرہ آگے بڑھ گئی اور جان بھی دھندلائی آنکھوں' ٹوٹے یقین کے ساتھ واپس مڑ گیا۔ اسے شک نہیں تھا وہ یہ بازی ہارا تھا اور بُری طرح ہارا تھا۔ وہ کسی بلند چوٹی سے منہ کے بل

آ گرا تھا' اپنے چاروں طرف صرف اندھیرا محسوس ہو رہا تھا اسے اور واپسی کا سفر اسے اسی اندھیرے میں کرنا تھا۔

❁ ❁ ❁
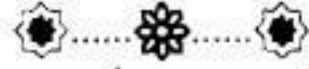
''یہ آپ کی گولیاں اور پانی۔'' اس نے ہاتھ آگے کر کے انہیں دوائی دیتے ہوئے کہا۔ انہوں نے منہ بسورتے ہوئے دوائی لی۔

''تمہارے یہ آج کے ڈاکٹرز بڑی کڑوی دوائیں دیتے ہیں' مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔'' انہوں نے ناراضی سے کہا۔

''ہم اگلی دفعہ آپ کی پسند کے ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہائے اللہ تو کیا تم چاہتے ہو اگلی دفعہ بھی میں بیمار ہو جاؤں۔'' وہ تڑپ کر بولی تھیں۔

''ارے نہیں اماں! بھئی اپنے پسندیدہ ڈاکٹر کے پاس تو آپ ویسے ہی چلی جائیں گی' چند باتیں کرنے کے لیے۔'' اس نے شرارت سے کہا۔

''چپ شریر ماں کو ستاتا ہے۔'' انہوں نے بہت پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا تو وہ ہنس دیا۔

''احمد بیٹا! زندگی کا کوئی بھروسا نہیں' بس میں اپنی زندگی میں ہی تمہیں ہنستا بستا دیکھنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا' اس نے مدھم پڑتی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا دیا۔

''کرلوں گا اس سال شادی اماں' ان شاء اللہ۔'' انہوں نے حسرت سے اس کی جانب دیکھا۔

''ہر سال تم یہی کہتے ہو آخر وہ کون سا سال ہوگا جب تمہارا یہ جملہ سچ ہوگا۔'' انہوں نے محبت اور حسرت سے پوچھا۔

''جب میری تلاش ختم ہو جائے گی وہی سال میری زندگی کا سب سے خوش نصیب سال ہوگا۔'' اس نے گردن جھکائے جواب دیا تبھی دروازہ بجا تھا۔

''اندر آجاؤ۔'' اس نے کہا۔ ایک ملازم داخل ہوا۔

''سر! آپ کے کچھ مہمان آئے ہیں۔'' ملازم نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

''انہیں یہیں لے آؤ۔'' اس نے نارمل لہجے میں کہا۔

''مہمانوں کو یہاں کیوں بلوا رہے ہو؟'' اماں نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

''کیونکہ وہ مہمان بہت اسپیشل ہیں۔ اماں آپ کو ان سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔'' اس نے سسپنس پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''کیوں بھئی کیا تمہاری بیوی آئی ہے؟ کیونکہ مجھے سب سے زیادہ خوشی اسی سے مل کر ہوگی۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بیوی نہیں' سمجھیں اس کی بہن آئی ہے۔'' اس نے انہی کے انداز میں کہا تبھی دروازہ بجا اور اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

''اندر آجاؤ۔'' وہ آنے والوں سے مخاطب تھا' ان کی نگاہیں دروازے پر ہی تھیں۔ کمرے کے دروازے سے ایک لڑکا لڑکی اندر داخل ہوئے تھے' اس لڑکی پر نظر پڑتے ہی ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئی تھیں کیا جو وہ دیکھ رہی تھیں' وہ حقیقت تھی کیا وہ وہی تھی ان کی پیاری بیٹی عالیانہ عباد۔

❁ ❁ ❁

''عالی!'' ان کے منہ سے حیرت کے سبب نکلا اور انہوں نے بیڈ سے فوراً اٹھنا بھی چاہا تھا' احمد نے آگے بڑھ کر انہیں اٹھایا' اس کے قریب پہنچ کر غیر یقینی حالت میں اس کے چہرے کو چھونے لگیں جیسے انہیں یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی ان کے سامنے تھی۔

''عالیانہ!'' ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے انہوں نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

''کہاں چلی گئی تھیں تم...... کہاں چلی گئی تھیں؟'' وہ بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ طوبیٰ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ تو یہاں اذان کی والدہ سے ملنے آئی تھی مگر یہاں صورت حال اس کی سوچ کے برعکس تھی۔

''کتنا پریشان ہوگئی تھی میں' کتنا روئی تھی تم لوگوں کے

لیے۔ دن رات تمہارے حفظ وامان کی دعائیں مانگتی رہی ہوں۔'' انہوں نے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔

''کون ہیں آپ اور میرا کیا رشتہ ہے آپ سے؟'' طوبیٰ کے لہجے میں اجنبیت تھی۔

''کیا ہوگیا عالی تمہیں' تم اپنی ماں کو نہیں پہچان رہیں؟'' انہوں نے درد سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''ماں......؟'' طوبیٰ حیران رہ گئی۔

''تم مجھے پہچان کیوں نہیں رہیں عالیانہ۔'' ان کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔ ''احمد یہ مجھے پہچان کیوں نہیں رہی۔'' انہوں نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور طوبیٰ کو لگا شاید ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے جبھی وہ اذان کو احمد بلا رہی ہیں بار بار۔

''احرام! تم طوبیٰ کو لے کر نیچے چلو میں آتا ہوں۔'' اس نے احرام کو مخاطب کیا اور طوبیٰ کو لے کر وہ دروازہ سے باہر نکل گیا۔

''احمد کیوں بھیج دیا تم نے اسے' اتنے سال بعد تو وہ......'' احمد نے ان کی بات کاٹی۔

''اماں آپ میری بات سنیں' ادھر بیٹھیں۔'' اس نے انہیں بیڈ پر بٹھایا۔

''عالیانہ آپ کو نہیں جانتی کیونکہ اسے کچھ یاد نہیں' اس کی یادداشت کھو چکی ہے وہ جن لوگوں کے ساتھ ہے انہیں ہی اپنی فیملی سمجھتی ہے۔ دس سال پہلے وہ کون تھی وہ بھول چکی ہے اب وہ طوبیٰ یامین ہے۔ عالیانہ عباد نہیں۔'' اس نے ان کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے انہیں تفصیلی سمجھایا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو احمد۔'' ان کے لہجے میں دکھ صاف جھلک رہا تھا۔ ''یہ کیسا انصاف ہے میرے مالک! میری بیٹی اتنے سالوں بعد مجھے ملی اور وہ مجھے جانتی بھی نہیں' یہ ٹھیک نہیں ہے۔'' انہوں نے پرُتکلیف لہجے میں کہا۔

''اماں یہ ناشکری ہے' آپ یہ کیوں بھول گئیں کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہمارے سامنے ہے' وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے' ہماری توقعات کے برعکس اس کے ساتھ کچھ بُرا نہیں ہوا اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے' ہمیں شکر کرنا چاہیے اپنے رب کا۔''

اس نے بہت محبت سے انہیں سمجھایا۔ ''اب آپ آرام کریں۔'' اس نے انہیں لٹا دیا۔

''تم وعدہ کرو احمد اسے دوبارہ لے کر آؤ گے۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔'' وہ یقین دہانی چاہتی تھیں۔

''میں وعدہ کرتا ہوں' اب آپ سو جائیں ڈاکٹر نے آپ کو آرام کا کہا ہے۔'' اس نے کمبل اوڑھایا اور پھر کمرے سے باہر نکل آیا۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے انہیں لاؤنج میں بیٹھے دیکھا' اسے دیکھتے ہی احرام اپنی جگہ سے اٹھا۔

''یہ کیا تھا اذان؟ آپ کی مما طوبیٰ کو اپنی بیٹی کہہ رہی تھیں' کیوں...... کیا وہ واقعی طوبیٰ کی ماما ہیں؟'' احرام ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔

''ریلیکس احرام! میں پہلے طوبیٰ سے بات کرلوں۔'' وہ طوبیٰ کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

''یہ سب کیا تھا اذان؟ مجھے......'' طوبیٰ نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

''میں نے آپ کو بتایا تھا ناں طوبیٰ کہ آپ حقیقتاً عالیانہ عباد ہیں۔ آپ کی فیملی دس سال پہلے بکھر گئی تھی' آپ کے بابا جان کی وفات ہوگئی ہے' آپ کی فیملی میں آپ کے علاوہ آپ کی ایک بڑی بہن بھی تھی عیرہ! آپ حادثاتی طور پر اپنی فیملی سے بچھڑ گئی تھیں۔'' اذان نے تفصیلی طور پر بتایا۔

''بہن...... تو پھر آپ کون ہیں میرے...... اور آپ کا نام احمد ہے یا اذان؟'' طوبیٰ الجھن کا شکار ہوئی۔

''یس طوبیٰ! آپ کی ایک بہن بھی ہے اور میرا نام احمد اذان ہے۔ اس لیے کچھ لوگ مجھے احمد کہتے ہیں اور کچھ اذان۔ اب سوال یہ ہے کہ میرا آپ سے کیا رشتہ ہے تو وہ بالکل آسان بات ہے میں آپ کا ماموں زاد کزن ہوں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا حادثہ ہوا تھا میرے ساتھ کہ میں آپ لوگوں سے بچھڑ گئی؟'' طوبیٰ اب بھی الجھی ہوئی تھی۔

''یہ مسٹر اور مسز یامین بہتر طور پر بتا سکتے ہیں؟'' اذان

نے لاعلمی ظاہر کی۔

''اور میری بہن...... کیا وہ بھی آپ کے ساتھ ہیں؟'' طوبیٰ نے پھر پوچھا۔

''نہیں وہ میرے ساتھ نہیں ہے اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے کیونکہ آپ کی طرح وہ بھی پچھلے دس سال سے لاپتا ہے۔'' اذان نے گہری سانس لی۔

''آپ نے انہیں ڈھونڈا نہیں اذان؟'' طوبیٰ اب فکر مند ہوئی۔

''بہت ڈھونڈا میں نے اسے، بہت مگر ملتا وہی ہے جو گم ہو جائے جو اپنی مرضی سے کہیں چلا جائے اسے ڈھونڈا نہیں جا سکتا' خیر چھوڑو ان باتوں کو اب تو تمہاری ہر الجھن دور ہو گئی ہے ناں۔'' اذان نے بات کا موضوع بدلا۔

''ہاں ہو گئی ہے لیکن میں اپنی فیملی کے بارے میں اور بھی کچھ جاننا چاہتی ہوں۔'' طوبیٰ نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''اذان ایسا تو نہیں ہے ناں کہ آپ طوبیٰ کو واپس اپنے گھر لے آئیں گے؟'' احرام نے خفیف لہجے میں پوچھا۔

''ہاں تو آپ کو کیا لگتا ہے کہ ہم عالیانہ کو اب آپ کے پاس چھوڑ دیں گے۔'' اذان نے اسے تنگ کرنا شروع کیا۔

''اور بلکہ آج ابھی اور اسی وقت سے عالیانہ ہمارے ساتھ رہے گی۔'' احرام کی ہوائیاں اڑ گئیں جبکہ طوبیٰ سمجھ گئی تھی۔

''یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اذان! آج ہماری ڈیٹ فکس ہوگی اگر میں اکیلا جاؤں گا تو انکل آنٹی پوچھیں گے کہ میں طوبیٰ کو کہاں چھوڑ آیا ہوں؟'' احرام بوکھلا گیا۔

''تم کہہ دینا کہ مجھ سے بات کریں اور ویسے بھی طوبیٰ میری بہن ہے تو اس کی شادی تو ہم اپنی مرضی اور پسند سے کریں گے۔'' احرام کا چہرہ بالکل اتر گیا۔

''اذان بس کریں' احرام کی برداشت کا اتنا امتحان نہ لیں۔ اس معاملے میں یہ بہت کمزور دل ہے۔'' طوبیٰ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اذان ہنس دیا۔

''کیا یہ سب مذاق تھا؟'' احرام نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''بہت ہی بھدا مذاق تھا۔'' احرام نے تبصرہ بھی کیا۔

''سوری احرام! لیکن تم بہت سیدھے ہو' شادی کے بعد طوبیٰ تمہیں بہت آرام سے بے وقوف بنائے گی۔'' اذان نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بہت شکریہ آپ کی بات کا لیکن یہ مذاق میں کبھی نہیں بھولوں گا۔'' احرام نے اذان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''چلیں طوبیٰ!'' وہ پھر طوبیٰ سے مخاطب ہوا۔

''آتے رہنا تم دونوں میری اماں کو اچھا لگے گا۔'' اذان نے الوداعی انداز میں کہا اور طوبیٰ نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''مجھے بہت افسوس ہے احرام! میں اذان کے اتنا کچھ بتانے کے باوجود بھی کچھ یاد نہیں کر پا رہی ہوں' میں ان کے لیے ویسا کچھ محسوس نہیں کر سکتی جیسا تم سب کے لیے کرتی ہوں۔'' طوبیٰ نے افسوس سے کہا۔

''کوئی بات نہیں لیکن اذان کے لیے کچھ محسوس مت کرنا پلیز۔'' احرام کا لہجہ بہت عاجز تھا اور طوبیٰ ہنس پڑی تھی۔

❁......❁......❁

''ہمارے چینل کو بہت سراہا گیا ہے اور بہترین ٹی وی چینل کا ایوارڈ بھی ملا۔ آپ کیوں نہیں آئے اذان؟'' کاشان نے اس کے سامنے ایک فائل رکھتے ہوئے کہا اور اذان نے مسکراتے ہوئے فائل پر سائن کر دیا۔

''بیٹھو کاشان! آج مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔'' اذان نے فائل بند کرتے ہوئے کہا اور کاشان بیٹھ گیا۔

''تمہیں پتا ہے کاشان! بہت جلد طوبیٰ اور احرام کی شادی ہو رہی ہے۔'' اذان کا انداز مطلع کرنے والا تھا۔ کاشان کا کھلا کھلا چہرہ یک دم مرجھا گیا۔

''یہ آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں اذان۔'' کاشان نے پژمردہ لہجے میں کہا۔

''کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اپنی زندگی میں آگے

بڑھ جاؤ' زندگی کو اپنی مٹھیوں میں تھام کرنہ رکھو اسے آزادی دے دو۔" اذان نے بہت سلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔
"میں بہت آگے بڑھ چکا ہوں' دنیا کی محفلوں میں گم۔ طوبیٰ سے بہت دور آ گیا ہوں' اتنا کہ اگر میں پلٹ کے دیکھنا بھی چاہوں تو بھی میں اسے کہیں دور تک بھی نہیں دیکھ سکتا' اپنی زندگی میں۔" کاشان نے اسی طرح مدھم لہجے میں کہا۔
"نہیں کاشان! یہ صرف تمہارا واہمہ ہے۔ تم آج بھی وہیں کھڑے ہو جہاں تم نے طوبیٰ کو ٹھکرایا اور وہیں تم نے اپنی نانو بی کو چھوڑا تھا۔" اذان نے پختہ لہجے میں کہا۔
"اذان یہ بالکل غلط ہے' میں نے نانو بی کو نہیں چھوڑا۔" کاشان تڑپ کر بولا۔
"مجھے ایک بات بتاؤ' تم نے یہاں آنے کے بعد کتنی بار اپنی نانو بی کو فون کیا؟ ان کی خیریت دریافت کی؟ کتنی بار کاشان......؟" اذان کا لہجہ کچھ عجیب تھا اور کاشان سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔
"ایک بار بھی نہیں' ہے ناں۔" اذان کا لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔
"کل رات میری ان سے بات ہوئی تھی اور ہر روز میں ان سے بات کرتا ہوں تب سے جب تم نے طوبیٰ کو چھوڑا تھا اور ساتھ ہی پاکستان بھی۔ تمہیں پتا ہے کاشان! تمہارے اس طرح پاکستان سے چلے جانے نے انہیں کتنا ڈی گریڈ کیا' تم نے طوبیٰ پر انہیں فوقیت دی' ان کی محبت کو مقدم رکھا مگر ان کی محبت کا پاس نہیں رکھ سکے۔" اذان کا لہجہ افسوسناک تھا۔ کاشان کا سر شرمندگی سے جھک گیا۔
"وہ مجھے ہر روز اپنی دن بھر کی مصروفیات سناتی ہیں' ان کی این جی او کس طرح کام کر رہی ہے۔ نوکروں سے گھر میں ان کی جھڑپ ہوئی ہر ایک چیز وہ مجھے بتاتی ہیں حالاں کہ ان کی این جی او اور ملازمین میں مجھے کیا دلچسپی لیکن وہ پھر بھی مجھے سناتی ہیں اور میں سنتا ہوں۔ میں ایسا کیوں کرتا ہوں تمہیں پتا ہے کاشان؟ میں صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتا ہوں' میں اس کے بندوں کے ٹوٹے دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اللہ میرے ٹوٹے دل کا سہارا بنے گا۔"
اذان بنا رکے کہتا چلا گیا۔
"تم نے نانو بی کے فیصلے کو مانا تو مگر دل سے قبول نہیں کر سکے اور اسی لیے تم نے انہیں چھوڑ دیا۔" اذان نے اب بھی افسوس سے کہا۔
"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن میں نے ایسا ارادتاً نہیں کیا۔" کاشان کا لہجہ بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔
"مجھے پتا ہے کاشان! ہم اپنے پیاروں کو خود سے تکلیف نہیں دیتے بس خود بخود ہم سے ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں کہ ہمارے پیارے دکھی ہو جاتے ہیں۔" اذان نے اب بھی اسی انداز میں کہا۔
"لیکن ہم ان غلطیوں کو سدھار تو سکتے ہیں۔ اپنی مصروفیت میں سے کچھ وقت اپنے پیاروں کے ساتھ گزار کر۔" اذان نے اس کی دل جوئی کی۔
"لیکن اب آپ یہ بھی نہ سمجھ لیں کہ جاب چھوڑ کر اسلام آباد میں ہی سیٹل ہو جائیں' ہمیں بھی آپ کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر چھٹی والے دن ملنے جائیں اور روز فون کال کر لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔" اذان نے ماحول کی رنجیدگی کو ختم کیا۔
"آپ لوگوں کو ہنسا دینے کی کوالٹی رکھتے ہیں اذان! آپ نے مجھے جو راہ دکھائی ہے اس کے لیے میں آپ کا ہمیشہ شکر گزار رہوں گا اور میں کل ہی نانو بی سے ملنے جاؤں گا۔ ان سے معافی مانگوں گا اور وہی کروں گا جو وہ چاہتی ہیں۔" کاشان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پُرعزم لہجے میں کہا۔
"ایک بات اور اذان! میں دعا کروں گا ہر نماز میں سچے دل سے کہ وہ پاک رب آپ کی دلی مراد بھی پوری کرے اور آپ کی کھوئی ہوئی خوشیاں آپ کو لوٹا دے۔"
کاشان کی اس بات پر اذان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔
"فی امان اللہ کاشان!" اذان نے غالباً اس کی بات کو نظر انداز کر دیا۔ کاشان مسکراتا ہوا آفس سے باہر نکل گیا۔

"وہ ایک بہت خوف ناک روڈ ایکسیڈنٹ تھا جس میں تم ہمیں ملی تھیں طوبیٰ۔" وہ اس وقت اپنے روم میں بیڈ پر مسز یامین کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

"پھر کیا ہوا تھا ماما جانی؟" اس نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"ہم دونوں ہی بہت ڈر گئے تھے ہم تمہیں کسی گورنمنٹ اسپتال لے جانے کے بجائے تمہارے بابا کے دوست کے کلینک پر لے گئے وہاں تم ایک ہفتے تک بے ہوش رہیں اور جب تمہیں ہوش آیا تو تم یادداشت کھو چکی تھی۔ جس کی وجہ سے تمہاری فیملی کو ڈھونڈنا اور بھی مشکل ہوگیا۔ تمہارے ڈاکٹر انکل نے بابا سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی بیٹی بنا کر اپنے گھر لے جائیں۔ ہماری اپنی کوئی اولاد نہیں تھی ہمارے دل میں بھی لالچ آ گیا' ہم تمہیں اپنے ساتھ اپنے شہر لے آئے۔ تمہیں ایک نیا نام' ایک نئی پہچان اور نئی زندگی دی۔" اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئیں' ان کی سسکیوں پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"ماما جانی! آپ رو کیوں رہی ہیں؟" اس نے ان کے آنسو صاف کیے۔

"تمہیں کھو دینے کے ڈر سے بھی میری جان نکل جاتی ہے طوبیٰ! تم ہمیں چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی ناں۔" انہوں نے اسے گلے سے لگایا۔

"نہیں ماما جانی! میں آپ دونوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی' کبھی نہیں۔ میں آپ دونوں کے بغیر جی نہیں سکتی۔" طوبیٰ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔
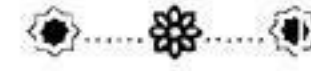
میرا سوچنا تیری ذات تک
میری گفتگو تیری بات تک
نہ تم ملو جو کبھی مجھے
میرا ڈھونڈنا تجھے پار تک
میں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا
تیری نفرتوں سے پیار تک
کبھی فرصتیں جو ملیں تو آ
میری زندگی کے حصار تک
میں نے جانا کہ میں کچھ نہیں
تیرے پہلے نا تیرے بعد تک

"اذان میں تین سال قبل عبیرہ سے ملا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے یہ بات تمہیں کیوں نہیں بتائی اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں نے کوشش کے باوجود عبیرہ سے تمہارا ذکر کیوں نہیں کیا۔ مجھے شاید ایسا لگا کہ وہ تمہارا نام بھی نہیں سننا چاہتی یا پھر شاید میرے رب کو یہی منظور تھا کہ آپ یہ بات اس وقت نہ جان پاتے کہ وہ کہاں ہے۔ کیا آپ یہ جاننا چاہیں گے اذان کہ عبیرہ کہاں ہے؟" اس کے ذہن میں پروفیسر خالد عباسی کی آواز گونجی تھی۔

"نہیں سر! اگر وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں تو میں یہ نہیں جاننا چاہوں گا کہ وہ کہاں ہیں لیکن وہ جہاں بھی ہیں کیا وہ محفوظ ہیں؟" اس کے ذہن میں اپنے کہے ہوئے جملے بھی گونجے تھے۔

"کیوں اذان! کیوں تم نے انکار کیا؟ تمہیں جاننا چاہیے تھا کہ وہ کہاں ہے؟ دس سال سے اس کے متلاشی تھے۔ اتنے سال اس کا انتظار کرنے کے بعد کیا یہ تمہارا حق نہ تھا کہ تم جانتے کہ وہ کہاں ہے۔" اس کے اپنے اندر کوئی تھا جو اس سے جنگ کر رہا تھا۔

"عبیرہ مجھ سے نہیں ملنا چاہتی۔" درد کی ایک لہر اس کے وجود سے ٹکرائی تھی۔ وہ اس وقت ساحلِ سمندر پر کھڑا تھا' لہریں اس کے قدموں سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے اندر اٹھنے والے طوفان کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

"وہ میرا ذکر نہیں سننا چاہتی۔ اسے میری جستجو نہیں تو اس صورت میں کیا میرے لیے یہ جان لینا کافی نہیں کہ وہ ٹھیک ہے' وہ محفوظ مقام پر ہے یقیناً یہ میرے لیے کافی ہے اور میری باقی زندگی گزارنے کا زادِ راہ بھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر حدِ نگاہ تک پھیلے سمندر کو دیکھا۔

"اگر ہم ایک دوسرے کا نصیب ہیں تو سات سمندر

کے مثل فاصلہ بھی ہمیں روبرو آنے سے نہیں روک سکتا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ میرے روبرو ہوکر بھی میری آنکھوں سے اوجھل ہی رہے گی۔'' اس نے آنکھیں آسمان پر جمائی تھیں۔

''میرے ! اس اپنے ربّ کی گواہی ہے کہ میں نے اس دین کو اس کی اور اس کے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو سمجھ کر محسوس کرکے اختیار کیا ہے اور صرف تیری ذات ہی ہے جو عیرہ کو میرے سچا مسلمان ہونے پر یقین دلا سکتی ہے اور کوئی نہیں۔ کوئی بھی نہیں میرے مالک! میں اب تیرا فیصلہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ دس سال میں آج تک میں نے تجھ سے کبھی یہ سوال نہیں کیا مگر آج کرتا ہوں، میں نے آج تک کبھی عیرہ کو نہیں مانگا مگر میں آج تجھ سا سے اپنے لیے مانگتا ہوں۔ اس کے دل میں اپنی محبت دیکھنا چاہتا ہوں میرے مالک!'' اس نے آنکھیں بند کی تھیں اور صدق دل سے اپنے ربّ کو مخاطب کیا تھا۔ وہ اس لمحے خود کو خانہ کعبہ کے روبرو کھڑا محسوس کررہا تھا۔ یہ حیران کن تھا کہ اس نے خانہ کعبہ کے روبرو کھڑے ہوکر ہمیشہ عیرہ کی حفاظت، پُرامن زندگی اور کامیابیوں کی دعائیں مانگی تھیں مگر آج تک کبھی خود اپنے لیے عیرہ کو نہیں مانگا تھا اور آج وہاں نہ ہوتے ہوئے بھی وہ اس کو وہاں محسوس کررہا تھا اور غیر ارادی طور پر اس کا دل عیرہ کو مانگ بیٹھا تھا اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دی تھیں۔ ایک تازگی اور سکون اسے اپنے وجود میں اترتا محسوس ہوا تھا۔

''وہ ٹھیک کہتی تھی تُو مختارِ کُل ہے بے شک تیرے سوا کوئی نہیں جسے سجدہ کیا جائے، جس کی عبادت کی جائے، جس سے بے پناہ محبت کی جائے۔ میرے مالک! اپنے گزشتہ ہر کفر سے ایک بار پھر توبہ کرتا ہوں میں۔ بس مجھے اپنے صالح اور متقی بندوں میں شامل رکھ آمین۔'' وہ ساحلِ سمندر سے لوٹتے ہوئے سوچ رہا تھا، کار میں بیٹھ کر اس نے موبائل چیک کیا۔ چار مسڈ کالز تھیں ماسی ماں کی، ساتھ ہی میسج بھی تھا اس نے میسج پڑھا، ایک افسوس اس کی نگاہوں میں ابھرا تھا۔ اس نے ماسی ماں کا نمبر ڈائل کیا، کال ریسیو ہوتے ہی اس نے کہا۔

''میں آرہا ہوں۔'' اور کال ڈس کنیکٹ کردی۔

❁......❁......❁
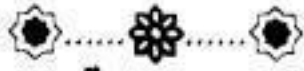
''وہ آخری لمحات میں صرف تمہیں اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھنا چاہتی تھی اذان! تمہیں بہت یاد کیا اس نے۔ تمہیں آنا چاہیے تھا تم نے دین بدل لیا، اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوا نا کہ تم اپنی ماں کو بھول جاؤ۔ تم اس کائنات کے کسی حصے میں چلے جاؤ، رہو گے تم جینی اور دانیال کے بیٹے۔'' وہ اس وقت ماسی ماں کے ساتھ قبرستان سے باہر نکل رہا تھا۔

''میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا ماسی ماں کہ میں دانیال افتخار چوہدری کا بیٹا ہوں۔ یہی میری اصل پہچان ہے لیکن میں اسے بھی کبھی فراموش نہیں کرسکتا جو جینی ڈسوزا نے میرے باپ کے ساتھ کیا، یہ دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ جو انہوں نے بویا تھا وہی کاٹا۔ وہ اسی طرح مجھے دیکھنے کی حسرت لیے چلی گئیں، جیسے میرے بابا گئے تھے۔'' اذان کے لہجے میں کڑواہٹ تھی اور وہ خاموش ہوگئیں کیونکہ وہ غلط نہیں تھا۔ جینی نے جو کیا وہ انسانیت کے نام پر دھبا تھا۔

اذان نے کار میں بیٹھ کر کار کا رخ اس قبرستان کی طرف کیا جہاں اس نے مسلمان ہونے کے بعد دانیال کو دفن کروایا تھا۔

❁......❁......❁

''کیوں جاننا چاہتے ہو تم اذان کی زندگی کے بارے میں؟'' عدیل نے کاشان کے برابر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اس وقت کاشان کے فلیٹ پر تھے۔

''کاشان میں یا تم کوئی بھی اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا، خود اذان بھی نہیں۔'' عدیل اسی تسلسل سے بول رہا تھا۔

''میں نے اذان کو ہمیشہ ہر حال میں بہت مضبوط پایا ہے عدیل! لیکن پچھلے کچھ دنوں سے میں اس میں ایک عجیب مایوسی دیکھ رہا ہوں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے جس مقصد کے تحت وہ زندہ ہے وہ مقصد یک دم ختم ہوگیا ہو۔''

کاشان نے کچھ الجھن سے کہا۔
"یہی سمجھ لو کہ ایسا ہی ہوا ہے۔" عدیل نے ذومعنی لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب؟ ایسا کون سا مقصد تھا اذان کی زندگی میں..... کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی تھا اذان کی زندگی میں؟" کاشان نے جانچنے والے انداز میں کہا۔ عدیل نے گہرا سانس لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔
"اوہ مائی گاڈ! تو پھر کیا ہوا تھا عدیل! اذان اکیلا کیوں رہ گیا؟ وہ تو ایک مکمل انسان ہے اور ایک بہترین صالح مسلمان بھی۔" کاشان نے تشویش سے پوچھا۔
"تم جس احمد اذان کو آج جانتے ہو کاشان وہ دس سال پہلے احمد اذان نہیں تھا۔" عدیل کا لہجہ اب بھی ذومعنی تھا۔ کاشان نے نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔
"وہ جان ریاج چوہان تھا۔" عدیل نے بہت جذب سے کہا اور کاشان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور عدیل نے مزید کہنا شروع کیا۔

❁......❀......❁

عبیرہ کو چھوڑ کر وہ اسی رات بہت تیز رفتاری سے اپنے شہر واپس آیا تھا۔ گھر پہنچ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا' روم اور کرسمس ٹری کی لائٹ آف کر کے وہ بیڈ پر دراز ہو گیا اور بہت جلد گہری نیند سو گیا۔ دوسرے دن ماما نے زبردستی اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی مگر شدید تھکن کے سبب اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔
"جان کل تم کہاں تھے سارا دن' کرسمس پارٹی میں بھی نہیں آئے۔ مجھے کتنی شرمندگی اٹھانی پڑی تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے۔" انہوں نے اسے جھنجوڑا۔
"سوری مام!" اس نے نیند سے بھرپور لہجے میں کہا۔
"اٹھ جاؤ بارہ بج چکے ہیں۔" انہوں نے ایک بار پھر اسے جھنجوڑا۔
"ابھی نہیں بس خود اٹھ جاؤں گا مجھے سونے دیں۔" اس نے کمبل منہ تک لیتے ہوئے کہا اور انہیں اپنی محنت بے کار نظر آ رہی تھی۔
"ٹھیک ہے سوتے رہو لیکن اٹھنے کے بعد مجھے سب کچھ بتاؤ گے۔" انہوں نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

❁......❀......❁

شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے وہ کچن میں کھڑا اپنے لیے کافی بنا رہا تھا۔
"اٹھ گئے جان!" اس کی مما نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔
"اب بتاؤ کہاں تھے کل سارا دن۔ میں نے کتنی بار تمہارا نمبر ٹرائی کیا' نمبر آف تھا..... کیوں؟" اس کے قریب پہنچ کر وہ اس سے پھر مخاطب ہوئیں۔
"موبائل کی بیٹری لو تھی' اس لیے آف تھا۔ میں دوستوں کے ساتھ گھوم پھر رہا تھا' اسی لیے کل پارٹی میں نہیں آ سکا۔" اس نے بہانہ بنایا۔
"جھوٹ بول رہے ہو ناں' مجھے یقین ہے تم پھر عبیرہ کے پاس گئے ہو گے۔ یہ لڑکی تو میرے لیے مصیبت بن گئی ہے۔" ان کا لہجہ تلخ تھا۔
"مما پلیز! مت لیں اس کا نام' میں اب اس کا ذکر بھی نہیں سننا چاہتا۔ میں..... میں اس سے صرف نفرت کرتا ہوں۔" جان نے بہت کمزور لہجے میں کہا اور کپ اٹھائے کچن سے باہر نکل گیا۔ وہ پہلے حیرت سے اسے دیکھتی رہیں پھر مسکرا دیں کہ بلآخر ان کے بیٹے کی آنکھیں کھل ہی گئیں۔

❁......❀......❁

وہ پیپر دے کر باہر نکلا تو اس نے راہ داری میں عدیل کو اپنا منتظر پایا۔ اسے دیکھتے ہی جان نے اپنا راستہ بدل لیا۔ عدیل اسے آواز دیتا اس کے پیچھے آنے لگا مگر جان نے اسے نظر انداز کر دیا اور سن گلاسز لگاتے ہوئے ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آ گیا۔
"جان کیا ہو گیا ہے' کب سے آوازیں دے رہا ہوں' تم سن کیوں نہیں رہے ہو؟" عدیل اب اس کے آگے کھڑا ہو گیا۔

"کون ہو تم؟ میں تمہیں نہیں جانتا۔" جان نے درشت لہجے میں کہا۔

"نہیں جانتے......؟" عدیل کو جھٹکا لگا۔

"آنکھوں کے ساتھ ساتھ کیا دماغ پر بھی چشمہ پہن لیا ہے؟ آنکھوں سے یہ چشمہ اتارو پھر تمہیں پتا چلے گا کہ میں عدیل ہوں۔" عدیل نے طنز سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے کوئی بھی حکم دینے والے، ہٹو میرے راستے سے۔" وہ اسی انداز میں بولا عدیل کو ایک طرف دھکیلتا آگے بڑھ گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ، کیا مینرز بھی بھول گئے ہو تم۔" عدیل تڑپ کر بولا۔

"مجھ پر چلانے کی کوشش مت کرو۔" جان نے پلٹ کر اس سے بھی تیز آواز میں کہا اور عدیل ٹپٹا گیا۔ اسے جان کی بے رخی کی وجہ اب تک سمجھ نہیں آئی تھی۔

"اوکے، ریلیکس...... پرسکون ہو جاؤ۔" عدیل نے صلح جو انداز میں کہا۔ "آخر مجھ سے اتنا ناراض کیوں ہو؟ مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہوگئی ہے؟" عدیل ملتجی تھا۔

"اپنی اصلیت مت دکھاؤ، تم لوگ جانتے ہو کہ مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ میں ان ہتھکنڈوں سے متاثر ہونے والا نہیں ہوں۔" جان نے پُرنفرت لہجے میں کہا اور عدیل اپنی جگہ ششدر رہ گیا۔

"معصوم چہرے، میٹھے بول اور دلوں میں اتنی نفرت نون مسلمز کے لیے۔ سیاہ دل ہوتے ہو تم سب مسلمان، جیسا ظاہر کرتے ہو اس کے بالکل الٹ ہو۔ ضرورت کے وقت گدھے کو باپ بنانے والے، ضرورت کے وقت نون مسلم تمہارے لیے نان مسلم نہیں ہوتے اور زندگی بھر ساتھ نبھانے کے لیے وہ تمہارے لیے نون مسلم ہو جاتے ہیں۔ اچھی منطق ہے تم لوگوں کی جو صرف تمہیں فائدہ پہنچاتی ہے۔" جان نے ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔

"چپ ہو جاؤ جان......! اگر میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تمہارے جو منہ میں آئے وہ کہو، اس قسم کی بکواس بند کرو۔" عدیل کو اب غصہ آ گیا تھا۔

"سچ کہا تو بکواس لگ رہی ہے۔ صحیح کہا ہے کسی نے سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔" جان کا لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔

"جو تم کہہ رہے وہ سچ نہیں ہے۔ مسلمان ہرگز ایسے نہیں ہوتے۔" عدیل جھنجلا گیا۔

"بے کار بحث کر رہے ہو عدیل تم مجھ سے۔ میرے پاس ایسی کئی مثالیں ہیں جس سے میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ تم مسلمان ایسے ہی ہوتے ہو، سب سے بڑی مثال تو تم ہو، تمہارے فادر ایک مذہبی رہنما ہیں مگر عبیرہ کی فیملی کی مدد کرنے کے بجائے انہوں نے تمہیں بھی قطع تعلق کے لیے کہا، احمد آغا، عبیرہ کا نام نہاد شوہر مصیبت پڑنے پر سب سے پہلے اسی نے عبیرہ کا ساتھ چھوڑا اور خود عبیرہ! جو ہر ایک کی نظر میں ایک آئیڈیل مسلمان ہے، جو اپنے مطابق نون مسلمز کو بھی عزت اور احترام کا درجہ دیتی ہے مگر وہ بھی حقیقتاً ایک بناوٹی مسلمان نکلی، بغض اور کینہ رکھنے والی مسلمان۔"

عبیرہ کے بارے میں جان کے یہ خیالات چونکا دینے والے تھے عدیل کے لیے۔

"میں نے ہر مشکل، ہر مصیبت میں اس کی مدد کی نہ دن دیکھا نہ رات۔ ہر لمحہ اس کی فکر اور بدلے میں اس سے کیا چاہا زندگی بھر کا ساتھ، میں تو اس کے لیے مسلمان ہونا چاہتا تھا اور اس نے مجھے کس نام سے نوازا ایک جھوٹے اور مکار کے لقب سے۔ میں دھوکے باز ہوں، یہ کہا مجھے مگر حقیقتاً میں ایسا نہیں تم لوگ ایسے ہو۔" جان کے لہجے میں شدید کڑواہٹ تھی۔

"میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تم اپنے ہوش میں نہیں ہو آج جان!" عدیل بمشکل بولا تھا۔

"آج ہی تو میں ہوش میں ہوں عدیل! آج ہی تو میری آنکھیں کھلی ہیں۔ تم اب مجھے دھوکا نہیں دے سکتے ہرگز نہیں۔" جان کا لہجہ بہت چبھتا ہوا تھا۔

"نہیں جان! حقیقتاً آج تمہاری آنکھیں کھلی نہیں بلکہ بند ہوئی ہیں جبھی تم اچھے اور برے کے فرق کو نہیں دیکھ پا رہے ہو۔ آج غصہ اور غم تم پر اتنا حاوی ہوگیا ہے کہ تم عبیرہ کے بارے میں اتنی گھٹیا زبان استعمال کر رہے ہو۔ کوئی

فرق نہیں رہ گیا تم میں اور احمد میں۔ اس نے بھی عبیرہ کے کردار پر انگلی اٹھائی تھی اور تم بھی اسے بے کردار کہہ رہے ہو۔'' عدیل نے بہت ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

''عدیل......!'' جان پوری قوت سے چیخا اور عدیل کا گریبان تھام لیا۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ کہنے کی۔'' اس نے پوری قوت سے ایک مکا عدیل کے منہ پر مارا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔ گارڈن میں کھڑے لڑکے جلدی سے آگے بڑھے کچھ نے جان کو پکڑا اور کچھ نے عدیل کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔

''چھوڑو مجھے، تم لوگ' میں اسے جان سے ماردوں گا۔ میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔'' جان بُری طرح غرا رہا تھا۔

''تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا جان! اپنے دوست پر' سب ختم کردیا تم نے' سب کچھ۔ آج میں تم سے اپنے دوست ہونے کا حق چھینتا ہوں۔ ختم ہوگئی تمہاری اور میری دوستی۔ تم بہت پچھتاؤ گے اس پر جو تم نے کیا...... تم بہت پچھتاؤ گے۔'' عدیل رو پڑا جان نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔

''جان ویراج چوہان نہ تو کبھی پچھتایا ہے اور نہ کبھی پچھتائے گا۔ تم جیسے بہت سے آئے اور گئے' میری زندگی پر نہ تو کوئی فرق پڑا اور نہ ہی پڑے گا۔'' جان نے بہت غصیلے لہجے میں کہا اور پلٹ کر لڑکوں کو ایک طرف دھکیلتا اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔ جب کہ عدیل بے بس نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

⁂

آج اس کا آخری پیپر تھا وہ جیسے ہی پیپر دے کر اپنی کار میں آکر بیٹھا کسی نے کوئی بھاری چیز اس کے سر پر ماری اور اس کا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو زنجیروں میں جکڑا پایا اور فرش پر کسی کے قدموں ... سر اٹھا کر دیکھا تو وہ مسٹر مہرا تھا۔

... تھا کہ مجھے تم سے یہ سوال پوچھنا ... ؟'' مسٹر مہرا نے طنز سے ... تھا کہ تم مجھے دھوکا نہیں دو گے۔ خیر اب شرافت سے بتادو کہ وہ کہاں ہے اور سنیتا کو اس نے کہاں چھپایا ہے؟'' انہوں نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے فون پر بھی آپ سے کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے؟ تو میں کیسے بتاؤں۔'' جان نے ان زنجیروں میں کسمساتے ہوئے کہا۔

''اچھا! حیرت کی بات ہے تم تو مسیحا تھے اس کے اور وہ تمہیں ہی چونا لگا گئی۔'' انہوں نے بہت زور سے قہقہہ لگایا۔

''آپ بہت ہی بے ہودہ ہیں مسٹر مہرا!'' جان کو غصہ آگیا۔

''میں تم سے آخری بار پوچھ رہا ہوں کہ عبیرہ کہاں ہے' سیدھی طرح بتادو ورنہ میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ اپنی شکل بھی پہچان نہیں پاؤ گے۔'' ان کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔

''مجھے آپ کی کسی دھمکی سے ڈر نہیں لگے گا اب کیونکہ جس کی زندگی ختم کرنے کی آپ نے مجھے دھمکی دی تھی وہ اب محفوظ جگہ ہے اور اپنی زندگی کی مجھے کوئی پروا نہیں۔'' جان نے بہت اطمینان سے کہا۔

''لے جاؤ اس خبیث کو اور اتنا مارو کہ اس کی زبان خود بخود چلنے لگے۔ لے جاؤ اسے میری نظروں کے سامنے سے۔'' وہ بُری طرح دھاڑے اور ان کے آدمی اسے گھسیٹتے ہوئے لے گئے دو گھنٹے مسلسل اس پر ڈنڈے اور ہاکیاں برساتے رہے' اس کے جسم کی کوئی بھی ہڈی اب سلامت نہ رہی مگر اب بھی اس کے لب خاموش تھے۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔

''بہت ڈھیٹ انسان ہے موت کو گلے لگالے گا مگر اس لڑکی کا پتا نہیں بتائے گا۔ محبت ہے کہ جنون۔'' مسٹر مہرا نے اس کے بال مٹھیوں میں لیے اور پھر پوری قوت سے اس کا سر زمین پر دے مارا۔ وہ اب مکمل طور پر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگیا تھا۔

''لے جاؤ اسے اور پھینک دو کسی سڑک پر جو چند

سانسیں بچی ہیں وہ بھی پوری ہو جائیں گی۔'' انہوں نے حد درجہ نفرت سے کہا اور مہرا کے آدمی جان کو گھسیٹتے لے گئے جان کا پورا وجود خون میں ڈوبا ہوا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

آسمان پر تاریکی چھائی ہوئی تھی' ہر شے پر سکوت تھا۔ آج وہ پھر سے گہرے اندھیرے کا شکار تھا مگر آج وہ جادوئی لفظ کہیں سنائی نہیں دے رہے تھے وہ اندھیرے میں ہی چل پڑا مگر اچانک ہی اس کا پاؤں کیچڑ میں چلا گیا اس نے پاؤں نکالنے کی کوشش کی مگر ایک پاؤں نکالنے کی کوشش میں دوسرا بھی کیچڑ میں دھنس گیا۔ دھیرے دھیرے اس کے پاؤں گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنس گئے اب اس کا دل شدت سے دھڑکا تھا اور اس نے حلق کے بل چیخنا شروع کر دیا' ویرانے میں اس کی اپنی آواز کی بازگشت تھی' کوئی دور تک بھی نہ تھا جو اس کی آواز پر اس کی مدد کو آتا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی گہری اور خوفناک دلدل میں پھنس گیا ہے اس کا آدھا دھڑ مکمل طور پر دلدل میں غائب ہو چکا تھا۔

''کوئی ہے جو میری مدد کرے...... پلیز عیرہ میری مدد کریں آپ نے تو ہمیشہ اندھیروں میں میری رہنمائی کی ہے' آج اس دلدل سے بھی مجھے آزادی دلا دیجیے۔'' وہ گڑگڑانے لگا مگر کوئی نہ آیا وہ گردن تک دلدل میں دھنس چکا تھا۔

''ہر انسان خود کو مختارِ کُل سمجھتا ہے۔ مگر حقیقت میں ایک انسان کی حیثیت اس دنیا میں ایک خزاں رسیدہ پتے سے زیادہ نہیں۔ انسان اپنے ربّ کی ایک انتہائی عاجز اور حقیر مخلوق ہے اور حقیقتاً وہی مختارِ کُل ہے۔'' عیرہ کے جملے ایک بار پھر اس کے ذہن میں گردش کرنے لگے۔

''مختارِ کُل عیرہ کا رب جس سے عیرہ بے حد محبت کرتی ہے۔ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوا ... مجھے نکا

صرف اس کا سیدھا ہاتھ تھا جو اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا وہ دلدل سے باہر رہ گیا تھا یک دم ہی کسی نے اس کا ہاتھ تھاما اور دلدل سے باہر کھینچا' گرفت سے محسوس ہوا کہ وہ کوئی مردانہ ہاتھ تھا۔ وہ دلدل سے باہر نکل آیا' اس کے روبرو ایک بہت باوقار انسان کھڑا تھا۔ سفید لباس میں ملبوس' چہرے سے پھوٹتا نور' اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے دل پر ہاتھ رکھا اور خود اس کا وجود بھی نور میں ڈوب گیا۔

''کہو کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' وہ اکیلا ہے اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ وہی تمام کائنات کا بے تاج بادشاہ ہے۔'' وہ ہستی اس سے مخاطب تھی وہ اس آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا' اس نے آنکھیں بند کر کے کہنا شروع کیا' اس کا دل عجب سرشاری کا شکار تھا۔ اسے تسکین مل رہی تھی' اس نے دھیمے سے آنکھیں کھولیں اور بہت تیز روشنی اس کی آنکھوں میں گھسی تھی۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور جب ہٹایا تو خود کو ہاسٹل کے بیڈ پر پایا وہ دلدل' وہ جنگل کہیں نہیں تھا۔ اس نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا سامنے والی دیوار کے ساتھ رکھے بنچ پر عدیل بیٹھا تھا' اسے دیکھ کر جان کو کچھ حیرت سی ہوئی۔

''عدیل......!'' اس نے حیرت سے کہا اس کی آواز پر عدیل نے آنکھیں کھول دیں اور اسے ہوش میں آتا دیکھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

''تم ٹھیک ہو جان! اللہ کا شکر ہے میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔'' اس نے ٹیبل پر رکھے فون کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا اور استقبالیہ پر کال کی۔

''کیسا محسوس کر رہے ہو اب؟'' عدیل نے بیڈ کے ساتھ رکھے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''اچھا۔'' جان نے یک لفظی جواب دیا۔

''تمہیں ...

بے ہوشی کی حالت میں ہی شروع ہوگیا اور نئے سال کا تیسرا مہینہ بھی اپنے اختتام پر ہے۔" عدیل کا انداز مطلع کرنے والا تھا' جان کو یقین نہیں آیا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔ کچھ دیر جان کا چیک اپ کیا اور آرام کا انجکشن لگا کر چلا گیا۔

"مما کہاں ہیں عدیل! اور مجھے یہاں کون لایا؟" جان کو عدیل سے بات کرتے ہوئے جھجک محسوس ہورہی تھی۔

"آنٹی کچھ دیر پہلے ہی گھر گئی ہیں' اس لیے میں نے انہیں تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور تمہیں اسپتال میں لایا تھا' میں نے مسٹر مہرا کے آدمیوں کو تمہیں اغوا کرتے دیکھ لیا تھا' میں نے آنٹی کو انفارم کیا اور انہوں نے ڈی آئی جی سے رابطہ کیا۔ ڈی آئی جی نے فوری ایکشن لیا' ہم لوگ پولیس کے ساتھ مسٹر مہرا کے گھر پہنچے مگر وہ لوگ تمہیں وہاں لے کر نہیں گئے' بہت مشکل سے ان کے ایک آدمی نے بتایا کہ وہ تمہیں اپنے فارم ہاؤس لے گئے ہیں۔ فارم ہاؤس کا ایڈریس لے کر ہم وہاں پہنچنے اسی کے قریب سڑک پر ہم نے تمہیں دیکھا تو میری اور آنٹی کی تو جان ہی نکل گئی۔ ہم تمہیں لے کر فوراً اسپتال آئے جب کہ ڈی آئی جی نے مسٹر مہرا اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرلیا۔ جس وقت ہم تمہیں اسپتال لائے جان! اس وقت تمہارے وجود میں سانسیں کہیں ہی باقی تھی' ڈاکٹر مایوس تھے انہیں بالکل امید نہیں تھی کہ تم بچ پاؤ گے۔ کئی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں' دو دن تک تمہاری سرجری جاری رہی اور اس کے بعد ڈاکٹرز نے بتایا تھا کہ تم کومہ میں چلے گئے ہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ اللہ پاک نے تمہیں نئی زندگی عطا کی ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ اب تمہاری یہ زندگی ایک معجزہ ہے۔" عدیل ایک تسلسل سے بولتا رہا اور حیران کن نگاہوں سے جان اسے دیکھتا رہا اور پھر اس نے نیند سے بوجھل آنکھوں کو بند کرلیا۔

۞......۞......۞
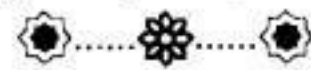
ایک ہفتہ گزر گیا اسے کومہ سے باہر آئے۔ وہ اب خود چلنے پھرنے کے لائق ہوگیا تھا۔ دن کے وقت اس کی مما اس کے ساتھ ہوتیں اور رات میں عدیل۔ اس دوران عدیل نے اس میں ایک عجیب تبدیلی محسوس کی تھی وہ کم گو ہوگیا تھا' زیادہ تر وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہتا۔ کوئی سوال کرنے پر مختصر سے مختصر جواب دینے کی کوشش کرتا۔

"کیا بات ہے جان! میں بہت دنوں سے محسوس کررہا ہوں کہ تم صرف خاموشی سے میری باتیں سنتے رہتے ہو' خود بات کرتے ہو نہ کسی بات کا صحیح جواب دیتے ہو۔ ناراض ہو مجھ سے اب بھی؟" عدیل نے تشویش سے پوچھا۔

"نہیں نہیں عدیل! پلیز ایسا مت کہو' میں پہلے ہی اپنے گزشتہ رویے کی وجہ سے بہت شرمندہ ہوں' یہ کہہ کر مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔" جان نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"شرمندگی؟ بے وقوف میں اتنے دن سے اپنے چھوٹے سے دماغ کو گھس رہا ہوں کہ میرا دوست مجھ سے ناراض ہے۔ جان تم تو مجھ سے بڑے گدھے ہو۔" عدیل نے منہ بسورتے ہوئے کہا اور جان ہنس دیا۔

"جان جھگڑا وہیں ہوتا ہے جہاں بہت محبت ہوتی ہے اور مجھے اپنے دوست سے بے حد محبت ہے۔" عدیل خوش دلی سے کہتے ہوئے اس کے گلے لگ گیا۔

"ہاں مجھے یقین ہے جبھی تو تم میری زندگی بچانے کا ذریعہ بنے۔" جان نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے نم لہجے میں کہا۔

"عدیل یہاں سے نکل کر میں سب سے پہلے عبیرہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس سے اپنے کیے کی معافی مانگنی ہے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہے اور عدیل کی شرٹ میں جذب ہونے لگے۔

"معافی...... کس غلطی کی معافی......؟" عدیل نے اس کا چہرہ اپنے روبرو کرتے ہوئے کہا اور جان نے دھیمے لہجے میں اسے سب کچھ بتادیا۔ عدیل کا چہرہ اتر گیا۔

"یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا جان!" عدیل نے افسوس سے کہا۔

"میں جانتا ہوں عدیل! اسی لیے اس سے ملنا چاہتا

ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ہم اس کی ماما کو بھی ساتھ لے جائیں' وہ یہاں سے جاتے وقت ان کے لیے بہت پریشان تھی۔" جان نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔
"تم ایسا نہیں کر پاؤ گے جان! کیونکہ عبیرہ کی اماں گھر چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔" عدیل کی بات سن کر جان اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔
"تمہیں اور عبیرہ کو محلے کے کچھ لوگوں نے ساتھ جاتے دیکھا تھا' اس بات کو لے کر انہوں نے آنٹی کو اتنے طعنے دیئے کہ وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہوگئیں۔ کہاں گئیں کوئی نہیں جانتا۔" عدیل نے مایوس کن لہجے میں کہا اور جان ایک ان چاہے گناہ کے بوجھ تلے آ گیا۔

❁.....❁.....❁
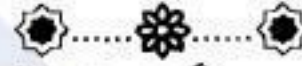
ڈسچارج ہو کر جب وہ گھر آیا تو ماسی کو اپنا منتظر پایا۔ وہ آج سے پہلے کبھی ان کے گھر نہیں آئی تھیں۔
"ماسی ماں آپ یہاں....." وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ وہ مسکراتی ہوئی اس کے قریب چلی آئیں۔
"کیسا ہے' میرا جان!" انہوں نے بہت محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔
"ڈاکٹر نے آرام کا بتایا ہے اور زیادہ بات کرنے کو بھی منع کیا ہے۔" اس کے بجائے مما بولیں۔
"موم پلیز۔" جان نے فوراً کہا۔
"رہنے دو جان! جن کے دل سیاہ ہوں ان کی زبان میٹھی نہیں ہوسکتی اور ویسے بھی میں یہاں تمہیں دیکھنے آئی تھی' تمہیں دیکھ لیا دل کو تسلی ہوگئی اب میں چلتی ہوں۔" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"نہیں ماسی ماں! آپ ایسے نہیں جاسکتیں' آپ آج یہاں ہمارے ساتھ رکیں گی۔" جان نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔
"نہیں جان! بس اس گھر میں کھڑی ہوں تو صرف تمہاری وجہ سے۔ میرا دم گھٹتا ہے یہاں' خوف آتا ہے مجھے اس گھر کے بے زبان در و دیوار سے جو اپنی خاموش زبان سے نہ جانے کیا کیا دیکھ اور سہہ چکے ہیں۔" انہوں نے ذو معنی انداز میں کہا۔
"تمہیں یہاں روکنے کا ہمیں بھی کوئی شوق نہیں' تم جاسکتی ہو۔" اس کی مما نے بہت کڑوے لہجے میں کہا۔ جان کچھ سمجھ نہیں پایا اس خاموش جنگ کو۔ ان کے جانے کے بعد وہ اپنی ماما سے مخاطب ہوا۔
"کیا مطلب تھا ماسی ماں کی باتوں کا ماما؟" اس کے لہجے میں تشویش تھی۔
"مجھے کیا معلوم؟ اسے بکواس کرنے کی عادت ہے۔ تم توجہ نہ دو تمہیں ڈاکٹر نے آرام کا کہا ہے' تم آرام کرو۔" انہوں نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور وہ خاموش ہوگیا۔

❁.....❁.....❁

"عدیل ہم آج کراچی چل رہے ہیں' میں دس بجے تمہیں پک کررہا ہوں' مما دو ہفتوں کے لیے بزنس میٹنگ پر گئی ہیں یہ اچھا موقع ہے۔ ہم صبح سے شام تک واپس بھی آجائیں گے۔" اس نے فون پر عدیل کو انفارم کیا اور اس نے رضامندی ظاہر کی۔ تقریباً دوپہر کے ایک بجے وہ اسی گلی میں کھڑے تھے جہاں تین ماہ پہلے اس نے عبیرہ کو چھوڑا تھا۔
"جان! عبیرہ ان میں سے کس گھر میں گئی تھی؟" عدیل نے اس گلی میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔
"پتا نہیں کیونکہ گلی میں اندھیرا تھا اور میں اس سے بات کرکے فوراً ہی پلٹ گیا تھا۔"
"تمہیں اس کی پھوپو کا نام معلوم ہے تو ہم ان کے نام سے گھر پوچھ لیتے ہیں یا پھر عبیرہ کے کزن عبدالمعیز کے نام سے؟" جان نے تجویز پیش کی اور عدیل نے عبدالمعیز کے نام سے گھر ڈھونڈنا شروع کیا' جلد ہی انہیں گھر مل گیا مگر گھر کے سامنے پہنچ کر دونوں ہی ششدر رہ گئے دروازے پر تالا لگا تھا۔
"ہوسکتا ہے کہیں گئے ہوئے ہوں' ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا چاہیے۔" جان بولا اور عدیل نے اثبات میں سر ہلایا۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا رہا دوپہر سے شام ہوگئی

مگر کوئی نہیں آیا۔ اب ان دونوں نے آس پاس کے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا اور ان کا جواب انہیں مزید پریشان کرگیا۔ وہ گھر کئی مہینوں سے بند تھا وہ لوگوں کو کچھ بھی بنا بتائے رات میں یہ گھر چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ یہ جوابات جان کو ساکت کرگئے تھے۔

"میں جانتا ہوں عدیل! عیبرہ میری وجہ سے یہ گھر چھوڑ کر گئی ہوگی۔ اسے یقین ہوگا کہ اس کے انکار کے بعد میں مسٹر مہرا کو اس گھر کے بارے میں ایمان کے بارے میں بتادوں گا۔ وہ میرے بارے میں اتنا غلط سوچ سکتی ہے مجھے اندازہ ہے عدیل!" جان کا لہجہ بالکل بکھرا ہوا تھا عدیل بے بس نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

⚙ ..... ❀ ..... ⚙
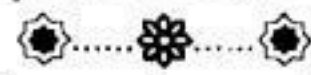
کراچی سے آئے اسے ایک ہفتہ ہوگیا تھا مگر اس کا دل اب بھی صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا جو ہوا اس کی وجہ سے ہوا۔ عیبرہ اسے اتنا غلط سمجھتی تھی کتنا گر گیا تھا وہ اس کی نظروں میں۔ عدیل اسے گھنٹوں سمجھاتا رہتا مگر اس کے کان پر جوں بھی نہ رینگتی۔

"کیسے ہو جان!" آج اس کی ماسی ماں نے اسے فون کیا تھا۔

"ٹھیک۔" اس نے مختصراً کہا۔

"کیا ہوا آواز اتنی مایوس کن کیوں ہے۔" وہ فوراً بھانپ گئیں۔ اس کا دل بوجھل تو ویسے ہی تھا اب برداشت جواب دے گئی تھی۔

"میں ہار گیا ماسی ماں! وہ جیت گئی۔ وہ زندگی بھر کا پچھتاوا چھوڑ گئی ہے میری قسمت میں۔ میں اسے بھول نہیں پارہا نہیں بھول پارہا۔" وہ تڑپ کر رو رہا تھا۔ وہ ان سے وہ سب کچھ کہہ رہا تھا جو وہ اپنی ماما سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

"ریلیکس جان! کون ہے...... کس کے بارے میں بات کررہے ہو؟" وہ گھبرا گئیں اس کے اس طرح تڑپ تڑپ کے رونے سے۔

"وہ ایک مسلمان لڑکی ہے ماسی ماں! اس کا نام عیبرہ عباد ہے۔" جان نے خود کو متحمل کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمان لڑکی!" ماسی ماں نے حیرت سے کہا۔

"جی ماسی ماں!" اور پھر اس نے ایک تسلسل سے انہیں سب کچھ بتادیا۔ وہ بالکل خاموش ہوگئیں۔

"کیا ہوا ماسی ماں! آپ خاموش کیوں ہوگئیں؟" جان کو تشویش ہوئی۔

"ذات خود کو دہرا رہا ہے جان! جس دین سے دور رکھنے کے لیے تمہاری ماں نے اتنے جتن کیے تم اس کے ہی پیروکار بن رہے ہو۔ یہ قدرت کا انصاف ہے۔ حقیقت ہے انسان اپنے اصل سے ہرگز دور نہیں رہ سکتا اور تم بھی نہیں رہ پاؤ گے اپنی حقیقت سے دور۔" ان کا لہجہ خوابیدہ تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری ہر بات کا مفہوم تمہاری ماں کو معلوم ہے۔ وہ تمہیں بہتر طور پر ہر بات بتاسکتی ہے مگر وہ نہیں بتائے گی کیونکہ اپنا اصل چہرہ دکھانے کی اس میں ہمت نہیں ہوگی۔ ہاں شاید تمہارے نانا جان تمہیں حقیقت سے آگاہ کرسکیں کیونکہ وہ خود جس عذاب میں مبتلا ہیں اور جس میں مبتلا ہو کر ان کی بیوی مری اس کے بعد انہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ انہوں نے جو تمہارے باپ کے ساتھ کیا وہ ایک خوف ناک داستان تھی۔" ان کا انداز اب بھی وہی تھا جان اپنی جگہ سن رہ گیا۔

⚙ ..... ❀ ..... ⚙

"جان کیسی طبیعت ہے تمہاری اور تم یہاں کیوں چلے آئے؟ جینی تو بتارہی تھی کہ ڈاکٹرز نے تمہیں آرام کا کہا ہے۔" جان کی اچانک آمد پر وہ حیران رہ گئے۔

"بس میں بہت بور ہورہا تھا مما بھی گھر پر نہیں تھیں میں نے سوچا میں آپ سے مل لوں۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" وہ ان کی ڈھیل چیئر کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں تم خوامخواہ پریشان ہوئے۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"گرینڈ پا! میرے بابا کیسے تھے؟ آپ لوگوں نے تو آج تک مجھے ان کی ایک تصویر بھی نہیں دکھائی۔" رات کو

کھانے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں انہیں لے آیا۔

"بہت ہی اچھا انسان تھا تمہارا باپ، بہت پیار بھی کرتا تھا تم سے۔ جان بند تھی تم میں اس کی۔ اکثر یاد آتا ہے، وہ مجھے۔" انہوں نے پرسوچ لہجے میں کہا۔

"ایک بات پوچھوں گرینڈ پا آپ سے؟" اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں پوچھو؟" انہوں نے شفقت سے کہا۔

"آپ اور ماما، ماسی ماں سے کیوں نہیں ملتے؟ کیا ہوا تھا ایسا جس نے آپ کے دل میں ماسی ماں کے لیے اتنی نفرت بھر دی۔ وہ بھی تو آپ کی ہی بیٹی ہیں پھر آخر کیوں آپ ان کی شکل بھی نہیں دیکھتے؟" جان کا لہجہ الجھن سے پُر تھا۔

"کچھ خاص نہیں، بس اس کے سسرال والوں سے جھگڑا ہوا تھا اسی لیے۔" انہوں نے نگاہیں چرائی تھیں۔

"نہیں گرینڈ پا! آپ غلط بیانی کر رہے ہیں کیونکہ ماسی ماں کے گھر والوں سے میں بھی ملا ہوں آج تک انہوں نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی، کیوں آپ لوگ مجھ سے حقیقت چھپانا چاہتے ہیں؟ آخر ایسا کیا ہوا تھا جسے آپ راز رکھنا چاہتے ہیں؟ کیوں ماسی ماں نے یہ کہا کہ آپ لوگوں نے میرے بابا کے ساتھ جو کیا وہ ایک خوفناک داستان ہے۔ کیا کیا تھا آپ نے بابا کے ساتھ میں جاننا چاہتا ہوں اور سچ جانے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔" جان نے حتمی لہجے میں کہا۔

"حقیقت نہیں بتا سکتا میں تمہیں جان! حقیقت زہر کا گھونٹ ہے، تم نہیں پی پاؤ گے۔" انہوں نے وہیل چیئر کا رخ موڑ لیا مگر جان ان کے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گیا۔

"آپ اس طرح نہیں جاسکتے گرینڈ پا! آپ کو مجھے سچ بتانا ہی ہوگا ہر حال میں۔" جان بضد تھا۔

"نہیں جان! تمہیں کبھی نہ کھونے کے لیے ہم نے وہ سب کیا تھا اور آج تمہیں اپنے ہاتھوں سے نہیں گنوا سکتے۔" وہ گڑگڑانے لگے۔

"آپ مجھے سچ نہ بتا کر بھی گنوا دیں گے۔" انہوں نے دیکھا اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی پسٹل نکالی اور اپنے سر پر رکھ لی۔

"جان......!" ان کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"میں ایسا ہی کروں گا گرینڈ پا! آپ جانتے ہیں جو میں کہتا ہوں وہ کر گزرتا ہوں۔" اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"میں تمہیں سب سچ بتاؤں گا جان! لیکن خود کو کچھ نہ کرنا پلیز اور ہو سکے تو مجھے بھی معاف کر دینا۔" انہوں نے التجا کی اور اس نے پسٹل واپس اپنی جیکٹ میں رکھ لی۔

"تمہاری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے جان! تم ہم میں سے نہیں ہو۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکے۔ "تم جان ویراج چوہان نہیں بلکہ...... اذان دانیال ہو۔" انہوں نے اٹک اٹک کر اپنا جملہ مکمل کیا اور جان کو لگا جیسے آسمان ٹوٹ پڑا ہو، وہ ایک مسلمان تھا اور آج تک اس بات سے بے خبر تھا۔

"تمہارے باپ کا نام دانیال افتخار چوہدری تھا۔ اس نے جینی سے اپنے والدین کے خلاف جا کر شادی کی، عیسائی ہوا مگر بہت جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اسلام دوبارہ قبول کر لیا۔ جس نے جینی کے دل میں اس کے لیے نفرت کا بیج بو دیا اور یہ نفرت تمہاری پیدائش کے بعد مزید بڑھ گئی کیونکہ دانیال نے تمہیں بھی بچپن ہی میں مسلمان بنا دیا۔ اس نے تمہارے کان میں اذان دی، دانیال نے جینی کو چھوڑنے کی دھمکی دیتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا کہا اور جینی نفرت، غم اور غصے کی آگ میں جھلسنے لگی مگر میرے کہنے پر اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تاکہ وہ تمہیں پا سکے اور پھر ہم نے دانیال سے ہمیشگی کا چھٹکارا پانے کی سازش تیار کی، جب تمہاری ماسی ماں کو اس کا پتا چلا تو اس نے ہمیں روکنا چاہا مگر ہم نے اس کی ایک نہ سنی اور اس سے اپنے تمام رشتے ختم کر دیئے۔"

❀......❀......❀
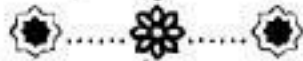
"بولو اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول

ہیں۔" وہ گھر میں داخل ہوا تو اسے جینی کی آواز سنائی دی وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

"کہیں یہ میرا وہم تو نہیں۔" اس نے سوچتے ہوئے قدم آگے بڑھائے تھے وہ تقریباً پندرہ دن بعد گھر آیا تھا۔ اپنی کاروباری مصروفیت کے سبب وہ اکثر گھر سے اتنے لمبے عرصے کے لیے باہر رہتا تھا۔ اس نے جینی کے روم کا رخ کیا آواز وہیں سے آرہی تھی۔ اس نے حیرت سے دیکھا تھا جینی نے شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی اور دوپٹہ بھی سلیقے سے اوڑھا ہوا تھا ورنہ عام طور پر وہ لونگ فراک یا پینٹ شرٹ پہنا کرتی تھی۔

"آپ آگئے دانیال!" وہ اذان کو گود میں اٹھائے اس کی طرف بڑھی۔ "کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم ابھی اذان سے کیا کہہ رہی تھیں؟" دانیال نے پوچھا۔

"میں نے اسلام قبول کرلیا ہے دانیال! میرا نام عاتکہ ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور دانیال کی نگاہوں میں خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات ابھرنے لگے۔

جینی کے مسلمان ہونے سے دانیال بہت خوش تھا۔ زندگی میں جیسے بہاریں ہی بہاریں آگئی تھیں۔ اذان اب قدم اٹھانے لگا تھا۔ اسے ہنستا کھیلتا چلتا پھرتا دیکھ کر دانیال کا سیروں خون بڑھتا مگر نہ جانے کیوں پچھلے کچھ مہینوں سے اس کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔ وہ بوجھل اور تھکا تھکا محسوس کرنے لگا تھا' اکثر آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا اور وہ بے ہوش ہو جاتا۔ عاتکہ اسے ڈاکٹر کی دی ہوئی میڈیسن باقاعدگی سے کھلاتی تھی مگر طبیعت میں کچھ بہتری نہ ہوتی۔

ایک دن اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اسی لیے وہ کمپنی نہیں گیا تھا' اذان کو گود میں اٹھائے اس سے باتیں کرتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کی ملازمہ نے اسے پیچھے سے پکارا تھا۔

"دانیال صاحب!" اس نے پلٹ کے دیکھا۔

"کیا ہوا خیرن؟ سب ٹھیک تو ہے۔" دانیال نے تشویشناک لہجے میں پوچھا۔

"صاحب جی وہ بیگم صاحبہ کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی۔" اس نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"عاتکہ کے بارے میں؟" اس کو حیرت ہوئی۔

"جی صاحب جی! میں کل بازار سے سودا لے کر آرہی تھی تو میں نے بی بی کو چرچ سے نکلتے دیکھا' وہ گھر پر درگاہ کا کہہ کر جاتی ہیں اور حقیقت میں درگاہ نہیں جاتیں اور روزانہ رات میں جو چائے وہ آپ کے لیے بناتی ہیں اس میں بھی وہ کچھ ڈالتی ہیں۔ میں نے چھپ کر انہیں یہ سب کرتے دیکھا ہے۔ صاحب جی! بی بی جی حقیقت میں نہیں بدلی ہیں صرف ظاہری طور پر بدلی ہیں۔" وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"خیرن! تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہی ہو اور کس کے بارے میں کہہ رہی ہو؟ وہ اس گھر کی مالکن ہے۔" دانیال کرخت لہجے میں بولا۔

"مجھے معلوم تھا صاحب جی! آپ میری بات کا یقین نہیں کریں گے اس لیے ہم یہ لے کر آئے ہیں۔" اس نے دوپٹے میں چھپائی ہوئی بوتل نکال کر اس کے سامنے کی تھی۔

"بی بی جی! اس بوتل میں سے کچھ ڈالتی ہیں صاحب جی! ہم نے آپ کا نمک کھایا ہے ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔" دانیال نے حیرت سے اس بوتل کو دیکھا اور کانپتے ہاتھوں سے پکڑا اس پر لکھا تھا "سلو پوائزن" دانیال کے قدموں سے زمین نکل گئی اسے یقین نہیں آرہا تھا کیا عاتکہ ایسا کرسکتی تھی۔ وہ تو اس سے اتنی محبت کرتی ہے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تھی۔ آنکھوں کے آگے ایک بار پھر اندھیرا چھایا اور وہ اردگرد سے بے خبر ہوگیا۔

❁......❁......❁

"بی بی بہت لو ہے' ڈاکٹر نے مکمل بیڈریسٹ بتایا ہے۔ آپ کا منیجر بھی آیا تھا کچھ پیپرز سائن کروانے۔"

ہوش میں آتے ہی جینی نے اسے بتانا شروع کیا مگر وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"کیا ہوا دانیال! آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وہ کھڑکیوں پر پردے ڈالتے ہوئے اس سے مخاطب تھی۔
"آج اماں ابا بہت یاد آ رہے ہیں، پتا نہیں کیوں۔" اس کا لہجہ دکھ سے پُر تھا۔
"دانیال! میں اور اذان ہیں ناں آپ کے پاس آپ خوش رہیں اور اپنی صحت کا خیال رکھیں اور جلد ٹھیک ہوجائیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور دانیال صرف سر ہلا کر رہ گیا۔
دو دن گزر گئے تھے مگر اس کی حالت میں کوئی سدھار نہیں تھا اس دفعہ تو اس سے اٹھنا بھی مشکل تھا۔ ڈاکٹر آیا چیک کرتے، دوائیں چینج کیں اور چلا گیا۔
"عاتکہ! دو دن ہوگئے میں نے اذان کو نہیں دیکھا پلیز ایک بار اسے لے آؤ۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں التجا تھی۔
"دانیال! وہ آپ کو تنگ کرے گا اور ڈاکٹر مسلسل آپ کو آرام کا کہہ رہے ہیں، ایک بار ٹھیک ہوجائیں پھر خوب جی بھر کر کھیلنا اذان کے ساتھ۔" اس نے الماری میں کپڑے جماتے ہوئے کہا۔
"میں اب ٹھیک نہیں ہوں گا عاتکہ! مجھے معلوم ہے۔" دانیال نے مایوس ہو کر کہا۔
"آ..... آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ یک دم بوکھلا گئی۔
"بی بی جی! اذان بابا سیڑھیوں سے گر گئے ہیں۔" باہر سے خیرن کے چیخنے کی آواز آئی اور وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلی۔
"عاتکہ رکو! مجھے بھی لے چلو..... عاتکہ!" دانیال پیچھے سے چیختا رہ گیا۔ کمزوری کے باعث اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ "مجھے میرے بیٹے سے جدا مت کرو جینی! میں مر جاؤں گا۔" وہ اپنی بے بسی پر رو پڑا۔ اسے اپنے ماں بابا یاد آئے تھے۔
"وہ بھی تو اسی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے اور میں نے کتنی کم ظرفی اور احسان فراموشی کا مظاہرہ کیا تھا، انہیں چھوڑ کر اس عورت کو اپنا لیا جو آج میری جان لینے کے درپے ہے۔ جو مجھ سے اتنی نفرت کرنے لگی ہے کہ میرا وجود اسے اس گھر میں بھی برداشت نہیں لیکن میرے ساتھ جو بھی ہوا ٹھیک ہوا، میں نے بھی تو یہی کیا تھا ان کے ساتھ انہیں جیتے جی مار دیا تھا۔ ماں بابا مجھے معاف کردیجیے..... معاف کردیجیے۔" وہ تڑپ تڑپ کر رو رہا تھا مگر آج اس کے آنسو صاف کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

❁.....❁.....❁

ایک مہینہ ہوچکا تھا اسے بیمار ہوئے۔ اب اس کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ کمبل کے اندر لیٹا نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی ہڈیاں بھی نمایاں ہوگئی تھیں۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں، سر کے بال بھی اتر گئے ہونٹوں کا رنگ سیاہ اور جلد سکڑ گئی۔
"خیرن! میرے بیٹے کا خیال رکھنا، اسے میرے دین کے بارے میں ضرور بتانا، اسے بتانا کہ وہ ایک مسلمان ہے لیکن میں جانتا ہوں تم ایسا نہیں کر پاؤ گی مگر پھر بھی ممکن ہو سکے تو میری یہ ڈائری اسے دینا۔" اس نے تکیے کے نیچے رکھی ایک ڈائری نکالی۔
"صاحب جی! میں نے آپ سے کہا تھا ناں مگر آپ نے میرا یقین نہ کیا۔" وہ رونے لگی۔
"نہیں خیرن! اس میں جینی کا کوئی قصور نہیں، یہ میری سزا ہے۔ میں نے جو کیا اپنے ماں باپ کے ساتھ یہ اسی کا پھل ہے۔ بس وہ سب مجھے معاف کردیں اور میرا رب بھی مجھے معاف کردے۔" خیرن کی آنکھوں سے آنسو مزید تیزی سے بہنے لگے۔
"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ دفع ہوجاؤ یہاں سے۔" جینی اندر داخل ہوتے ہی دھاڑی اور خیرن جلدی سے ڈائری اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئی۔
"عاتکہ! اذان کہاں ہے؟ بس ایک بار مجھے اس سے ملوا دو پلیز میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔" وہ بُری

طرح گڑگڑا رہا تھا۔

''بند کرو اپنی بکواس..... میرا نام جینی ہے اتنے مہینوں سے یہ منحوس نام سن سن کر میرے تو کان ہی پک گئے ہیں اور وہ صرف میرا بیٹا ہے اور اس کا نام اذان نہیں جان ہے اور یاد رکھو یہ بات کہ وہ اپنی ماں کے دین پر چلے گا۔ تمہارا دین تو بہت دور تمہارا نام بھی کبھی نہیں جانے گا وہ۔'' آج وہ کھل کر سامنے آ گئی تھی۔

''یہ تو بہت جاندار ہے جینی! اتنے ٹائم سے اسے زہر دیا جارہا ہے مگر اب تک زندہ ہے۔'' جینی کے فادر بولے۔

''میرا دم میرے بیٹے میں اٹکا ہے ایک بار اس سے ملوا دو میں خود بخود مر جاؤں گا۔'' وہ تڑپ کر بولا۔

''تمہارے اس اٹکے ہوئے دم کو ہم خود آزادی دے دیں گے تم فکر نہ کرو بابا فائر بریگیڈ کو فون تو کردیا ناں۔ آخر چوہان ہاؤس کے مالک کے کمرے میں آگ لگی ہے اسے کوئی تو بجھانے آئے گا۔'' جینی بے حد بے رحمی سے بولی۔

''آگ.....؟'' دانیال نے نم لہجے میں پوچھا۔

''ہاں میرے پیارے شوہر..... تمہارے اس کمرے میں آگ لگنے والی ہے اگلے کچھ لمحوں میں۔ ارے تم تو حیران ہو رہے ہو گے کہ ہمیں کیسے پتا؟'' اس کا لہجہ اب بھی بے رحم تھا۔ ''کیونکہ وہ آگ ہم ہی لگانے والے ہیں۔'' اس نے ایک بلند قہقہہ لگایا۔

''میں تو ویسے ہی مر رہا ہوں' مجھے اس طرح تڑپا تڑپا کر مت مارو پلیز انکل' پلیز آنٹی میں.....'' وہ گڑگڑانے لگا۔

''نہیں دانیال! میں تمہیں اسی طرح تڑپا تڑپا کر ماروں گی' تم جیسا دھوکے باز انسان یہی ڈیزرو کرتا ہے۔'' جینی نے نفرت سے کہا اور پھر اپنے ماں باپ کو اشارہ کیا' انہوں نے پیٹرول کا گیلن کھول کر پیٹرول ارد گرد اور بیڈ پر چھڑکنا شروع کردیا۔

''میرا رب گواہ ہے جینی اس سب کا' وہ خود انصاف کرے گا تم چاہ کر بھی سچ کو چھپا نہیں سکو گی۔ میرے مر جانے سے تمہارا اصل چہرہ نہیں چھپ پائے گا۔ میرا بیٹا ضرور جانے گا کہ وہ کون ہے؟ اس کا اصل دین کیا ہے؟ وہ اپنی حقیقت سے دور نہیں رہ پائے گا' میری آواز ہمیشہ اس کے کانوں میں گونجتی رہے گی' ان شاء اللہ۔ مجھے یقین ہے اپنے رب پر' وہ رہنمائی کرے گا اس کی' وہ ذریعہ بنائے گا کسی کو اس کی ہدایت کا۔'' اس نے پُرعزم لہجے میں کہا اور پھر آنکھیں بند کرکے بلند آواز میں کلمہ پڑھنا شروع کردیا' پیٹرول چھڑک کر وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آئے اور دروازہ مضبوطی سے بند کردیا' کھڑکی میں سے ماچس کی تیلی جلا کر اندر پھینکی کمرے نے فوراً ہی آگ پکڑلی' دانیال کی چیخیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں مگر ان کے سفاک دلوں کو کچھ نہ ہوا تھا۔

❁......❁......❁

جان کی آنکھیں آنسوؤں کے سبب دھندلا گئی تھیں' اس کا دل چاہا کہ وہ خود کو شوٹ کرلے۔ ظلم کی یہ داستان اس کی وجہ سے ہی تو رقم کی گئی۔ وہ ہی تو سبب تھا اس کا دل پھٹنے لگا' اس کی برداشت جواب دے گئی' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''جان! کہاں جارہے ہو رکو..... میری بات سنو۔'' وہ وہیل چیئر چلا کر اس کے پیچھے آئے مگر وہ ان کی پہنچ سے بہت دور نکل گیا تھا اس نے کار نہر کے کنارے روکی اور اتر کر بہت تیز تیز چلانا شروع کردیا' اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر منظر کو نوچ لے آج اس عورت کی حقیقت اس کے سامنے آئی تھی جسے وہ دنیا کی عظیم عورت مانتا تھا' وہ زمین پر بیٹھا اور پاگلوں کی طرح گھاس نوچنے لگا ارد گرد کے لوگ حیرت سے اسے دیکھنے لگے' تقریباً سب ہی اسے جانتے تھے وہ اچانک ہی زمین سے اٹھا اور پھر نہر میں چھلانگ لگادی' نہر کا پانی بہت گہرا تھا۔ دو لڑکوں نے اس کے پیچھے چھلانگ لگائی اور اسے ڈوبنے سے بچایا' جب اسے ہوش آیا تو وہ اپنی خالہ کے گھر تھا' اس کا کزن اسے وہاں لایا تھا۔

''کیوں بچایا مجھے..... میں جینا نہیں چاہتا..... مر جانا چاہتا ہوں میں۔ میرا دل پھٹ رہا ہے یہ سوچ سوچ کر کہ میں ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جس نے اپنے ہاتھوں اپنا

گھر تباہ کیا‘ کیوں کیا انہوں نے ایسا؟ کیا قصور تھا میرے بابا کا؟ میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا‘ وہ میری ماں کہلانے کے لائق نہیں‘ ہرگز نہیں۔“ وہ بُری طرح تڑپ رہا تھا‘ اس کی ماسی ماں نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔

”بس میرے بچے بس...... صبر کرو...... جان! صبر کرو۔“ انہوں نے بڑی مشکل سے اسے سنبھالا اسے سکون آور انجکشن دیا تو وہ چند لمحوں بعد پھر بے سدھ ہوگیا۔

صبح جب وہ اٹھا تو اس کی حالت کسی حد تک بہتر تھی۔

”بہت سمجھایا تھا میں نے انہیں لیکن ان تینوں نے میری ایک نہیں سنی‘ ان پر صرف بدلے کا بھوت سوار تھا۔“ انہوں نے افسوس سے کہا۔

”انہوں نے جو کیا سو کیا لیکن اب جو میں کروں گا وہ جینی ڈسوزا کو آخری سانس تک بھگتنا پڑے گا۔“ اس نے نفرت سے پُر لہجے میں کہا اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔

”برائی کی عمر کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو اسے سچائی سے ہارنا پڑتا ہے۔“ انہوں نے جان کو جاتا دیکھ کر سوچا۔

❁ ❁ ❁
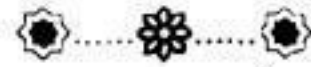
”خیرن بی...... خیرن بی......“ اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی بہت تیز آواز میں پکارا۔

”صاحب! اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ آج نہیں آئیں۔ سرونٹ کوارٹر میں ہی ہیں۔“ خیرن بی کی بیٹی نے کہا وہ الٹے قدم باہر نکلا اور سرونٹ کوارٹر کی طرف بڑھ گیا۔

”خیرن بی...... مجھے وہ ڈائری دیں جو میرے بابا نے مرتے وقت آپ کو دی تھی۔“ اس نے بہت تیز لہجے میں کہا وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

”میں نے کچھ کہا ہے آپ سے؟“ اس نے سخت لہجے میں کہا انہوں نے دیکھا اس کی آنکھیں غم کی شدت سے سرخ ہورہی تھیں مگر وہ بنا کسی سوال کے اپنی الماری کی طرف بڑھ گئیں اور کپڑوں کے نیچے رکھی ایک بلیک رنگ کی ڈائری اٹھا کر لے آئیں۔

”میں نے بہت چاہا صاحب آپ کو یہ دینا مگر بی بی جی نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے آپ کو کچھ بتایا تو وہ میری بیٹی کو...... بس اسی خوف سے میں کبھی کچھ نہ بول پائی۔ بڑے صاحب کے قتل میں پولیس کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ ملالیا تھا‘ اس لیے میں نے خاموش رہنے میں عافیت سمجھی۔“ وہ ڈائری اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈائری پکڑی۔

”آپ کو کس نے بتایا صاحب؟“ انہوں نے پھر کہا مگر وہ بنا کوئی جواب دیئے ان کے کمرے سے نکل گیا۔

❁ ❁ ❁

گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے کچھ آوازیں سنی تھیں وہ دو دن بعد گھر آئیں‘ پرس ٹیبل پر رکھ کر وہ آگے بڑھیں آواز اوپر راہداری سے آرہی تھی۔ ان کا ماتھا ٹھنکا‘ وہ اس بات سے بے خبر تھیں کہ جان سب کچھ جان چکا ہے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر پہنچیں‘ ایک ملازم ہتھوڑا لیے دانیال کے کمرے کے تالے پر ضرب لگا رہا تھا اور جان سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔

”یہ کیا ہورہا ہے جان؟“ وہ پوری قوت سے چلائیں اور تیز قدم اٹھاتی وہاں تک پہنچ گئیں۔ ان کی آواز پر ملازم رک کر جان کو دیکھنے لگا۔

”تم اپنا کام کرو۔“ جان نے کرخت لہجے میں کہا۔

”یہ کیا بدتمیزی ہے جان! تم میری بات کی مخالفت کررہے ہو‘ میں نے تمہیں اس کمرے سے دور رہنے کے لیے کہا ہے اور تم......“

”تاکہ آپ کی اصلیت مجھ سے چھپی رہے ہے ناں مس جینی ڈسوزا۔“ جان نے ان کی بات کاٹتے ہوئے نفرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہورہی تھیں۔

”کک...... کون سی اصلیت؟“ وہ بُری طرح ہکلائیں۔

”وہی اصلیت جو بائیس سال سے آپ نے چھپائی۔ دانیال افتخار چوہدری کی اصلیت......“ اس کے لہجے کی کڑواہٹ ان کا خون خشک کرگئی تھی‘ دروازہ کھل چکا تھا‘

جان انہیں ساکت حالت میں کھڑا چھوڑ کر کمرے میں داخل ہوگیا اور خود ان کے ذہن میں ایک ہی سوچ گردش کرنے لگی تھی کہ شاید وہ اب اپنے بیٹے کو ہمیشہ کے لیے کھو دیں گی۔

❀......❀......❀
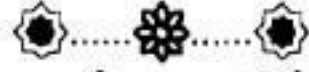
کمرے کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں تھا جو جلنے سے بچ گیا ہو‘ کچھ چیزیں مکمل طور پر جل چکی تھیں اور کچھ ادھ جلی ادھر اُدھر بکھری پڑی تھیں‘ کمرے میں ہر جگہ بڑے بڑے جالے لگے تھے‘ اندر داخل ہوتے ہوئے اسے اپنے کانوں میں وہ دل خراش چیخیں سنائی دے رہی تھیں‘ آج وہ سمجھ رہا تھا اس کمرے سے آنے والی آوازوں کی وجہ‘ کوئی اتنا سخت دل کیسے ہوسکتا ہے اسے ایک بار پھر غم کا دورہ پڑنے لگا اس کا دل چاہا کہ ہر شے کو توڑ دے اس کی آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح بہہ رہے تھے اس نے ادھ جلی الماری کی طرف قدم بڑھائے‘ اس میں موجود تقریباً تمام چیزیں جل چکی تھیں مگر اس نے دیکھا ایک گہرے ہرے رنگ کے کپڑے میں کوئی کتاب بندھی رکھی تھی‘ آگ اور مٹی سے محفوظ تھی‘ اس نے کپڑے میں بندھی ہوئی وہ چیز اٹھائی اس کے نیچے بھی اسے کچھ نظر آیا شاید وہ کوئی تصویر تھی۔ اس نے اٹھا کے دیکھا تصویر کچھ دھندلائی ہوئی تھی‘ اس نے تصویر کو صاف کیا ایک شخص اسے ہو بہو اپنے جیسا لگا‘ وہ یقیناً اس کے بابا تھے۔ ان کے ساتھ ایک باوقار ضعیف العمر آدمی تھا اور ایک خاتون بھی۔ خاتون کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی‘ اس لڑکی کے خدوخال اسے کچھ واقف محسوس ہو رہے تھے۔

”کہاں دیکھا ہے میں نے یہ چہرہ.....“ وہ سوچ کے گھوڑے دوڑانے لگا۔

”یہ تصویر تو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے پھر کہاں مل سکتا ہوں میں اس لڑکی سے اور اب تک تو یہ لڑکی ایک خاتون بن چکی ہوگی۔“ اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔

”باہر بہت ٹھنڈ ہے اندر آجاؤ‘ میری بیٹی کا نام عالیانہ عباد ہے۔“ وہ رات اس کے ذہن میں گھوم کر رہ گئی جب وہ عدیل کے ساتھ عبیرہ کے گھر گیا تھا۔

”اوہ مائی گاڈ......“ حیرت کے سبب اس کے منہ سے نکلا۔ ”اگر یہ لڑکی عبیرہ کی مدر ہیں تو ان کا میرے بابا سے کیا رشتہ ہے؟“ اس کا ذہن الجھا۔ ”اس کا جواب خیرن بی دے سکتی ہیں۔“ وہ تصویر اور ہرے کپڑے میں بندھی وہ چیز لیے خیرن بی کے پاس پہنچا وہ تصویر دیکھ کر خیرن بی نے جو رشتہ بتایا اس نے جان کو ہلا کر رکھ دیا۔ عبیرہ کی مما اس کے بابا کی بہن تھیں۔ وہ گھر سے باہر جانے والی سیڑھیوں پر آ بیٹھا۔

”قدرت بھی کیا راز انسان پر کھولتی ہے کہ وہ کچھ بولنے کے لائق نہیں رہتا۔ میں بھی آج کچھ بولنے کے لائق نہیں رہا اگر وہ میرے اتنے قریبی رشتوں میں سے ایک تھی تو پھر یہ بات مجھے اس کے جانے کے بعد کیوں پتا چلی؟ اگر مجھے یہ بات پہلے پتا چل جاتی تو میں کبھی بھی اسے جانے نہ دیتا۔“ اس نے حسرت سے سوچا اور پھر اٹھنے لگا‘ تبھی اس کی نظر ہاتھوں میں موجود ہرے کپڑے میں بندھی اس چیز پر پڑی اس نے وہ کپڑا کھولا اندر سے بلیک رنگ کی ایک کتاب نکلی جس کے فرنٹ کور پر گولڈن رنگ سے چاروں طرف باؤنڈری بنی تھی‘ گولڈن رنگ کے پھول بنے تھے جن میں مختلف رنگ بکھرے تھے گولڈن سے ہی پھولوں کے درمیان کچھ لکھا تھا مگر وہ زبان جان کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس نے کتاب کھول کر دیکھا تو پہلے ہی صفحے پر اردو میں لکھا تھا۔

”قرآن کریم۔“ یہ نام پڑھ کر جان کو ایک جھٹکا لگا‘ یہ نام اس نے عبیرہ کے منہ سے کئی بار سنا تھا مگر وہ پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا‘ یہ وہ عظیم کتاب تھی جو عبیرہ کو حرف بہ حرف یاد تھی۔ نہ جانے کیا رعب تھا اس کتاب میں‘ جان کا دل بہت تیز دھڑکنے لگا۔ اس نے وہ کتاب دوبارہ اسی ہرے کپڑے میں لپیٹ دی‘ وہ کتاب یقیناً بہت بابرکت‘ جلال وقدرت اور رتبے والی کتاب تھی۔ اسی لیے وہ اسے مزید نہیں دیکھ پایا تھا اور نہ ہی خود کو اسے چھونے کے لائق سمجھ رہا تھا۔

⚙......⚙......⚙

''جان! میرا یقین کرو میں نے جو کچھ کیا صرف تمہارے لیے کیا' تمہیں پانے کے لیے۔'' وہ اچانک ہی اس کے کمرے میں آ کر بولنا شروع ہوگئیں۔ جان اس وقت اپنی الماری میں کچھ ڈھونڈنے میں مصروف تھا' اس نے ان کی بات نظر انداز کردی اور اپنے کام میں مصروف رہا۔

''جان! میں تم سے بات کررہی ہوں۔'' انہوں نے اس کا بازو پکڑا اور جان نے ایک سرد نگاہ ان کے ہاتھ پر ڈالی۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر انہوں نے ہاتھ پیچھے کرلیا اور وہ ایک بار پھر کچھ ڈھونڈنے میں مصروف ہوگیا۔ انہوں نے دیکھا اگلے لمحے ہی اس کے ہاتھ میں کسی کا وزیٹنگ کارڈ تھا۔

''جان! ایک بار میری بات تو سن لو'' انہوں نے ایک بار پھر اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا مگر جان نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''نفرت ہے مجھے آپ سے' گھن آتی ہے آپ سے۔ میں آپ کو اپنی ماں تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں' میں صرف اور صرف دانیال افتخار چوہدری کا بیٹا ہوں۔ اس انسان کا جس کی محبت کا خون کیا آپ نے۔ وہ انسان جو یہ جانتا تھا کہ آپ اسے زہر دے رہی ہیں مگر پھر بھی اس نے وہ زہر پیا کیونکہ وہ خود کو سزا دینا چاہتے تھے کہ انہوں نے آپ جیسی عورت کے لیے اپنے محبت کرنے والے ماں باپ کو چھوڑا۔'' جان نے اشکبار آنکھوں سے کہا۔

''یہ جھوٹ ہے جان! تمہیں میرے خلاف بھڑکایا جارہا ہے۔'' انہوں نے جھوٹ کا سہارا لینا چاہا۔

''یہ سچ ہے مس جینی ڈسوزا کیونکہ یہ سب کچھ میرے بابا نے اپنی سسکتی زندگی کے آخری ایام میں اپنی اس ڈائری میں لکھا تھا اور مرتا ہوا آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔'' اس نے ڈائری ان کی نگاہوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا' وہ کچھ بول نہ سکیں۔

''بی بی جی! آپ کے گھر سے فون آیا تھا آپ کے بابا کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔'' ملازمہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا......؟'' وہ تیزی سے کمرے سے باہر کی طرف بڑھ گئیں۔

⚙......⚙......⚙

''میں نے کہا تھا ناں آپ سے مسٹر جان! کہ آپ بہت جلد مجھ سے ملیں گے۔'' وہ اس وقت پروفیسر خالد عباسی کے آفس میں بیٹھا تھا جہاں کچھ عرصہ پہلے سنیتا آئی تھی عبیرہ کے ساتھ اسلام قبول کرنے۔

''آپ کو اور عبیرہ کو آنے والے وقت کا اندازہ کیسے ہوجاتا ہے' آپ لوگوں کے دلوں کو کیسے پڑھ لیتے ہیں؟'' جان کا لہجہ الجھا ہوا تھا' وہ مسکرائے۔

''یہ ہمارا اپنے رب پر یقین ہے کہ ہم صرف اندازہ لگاتے ہیں اور وہ ہمارے اندازوں کو پورا کردیتا ہے۔ اللہ عزوجل کی ذات ایک یقین ہے' اس پر انسان جتنا زیادہ یقین کرتا ہے اسے خود سے بہت قریب پاتا ہے۔'' ان کا لہجہ بہت ٹھنڈا اور معطر تھا۔

''آپ کی باتیں بالکل عبیرہ جیسی ہیں۔'' جان نے مدھم لہجے میں کہا۔

''میری نہیں عبیرہ کی باتیں میری جیسی ہیں کیونکہ عبیرہ میری اسٹوڈنٹ ہیں۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ جانتے ہیں عبیرہ اور اس کی فیملی کے ساتھ جو ہوا؟'' نہ جانے کیوں اس نے یہ سوال کیا۔

''ہاں جان! مجھے معلوم ہے اور مجھے اس کا بہت دکھ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اللہ پاک عبیرہ کو اس کی اتنی قربانیوں کا بہت بہترین انعام دے گا۔'' انہوں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا اور وہ کچھ سمجھ نہیں پایا۔

''ویسے آپ میرے پاس کس لیے آئے ہیں' اسلام قبول کرنے؟'' انہوں نے بلا جھجک کہا اور وہ چند ثانیے انہیں دیکھتا رہا پھر مخاطب ہوا۔

''نہیں...... کیونکہ میں مسلمان ہوں اور میرا نام اذان ہے۔'' اس کی یہ بات انہیں چونکا گئی۔

''مسلمان......؟ اس دن جب میں نے آپ سے کہا تھا تو آپ کو بہت غصہ آیا تھا۔'' انہوں نے نہ سمجھنے والے لہجے میں کہا۔

''کیونکہ اس دن مجھے بھی نہیں معلوم تھا کہ میں مسلمان ہوں۔'' جان نے اسی طرح کہا۔

''کیا مطلب؟'' وہ حیرت زدہ رہ گئے اور جان نے کچھ سوچتے ہوئے دھیمے دھیمے انہیں سب کچھ بتانا شروع کیا۔ اس کے بات کرنے کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئے۔

''بے شک آپ پیدائشی اور وراثتی طور پر مسلمان ہیں مگر عملی طور پر آپ اتنے سال سے عیسائی ہیں کہ آپ کا مسلمان ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے۔'' انہوں نے توجیح پیش کی۔

''تو آپ کے مطابق مجھے اسلام قبول کرنا چاہیے؟'' جان کا انداز سوالیہ تھا۔

''جی ہاں' کیوں کیا آپ ایسا نہیں چاہتے؟'' انہوں نے جانچنے والے لہجے میں کہا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے مسٹر عباسی! کیونکہ میں نے عبیرہ سے کہا تھا کہ میں اس کے لیے مسلمان ہونا چاہتا ہوں تب عبیرہ نے مجھے دھوکے باز کہا تھا' مجھے ڈر ہے کہ اب عبیرہ کا رب بھی مجھے ایسا ہی نہ سمجھ بیٹھے حالانکہ اب میں عبیرہ کو پالینے کے ارادے سے اس دین میں داخل نہیں ہورہا بلکہ اس ہستی کو سمجھنے کے لیے اس دین کا حصہ بننا چاہتا ہوں جس سے عبیرہ بے حد محبت کرتی ہیں۔'' جان نے اپنے دل کی ہر بات ان سے بیان کردی تھی۔

''تمہیں پتا ہے جان! اللہ پاک بے نیاز ہے وہ دلوں کے حال جانتا ہے مجھے یقین ہے کہ تمہارے اس ڈر پر ہی اس نے تمہیں بخش دیا ہوگا۔ تم اس کی اپنے بندے سے محبت کو سمجھ نہیں پاؤ گے۔ وہ ستر ماؤں کے برابر اپنے ایک بندے سے پیار کرتا ہے اور جب وہ ہم سے اتنی محبت کرتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی صرف اسی سے ایسی محبت کریں جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔'' وہ انتہائی جذب سے کہتے چلے گئے اور پھر انہوں نے آنکھیں بند کیں۔

انہوں نے پہلا کلمہ پڑھنا شروع کیا اور جان نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ایک ہی سانس میں پڑھا' اس نے پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کی کیونکہ یہ کلمہ کئی بار وہ خواب میں عبیرہ کے ساتھ دہرا چکا تھا اور اس وقت بھی پڑھتے ہوئے اس کے کانوں میں عبیرہ کی آواز گونجی مگر اس نے نظر انداز کردی اس کی آواز وہ شرک سے محفوظ رہنا چاہتا تھا اور یقیناً کہیں نہ کہیں عبیرہ کی محبت اسے شرک محسوس ہوئی تھی اور وہ نم آنکھوں سے مسکرا رہا تھا' بہت سکون محسوس ہورہا تھا۔

''مجھے بہت سکون مل رہا ہے' مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے ہر خواب کو تعبیر مل گئی ہو جن میں' میں نے خود کو اندھیروں' ویرانوں اور دلدلوں میں پایا اور پھر نور کی ایک روشنی کو اپنا رہنما پایا۔ کیا میں اندھیروں میں تھا اب تک؟ ہاں یقیناً......'' وہ بے خود ہوکر کہہ رہا تھا' وہ مسکرادیے۔

''آپ اپنا نام اذان ہی رکھنا چاہیں گے؟'' انہوں نے متبسم لہجے میں پوچھا اور وہ کچھ سوچ میں پڑ گیا۔

''مجھے احمد نام بہت پسند ہے اس کے معنی ہیں سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔'' اسے عبیرہ کا ایک اسٹوڈنٹ کو کہا جانے والا جملہ یاد آیا۔

''کیا میرا نام احمد اذان ہوسکتا ہے؟'' اس نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

''کیوں نہیں' بہت خوب صورت امتزاج ہے تو آج سے آپ احمد اذان ہیں' احمد......'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مسکرادیا۔

❁......❁......❁

صبح اٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا دو سے تین بار یہ یقین کرنے کے لیے کہیں وہ بھول تو نہیں گیا مگر اسے یاد تھا۔ اس نے نہانے کے دوران بھی کلمہ پڑھا اور سر کے بال سے لے کر پاؤں کے ناخن تک پورے جسم کو اس طرح رگڑ رگڑ کر دھویا جیسے وہ پانی کے ساتھ جسم کا میل ہی نہیں بلکہ شرک اور گناہوں کی گندگی کو بھی دور کررہا ہو۔ آج

نہا کر اسے جو سکون ملا وہ شاید پہلے کبھی نہیں ملا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کلمہ اب بھی اس کے دل میں جاری تھا۔ اس نے اپنی الماری کھول کر اس میں رکھا قرآن پاک نکالا آج اس پاک کتاب کو ہاتھ لگاتے ہوئے اسے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا بلکہ تسکین مل رہی تھی۔

''آج مجھے سمجھ آ گیا ہے عیرہ! کہ آپ اتنی پُرسکون کیوں رہتی تھیں۔ حقیقتاً دین کی جامعیت اس کا مکمل ہونا آپ کو پُرسکون رکھتا تھا' جیسے آج میں بھی بہت پُرسکون ہوں۔'' اس نے سوچتے ہوئے قرآن پاک کھولا اور اوراق کو بغور دیکھنے لگا گو کہ آج بھی وہ زبان سمجھنے سے قاصر تھا مگر آج اسے دیکھتے ہوئے اذان کو راحت مل رہی تھی۔

وہ جلد از جلد گھر چھوڑنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اسے خود پہلے کوئی جاب تلاش کرنی تھی اسی لیے دو تین کمپنیز میں اس نے اپنی سی وی سینڈ کی' تینوں ہی جگہ سے اسے مثبت جواب ملا تھا۔ اس نے ایک رپورٹر کی حیثیت سے شہر کی مشہور ادارے کو جوائن کر لیا۔

❁ ...... ❀ ...... ❁
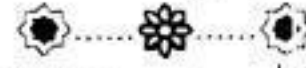
وہ زندگی میں پہلی بار ایسے دور میں آیا تھا جہاں وہ ہر اس آرام اور آسائش سے محروم ہو گیا تھا جو وہ آج تک دیکھتا آیا تھا مگر وہ پھر بھی مطمئن تھا۔ کمپنی کی طرف سے ملنے والا اپارٹمنٹ اس کے ساتھ تین اور لوگ شیئر کرتے تھے۔ آفس سے آنے کے بعد وہ اپنے لیے کھانا بھی پکاتا اور ہر کام کرتا تھا۔ رات وہ عیرہ کی دی ہوئی کتاب پڑھتا گو کہ اس کتاب کو وہ کئی بار پڑھ چکا تھا۔

''اذان! تم اتنے مذہبی ہو مگر میں نے کبھی تمہیں نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔'' آج ویک اینڈ نائٹ تھی اس کے تینوں کولیگز بھی گھر پر ہی تھے ان میں سے ایک نے اچانک ہی اسے مخاطب کیا۔

''نماز......؟'' اس نے پُرسوچ لہجے میں کہا۔

''ہاں کیوں تمہیں نماز نہیں پتا؟'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں......'' اذان نے یک لفظی جواب دیا۔

''مذاق کر رہے ہو ہیں ناں......'' اس نے تصدیق چاہی تھی۔

''نہیں۔'' اس نے اب بھی اسی انداز میں کہا اور اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا۔

❁ ...... ❀ ...... ❁

''اللہ پاک کی حمد و ثنا کا بیان اس کی مخلوق کے اختیار سے باہر ہے۔ خود اللہ پاک اپنے نور کا بیان اس طرح فرماتا ہے: ''اللہ نورِ ہدایت دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا' اس کے نورِ ہدایت کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے اور اس میں ایک چراغ ہے (اور) وہ چراغ ایک قندیل میں ہے (اور وہ قندیل طاق میں رکھا ہے اور) وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمک دار ستارہ ہو (اور) وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون (کا درخت) ہے جو (کسی آڑ کے) نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ ہے۔ اس کا تیل اس قدر صاف اور سلگنے والا ہے کہ اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے خود بخود جل اٹھے گا اور جب آگ بھی لگ گئی تب نورٌ علیٰ نور ہے اور اللہ اپنے اس نورِ ہدایت تک جس کو چاہتا ہے راہِ ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے یہ مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

ان جملوں کے ساتھ پوری محفل سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی وہ سب سے پیچھے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا' مسٹر عباسی کے گھر شاید درس تھا وہ ایک اونچی کرسی پر بیٹھے تھے اور باقی تمام لوگ قالین پر۔

''نورِ ہدایت۔'' وہ سوچنے لگا اسے ہر بار ایک نور دکھایا گیا وہ اس نور سے محروم نہیں رکھا گیا اور اس نورِ ہدایت کا ذریعہ دو لوگ بنے تھے ایک عیرہ اور دوسرے اس کے بابا۔ اس دن اسپتال میں اس نے انہی کو تو دیکھا تھا خواب میں۔ وہی تو تھے جنہوں نے اسے اس

دلدل سے نکالا تھا‘ اس کے قلب کو یاد دلایا تھا کہ وہ حقیقتاً ایک مسلمان کا دل ہے۔

’’السلام علیکم اذان!‘‘ مسٹر عباسی کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں۔ محفل برخاست ہوگئی تھی اور لوگ جاچکے تھے۔

’’وعلیکم السلام۔‘‘ اس نے سیدھے ہوکر بیٹھتے ہوئے کہا۔

’’خیریت‘ ایک مہینہ بعد آپ کو ہم کیسے یاد آگئے؟‘‘ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

’’میں نماز سیکھنا چاہتا ہوں۔‘‘ اس نے بلاتوقف کہا۔

’’اچھی بات ہے لیکن نماز سیکھنے سے پہلے آپ کو یہ پتا ہونا چاہیے کہ نماز کا مقصد کیا ہے؟ آخر کیوں نماز پڑھتا ہے اللہ کا بندہ؟ اور کیوں اسے ارکان اسلام میں دوسری بڑی حیثیت دی گئی ہے؟‘‘ وہ ایک تسلسل سے بول رہے تھے۔

’’مجھے نہیں معلوم‘ شاید ثواب کے لیے۔‘‘ اس نے صاف گوئی سے کام لیا۔

’’ثواب کمانے کے تو بہت سے طریقے ہیں‘ ایک بار سبحان اللہ کہو تو بھی ثواب ملے گا۔ راستے سے پتھر ہٹاؤ تو بھی ثواب ملے گا غرض یہ کہ جو بھی کام اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے اسے ثواب ملے گا تو پھر آخر نماز کی ضرورت کیوں ہے؟‘‘ انہوں نے اس کی توجیہہ کو غلط قرار دیا‘ اب کی بار وہ خاموش رہا۔

’’اذان! نماز کے مقصد کو سمجھنے کے لیے ہمیں پہلے یہ پتا ہونا چاہیے کہ مسجود (جس کو سجدہ کیا جائے) کون ہے اور ساجد کون؟ مسجود کے کیا حقوق ہیں اور ساجد کے کیا فرض؟‘‘ انہوں نے نرمی سے کہا۔

’’مسجود صرف ایک ہی ہستی ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے جب کہ ساجد ہم سب ہیں جو اسے مانتے ہیں۔ مسجود کا یہ حق ہے کہ صرف اسی سے مانگا جائے اس کے آگے جھکا جائے اس سے اپنی محبت کا اظہار بہت تابعداری سے کھڑے ہوکر (قیام) گھٹنوں پر جھک کر (رکوع) اور ناک و پیشانی کو زمین پر رگڑ کر (سجدہ) کیا جائے اور یہ تمام کام ایک ساجد کے فرائض ہیں اور بنیادی طور پر یہی نماز ہے۔‘‘ انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

’’نماز کے فرائض اس کے ظاہری ارکان ہیں اور باطنی ارکان نماز کی روح ہیں یعنی جب انسان اپنے واحد و دانا رب کے روبرو قیام میں ہو تو دل سے یہ تسلیم کرے کہ وہ عظیم الشان ہے اور ہم کچھ بھی نہیں۔ جب رکوع میں جھکے تو یہ احساس بندگی حاوی ہو کہ ہم بااختیار نہیں حقیقی اختیار صرف رب کائنات کے پاس ہے اور وہ جیسے چاہے ہمیں جھکائے اور جب سجدہ میں جائے تو اس بات کو ذہن نشین کرے کہ ہم اسی مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں اور ہمیں اس مٹی میں ملنا ہے۔ یہی ہماری حقیقت ہے جب ان جذبوں اور احساسات کے ساتھ انسان اپنے رب کے روبرو جھکتا ہے تو وہ رب کائنات اسے اپنے مقرب اور صالح بندوں میں شامل کرلیتا ہے۔ وہ ایک تسلسل سے کہتے چلے گئے اور اس کا دل ان کی ہر بات کو اپنے اندر جذب کرتا چلا گیا۔

❁......❁......❁
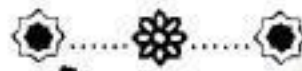
بہت جلد ہی اس نے نماز سیکھ لی تھی اور دین اسلام کے دوسرے ارکان کے بارے میں معلومات حاصل کرلی تھیں۔ مسٹر عباسی کی بدولت اسے ایسی اسلامک بکس پڑھنے کا موقع ملا جن کی وجہ سے اس کے ذہن کی تمام الجھنیں دور ہوگئی تھیں۔ وہ جان چکا تھا کہ وہ جس راستے پر تھا وہ ایک تاریک راستا تھا ویسا ہی تاریک راستا جس پر وہ خواب میں چلتا تھا۔ جس کے اختتام پر ایک تنگ گلی آتی تھی آج وہ اس تنگ گلی کا اور دلدل کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

’’جہنم۔‘‘

مسٹر عباسی کے پاس ہی اس نے قرآن پاک پڑھنا تفسیر سمجھنا اور قرأت بھی سیکھنا شروع کیا تھا‘ ایک سال گزر چکا تھا اس دوران کئی بار اس کی ملاقات عدیل سے ہوئی تھی‘ عدیل اس کے اسلام قبول کرنے سے‘ بہت خوش تھا۔

❁......❁......❁
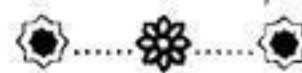
''اذان! آج تمہیں ایک اہم رپورٹنگ کے لیے جانا ہے' چوہان کمپنی کا دیوالیہ ہوگیا ہے تمہیں اس کی مالکن سے ملنا ہے اور اس کی وجہ پوچھنی ہے اور انٹرویو کرنا ہے۔'' اس کے منیجر نے اسے اپنے آفس میں بلایا تھا وہ کچھ لمحے بول نہیں پایا۔

''سر! میں وہاں نہیں جاسکوں گا آپ کسی اور کو بھیج دیں۔'' اس کا دماغ ماؤف سا ہونے لگا۔

''کیا مطلب نہیں جاسکتے؟'' منیجر نے نہ سمجھنے والے لہجے میں کہا۔ وہ پھر خاموش ہوگیا۔

''اذان! کیا بات ہے آج تک تم نے بہت اچھا کام کیا ہے' کبھی کسی کام سے منع نہیں کیا پھر آج...... کوئی پرابلم ہے؟'' منیجر نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

''ایک پرسنل میٹر ہے سر! آپ کبیر کو بھیج دیں۔'' اس نے بہانہ بنایا اور منیجر نے مزید کچھ نہ پوچھنا مناسب سمجھا۔ وہاں سے نکل کر اس نے سب سے پہلے ماسی ماں کو فون کیا اور انہیں کہا کہ وہ جینی کو اپنے پاس رکھیں اور جینی کے تمام اخراجات کی ذمہ داری وہ خود اٹھائے گا۔

دن رات یونہی گزر رہے تھے قرآن پاک مکمل کرنے کے بعد اب وہ حفظ پر کاربند ہوچکا تھا۔ مسٹر عباسی اسے مختلف محفلوں میں بھی لے جاتے اور ان کے ساتھ ہی وہ پہلی بار حج پر بھی گیا۔ دل کی کیفیات اس پاک دربار میں پہنچ کر ناقابل بیان ہوگئی تھیں' اس کی آنکھوں سے آنسو لمحہ بھر بھی خشک نہ ہوئے تھے' سر شرمندگی اور ندامت کے احساس سے جھکا جارہا تھا' کیا وہ اس لائق تھا کہ یہاں کھڑا ہوتا' کیا اس کا گزشتہ ہر گناہ معاف کردیا گیا' اس نے بابا کی اور عبیرہ کی طرف سے حج کیا اور بابا کی مغفرت اور عبیرہ کی سلامتی کی دعائیں بھی مانگی تھیں۔

❁......❁......❁
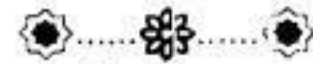
آج مدرڈے تھا اور اسے کوریج کے لیے اولڈ ہوم جانا تھا' وہاں پہنچ کر اس نے انٹرویوز لیے' ہر ایک کی اپنی دکھ بھری داستان تھی۔ اسے دکھ ہورہا تھا لوگوں کی سفاکی پر' اولاد اتنی بے رحم بھی ہوسکتی ہے۔

''وہاں ایک عورت بیٹھی تھی ہم اس سے بھی پوچھیں اس کی داستان۔'' کیمرہ مین نے اس کی توجہ دلائی اس نے پلٹ کے دیکھا۔

''ہاں' چلو۔'' انہوں نے پیش قدمی کی۔

''السلام علیکم اماں جی!'' اس نے قریب پہنچ کر کہا۔ اس عورت نے سر اٹھا کر دیکھا اور وہ یک دم خاموش ہوگیا۔

''کیا ہوا سر!'' کیمرہ مین نے اسے مخاطب کیا۔

''کیمرہ بند کردو۔'' اس کا لہجہ ڈوبا ڈوبا تھا۔

''کیا؟'' کیمرہ مین نے حیرت سے کہا۔

''کیمرہ آف کردو۔'' اس کا انداز سخت تھا۔ کیمرہ مین پیچھے ہٹ گیا' وہ اسے پہچان چکی تھیں۔

''جان...... تم...... میری عبیرہ......'' وہ رونے لگی تھیں۔

''میں اب جان نہیں ہوں آنٹی! میرا نام اذان ہے اذان دانیال۔ میں دانیال افتخار چوہدری کا بیٹا ہوں' آپ کے بھائی کا بیٹا۔'' اس نے ان کے برابر بیٹھ کر ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''تم دانیال بھائی کے بیٹے ہو؟'' ان کے لہجے میں حیرت در خوشی تھی۔ ''میرے دل نے کہا تھا اس رات کہ تم دانیال بھائی کے بیٹے ہی ہوگے یقیناً' تمہارا چہرہ تمہاری آواز ہر انداز دانیال بھائی جیسا ہی ہے۔ میں چونکی تھی مگر کہہ نہیں پائی تھی۔'' انہوں نے روتے ہوئے اسے اپنے گلے لگالیا۔ وہ اسی دن انہیں اپنے ساتھ اپنے فلیٹ پر لے آیا جو اسے پروموشن کے طور پر اس کے ادارے کی طرف سے ملا تھا اور ساتھ ہی ایک نیو برانڈڈ کار بھی۔ اس نے انہیں سب کچھ بتایا' دانیال کے بارے میں بھی اور جینی کے بارے میں بھی اور عبیرہ کے بارے میں پوچھنے پر اس نے اس رات اپنے اور عبیرہ کے درمیان ہونے والی باتیں اور پھر عبیرہ کے لاپتا ہوجانے کے بارے میں بھی بتادیا تھا۔

❁......❁......❁

اس کے کام سے خوش ہوکر اس کے ادارے نے اس کی کراچی برانچ میں پوسٹنگ کردی تھی اور کراچی آکر اس

نے سب سے پہلے عمیرہ کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس نے خود کو مزید مصروف کرنے کے لیے اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر اپنا ذاتی چینل لانچ کیا جو چند مہینوں میں ہی بہت کامیاب ہوگیا تھا۔ بہت کم وقت میں وہ شہرت کی بلندیوں کو چھونے لگا تھا مگر جس قدرت شہرت اسے ملی تھی اس کے انداز میں اتنی ہی سادگی اور عجز آ گیا تھا۔ وہ..... اب وہ انسان نہ رہا جسے اللہ کی محبت کا علم نہ تھا' آج وہ اپنے ہر سوال کا جواب جان چکا تھا' آج اسلام کو لے کر اس کے ذہن میں کوئی الجھن باقی نہ رہی تھی' وہ ایک مکمل صالح مسلمان بن گیا تھا۔

❀......❀......❀
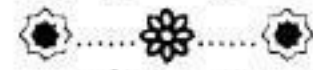
"ہم آپ کی بیٹی کو لینے نہیں صرف ملنے آئے ہیں' آپ بے فکر رہیں مسز یامین!" وہ کچھ لمحات قبل ہی اپنی اماں کے ساتھ طوبیٰ کے گھر آیا تھا۔ وہ طوبیٰ سے ملنا چاہتی تھیں۔

"نہیں نہیں بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو خود آنے والی تھی آپ دونوں کو طوبیٰ کی شادی کے لیے مدعو کرنے' آیئے بیٹھیے۔" انہوں نے لاؤنج میں رکھے صوفوں کی طرف اشارہ کیا اور ایک ملازم سے طوبیٰ کو بلانے کے لیے کہا۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟ طوبیٰ بتارہی تھی کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" وہ اب اذان کی اماں سے مخاطب تھیں۔

"ہاں اب تو بہتر ہے۔ عالیانہ کی شادی طے ہوگئی ہے؟" انہوں نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! طوبیٰ کے بابا کے دوست کا بیٹا ہے۔ بچپن سے دیکھا بھالا ہے' اچھے لوگ ہیں آپ شادی میں ضرور آیئے گا' میں ان سے ملواؤں گی آپ کو بہت خوشی ہوگی۔" ان کا لہجہ بہت شائستہ تھا اور اذان کی اماں کو بہت خوشی ہورہی تھی کہ ان کی بیٹی نے ایک اچھے ماحول میں پرورش پائی تھی۔

"السلام علیکم!" طوبیٰ نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"وعلیکم السلام!" ان دونوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" طوبیٰ نے ان کے برابر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"اب تو بالکل ٹھیک ہے۔" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا' ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"پلیز آپ روئیں مت' مجھے دکھ ہوتا ہے اور شرمندگی بھی کہ آپ کو میں پہچان نہیں پارہی۔" اس کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا! یہ تو خوشی کے آنسو ہیں' تم اتنی اچھی جگہ ہو' تمہیں خوش دیکھ کر میرے دل کی وہ بے چینی اور خوف دور ہوگیا' بس جلد تمہیں دلہن کے روپ میں دیکھ لوں تو دل ہر فکر سے آزاد ہوجائے گا۔" انہوں نے وضاحت پیش کی اور وہ مسکرا کر رہ گئیں۔

❀......❀......❀

"وائٹ کاٹن کا سوٹ گرین اور بلو کلر کا پٹکا اور پشاوری سینڈل' کیا بات ہے جناب! کہاں کی تیاری ہے؟" کاشان نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ پٹکا مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ چھچھورا سا لگ رہا ہے۔" اس نے آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"چھچھورا نہیں' انسانوں والا لگ رہا ہے۔ ویسے جا کہاں رہے ہو؟" اس نے ایک بار پھر پوچھا۔

"اماں نے زبردستی پہنادیا' میں نے منع بھی کیا تھا۔" وہ اپنی ہی کہتے ہوئے کاشان کی بات کو نظر انداز کررہا تھا۔

"ارے یار اتنے ہینڈسم لگ رہے ہو' محفل کی لڑکیاں تو تمہارے ہی پیچھے ہوں گی۔" اس نے بلا جھجک تبصرہ کیا اور اذان نے گھور کر اسے دیکھا۔

"اچھا بابا سوری! مذاق کررہا تھا ویسے اب تو بتادو جا کہاں رہے ہو؟" اس نے ایک بار پھر پوچھا۔ اذان نے ایک بار پھر اس کی بات کو نظر انداز کیا اور ڈوپٹا بیڈ کی طرف اچھالتا الماری کی طرف بڑھا اور الماری میں سے ایک بلیک رنگ کی شال نکال کر اپنے کندھوں پر ڈال لی۔

"ہوں' اب لگ رہا ہوں میں احمد اذان!" اس نے

پرسکون ہوتے ہوئے، کاشان کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی جواب کا منتظر تھا۔

''طوبیٰ کا مایوں کا فنکشن ہے اسی میں جارہے ہیں۔'' کاشان کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ پل بھر کو پھیکی پڑی تھی مگر پھر ابھر آئی۔

''شکریہ اذان! آپ کی بدولت مجھے اپنی غلطی سدھارنے کا موقع ملا۔ نانو بی بہت خوش ہوئیں بہت زیادہ اور انہوں نے میرے لیے ایک کھونٹا بھی ڈھونڈ لیا ہے جس سے وہ مجھے باندھنا چاہتی ہیں۔ میں نے بھی اب کی بار کوئی تردید نہیں کیا' کسی خفگی کا اظہار نہیں کیا' جب ہمارے اپنے ہماری وجہ سے خوش ہوں تو دل کو کتنا سکون ملتا ہے اس کا اندازہ مجھے آج ہوا ہے اذان! اور یہ سب آپ کی وجہ سے ممکن ہوا صرف آپ کی۔'' کاشان آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا اور اذان نے اس کی کمر تھپتھپائی۔

❁......❁......❁
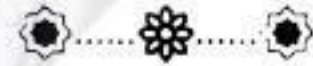
طوبیٰ کی شادی کو ایک مہینہ ہوچکا تھا' اذان اس مہینے بہت مصروف رہا تھا۔ کل کاشان کو پروجیکٹ سائٹ پر چھوڑ کر وہ گھر آ گیا تھا' آج صبح سے اس کا دل بہت بوجھل ہورہا تھا' کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

''کیا ہوگیا ہے آج مجھے۔'' اسے اپنی حالت سے الجھن ہونے لگی۔ ''یقیناً یہ کام کے برڈن کی وجہ سے ہورہا ہے۔'' وہ خود کو وضاحت پیش کررہا تھا۔

''نہیں اذان! یہ نہیں ہے۔'' اس کے دل نے تردید کی۔

''سر! کوئی مسٹر عباسی آپ سے ملنے آئے ہیں۔'' اس کی سکریٹری نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور اس کی یہ بات سن کر اذان بہت تیزی سے اپنی کرسی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

مسٹر عباسی اس کے آفس پہلی بار آئے تھے' اسی لیے اس کی سکریٹری کو پتا نہیں تھا کہ وہ کون سی ہستی ہے جس کے لیے وہ اپنی چیئر چھوڑ کر یوں بھاگا۔

''آپ یہاں سر! مجھے بلوالیا ہوتا آپ نے کیوں زحمت کی۔'' سلام کے بعد وہ ان سے مخاطب تھا۔ وہ اس وقت ریسپشن پر کھڑے تھے۔

''زحمت کی بات نہیں' مجھے ضروری کام تھا آپ سے اس لیے میں خود چلا آیا۔ آپ کو میرے ساتھ ابھی اور اسی وقت اسلام آباد چلنا ہے' آج دوپہر میں وہاں میری ایک اسٹوڈنٹ کا سیمینار ہے وہ اٹینڈ کرنے کے لیے۔ ہم کل تک واپس آجائیں گے۔'' انہوں نے تفصیلی طور پر آنے کی وجہ بیان کی۔

''اوہ! میں تو ڈر گیا تھا آپ مجھے فون پر بتادیتے' میں آپ کو ائرپورٹ پر جوائن کرلیتا۔'' اس نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔ وہ اکثر مسٹر عباسی کے ساتھ اس طرح کے سیمینار اٹینڈ کرتا تھا۔ اس لیے اسے یہ کوئی نئی بات نہیں لگی' وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا کار تک آ گیا۔ کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔

''میں نے آپ کی والدہ کو انفارم کردیا ہے۔'' اس کو نمبر ڈائل کرتا دیکھ کر مسٹر عباسی بولے اور اس نے مسکراتے ہوئے کال ڈس کنیکٹ کردی۔

''اذان! آپ نے شادی کے بارے میں کیا سوچا؟'' ان کا یہ سوال اذان کے لیے غیر متوقع تھا' انہوں نے آج تک اذان سے اس بارے میں بات نہیں کی تھی وہ تو سب جانتے تھے پھر وہ اس سے یہ بات کیوں کررہے تھے' اس نے حیران ہوکر انہیں دیکھا۔

''آپ کی والدہ نے مجھ سے کہا تھا' آپ سے اس بارے میں بات کرنے کے لیے۔ ویسے ان کی یہ خواہش غلط تو نہیں۔ ہر ماں کی یہ خواہش ہوتی ہے۔'' انہوں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''آپ تو جانتے ہیں سر میں......'' اس کی آواز حلق میں ہی گھٹ گئی۔

''میں نے آپ کے لیے ایک بہت اچھی لڑکی کا انتخاب کیا ہے اور آپ کی والدہ سے اس کا غائبانہ تعارف بھی کروادیا ہے' انہیں کوئی اعتراض نہیں بلکہ تو وہ خوش ہوئیں اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی اس سے مل کر بہت خوش

ہو گے۔'' انہوں نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا۔
''مل کر؟'' اس نے چونک کر کہا۔
''ہاں مل کر کیونکہ آج ہم اسی لڑکی کے سیمینار میں جارہے ہیں۔ ایک بات اور اس لڑکی کا میرے سوا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اور آپ کی والدہ نے فیصلہ کیا ہے کل جمعہ کے دن عصر کے بعد آپ دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔'' ان کا یہ آخری جملہ اذان کی رنگت فق کر گیا۔ کار ائر پورٹ پارکنگ میں رک گئی۔ وہ بے جان ہوتے ہاتھ، پاؤں کے ساتھ اترا۔ وہ جانتا تھا وہ ان کے فیصلے کی مخالفت نہیں کر سکتا۔
''یہ آپ کا فیصلہ ہے اللہ پاک تو مجھے منظور ہے شاید وہ میرا نصیب، تھی ہی نہیں۔'' اس نے بہت ہارے ہوئے انداز میں سوچا۔
سیمینار شروع ہونے میں چند لمحے باقی تھے مسٹر عباسی کے ساتھ وہ ایک راؤنڈ ٹیبل کے گرد لگی چیئرز میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ اس کے تمام حواس اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے اسے دہاں کی ہر چیز سے بے زاری ہو رہی تھی' سیمینار شروع ہو چکا تھا۔ اس نے دیکھا اسٹیج پر ایک لڑکی کو چڑھتے ہوئے' بلیک چادر' بلیک شوز اور چادر کے باندھنے کا انداز اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔ اسٹیج کی سیڑھیوں سے لے کر روسٹر تک وہ یہ اندازہ کر چکا تھا کہ وہ کون تھی۔ وہی لڑکی جس کی بدولت وہ دائرہ اسلام میں تھا۔ جس کی تیز روشن نگاہوں نے اس کی روح تک کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔ وہی لڑکی دس سال کے طویل عرصہ میں بھی وہ ایک لمحے کے لیے اسے نہ بھولا تھا' وہی لڑکی...... عیرہ عباد۔ اس نے پلٹ کر مسٹر عباسی کو دیکھا وہ مسکرا رہے تھے۔ اس نے اٹھ کر جانا چاہا مگر مسٹر عباسی نے اسے جانے سے روک دیا۔
''یہ تمہارا یا عیرہ کا نہیں بلکہ رب کائنات کا فیصلہ ہے۔ کیا تم اس کے فیصلے کو رد کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔'' انہوں نے مدھم لہجے میں کہا اور وہ نفی میں سر ہلاتا بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں ایک بار پھر عیرہ پر جا رکیں۔ کیا وہ واقعی وہاں تھی یا آج بھی وہ کسی خواب کی کیفیت میں تھا۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے دیکھ رہا تھا اس خوف سے کہ کہیں پلکیں جھپکنے پر وہ غائب نہ ہو جائے۔

❁......❁......❁

''سیمینار بہت اچھا رہا عیرہ!'' انہوں نے متعارفی لہجے میں کہا۔
''جزاک اللہ وخیرا'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''عیرہ! مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' انہوں نے کچھ ٹھہر کر کہا۔
''جی کہیے سر!'' اس نے بہت تابعدارانہ انداز میں کہا۔
''میں نے آپ کے لیے ایک فیصلہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ انکار نہیں کریں گی۔'' انہوں نے بہت پُر اعتماد لہجے میں کہا۔
''آپ کا فیصلہ میرے لیے حکم ہے سر! اور آپ کا کوئی حکم میں ٹال ہی نہیں سکتی۔'' اس کا انداز اب بھی وہی تھا۔
''میں نے آپ کا نکاح طے کر دیا ہے' اپنے ایک بہت اچھے' قابل اور ہونہار اسٹوڈنٹ کے ساتھ اور وہ بھی کل۔'' انہوں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
''مجھے آپ کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن پہلے میں اپنی اماں اور بہن کو ڈھونڈنا چاہتی ہوں۔'' اس نے قدرے مستحکم لہجے میں کہا۔
''اس انسان سے مل کر عیرہ آپ کو اپنا ہر رشتا مل جائے گا۔ وہ وہی انسان ہے عیرہ! جس نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ آپ کو ڈھونڈنے اور آپ کا انتظار کرنے میں گزارا ہے' آپ اس کا اجر ہیں عیرہ! اور یہ فیصلہ آسمانوں میں طے ہوا ہے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس کے پیچھے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے حیرت زدہ انداز میں ان کی نگاہوں کا تعاقب کیا اور پلٹ کے دیکھا مگر پلٹنے کے بعد وہ حیرت کے سبب پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔ اذان اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا' پُر نور آنکھیں' روشن چہرہ اور لبوں پر پھیلی مانوس مسکراہٹ۔ اس رات اس نے خواب میں صحنِ حرم میں جان کو دیکھا مگر آج وہ جان نہیں ہو سکتا تھا اس کے ماتھے پر نماز کا گہرا نشان تھا'

جو ماتھے پر بکھرے بالوں کے درمیان سے واضح ہو رہا تھا۔

"احمد اذان! میرا ایک اور آپ جیسا قابل اور تابعدار اسٹوڈنٹ۔" پیچھے سے مسٹر عباسی کی آواز ابھری تھی۔

"احمد اذان!" اس کے منہ سے حیرت کے سبب نکلا۔

❀ ❀ ❀
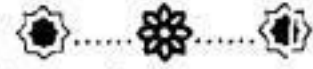
وہ ٹیبل سے ٹیک لگائے اپنا کوٹ ہاتھوں میں لیے کھڑا تھا جب کہ عیبرہ دوسری ٹیبل کی ایک چیئر پر سر جھکائے چند قدم کے فاصلے پر بیٹھی تھی۔

"آپ نے اسلام کب قبول کیا؟" عیبرہ نے سر جھکائے جھکائے پوچھا مگر وہ خاموش رہا اس کی خاموشی پر عیبرہ نے سر اٹھایا شاید وہ اس کا اپنی طرف متوجہ ہونے کا ہی منتظر تھا اسی لیے فوراً بولا۔

"دس سال قبل آپ کے جانے کے بعد۔" اس نے وضاحت بھی پیش کی تاکہ عیبرہ آج پھر کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ اب دونوں ہی خاموش ہوگئے تھے اور یہ خاموشی طویل ہوگئی بالآخر اذان نے اس خاموشی کو توڑا۔

"آپ کہاں چلی گئیں تھیں عیبرہ! میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا تاکہ میں آپ سے اپنے غلط رویے کی معافی مانگ سکوں۔ اگر اس دن آپ نے مجھے ٹھکرایا نہ ہوتا تو میں کبھی اسلام کو نہ سمجھ پاتا۔ مسلمان ہونے کا صحیح مقصد نہ سمجھ پاتا۔" اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"جب آپ نے مجھے پھوپو کے گھر چھوڑا تھا تو وہاں کوئی نہ تھا گھر پر تالا لگا تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں اچانک ہی میرے ذہن میں اپنی ایک کلاس میٹ کا خیال آیا اور میں اس کے گھر چلی گئی کچھ دن وہیں رہی پھر اسی کے توسط سے میں نے ایک ہاسٹل میں کمرا لے لیا اور وہاں رہنے لگی۔ ایک اسکول میں جاب مل گئی' وہ اسکول ایک این جی او کے تحت چل رہا تھا اس این جی او کی ٹرسٹی اسکول کی پرنسپل تھیں۔ انہوں نے مجھے این جی او جوائن کرنے کا کہا اور لوگوں میں اسلام کے حوالے سے شعور بیدار کرنے کا آئیڈیا پیش کیا' مجھے یہ آئیڈیا بہت اچھا لگا اور میں نے این جی او جوائن کرلی' ایک سال تک میں نے اس این جی او کے ساتھ کام کیا۔ اس ایک سال میں' میں اتنی اسٹیبلش ہوگئی تھی کہ اماں کو اپنے پاس بلالیتی اور یہی سوچ کر میں نے اپنے ایک اسسٹنٹ کو اپنے گھر بھیجا مگر اس نے آکر مجھے بتایا کہ ہمارے گھر پر کسی اور نے قبضہ کرلیا ہے اور میری اماں کا کہیں پتا نہیں۔ اس خبر نے مجھے حد درجے دل برداشتہ کردیا تھا اور اسی لیے میں نے خود کو مزید مصروف کرنے کے لیے اپنی تعلیم مکمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں ماسٹرز مکمل نہیں کرپائی تھی اسی لیے بی اے کی بنیاد پر میں نے ایم اے میں ایڈمیشن لیا۔ اس کے بعد ایم او ایل کیا اور پھر پی ایچ ڈی۔ پی ایچ ڈی کے دوران ہی میری ملاقات سر عباسی سے ہوئی انہوں نے مجھ سے آپ کا ذکر کرنا چاہا تھا مگر میں نے آپ کا سنتے ہی انہیں کچھ بھی کہنے سے پہلے ہی روک دیا۔ مجھے اس وقت علم نہیں تھا کہ آپ مسلمان ہوچکے ہیں۔" عیبرہ ایک طویل مکالمے کے بعد خاموش ہوگئی تھی' ایک بار پھر دونوں طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"عیبرہ!" اذان نے بہت مدھم لہجے میں اسے پکارا۔

عیبرہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا آپ دلی طور پر مجھ سے نکاح کے لیے تیار ہیں؟ میں نے یہ نہیں چاہا کہ آپ محض ایک حکم کی تعمیل کے لیے مجھے اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔" اس کا لہجہ اب بھی مدھم تھا۔ عیبرہ نے کوئی جواب دیئے بغیر سر جھکا دیا' وہ انتظار کرتا رہا۔ پندرہ منٹ گزر گئے مگر وہ خاموش ہی رہی۔ وہ نفی میں سر ہلاتا پُرسوچ انداز میں مسکرایا۔

"میں جانتا ہوں آپ کبھی بھی مجھے دل سے قبول نہیں کریں گی۔" یہ کہتے ہوئے وہ ٹیبل سے اٹھا اور باہر جانے والے راستے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔

"احمد!" عیبرہ نے پیچھے سے اسے پکارا۔ اس نے پلٹ کے دیکھا عیبرہ کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا سیدھا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا' اذان نے غیر یقینی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا' کیا وہ واقعی چاہتی تھی کہ اذان اس کا ہاتھ تھام لے وہ آگے بڑھا

اور مسکراتے ہوئے عبیرہ کا ہاتھ تھاما۔
''کیا میں یقین کرسکتا ہوں تم پر؟'' اس نے خوش کن لہجے میں دریافت کیا۔
''ہاں! تم کرسکتے ہو۔'' عبیرہ نے مسکراتے ہوئے رضامندی ظاہر کی اور وہ اس کا ہاتھ تھامے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

❀......❀......❀
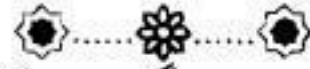
نکاح کی رسم بہت سادگی سے ادا کی گئی۔ اس میں صرف گھر کے لوگ اور اذان کے کچھ قریبی دوست جن میں عدیل اور کاشان شامل ہوئے۔ عبیرہ اپنی اماں اور عالیانہ سے مل کر بہت خوش ہوئی اور اس کے دل میں اذان کی عزت اور رتبہ مزید بلند ہوگیا۔ اذان نے بہت آہستگی سے دروازہ بجایا اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ آج پہلی بار عبیرہ کو بلیک اینڈ وائٹ رنگ کے علاوہ کسی اور رنگ میں دیکھ رہا تھا۔ لال رنگ کے سوٹ میں اور وہ بھی بنا چادر، باریک اور نفیس کام کے ڈوپٹے کے نیچے سے اس کے سیاہ بال اس کی پشت پر پھیل کر اسے مزید دل کش بنا رہے تھے۔
وہ پائیں باغ میں نکلنے والی بالکونی کی ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ دروازہ کی جانب اس کی پیٹھ تھی شاید اسی لیے اذان اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو نہیں دیکھ پایا۔ اس وقت اذان کے کانوں میں ایک ہی نظم گردش کررہی تھی۔

دیکھنے کو جو تمہیں اہتمام کرتے ہیں
زمیں سے جھک کر ستارے کلام کرتے ہیں
تو آؤ آج سے ہم اک کام کرتے ہیں
وفا کے نام بھی صبح و شام کرتے ہیں
کبھی جو بام پہ ٹھہرے تو چاند رک جائے
غزال دیکھ کر جس کو خرام کرتے ہیں
یہ اہلِ دل کی بستی ہے زرگروں کی نہیں
یہاں دلوں کا بہت احترام کرتے ہیں

اذان نے اس کے برابر پہنچ کر ریلنگ پر ہاتھ رکھے اور گردن گھما کر اسے دیکھا۔
''یہ آنسو عبیرہ......!'' عبیرہ کو روتا دیکھ کر اسے دھچکا
''یہ پچھتاوے کے آنسو ہیں اذان!'' اس نے اشکبار نگاہوں سے اذان کو دیکھا۔
''پچھتاوا......! مجھ سے نکاح کرکے کیا آپ پچھتا رہی ہیں؟'' اذان کا دل مٹھیوں میں آ گیا۔
''ہاں میں پچھتا رہی ہوں۔'' اس کا انداز بھی ویسا ہی تھا اذان کا چہرہ بالکل مرجھا گیا۔
''ایک صحیح فیصلہ لینے میں میں نے اتنے سال ضائع کردیئے اس لیے مجھے پچھتاوا ہورہا ہے۔'' عبیرہ نے اپنی بات مکمل کی اور اذان کی جان میں جان آئی۔
''عبیرہ......'' اس نے مصنوعی خفگی سے کہا۔
''آپ ایک بہت اچھے انسان ہیں اذان!'' عبیرہ نے اس کا بازو تھاما اور اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا۔
''لیکن یہ بات سمجھنے میں مجھے بہت دیر لگی۔'' اس نے اپنی بات جاری رکھی۔
''اب تو مجھے اس بات پر یقین کرنا ہی پڑے گا کہ میں واقعی ایک اچھا انسان ہوں کیونکہ یہ آپ نے کہا ہے ورنہ بہت سوں نے کہا مگر میں نے نہیں مانا۔'' اذان نے مسکراتے ہوئے کہا اور عبیرہ بھی مسکرا دی۔
''آپ کو پتا ہے عبیرہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم ایک ساتھ صحن حرم میں خانہ کعبہ کے روبرو کھڑے ہوں اور اپنے رب کے روبرو سجدہ ریز ہوں اور ہم بہت جلد وہاں ہوں گے۔'' اس نے بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ عبیرہ کے ہاتھ پر رکھا۔
''ان شاء اللہ......!'' عبیرہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔
آج ان کی زندگی ایک پُرسکون راہ پر چل پڑی تھی جہاں وہ زندگی پھر ایک دوسرے کا ساتھ نبھانے والے تھے۔

❀

موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 7

دل بہت اداس ہے محبتوں کے موسم میں
یہ کیسی پیاس ہے محبتوں کے موسم میں
آنکھیں خواب، خواب ہیں ہر طرف گلاب ہیں
معاملہ حساس ہے محبتوں کے موسم میں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین بے انتہا حسن کی مالک ہے ہر شخص اس کے حسن کے قصیدے پڑھتا ہے۔ وہ ایک فرم میں جاب کرتی ہے اور وہاں مرزا صاحب نے جھوٹی محبت کا راگ آلاپ کر اس کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ چار سال پہلے شرمین کی زندگی میں صبیح احمد آیا اور اتنا ہی عرصہ ان کی محبت پروان چڑھی۔ پھر صبیح احمد تعلیم مکمل کر کے کراچی واپس چلا گیا اور وعدہ کر گیا کہ وہ جلد ہی رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح احمد کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور صبیح کی شادی فریحہ سے کر دیتی ہیں۔ زینت آپا شرمین کی کزن ہیں ان کا بیٹا بوبی بھی شرمین کے عشق میں گرفتار ہے اور آئے دن شرمین سے اظہار محبت کرتا رہتا ہے جبکہ شرمین عمر کے فرق کے حساب سے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کرتی ہے۔ شرمین پریشان ہو کر صبیح احمد کو خط لکھتی ہے اور اسے کراچی آنے کا بتاتی ہے لیکن صبیح احمد خود پہلی فلائٹ سے شرمین کے پاس پہنچ جاتے ہیں شرمین سمجھتی ہے کہ شاید اب وہ اس سے شادی کر کے اسے یہاں سے لے جائیں گے لیکن جب صبیح احمد شرمین کو اپنی شادی کا بتاتے ہیں تو وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ شرمین کا محبت پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اسے محبت نام سے نفرت ہو جاتی ہے۔ مرزا صاحب پہلے سے شادی شدہ ہونے کے ساتھ بچوں کے باپ بھی ہیں۔ ان کے گھر میں ساس بہو کا روایتی جھگڑا ہر وقت رہتا ہے جس سے وہ کافی پریشان رہتے ہیں لیکن بیوی کو سمجھانے کے بجائے اس کے آگے بچھے جاتے ہیں اور آفس میں شرمین سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ عارض ایک بزنس مین ہے اس کی نظر میں لڑکیاں صرف وقت گزاری کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس لیے عارض نے ابھی تک شادی نہیں کی لیکن بہت سی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ عارض کا بہترین دوست صفدر ہے جو ایک فرم میں جاب کر رہا ہے۔ عارض کی پہلی ملاقات شرمین سے سڑک کنارے ہوتی ہے اور وہ اس کے حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ شرمین سے اظہار محبت کرتا ہے تو وہ نخوت سے انکار کر دیتی ہے۔ بوبی نے اپنی فضول حرکتوں سے شرمین کو پریشان کر رکھا ہے۔ بالآخر شرمین کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ بوبی کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہے۔ عارض اپنی سچی محبت کا یقین دلا کر شرمین کو قائل کرنے کو کہتا ہے اور صفدر دوستی کا بھرم رکھتے ہوئے ہامی بھر لیتا ہے۔ صفدر انتہائی شریف انسان ہے صفدر کی ماں (جہاں آرا بیگم) صفدر کی شادی کرنا چاہتی ہیں اور اس سلسلے میں لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ ایک لڑکی انہیں پسند آتی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ صفدر بھی اس لڑکی کی تصویر دیکھ لے مگر وہ ماں کی خوشی میں خوش ہے۔ شرمین صفدر کے کہنے پر عارض سے ملتی ہے اور اس سے منگنی کر لیتی ہے شرمین کو لگتا ہے کہ اس منگنی کے بعد سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ بوبی بھی انگوٹھی لے کر شرمین کے پاس منگنی کی غرض سے آتا ہے لیکن جب شرمین اسے اپنی اور عارض کی منگنی کا بتاتی ہے تو بوبی کو دکھ ہوتا ہے اور وہ خودکشی کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن بوبی کی ماں (زینت) اسے بروقت ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کی جان بچاتی ہے اور پھر اپنے اکلوتے بیٹے

کی محبت میں مجبور ہو کر زینت آپا ملک چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہیں ان کی نظر میں شرمین سے دوری بوبی کے دل سے شرمین کا خیال نکال دے گی مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کینیڈا جا کر بوبی وہاں کی رنگینیوں میں کھو کر ماں کو ہی بھول جاتا ہے۔ صفدر کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوتی ہے زیبا جہاں آرا کی پسند ہے صفدر بھی اس شادی سے خوش ہے مگر شادی کی اولین رات اس کے ارمانوں پر اوس پڑ جاتی ہے جب زیبا اسے اپنی ناکام محبت کی کہانی سناتی ہے صفدر صرف اپنی ماں (جہاں آرا بیگم) کی طبیعت کی وجہ سے زیبا کو اپنے گھر رکھنے پر تیار ہو جاتا ہے وہ دونوں ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ عارض شرمین سے محبت کے عہد و پیماں کر کے بزنس کے سلسلے میں امریکا آتا ہے اور یہاں اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔ شرمین کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کی اماں کی طبیعت دن بدن خراب رہنے لگی ہے زینت آپا بھی بوبی کو کینیڈا چھوڑ کر واپس آ گئی ہیں مرزا صاحب نے بھی جھوٹی محبت کے اظہار سے شرمین کو عاجز کر رکھا ہے۔ صفدر کو زیبا سے شدید نفرت ہو گئی ہے لیکن وہ اپنی ماں کی وجہ سے زیبا کو گھر سے نہیں نکال سکتا اور نہ ہی اپنی ماں کو زیبا کی حقیقت بتا سکتا ہے۔ جہاں آرا، زیبا کی خراب طبیعت کسی خوشی کا باعث معلوم ہو رہی ہے وہ صفدر کو زیبا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کو کہتی ہیں مگر وہ ٹال جاتا ہے اور خود ایک روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہو کر ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ جہاں آرا بیگم اس کے ہاتھ اور سر پر بندھی پٹی دیکھ کر گھبرا جاتی ہیں۔ شرمین سے بے لوث محبت کرنے والی اس کی ماں خالق حقیقی سے جا ملتی ہیں وہ غم کی تصویر بن کر رہ جاتی ہے۔ صفدر اور زینت آپا اس کی دلجوئی کر رہے ہیں۔ کینیڈا سے عارض بھی فون کر کے اسے صبر کرنے کو کہتا ہے۔ عارض کا آپریشن بھی کامیاب ہو گیا ہے اور وہ پاکستان آنا چاہتا ہے۔ لیکن جب شرمین سے اپنی بے انتہا محبت کا جواب مانگتا ہے تو وہ ذہنی الجھن کی وجہ سے ٹھیک جواب نہیں دے پاتی جس سے عارض کو کافی مایوسی ہوتی ہے اور وہ واپس پاکستان آنے کا ارادہ چھوڑ کر وہیں کینیڈا میں مصروف ہو جاتا ہے۔ دو دن کی چھٹی کے بعد جب شرمین واپس آفس آتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی سیٹ کسی اور کو دے دی ہے۔ شرمین اس حرکت کی بابت ان سے پوچھتی ہے تو مرزا صاحب اس کی غیر حاضری کی وجہ بتا کر اسے اپنی پرسنل سکریٹری کی نوکری کی پیش کش کرتے ہیں جس پر شرمین غصے سے انہیں سناتی ہوئی وہاں سے چلی جاتی ہے۔ زیبا کو اپنے اندر ہونے والی تبدیلی خوش آئند لگ رہی ہے۔ وہ سوچ رہی ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ صفدر زیبا کو اپنے گھر میں رہنے کے لیے اس کے سامنے شرط رکھ دیتا ہے۔ زینت آپا شرمین کو لے کر اپنے گھر آ جاتی ہیں اور اب وہ چاہتی ہیں کہ شرمین ہمیشہ وہیں رہے جبکہ وہ بوبی کو بھی سمجھا کر دیکھ چکی ہیں لیکن اب زینت آپا ممتا کے ہاتھ مجبور ہو کر شرمین کو بوبی کا ساتھ قبول کرنے کے لیے دل میں دعا کر رہی ہیں۔ بوبی بھی شرمین کے اپنے گھر آنے پر خوش ہے اور اس سے جلد واپس آنے کا وعدہ کرتا ہے وہ اب تک شرمین کو نہیں بھولا تھا شرمین بوبی کے گھر آ کر پریشان ہے جبکہ زینت آپا نے اپنا بزنس بھی شرمین کے حوالے کر دیا ہے۔ زیبا صفدر کی شرط مانتے ہوئے گھر چھوڑ دیتی ہے اور اتفاق سے اس کی ملاقات اپنی سہیلی نھی سے ہوتی ہے جو ایک عرصہ سعودی عرب رہنے کے بعد اب طلاق لے کر واپس آ گئی ہے۔ صفدر عارض کو کچھ حد تک زیبا کی بے وفائی کا بتاتا ہے تو وہ بھی ششدر رہ جاتا ہے اور صفدر کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ زیبا کو طلاق دے دے لیکن وہ اپنی ماں کی خراب طبیعت کا بتا کر اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے۔ نھی صفدر سے فون پر رابطہ کے بعد اس سے ملتی ہے اور اپنی طرف سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ زیبا کو معاف کر کے اسے اپنا لے مگر صفدر اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے۔ جس پر نھی کو مایوسی ہوتی ہے۔ شرمین زینت آپا کی میڈیسن لے کر واپس گاڑی کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہے جب اس کا سامنا ایک بار پھر مرزا صاحب سے ہوتا ہے۔ شرمین انہیں دیکھ کر ناگواری کا اظہار کرتی ہے جس پر مرزا صاحب اپنی بیوی کی موت اور ایک بچی کی پیدائش کا بتا کر اسے پرپوز کرتے ہیں شرمین غصے سے انہیں مزید سناتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

✦⌘✦......⌘......✦⌘✦

''عورت اپنی محبت کا حق بزدلی ندامت اور مجبوری کے باعث مرد کو بخشتی ہے مگر اپنی اولاد کی محبت کی خاطر ایک انچ کی بھی پسپائی برداشت نہیں کرتی۔'' زیبا کے نازک کپکپاتے جسم میں ایک ساتھ کئی بارودی سرنگیں پھٹ گئیں۔ صفدر نے انتہائی حیرت سے اسے گھور کر دیکھا اور جبڑے بھینچ کر بڑے ضبط کے باوجود چلایا۔

''کون سی اولاد؟ کس بے شرمی اور ڈھٹائی سے یہ بات کر رہی ہو؟ کس اولاد کی بات کرتی ہو وہ جو تمہاری بھول ہے یا یہ جو میری بھول ہے۔''

''تو آپ بھی میری طرح بھول کے قصوروار ہیں۔'' اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

''ہاں! تم نے وہ طریقہ اختیار کیا ورنہ میں نے تمہیں قبول ہی نہیں کیا۔'' وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔

''تو پھر یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟''

''یہ کہنے کہ ابھی تک میں نے امی کے سامنے تمہارا بھرم بچا کر رکھا ہے۔''

''تو کھول دو بھرم کی قلعی' میں نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔'' وہ رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔

''یہ ثابت کرنا مشکل ہوجائے گا؟''

''ثابت کرنے کی ضرورت کیا ہے؟'' وہ طنزیہ بولی۔

''مطلب......؟''

''بچہ صرف ماں کا ہی ہوتا ہے' مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہیے۔'' وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ کر اسے مزید چونکا گئی۔

''ارے صفدر بیٹا! کھڑے کیوں ہو؟'' اس وقت حاجرہ بیگم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

''جی' بس میں جا رہا ہوں۔''

''ہمیشہ کھڑے کھڑے آتے ہو اور کیا مسئلہ ہے تم دونوں کے بیچ۔'' حاجرہ بیگم نے دلی دوسہ ظاہر کیا۔

''یہ تو آپ کو اپنی بیٹی سے پوچھنا چاہیے بلکہ بہت پہلے پوچھنا چاہیے تھا تاکہ آج مسئلہ ہی نہ ہوتا۔'' وہ اکھڑے اکھڑے لہجے میں کہہ کر چلا گیا۔ حاجرہ بیگم کو خاصا صدمہ ہوا' زیبا نے کمرے سے نکلنا چاہا تو حاجرہ بیگم نے روک لیا۔

''صفدر کا اکھڑا اکھڑا سا انداز شادی کے بعد سے اب تک برقرار ہے' وہ جو کچھ کہہ کر گیا ہے اس میں کچھ تو حقیقت ہے۔''

''ہم دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے۔'' سپاٹ لہجہ میں کہا۔

''کیوں......؟''

''ہمارے مزاج نہیں ملتے۔''

''وہی تو پوچھ رہی ہوں' کیوں؟''

''وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے بس۔''

''تو کس سے کرتا ہے؟'' حاجرہ بیگم کو زیبا پر کچھ شک سا ہوا۔

''نہیں معلوم۔'' وہ ٹال گئی۔

''محبت کے معنی ایک عورت کی زندگی میں اولاد کا نام لے لیتے ہیں؟''

''اور اگر مرد اولاد کو اپنی محبت تسلیم ہی ناں کرے تو۔'' زیبا نے ان کا جملہ اچک کر تیزی سے کہا۔

''زیبا! صفدر اپنے بچے سے محبت کیوں نہیں کرے گا؟''

''آپ نہیں سمجھیں گی' بس مجھے صفدر سے خلع لینا ہے۔''

''نوج' تمہارے منہ میں خاک' کیسی بات کردی؟'' حاجرہ بیگم نے اتنے غصے سے کہا کہ وہ کچھ بتاتے بتاتے چپ ہوکر کمرے سے باہر نکل گئی اور حاجرہ بیگم کے قدموں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ انہیں جو خوف تھا وہ اپنی اصل حالت میں اب سامنے آ گیا تھا۔

حاجرہ بیگم پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی۔

اس نے ان کو چور نظروں سے دیکھا تو دل پر ندامت کا گھونسا لگا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کی ماں کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہوگی۔ کوئی ماں بیٹی کے منہ سے خلع کا لفظ سن کر کیوں اور کیسے حوصلے سے کام لے سکتی ہے..... کاش! میرے جیسی بیٹیاں والدین کو ان کے اعتبار کو بدنامی کے صدمات نہ دیا کریں۔ کس بے رحمی سے میں نے ماں باپ کی اعلیٰ تربیت کی دھجیاں اڑائی ہیں..... کہ خود کا سامنا کرتے ہوئے بھی ہزار بار شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ صفدر بھی کیا کرے؟ کوئی بھی مرد عورت کے میلے دامن کو اپنے تن سے نہیں لپٹا سکتا۔ صفدر نے تو اتنے عرصے گزارہ کرلیا..... میں نے اسے دیا ہی کیا' صرف بدنامی' گناہ کا اعتراف' کاش میں گناہ گار اس کے حوالے کرکے اسے مار ڈالنے کی دعوت دیتی' مگر کچھ بھی تو ایسا نہ کرسکی کہ وہ مجھ پر رحم کھائے.....!

''زیبا! کہاں کھوئی ہو' سارا دودھ ابل گیا۔'' حاجرہ نے باورچی خانے میں گھستے ہی ہانک لگائی تو وہ چونک کر جلدی سے چولہے کی طرف لپکی۔

''کس جہنم کی آگ میں جل رہی ہو؟''

''ایسا جہنم جس کی آگ میں نے خود بھڑکائی ہے۔'' اس نے بہت دھیمے سے ماں کی طنزیہ بات کا جواب دیا۔

''ماں سے کیا پردہ؟ بتاؤ میں صفدر کو سمجھاؤں گی۔''

''مجھے صفدر کے ساتھ رہنا ہی نہیں۔''

''میں تمہارا گلا دبا دوں گی' باپ بستر سے لگا ہے' گھر میں غربت ہے اور تمہیں بدنامی کا یہ طوق ہمارے گلے میں ڈالنے کا شوق چڑھا ہے۔'' اماں نے اسے سخت ہاتھوں سے جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔

''اماں! میں اور میرا بچہ آپ پر بوجھ نہیں بنیں گے.....'' وہ بھی چلا اٹھی۔

''اور ہماری بدنامی؟''

''بدنامی تو میری ہوگی' میں ذمہ دار ہوں۔'' وہ بولی۔

''سچ کہتے ہیں کہ عورت کی نظریں چار ہوجائیں تو وہ کچھ نہیں دیکھتی' کون ہے وہ؟'' انہوں نے اس کی گردن پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے پوچھا۔ وہ گڑبڑا گئی۔

''کون؟''

''وہی جس کی خاطر خلع تک کا سوچ لیا۔''

''اماں! اپنے بچے کے لیے۔''

''کیا.....؟ صفدر سے الگ ہوکر وہ بچہ تمہارا رہ جائے گا۔'' انہیں حیرت سی ہوئی۔

''آپ ابا کے پاس جاؤ' میں روٹی بنا کر لاتی ہوں۔''

''زہر دے دو ہمیں۔'' حاجرہ بیگم رو دیں۔

''اماں.....! اماں۔ صفدر یہی چاہتا ہے۔'' اس نے نرمی سے کہا۔

"میں صفدر سے پوچھ سکتی ہوں اس کی ماں سے بھی پوچھتی ہوں۔" وہ زور سے بولیں۔

"ضرورت نہیں' یہ میری زندگی ہے اس کا فیصلہ میں کروں گی۔" وہ یہ کہہ کر باورچی خانے سے سیدھی اپنے کمرے کی طرف آ گئی..... کمرے میں گھس کر خود پر ضبط نہ کرسکی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"اماں! میں آپ کی ابا' صفدر اور اپنے بچے کی بھی مجرم ہوں' زندگی کو ایسے انجام سے میں نے خود آشنا کیا ہے' میں سزاوار ہوں۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے تاکہ آپ کی بدنامی نہ ہو۔ آپ کی عزت پر آنچ نہ آئے' یہ میری جنگ ہے۔ مجھ ہی کو لڑنی ہے۔ مجھے سزا بھگتنی ہے۔"

"زیبا! میری بچی میں تیری ماں ہوں' غلط نہیں ہوں۔" حاجرہ بے کل ہو کر اس کے کمرے میں آ گئی تھیں۔ اس کی بڑبڑاہٹ سن کر رو دی ہوگئیں۔

"اماں! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"صفدر ایسے کیسے تمہارے ساتھ سلوک کرسکتا ہے۔"

"یہ میرا اور صفدر کا معاملہ ہے' مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنا' یہ میرا فیصلہ ہے۔"

"لیکن کیوں......؟"

"کیونکہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے۔" وہ چلا اٹھی۔ حاجرہ ایک دم چپ ہوگئیں۔ مزید کچھ بولنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔

✦⌘✦......⌘......✦⌘✦

چوبیس گھنٹے سے مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ سردی کی شدت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا تھا۔ بند کمرے کی کھڑکی سے لگا وہ جانے شیشے سے اس پار کیا دیکھ رہا تھا آغا جی نے کافی کا مگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"رات شرمین سے میری بات ہوئی تھی۔"

"اچھا! پھر....." وہ بے دھیانی میں خوشی سے کہہ گیا' پھر ایک دم ہی اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"کیا ہوا.....؟" آغا جی نے کریدا۔

"آپ کی کل صبح کی فلائٹ ہے۔" وہ ٹال گیا۔

"ہنہ! کل صبح کی نہیں آج رات کی۔" آغا جی نے مذاق اڑانے کے انداز میں یاد دلایا' تو وہ نادم ہوگیا۔

"ہنہ..... ہاں یاد آیا۔"

"عارض بابا کی جان' جھوٹ کب سے بولنا شروع کیا۔"

"بابا! میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"فون کیوں آف ہے؟"

"کس نے کہا؟"

"شرمین نے۔"

"بس ویسے ہی۔"

"عارض! وہ بہت فکرمند ہے' اس سے بات کرو' جو کہنا ہے کہو' مگر فرار نہیں۔"

"ابھی کچھ فیصلہ نہیں کیا۔"

"مطلب؟"

''بابا! بتادوں گا بس ایک پھانس سی دل میں چبھی ہے۔'' وہ خاصا مضطرب سالگا۔
''وجہ۔''
''وجہ ابھی واضح نہیں یا واضح ہوگئی ہے میں الجھا ہوا ہوں۔''
''میرے بچے! کیوں الجھے ہوئے ہو؟ دل پر بوجھ نہ رکھو مجھے بتاؤ صفدر کو بتادو شرمین سے شیئر کرو۔''
''صفدر تو خود پریشان ہے خیر آپ کیوں فکر مند ہیں۔'' وہ کافی کی چسکی لیتے ہوئے بولا۔
''میرے ساتھ نہیں جارہے یہ فکر کم ہے کیا؟''
''میں آجاؤں گا۔''
''کب؟''
''پتا نہیں لیکن آنا تو ہے۔''
''اپنے پیاروں کو آزماتے نہیں ہیں۔''
''اگر پتا چلے یہ پیارے اجنبی ہیں تو......؟'' اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکے اسے دیکھتے رہے۔
''بابا! آپ شرمین کا خیال رکھیے گا۔'' اس نے کچھ توقف کے بعد کہا۔
''بس اتنی سی بات تھی میں بھی تو یہی کہہ رہا تھا کہ شرمین کا خیال کرو۔'' آغا جی ایک دم ہی مطمئن ہوگئے۔
''میں تو دور ہوں۔''
''ہمیشہ کی دوری تو نہیں ہے۔''
''آنے والے حالات کی کس کو خبر۔''
''چھوڑو یہ بےکار فلسفہ اپنا کل چیک اپ کرالینا اور مجھے بتانا بھی ہے۔''
''جی بہتر آپ اب آرام کریں مجھے بھی باہر جانا ہے۔''
''تو ساتھ چلتے ہیں۔'' وہ بولے۔
''نہیں آپ آرام کریں پھر فلائٹ لینی ہے۔''
''مگر جلدی آنا رات ڈنر ساتھ کریں گے۔'' انہوں نے تاکید کی۔
''بالکل بلکہ میں خود بناؤں گا۔'' وہ مسکرایا ٹیبل کی دراز سے گلوز نکالے اور باہر نکل گیا۔
منہ سے گرم لمبی سانس نکلی اور اس کے اندر کا بوجھل پن کچھ کم ہوگیا۔ باہر موسم کی شدت تھی اور اندر اس جان تمنا کی خمار آگہیں یادوں کا طوفان...... ہزاروں میل دور بہت ہی دور وہ انجان سا محبوب جسے اپنے سے دور کرتے ہوئے سخت مشقت کرنی پڑ رہی تھی...... جس کے لیے دل مچل رہا تھا جذبات لودے رہے تھے اسے یک طرفہ یکبارگی کے فیصلے نے اتنا دور کردیا تھا۔
''خالی خالی سے دن اداس شام اور یادوں بھری تنہا رات آخر عارض کہاں جاؤ گے دل کو لے کر تم نے اپنے سامنے ضد وانا کی خود سر دیوار کھڑی کرلی ہے اتنی بڑی بات نہیں جتنی تم نے بنالی ہے اس کا یہ کہہ دینا کہ اس نے محبت نہیں کی سرسری سی بات ہوسکتی ہے مذاق ہوسکتا ہے لاابالی انداز ہوسکتا ہے اس کی وضاحت لے لو اس سے بات کرلو اس سے پوچھ لو مگر یک طرفہ اتنا بڑا فیصلہ نہ کرو جب کہ یہ طے ہے کہ تم اس سے بہت محبت کرتے ہو اس کو بھلا نہیں سکتے اس کو اپنے نام سے منسوب کرچکے ہو پھر کیوں کیوں اپنی محبت مٹانے پر تلے ہوئے ہو اسے بتایا تک نہیں کہ اس کا جرم کیا ہے قطع تعلقی کرلی یہ انصاف نہیں۔'' ذہن میں کھلبلی مچی اور یہ سب وہ سوچنے پر مجبور ہوگیا۔

''نہیں عارض، یہ کیسے کرسکتے ہو تم نے تو وفا کی شمع کو راہوں میں جلایا ہے' دل میں دھڑکن کی طرح اس کو بسایا بھی ہے' تمہاری محبت صرف لفظوں تک محدود نہیں' تم نے اسے چاہا ہے تو نبھاؤ بھی' کیا یہ سچ نہیں کہ محبت میں خطائیں بھی ہو جاتی ہیں' اسے منا بھی سکتے ہو' بات تو کرو وہ کس طرح سوچ رہی ہے' اس سے جاننے کی کوشش کرو۔''

شرمین سے بات کرنے کے فیصلے نے اتنا بے چین و بے قرار کیا کہ اپارٹمنٹ تک پہنچنے کا انتظار بھی نہیں کیا' جیب سے چرمی بٹوہ نکالا اس کی چھوٹی سی جیب سے وہ سم نکالی' فون کا بیک کور کھولا اور بہت تیزی سے سم اس میں ڈالی اور چند لمحوں کی سیٹنگ کے بعد اپنے محبوب کا نمبر اور نام جگمگاتا دیکھ کر دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ بیل جارہی تھی مگر دوسری طرف سے کوئی رسپانس نہیں آرہا تھا۔

''او گاڈ! کیا مسئلہ ہے' شرمین فون کیوں نہیں اٹھارہی؟'' وہ بڑبڑایا اور پھر تیسری کوشش میں کال ریسیو کرلی گئی۔

''جی......'' اس کی سنجیدہ سپاٹ سی آواز آئی۔

''میرے فون کا یقین نہیں تھا کیا؟''

''ہنہ...... میرا یقین ہمیشہ بہت پامال ہوا ہے۔''

''اس کا مطلب' مجھے بھلا دیا تھا' کیونکہ محبت تو تمہیں ہے نہیں۔'' اس نے کہا۔

''اچھا ہی ہے اور آزار کم ہیں جو جھوٹ بھی بولنے لگوں۔''

''مطلب......'' وہ کچھ چونکا۔

''کچھ نہیں آپ' کیسے ہو؟''

''میں ٹھیک ہوں' پوچھو گی نہیں کہ فون اتنے دنوں بعد کیوں کیا؟''

''نہیں' جب فون بند کرنے کا آپ نے بتایا نہیں تو فون کرنے کا میں کیوں پوچھوں؟''

''شرمین! مجھے دکھ اور غصہ دونوں ساتھ مل کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کرگئے تھے کہ یک طرفہ محبت بے موسمی پھل کی طرح ہوتی ہے' مجھے کچھ اچھا نہیں لگا میں پرسکون نہیں تھا۔'' وہ رکا۔

''پھر...... اب۔''

''مجھے کچھ پوچھنا ہے۔''

''پوچھو......'' لہجہ سپاٹ تھا۔

''تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟''

''اب شاید یہ بتانے میں کچھ وقت لگے۔''

''مطلب......''

''ہر بات کا مطلب نہیں ہوتا' مجھے آپ کے سوال پر سوچنا ہوگا۔''

''میں کیا سمجھوں؟''

''جو آپ کا دل چاہے۔''

''ناراض ہو۔''

''نہیں۔''

''پھر اتنا سرد رویہ۔''

''میں اور میرا رویہ ایسے ہی ہیں۔''

''یعنی تمہیں مجھ سے ابھی تک محبت نہیں ہوئی۔''

''میرا خیال ہے۔''

''شرمین! میں بہت پوزیسو ہوں تمہارے لیے۔''

''ٹھیک ہے۔'' بڑا سیدھا سا جواب تھا۔

''یار! تم ٹھیک سے جواب کیوں نہیں دے رہیں؟'' وہ چلا اٹھا۔

''کون سا جواب؟''

''ایک بار ذرا دھیرے سے تمہیں میری قسم کہہ دو تمہیں مجھ سے محبت ہے۔'' وہ شوخ ہوا۔

''عارض! مجھے زینت آپا کو میڈیسن دینی ہیں' پھر بات ہوگی۔'' وہ بولی۔

''اوکے! تم بہت ضدی اور خود پسند ہو۔'' وہ جل بھن گیا۔

''اللہ حافظ۔'' اس نے نارمل سے انداز میں کہا اور فون بند کردیا۔

+⌘+......⌘......+⌘+

ہم سے بچھڑو گے تو بدنام ہو جاؤ گے
سوداگروں کی بستی میں نیلام ہو جاؤ گے
یہ اور بات کہ ہم بے حال سے رہتے ہیں
ہمیں چھوڑو گے تو ویران سے ہو جاؤ گے
یہ تیرے نام میں جتنی بھی شہرت ہے
ہم کو بھولو گے تو گمنام سے ہو جاؤ گے

رات کے ساڑھے تین کا وقت تھا اور وہ گہری سوچ میں غلطاں بالکنی میں کھڑی تھی۔ نہ کچھ واضح نظر آرہا تھا اور نہ وہ کچھ واضح دیکھنا چاہتی تھی' عارض کی سوچ اس کے انداز فکر پر تشویش ہورہی تھی' محبت کا دعویٰ کیا تو ایک دم یلغار کردی' جینا دوبھر کردیا' سب راہیں مسدود کردیں' اپنے محور اور مرکز میں قید کردیا اب سوچا تو بات کچھ بھی نہیں' یہ موسموں سے بھی زیادہ جلد تغیر و تبدل کے زیر اثر آنے والی محبت کیا رنگ دکھائے گی؟ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ عارض نے فون اس لیے بند کیا تھا اور آج اس لیے آن کیا' نہ آف کرنے کی وجہ کوئی قیامت خیز تھی نہ آن کرنے پر پوچھنے والا سوال کوئی بڑا اہم تھا۔ لیکن کچھ بھی تھا یا نہیں وہ الجھن کا شکار بالکل نہیں ہوئی' اس کے مضبوط اعصاب ایسے محبتوں کے رنگ برداشت کرنے کے لیے قدرت نے بنائے تھے وہ بس یہ ضرور سوچ رہی تھی کہ یہ محبت کی تھی عارض نے' اس کے سہارے میں نے صبیح احمد کی بے وفائی کا صدمہ عارض کی صورت میں ایک خوبصورت خوشی میں ڈھل کر سامنے آگیا' ورنہ شاید بہت عرصے صبیح احمد کی بے وفائی بے حال نہیں تو کم از کم اندر ہی اندر چاٹتی ضرور رہتی...... لیکن تم نے عارض' کیا کیا...... معمولی سی میری بات پر اس طرح کا ردعمل' میں......''

''شرمین احمد! تم کیوں سوچو...... کیوں غور کرو؟ چھوڑو اس قصے کو خود بخود عارضی دھند کی مانند چھٹ جائے گا۔''

''عارض! اب تم رابطہ بحال کرو گے' تو بحال ہوگا' میں کمزور نہیں' مجھے اپنے اندر مضبوط قلعہ تعمیر کرتے دیر نہیں لگتی۔''

ذہن سے ہر خیال جھٹک کر وال کلاک کی طرف نگاہ ڈالی تو فجر کی اذان پہلے دور سے اور پھر قریب کی مسجدوں سے بھی سنائی دینے لگی۔

تب اس نے وضو کی نیت سے واش روم کا رخ کیا...... پانی کے چھینٹوں سے آنکھوں میں ڈھیر سارا سکون اتر گیا...... وضو بذات خود ایک لطیف طمانیت سے بھرپور احساسات پیدا کرتا ہے' اور پھر اپنے رب سے حال دل گوش

گزار کرنا کبھی رونا، کبھی یقین سے دل بھرنا کبھی التجا کرنا اور کبھی اس کی رحمتوں کے خزانے سے کچھ مانگنا' یہ بہت بڑا اور اہم کام ہی تو ہے...... وہ بھی اللہ کے حضور جھکی آب دیدہ ہوئی' تھرتھراتے لبوں سے التجائیں کیں' سکون قلب اور آسودگی کے لیے دامن پھیلایا' پھر اسے ایسا لگنے لگا کہ اس کے اندر سکون واطمینان کی دولت اتر گئی ہے' بڑی یکسوئی کے ساتھ نماز پڑھ کر اس نے جائے نماز تہہ کی ہی تھی کہ باہر کچھ آوازیں پیدا ہوئیں' جن میں عادل بابا' ملازمہ حمیدہ اور ایک آواز اور بھی تھی جسے وہ پہچان نہ سکی' اس وقت باہر کیا ہورہا ہے؟ ابھی غور ہی کررہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی...... اس نے جلدی سے بنا پوچھے ہی کھٹ سے دروازہ کھول دیا اور ہکا بکا رہ گئی...... سنہری مونچھوں اور سنہری بالوں والے خوبرو وجیہہ بوبی نے دائیں آنکھ دبائی تو وہ چونکی اور زور سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''بوبی' یوں اچانک اطلاع بھی نہیں دی۔''

''ہا' ہا' سرپرائز مائی ڈیئر' اچھا لگا ناں۔'' اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ہنس کر کہا۔

''ائیرپورٹ سے ہی فون کردیتے۔''

''بس آپ لوگوں کو حیران کرنا تھا' ٹیکسی پکڑی اور آگیا۔''

''اچھا کیا' زینت آپا بہت یاد کررہی تھیں۔''

''اور تم......'' اس نے آنکھوں میں جھانکا تو وہ بالکل سپاٹ لہجے میں بولی۔

''میرے پاس فرصت نہیں ہوتی۔''

''اور میرے پاس اسی کام کی فرصت تھی۔'' وہ بے باکی سے کہہ گیا تو شرمین نے اس بھرپور نوجوان کو دیکھا' وہ تو تقریباً بدل چکا تھا' باہر کی آزاد فضاؤں' وہاں کے ماحول نے اس کی شخصیت کو خوب نکھار دیا تھا۔ وہ کھلنڈرا سا لڑکا ایک دم تبدیل ہو کر لوٹا تھا۔

''کیا سوچنے لگیں......؟'' اس نے پوچھا۔

''زینت آپا سے مل لیے۔''

''ہنہ' پہلے ہی...... اب وہ شکرانے کے نفل پڑھ رہی ہیں۔''

''واہ! چلو میں ناشتہ بنواتی ہوں۔''

''نہیں ابھی کچھ نہیں' ناشتے کے ٹائم پر سب کے ساتھ۔''

''چائے' کافی۔''

''اوں ہنہ' بس ذرا سا آرام کرلوں پھر ناشتے کی میز پر ملاقات ہوگی۔'' اس نے کہا۔

''اوکے۔''

''ویسے تم اور حسین ہوگئی ہو۔''

''تھینکس فار نفارمیشن۔'' وہ بولی۔

''بائے......'' وہ کمرے سے نکل گیا۔ اور وہ کچھ دیر کے لیے لائٹ آف کرکے بستر پر دراز ہوگئی۔ اچھا ہوا تھا' مگر بوبی کا انداز وہی پرانا تھا' وہ کچھ فکرمندسی ہوگئی...... پھر نیند نے آلیا۔

+⌘+......⌘......+⌘+

زینت آپا کی خوشی دیدنی تھی۔

ناشتے کی میز بوبی کی پسندیدہ چیزوں سے بھری ہوئی تھی' حالانکہ ان کی طبیعت بہت اچھی نہیں تھی' اس کے باوجود بڑی

ہمت سے انہوں نے اپنی نگرانی میں بنوایا تھا۔ شرمین نے خاصی کڑی تنقید کرڈالی۔
''آپا! آپ کی طبیعت خراب ہے اور آپ نے اتنا کام کیا' بوبی نے کون سا سب کچھ کھالینا ہے اور اس نے کہیں جانا تو نہیں ہے اب یہیں رہنا ہے۔''
''ان شاء اللہ! اب کہیں نہیں جائے۔'' زینت آپا کے دل سے دعا نکلی۔
''میں کہیں نہیں جاؤں گا اگر شرمین چاہے تو۔'' پشت پر سے بوبی کی آواز آئی شرمین نے پلٹ کر دیکھا' وہ ناشتے کے لیے آچکا تھا۔ بڑی دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ کھڑا تھا۔ شرمین نے کچھ نہ کہا' خاموشی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ زینت آپا نے بھی نظریں چرالیں۔
''شرمین! تم نے جواب نہیں دیا۔'' وہ بالکل سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔
''زینت آپا! کتنی عجیب بات ہے بوبی جسمانی طور پر تو کتنا تبدیل ہوا ہے مگر ذہن ابھی تک بچوں جیسا ہے۔''
''غلط' ذہن ثابت قدم ہے' مستقل مزاج ہے۔'' بوبی نے آلو کی پوری اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔
''آپا! آملیٹ تو بہت مزے کا بنا ہے۔'' شرمین اس کی بات سمجھ کر بھی انجان بن کے آملیٹ کی طرف متوجہ ہوگئی۔
''اچھا! لیکن تمہاری پلیٹ میں کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ کھانا ہے۔'' زینت آپا نے کہا۔
''شکریہ آپا' بس میں صرف چائے پیوں گی۔'' شرمین نے کہا۔
''جی نہیں! جب تک میں ناشتہ کروں گا' تم بھی کھاؤ گی۔'' بوبی نے حکم دیا۔
''آپ کھائیں' مجھے معاف رکھو۔''
''عادل بابا! چائے تو لائیں۔'' زینت آپا نے آواز لگائی۔
''میں لاتی ہوں۔'' وہ اٹھنے لگی تو بوبی نے کہا۔
''تم بیٹھو' کہیں نہیں جانا' مجھے معلوم ہے تم مجھے ایوائڈ کررہی ہو۔''
''بوبی! ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں جیسی تھی ویسی ہی ہوں۔''
''یہی تو میں چاہتا ہوں' کہ میری شرمین ویسی ہی رہے۔'' وہ بے باکی سے بولا' شرمین کو شرمندگی بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا' فوراً میز سے اٹھ کر چلی گئی' زینت نے خشمگیں نگاہوں سے بوبی کو دیکھا اور کہا۔
''بوبی! جو بات شرمین کو پسند نہیں وہ مت کرنا دوبارہ۔''
''ماما! میں شرمین کے لیے آیا ہوں' یہ آپ کو اور خود شرمین کو پتا ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔
''وہ آپ کے لیے اس طرح نہیں سوچتی' ویسے بھی اپنی پسند اور اپنی مرضی کے حوالے سے وہ خود مختار ہے۔''
''اس کا مطلب' شرمین نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔''
''کیسا جھوٹ؟''
''میرے بلانے کے لیے ہر بات مانی تھی۔''
''مجھے نہیں معلوم' مگر وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے' اس کی نسبت طے ہے۔''
''مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا' اور نہ ہی ارادہ بدلے گا۔'' وہ یہ کہہ کر جھٹکے سے اٹھا اور چلا گیا۔ زینت سخت متفکر سی بیٹھی رہ گئیں۔ لیکن شرمین نے آکر مسکراتے ہوئے ان کے سامنے پانی کا گلاس رکھا اور ناشتے کے بعد کی گولیاں تھمائیں تو وہ بھی مسکرادیں۔
''آپ کی خوشی کے لیے سب ٹھیک ہوگا' فکر نہ کریں۔'' اس نے ان کو تسلی دی۔

''بوبی کی ضد......''

''چھوڑ دیں' یہ اس کا اور میرا معاملہ ہے' بس بوبی آپ کے پاس رہے گا۔'' وہ دھیرے سے کہہ کر اندر بڑھ گئی۔ بہت بڑی تسلی تھی اور بہت بڑی بات۔

تیار ہونے کے بعد اس نے اپنا جائزہ لیا اور جلدی جلدی آفس فائلیں اٹھائیں ہینڈ بیگ اٹھایا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور بوبی اندر آ گیا' اس کے ہاتھ میں دو تین پیکٹ تھے۔

''کہاں کی تیاری ہے؟'' اس نے پیکٹ میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''آفس۔''

''جی نہیں آج آفس نہیں' میں آیا ہوں اور تم......''

''بوبی! پلیز سمجھا کرو۔'' وہ کچھ بے زاری ہوئی مگر لہجہ نرم رکھا۔

''ہرگز نہیں' شرمین میرا واپسی کا پہلا دن ہے' تم نہیں جا سکتیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ ضروری کام ہے' دوپہر کھانے پر گپ شپ لگائیں گے۔''

''کہا ناں کہ نہیں جانا۔''

''بوبی! آپ بھی تو سمجھ سے کام لیا کرو۔'' وہ زچ ہوگئی۔

''یار! تم کب میری فیلنگ سمجھو گی؟''

''پلیز بوبی!'' اسے یار کہہ کر مخاطب کرنا اچھا نہیں لگا۔

''بس کہیں نہیں جانا' یہ سب نہیں دیکھنا کیا؟'' بوبی نے سب پیکٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بے بسی سے کچھ دیر کھڑی رہی پھر ہتھیار ڈال دیئے۔

''Thats, good .girl'' وہ خوش ہو گیا۔

''یہ بچوں والی ضد ہے۔'' وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ہنہ! خیر یہ دیکھو میکسی کس قدر خوبصورت فٹنگ ہے اس کی؟ اور بہت جچے گی تم پر کہ بس۔''

''یہ تحفے ظاہر کرتے ہیں کہ تمہیں اخلاقیات چھو کر بھی نہیں گزریں' یہ میرے لیے لائے ہو۔''

''ہنہ! جی بالکل تمہارے لیے لایا ہوں۔ بلکہ تمہیں سوچ کر خریدے تھے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا تو وہ ضبط سے کڑوا گھونٹ بھر گئی۔

''شرمین! پلیز آنکھیں بند کرو۔''

''اب اور کوئی خرافات رہ گئی ہے کیا؟''

''پلیز آنکھیں بند کرو' ہری اپ کلوز یور آئیز۔'' اس نے ایک نہ سنی مجبوراً اسے آنکھیں بند کرنی پڑیں۔

''گڈ۔'' سرگوشی کے انداز میں اس کی گردن پر بالوں کے نیچے انگلیوں کی مدد سے نیکلس پہنانے کی کوشش کی تو وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

''کیا ہوا؟'' وہ معصومیت سے بولا۔

''یہ سب مجھے پسند نہیں۔'' وہ بولی۔

''کتنا خوبصورت ہے دیکھو تو۔''

''ٹھیک ہے رکھ دو' مگر میں یہ چیزیں استعمال نہیں کرتی۔'' اس نے ٹالا۔

"مگر یہ چیزیں استعمال کرنی ہیں میرے لیے۔" وہ بڑے دھیان سے بہت قریب آ کر بولا اس کی گرم سانس کی حرارت اس نے اپنے چہرے پر محسوس کی تو گڑبڑا کر پیچھے ہوگئی۔

"قد سے اونچی خواہش نہ رکھو۔"

"میں نے کوئی غلط خواہش نہیں کی میری محبت کا قد بہت اونچا ہے۔"

"میں ذرا زینت آپا کے پاس سے ہوکر آتی ہوں۔" وہ ٹال کر جانا چاہتی تھی کہ وہ پھر سامنے آ گیا۔

"شرمین میں تمہاری خاطر آیا ہوں صرف تمہاری خاطر۔"

"اور ماں کے لیے۔" اس نے طنزیہ پوچھا۔

"یہ ان کا اور میرا معاملہ تھا تم نے یقین دلایا تھا۔"

"کس بات کا......؟" وہ چونکی۔

"کہ میں آ جاؤں پھر میری مرضی مان لوگی۔"

"پلیز! بوبی۔"

"نو پلیز نو ایکسکیوز۔" وہ مضبوط لہجے میں کہہ کر چلا گیا اور وہ دھم سے پھر صوفے پر گر گئی۔

بوبی کے آنے کی خوشی میں زینت آپا نے ہمت سے بڑھ کر کام بڑھالیا صدقے کا بکرا ذبح کرا کے مدرسے بھیجا دو تیار دیگیں تقسیم کروائیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شام کو طبیعت خراب ہوگئی شرمین پریشان ہوگئی بوبی بھی ماں پر کچھ خفا ہوا۔

"کیا ضرورت تھی خود کو تھکانے کی؟"

"اپنے بیٹے کے آنے کی خوشی بھی تو منانی تھی اللہ کا شکر بھی ادا کرنا تھا۔" زینت نے مدہم آواز میں جواب دیا۔

"شادی پر یہ ارمان پورا کرلیتیں۔" بوبی نے ذومعنی نظروں سے شرمین کو دیکھا تو وہ زینت کا سر دبانے میں مگن تھی۔

"تم جلدی راضی ہوجاؤ تو یہ ارمان بھی پورا کر کے جاؤں۔"

"میں تو راضی ہوں کل ہی کردیں۔" بوبی نے مسکرا کر شریر نظروں سے اشارہ کیا تو وہ ٹھٹکی۔

"ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے زینت آپا کو تو ایسی باتیں کرنے کا شوق ہے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"ماما کی خواہش ہے۔"

"ہاں ناں شرمین میں بوبی کی خوشی کا ارمان لے کر جانا نہیں چاہتی۔" زینت نے ایسی نظروں سے التجا آمیز خواہش ظاہر کی کہ وہ جز بز سی ہوگئی۔

"آپ و ہم نہ کریں سب دیکھیں گی۔"

"ان شاء اللہ۔" بوبی نے کہا۔

"بوبی تم یہیں رہنا میں ذرا کھانے کا جائزہ لے آؤں۔" وہ بہانہ بنا کر باہر نکل آئی اور باورچی خانے میں پڑی کرسی پر ٹک کے سوچنے لگی۔ خانساماں اپنے کاموں میں مصروف تھا اس نے کوئی بات نہیں کی اپنی الجھن میں گرفتار اپنے آپ میں مصروف زندگی نے ایک نیا امتحان لینے کا عندیہ دیا تھا بوبی کی خواہش کے ساتھ جنگ کرنا مشکل تھا ناممکن نہیں تھا بس زینت آپا کی زندگی بہت قیمتی تھی اس کا ان کے سوا تھا ہی کون؟ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے وہ عارض کے لیے سوچ رہی تھی۔

"عارض! تم نے مجھے زمانے کی خاطر اپنی چاہت پس پشت ڈال دی میں نے تو پہلے بھی کبھی اظہار الفت میں کچھ بھی نہیں کہا تھا اتنے دنوں کے بعد تمہارا لایعنی سوال اور تقاضا مجھے دکھی کر گیا کیا یہ ضرورت باقی تھی تم نے کیسی محبت کی کہ رابطے بحال نہیں رہنے اب بوبی ہے جو ایک پل بھی مجھے نہیں خود کو محبت اور جنون کی کسوٹی پر پرکھ رہا ہے میں نے کبھی اس کی حوصلہ

افزائی نہیں کی ایسا سوچا بھی نہیں پھر بھی وہ میرے لیے میری خاطر مجھ ہی سے نظر انداز ہوتا ہے بے عزت ہوتا ہے محبت کے لو دیتے جذبوں کے مقابل بیزاری کوفت اور سرد مہری کا سامنا کرتا ہے تم نے زندگی امتحان بنادی ہے بوبی امتحان گاہ سے نکل کر میرے سامنے آگیا ہے میں کیسے اس سے نبرد آزما ہوں زینت آپا کی بے بسی اور حسن سلوک کو دیکھتے ہوئے بوبی کو دھتکارتے ہوئے بھی سوچنا پڑتا ہے خدارا میری خودداری اور انا کا امتحان نہ لو عارض نہ لو...... میں نے بڑے دنوں سے خود کو تمہاری خاطر سنبھال کر رکھا ہے بوبی پیار سے دیکھتا ہے تو دل دکھتا ہے...... وہ آتے ہی ایک تقاضا کررہا ہے...... یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں نے اپنے اور اس کے درمیان کبھی ایسا تعلق نہیں سوچا......'' وہ ہولے سے بڑبڑائی تھی۔

''تو کیا ہوا...... میں نے تو ہمیشہ تمہیں ہی سوچا ہے دیکھا ہے محسوس کیا ہے۔'' وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

''بوبی! یہ سب کیا...ہے؟'' اس نے کچھ ناگوار سے لہجے میں کہا تو وہ مسکرایا۔

''پیار ہے میرا جنون ہے۔''

''پلیز خیال سے بات کرو۔'' وہ جھلائی۔

''کیوں...... میں نے کیا کیا ہے؟''

''بوبی! میں پہلے ہی بہت الجھن کا شکار ہوں مزید مسائل پیدا نہ کرو۔''

''مجھے ایک دن نہیں ہوا آئے اور تم نے نگاہیں پھیر لیں۔'' اس نے بڑی بے باکی سے کہا۔

''دیکھو! میں نے تم سے نگاہیں کبھی ملائیں بھی نہیں۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔'' وہ کچھ صلح پسندانہ انداز میں بولی تو وہ قریب آکر بولا۔

''شرمین! مجھ سے یوں سلوک نہ کرنا قسم کھاتا ہوں زہر کھالوں گا۔''

''او گاڈ! میں ہی باہر جاتی ہوں۔'' وہ کچھ اکتا کر کچن سے باہر بھاگی۔

''مجھے کچھ ہوا تو میری ماما کو دکھ تمہاری وجہ سے پہنچے گا۔'' وہ پیچھے سے چلایا جو کہ اس نے صاف سنا مگر جواب نہیں دیا۔

✦⌘✦......⌘......✦⌘✦

منیجر معید الرحمان نے دروازے پر دستک دی تو وہ بیدار ہوا آنکھ کھلی تو لیپ ٹاپ کھلا تھا اور وہ شاید دیر تک اپنے ای میل اکاؤنٹ میں پاکستان سے آنے والے شرمین اور صفدر کے میسجز تلاش کرتا رہا لیکن کوئی نیا میسج نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اسے یقین تھا کہ شرمین اسے محبت بھرا میسج ضرور کرے گی...... اسے پیار سے پکارے گی اور یقین دلائے گی کہ وہ اس سے سچی محبت کرتی ہے...... لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا تھکن سے بوجھل آنکھیں ذرا دیر کو موندی تھیں کہ آنکھ لگ گئی...... اس نے بابا کی کمی بری طرح محسوس کی...... خالی خالی نظروں سے چاروں طرف دیکھا دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی تو اسے خیال آیا۔

''یس کم ان۔''

''گڈ ایوننگ سر۔'' معید الرحمان نے کمرے میں داخل ہوکر کہا۔

''گڈ ایوننگ بابا نے ربطہ کیا......؟'' اس نے پوچھا۔

''جی نہیں ان کا سیل آف جارہا ہے۔''

''ہنہ! شاید چارجنگ ختم ہوگئی ہو موسم کی وجہ سے پانچ گھنٹے فلائٹ لیٹ بھی تو رہی۔''

''یہ والٹ اپنی گاڑی میں سے ملا ہے شاید ان صاحب کا رہ گیا ہے۔''

''کن صاحب کا؟''

''وہی جنہیں ہم نے لفٹ دی تھی'' معید الرحمان نے ڈارک براؤن لیدر والٹ اس کی طرف بڑھایا۔

''کیا؟ تو آپ کو انہیں اتارتے ہوئے دیکھنا تھا؟'' اس نے ہلکی سی خفگی سے کہا۔
''وہ تیزی سے ہوٹل کے باہر اترے اور میں نے آ کر گاڑی لاک کرتے ہوئے دیکھا۔
''اچھی بات نہیں ہوئی' وہ پریشان ہو رہے ہوں گے' کاش مجھے پہلے نہ ڈراپ کرتے۔''
''آپ دیکھیں شاید کوئی اتہ پتہ مل جائے۔''
''لاؤ' پکڑاؤ۔'' عارض نے بٹوہ ہاتھ میں پکڑا' مگر اسی وقت اس کا موبائل فون بجنے لگا۔ بابا کا نمبر دیکھ کر وہ خوش ہو گیا۔
''بابا! تھینک گاڈ آپ کا فون آیا۔''
''یار! چند لمحے پہلے اسلام آباد پہنچا ہوں۔''
''مجھے آپ کی فکر ہو رہی تھی۔''
''اور مجھے بیٹا جی آپ کی...... چیک اپ ہو گیا۔''
''جی' بابا سب او کے ہے۔''
''تو جلدی سے آ جاؤ میری جان۔'' انہوں نے بڑی محبت سے کہا۔
''بابا! آ جاؤں گا مگر ابھی نہیں۔''
''شرمین بہت اداس ہو گی۔''
''کوئی اداس نہیں ہوتا۔'' اس نے دھیرے سے کہا جو دوسری طرف سنائی نہیں دیا۔
''کیا کہہ رہے ہو؟''
''کچھ نہیں' اب آپ آرام کریں' لاہور کب جائیں گے؟''
''ایک دو روز بعد...... اپنا خیال رکھنا اور بہت احتیاط کرنا۔'' انہوں نے کہا تو ان کی جدائی کے سبب دکھی ہو کر بولا۔
''اور آپ بھی آئی مس یو۔''
''مس یو ٹو ڈیئر۔ اللہ حافظ۔'' فون آف ہو گیا۔ وہ ایک بار پھر آنکھیں موند کر سر میز پر رکھ کے سوچ میں پڑ گیا۔ منیجر معید الرحمان نے اجازت طلب کی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے جانے کی اجازت دی۔
''او مائی ڈیئر بابا سوری' ریئلی آئی مس یو' میں کب یہاں رہنا چاہتا تھا' شرمین کی سرد مہری نے مجھے الجھا کر رکھ دیا ہے' میں نے ٹوٹ کر اسے چاہا' لیکن آپ کو نہیں معلوم اس نے کیا کہا؟ وہ تو مجھ سے محبت کا سوچ کر بتائے گی' میں اس کا جواب لیے بغیر نہیں آؤں گا...... بابا مجھے معاف کر دینا میں آپ کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا' میں خود غرض بن گیا۔''
اوہ میرے اللہ! میں ٹھیک کر رہا ہوں یا غلط مجھے تو ہی بتا۔'' اس نے ایک لمبی سانس لے کر میز پر نگاہ ڈالی تو بٹوہ دیکھ کر اسے ایک دم یاد آیا کہ یہ اس اجنبی شخص کا ہے' وہ کتنا پریشان ہو رہا ہوگا؟ اس نے بٹوہ کھولا' اس میں چار خانے تھے' کریڈٹ کارڈز' کرنسی' کچھ چھوٹی چھوٹی مختلف پرچیاں' آئی ڈی کارڈ' چند وزیٹنگ کارڈ' ان خانوں میں تھے' اس نے چوتھے خانے سے پرچیاں وغیرہ نکالیں تو ایک پاسپورٹ سائز تصویر اس کی دو انگلیوں کے درمیان پھنسی رہ گئی اور اس کی آنکھیں جیسے پتھرا گئیں۔ ہاتھ لرز سے گئے' آنکھیں مل مل کے دیکھا کبھی الٹ کر اور کبھی پلٹ کر' پھر جیسے کمرے کی چھت گھومنے لگی' جس کرسی پر بیٹھا تھا وہ گول گول گھوم رہی تھی۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں اس بات کی عکاس تھیں کہ اس کے دماغ میں کوئی طوفان برپا ہو۔ کوئی بھٹی جل اٹھی ہے...... پوری ہمت کر کے اس نے پانی کا گلاس بھرا اور ایک سانس میں غٹاغٹ پی گیا۔ کچھ سکون ملا تو تصویر سامنے میز پر رکھ کے آنکھیں بند کر لیں...... مگر جیسے کسی بھونچال کی زد میں تھا' کسی خوفناک زلزلے کی کیفیت سے دو چار تھا۔

یوں نہ حالات کے نیزے پہ میرا سر ہوتا
تجھ سے ہوتی نہ ملاقات تو بہتر ہوتا
بات تو عجب تھی کہ انجام محبت اپنا
عام فرسودہ روایت سے ہٹ کر ہوتا
اس کا آنچل تو کوئی دور نہیں تھا محسن
تیرے ہاتھوں میں اگر تیرا مقدر ہوتا

کتنے ہی گھنٹے خود کو سمیٹتے ترتیب دینے میں لگ گئے‘ کسی مزدور کی طرح اینٹوں کی مانند اٹھایا خود کو‘ سیمنٹ کی تگاریوں کی طرح اکٹھا کیا خود کو‘ پھر کسی مستری کی طرح ترتیب دیا خود کو‘ مگر پھر بھی احساس یہی باقی تھا کہ نہ ترتیب ٹھیک ہے نہ توازن متناسب ہے۔......صرف ایک ہی موہوم سی امید تھی کہ یہ تصویر نظر کا دھوکہ ہو اور وہم ہو‘ کوئی اور ہو......لیکن دل مضطرب کو قرار نہیں آ رہا تھا......ڈور بیل کی آواز کانوں میں پڑی تو کچھ ہوش آیا......معید الرحمان کا ہونا غنیمت تھا‘ انہوں نے پہلے دروازہ کھولا‘ پھر چند لمحوں بعد اس کے کمرے پر دستک دی۔

”لیں......“

”سر! وہی والٹ والے صاحب آئے ہیں۔“ معید الرحمان صاحب نے اطلاع دی تو اس میں کرنٹ دوڑ گیا۔ بٹوہ اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل آیا......گرے کوٹ میں بلیک اسکارف گلے میں لپیٹے‘ سلیقے سے بال سنوارے وہ شخص اضطرابی کیفیت میں راہداری میں لگی قدآدم پینٹنگ کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ مصافحہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

”ہائے۔“

”صبیح احمد!“ اس نے آئی ڈی کارڈ کی تصویر اور نام سے پکارا۔

”جی! میں صبیح احمد۔“ وہ متانت سے مسکرائے۔

”آئیں بیٹھیں۔“

”نہیں‘ میں جلدی میں ہوں۔“

”ایسی بھی کیا جلدی کافی کا کپ ہو جائے‘ یہ آپ کی امانت میں فوری طور پر آپ کو رابطہ نہ کر سکا‘ صبح کوشش کرتا۔“

”شکریہ! لیکن صبح تک میرے لیے مسئلہ ہو جاتا‘ شکر ہے مجھے یاد رہا آپ کو پہلے ڈراپ کرنا سودمند رہا۔“ وہ خاصے خوبصورت لب و لہجے میں بولے۔

”پلیز بیٹھیے تو۔“ اس نے دانستہ اصرار کیا۔

”معذرت باہر ٹیکسی کھڑی ہے ویسے بھی مجھے میڈیسن لینی ہیں۔“

”تو آپ اطمینان سے بیٹھیں میں آپ کو ڈراپ کرا دوں گا۔“

”ارے نہیں‘ مجھے اچھا لگا‘ پھر کبھی میں یہاں معائنے کے لیے آیا ہوں۔“

”خیریت۔“

”دل کا مریض ہوں‘ میں نے سال پہلے یہیں سے بائی پاس کرایا تھا۔“ وہ بولے۔

”اللہ آپ کو صحت دے۔“

”شکریہ! میں کوشش کروں گا کہ آپ سے مل کر جاؤں۔“

”جی‘ مجھے بھی آپ سے ملنا تھا۔“

"جی۔"
"مطلب آپ کا بٹوہ پہنچانا تھا' کوئی کانٹیکٹ نمبر اس میں نہیں تھا سو اس لیے تاخیر ہوئی' صبح یہاں کے قانون کے مطابق رابطہ کرتا۔"
"چلیں شکر۔ ہاں تردد سے بچت ہوگئی۔"
"آپ اپنا والٹ چیک کرلیجیے۔"
"ارے کیا بات کرتے ہیں' سب ٹھیک ہوگا' ویسے آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔"
"مجھے عارض کہتے ہیں۔"
"او کے' نائس ٹو میٹ یو۔"
"کل کچھ وقت نکالیے گا۔"
"کوشش' مگر وعدہ نہیں۔"
"وہ اس میں آپ کی......" وہ پوچھتے پوچھتے رک گیا۔
"او کے سی یو ٹو مارو۔"
"آپ کا منتظر رہوں گا۔" وہ چاہتے ہوئے بھی تصویر کے متعلق نہ پوچھ سکا۔ وہ چلے گئے تو وہ پژمردگی کے ساتھ کمرے میں واپس آ گیا۔

+⌘+......⌘......+⌘+

جونہی تیار ہو کر وہ باہر نکلا تو جہاں آرا کو بھی تیار کھڑا پایا۔
"خیریت کہیں جا رہی ہیں۔" صفدر نے پوچھا۔
"ہاں! تمہارے ساتھ جا رہی ہوں۔" انہوں نے بڑی سادگی سے کہا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہیں۔
"میرے ساتھ' کہاں؟" وہ بھولپن سے بولا۔
"میری بہو کے پاس۔"
"اس وقت میں آفس کے لیے لیٹ ہو رہا ہوں۔" اس نے معقول بہانہ گھڑا۔ مگر وہ بگڑ گئیں۔
"کہیں نہیں جا رہے' میرے ساتھ زیبا کو لینے جا رہے ہو بس۔" اس کے بہانے پر انہوں نے تحکم سے کہا۔
"مگر وہ نہیں آنا چاہتی۔"
"کیوں؟ والدین سے ملنے گئی تھی' گھر چھوڑ کر تو نہیں گئی۔"
"وہ گھر ہی چھوڑ کر گئی تھی۔"
"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟" وہ چلا اٹھیں۔
"اس لیے کہ اس نے نہ آنے کا کہا ہے۔"
"اچھا! مجھے لے چلو میں خود اس سے پوچھوں گی' کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟"
"اس کی ضرورت نہیں کیونکہ مجھے اس کے نہ آنے کی وجہ معلوم ہے۔"
"کیا وجہ ہے؟"
"چھوڑیں لعنت بھیجیں۔"
"کیسے؟ ہمارے گھر کی عزت' ہم چھوڑ دیں۔"

"فی الحال تو یہی سچ ہے۔"
"تم نے تو اس کے والد کی بیماری کا کہا تھا۔"
"وہ بھی وجہ ہے۔"
"دیکھو صفدر! مجھے ٹالو نہ، مجھے سچ بتاؤ میں نے تمہاری شادی اس لیے نہیں کی تھی' میرا گھر ویران اور اداس رہے۔" وہ بے بسی سے ہمت ہار کے تخت پر بیٹھ گئیں۔ صفدر کو ان پر پیار بھی آیا اور دکھ بھی بہت ہوا وہ کب چاہتا تھا کہ اس کی پیاری ماں کو یہ صدمہ پہنچے مگر حالات اس ڈگر پر لے آئے تھے وہ اپنے اندر کے مرد کو شکست نہیں دے سکا تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ وہ اس کی موہنی صورت اپنے دماغ سے نہیں نکال سکا تھا' یہ احساس بھی من میں گدگدیاں کرتا تھا کہ زیبا کی کوکھ میں اس کا احساس پروان چڑھ رہا ہے' وہ اس کا اپنا بچہ ہے' لیکن یہ سوچ اس وقت سفاکی سے خودکشی کر لیتی جب وہ زیبا کی بھول پر نگاہ ڈالتا تو دماغ کی رگیں چٹخنے لگتی' مٹھیاں بھینچ جاتی' خون شریانوں میں تپتے ہوئے لاوے کی صورت اختیار کر لیتا اور اس کی روح تک جھلس جاتی۔
"صفدر! کیا سوچنے لگے؟" امی نے مخاطب کیا تو وہ چونکا۔
"کچھ نہیں' بس ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے' واپسی پر بات کریں گے۔"
"نہیں' مجھے ابھی بتاؤ۔"
"امی! پلیز زیبا علیحدگی چاہتی ہے۔"
"اور تم' تم نے اسے کیا کہا ہے؟" انہوں نے الٹا سوال کیا۔
"آپ مجھ پر شک کر رہی ہیں' میں نے اسے گھر آنے کا کہا ہے۔" وہ ہکلایا۔
مجھے اس کی والدہ سے بات کرنی چاہیے۔"
"چھوڑیں' وہ چاہے گی تو آ جائے گی ورنہ رہے ماں کے پاس۔" وہ یہ کہہ کر جانے کے لیے آگے بڑھا۔
"مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم خود نہیں چاہتے کہ وہ آئے۔"
"آپ حقیقت جان لیں گی تو خود بھی ایسا ہی چاہیں گی۔" اس نے تلخی سے مدہم لہجے میں کہا۔
"ناشتہ تو کرلو۔"
"بس اب آفس میں کرلوں گا۔" وہ عجلت میں کہتا ہوا نکل گیا۔
دفتر کے ضروری کام نپٹا کے وہ سیدھا زیبا کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی طبیعت کچھ خراب تھی...... کمرے میں لیٹی چھت کو گھور رہی تھی...... وہ حاجرہ بیگم کو سلام کر کے سیدھا اس کے کمرے میں آ گیا' وہ اچانک اس غیر متوقع آمد پر حیران پریشان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"تم کتنے مزے میں ہو میری زندگی اجیرن بنا کے۔" اس کی نگاہوں سے چنگاریاں نکلیں۔
"جس کا ماضی جہنم ہو' حال جہنم کا عذاب اور مستقبل کا نشان نہ ہو وہ بھلا کیا مزے کرے گا؟" وہ بولی۔
"یہ سب تمہارا اپنا کیا دھرا ہے؟" اس نے دانت کچکچائے۔
"اسی لیے' مزے بھی تو میں ہی کر رہی ہوں۔" اس نے اس طرح جواب دیا کہ صفدر کے دل پر چرکہ لگا وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹا اور گرجا...... اس کے نازک کندھوں پر پورا غصہ نکالتے ہوئے حد کردی...... وہ تھر تھر کانپنے لگی۔
"صفدر...... صفدر' چھوڑیں مجھے......" بمشکل کہہ سکی۔
"جی تو چاہتا ہے کہ تمہاری جان لے لوں۔" اس نے انتہائی غصے کے عالم میں زور سے جھٹکا دے کر چھوڑا۔
"یہی بہتر ہے آپ کے لیے۔" اس نے کندھے سہلاتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارا جینا حرام کردوں گا' میری امی نے میرے لیے سوالات کھڑے کررکھے ہیں' کہہ دیا ہے میں نے انہیں کہ تم خلع چاہتی ہواور اب تم بھی یہی کہوگی۔''

''کیوں...... میں کیوں کہوں؟ آپ مجھے میرے بچے کو بلکہ اپنے بچے کو قبول نہیں کررہے' یہ آپ نہیں بتائیں۔'' وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

''یعنی تم مجھے بتاؤ گی۔'' وہ حیران ہوکر طنزیہ مسکرایا۔

''آپ کیوں بھول جاتے ہیں' میں اپنے بچے کی زبان بولتی ہوں' میں چاہتی ہوں کہ یا آپ ہم دونوں کو قبول کریں ورنہ ہماری آزادی کا اعلان کردیں' بتادیں اپنی امی کو کہ سچ کیا ہے؟'' وہ ہر لفظ چبا چبا کر بولی' تو وہ سناٹے میں آ گیا۔

''مطلب؟''

''مطلب یہی کہ میں نے اپنی امی کو سب بتادیا ہے۔''

''تو...... تم مجھے بلیک میل کررہی ہو۔''

''میری کیا مجال' میں تو گناہ گار اور آپ کی مجرم تھی۔''

''تھی...... مطلب۔''

''اگر آپ میرے قریب نہ آتے تو میں مجرم' گناہ گار اور خطا کار تھی مگر آپ نے مجھے بیوی کا مقام دیا تو میں اب آپ کی بیوی ہوں۔''

''شٹ اپ' تم اور میری بیوی۔''

''تو ٹھیک ہے مجھے آزاد کردیں۔''

''کاش! میں تمہیں اس حالت میں اٹھا کر باہر پھینک سکتا۔'' وہ تلملا کر بولا۔

''میں انتظار کروں گی۔''

''میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔'' وہ بے بسی کے عالم میں جھلا کر واپس لوٹ گیا اور اس کے مدمقابل سیسہ پلائی دیوار بن کر جنگ کرنے والی' اس کے جاتے ہی بستر پر گر کے ہچکیوں سے رونے لگی' کتنا مشکل تھا اس قدر تذلیل برداشت کرنا۔

⌘ ...... ⌘ ...... ⌘

شام کے ملگجے سائے چار سو اتر آئے تھے۔

وہ شہر سے دور خاموش کم آمدورفت والی سڑک پر ایک طرف گاڑی کھڑی کرکے باہر نکلا' لمبے لمبے سانس لیے' چند لمحے آسمان کی وسعتوں پر نگاہ ڈالی پھر جیب سے سیل فون نکال کر صفدر کو فون کیا۔

''کیسے ہو......؟'' مردہ سی آواز میں پوچھا۔

''زندہ ہوں' پر زیادہ دن زندہ رہوں گا نہیں۔'' صفدر نے بے بسی سے کہا۔

''کیا بات ہے......؟'' عارض نے فکرمندی سے پوچھا۔

''عارض! یار میں مرجاؤں گا' میرا دل پھٹ جائے گا۔ کوئی نہیں جس کے سامنے دل کا بوجھ اتاروں...... میں مزید کیسے اپنے اندر کی آگ برداشت کروں' آج میں بہت بے بس اور بے چارگی محسوس کررہا ہوں......'' صفدر عارض کے پوچھتے ہی پھٹ پڑا' ایک سانس میں بولتا چلا گیا۔

''اگر میں یہ کہوں کہ میرا بھی تم جیسا ہی حال ہے' میں بھی یہاں تنہا اپنے اندر ہی اندر سلگ رہا ہوں' تم کیا جانو مجھ پر ان دو دنوں میں کیا قیامت گزری ہے۔'' عارض تو حقیقتاً اپنی الجھنوں کا شکار تھا۔

"تو آجاؤ' کیوں دور بیٹھے ہو؟" صفدر بے قرار ہو گیا۔
"ہاں! آنا تو ہے لیکن کچھ وقت چاہیے۔"
"کیا مسئلہ ہے؟"
"میں نے سراب کی تمنا کی تھی' کاش بتا سکتا۔"
"میں سمجھا نہیں۔"
"چھوڑو' جلد سمجھاؤں گا' تم اپنی سناؤ' مسئلے کا حل کیا نکلا؟"
"اگر مسئلے کا حل ہوتا تو میری یہ حالت ہوتی' مجھے نجات کا رستہ نہیں مل رہا' میں نے امی کا آج کس طرح سامنا کیا ہے یہ مجھے پتا ہے' زیبا اپنے فیصلے پر ڈٹی ہوئی ہے۔"
"ایک بات کہوں' ٹھنڈے دل سے سوچو' تمہارا بچہ ہے' زمانہ اس کا کیا حال کرے گا۔" عارض نے اپنے تئیں سمجھانے کی بھرپور کوشش کی۔
"مجھے زمانے سے مطلب نہیں۔"
"اب ہو بھی کیا سکتا ہے؟"
"اگر وہ بچے سے نجات حاصل کرلے تو میرے گھر میں پڑی رہے۔"
"درگزر سے کام لو' امی کا سوچو' نہیں بچے کی آرزو ہے' معاف کردو بھابی کو۔" عارض نے ایک کوشش اور کی۔
"اوکے' پھر بات ہوگی' اس وقت میں بہت ڈسٹرب ہوں۔" صفدر کو اس کی نصیحت نہیں بھا رہی تھی' اس لیے فون بند کردیا۔ وہ کسی کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔

✦⌘✦......⌘......✦⌘✦

جب وہ گھر پہنچی تو ٹی وی لاؤنج میں مکمل خاموشی تھی۔
شیر دل بابا نے زینت آپا کے سوجانے کی خبر دی تو وہ اپنے کمرے کی طرف آ گئی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو بوبی کو کمرے میں دیکھ کر ٹھٹکی۔
"خیریت' میرے کمرے میں کیوں ڈیرے لگا رکھے ہیں؟"
"خالی کمرے میں سر ٹکرا رہا تھا۔"
"کیوں بھئی؟ ایسا کیا ہو گیا۔" وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"تو اور کیا کرتا' مصروف شرمین بی بی کے پاس تو میرے لیے وقت ہی نہیں ہے' کیا فرق پڑ جاتا جو شاپنگ کے لیے میرے ساتھ چلی جاتیں۔" وہ بھنا کر بولا۔
"ہیں! کیوں مجھے اکیلے کیا خطرہ تھا؟"
"کمپنی ہو جاتی' مجھے اکیلے سڑنے کے لیے بلایا ہے۔"
"اکیلے کہاں تھے؟ ماما کے پاس بیٹھتے' میرے کمرے میں بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟"
"یہاں تمہاری خوشبو تھی' میں نے تمہارا اسکارف اپنے چہرے پر ڈالا تو تمہارے حصار میں قید ہو گیا۔"
"بوبی! آپ کی یہ باتیں ایک دم سطحی مقام پر لے آتی ہیں۔" وہ کچھ کھردرے سے لہجے میں بولی۔
"تم اتنی بور کیوں ہو؟" وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے بولا۔
"بوبی! میں چاہتی ہوں کہ جتنی جلد اس حقیقت کو تسلیم کرلو گے' اتنا بہتر ہوگا۔ میرے اور تمہارے درمیان ایک ہی رشتہ ہے

وہ ہے احترام اور عزت کا..... کوئی اور بھی ہے جس سے میرا برابری کا رشتہ ہے۔"
"میرے اور تمہارے درمیان صرف اور صرف محبت' عشق کا تعلق ہے۔" وہ ڈھٹائی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولا۔
"پلیز! اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ اکتا سی گئی۔
"میں نے ہار نہیں مانی۔"
"عقل سے کام لو' ورنہ پچھتاؤ گے۔"
"شرمین! میں سچ مچ تمہارے کہنے پر آیا ہوں اگر تم نے بے وفائی کی تو میں اپنا خاتمہ کرلوں گا۔" وہ یہ کہہ کر باہر چلا گیا' وہ بوجھل آنکھیں موند کر خود کو سکون دینا چاہتی تھی کہ حمیدہ نے آ کر کہا۔
"بی بی جی! کھانا لگا دوں۔"
"نہیں' ابھی نہیں۔"
"کھالیں' بوبی صاحب نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا۔"
"کیوں......؟" وہ حیرانی سے بولی۔
"بس ایک ہی جواب دیتے رہے کہ شرمین کے ساتھ کھاؤں گا۔"
"میں تم لوگوں کو بتا کر گئی تھی کہ آفس سے واپسی پر مارکیٹ جانا ہے' پھر کھانا کیوں نہیں لگایا۔"
"لگاتے تو تب' جب وہ کھانا چاہتے' بڑی بیگم صاحبہ کو کھانا کھلا دیا تھا' مگر انہوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کردیا تھا۔"
"تو رہنے دو' میں فی الحال آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے قطعی بے زاری ظاہر کی اور بیڈ پر دراز ہوگئی۔ حمیدہ چپ چاپ کمرے سے باہر چلی گئی۔

✦ ⌘ ✦..... ⌘ ..... ✦ ⌘ ✦

ہوٹل کی لابی میں عارض کو دیکھ کر صبیح احمد مسکرا کر آگے بڑھے۔
"او مسٹر عارض! میں نے آج خود بھی آپ سے ملنے آنا تھا۔"
"انکچولی میں یہاں سے گزر رہا تھا سو منیجر نے آپ کا تذکرہ کیا تو میں آ گیا۔"
"بہت اچھا کیا..... کیا منگواؤں چائے' کافی' سافٹ ڈرنک۔" انہوں نے پوچھا۔
"کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔"
"تکلف کیسا؟"
"مجھے آپ سے پوچھنا تھا کہ آپ کی مسز......؟" عارض کے دل میں جو طوفان تھا وہ زبان پر آتے آتے رک گیا۔
"وہ اب میری زندگی میں نہیں۔" وہ کرب سے مسکرائے۔
"مطلب...... وہ دراصل آپ کے والٹ میں تصویر تھی......" وہ پھر جھجک کر رک گیا۔ دل میں خوف تھا' پریشانی تھی' اضطراب تھا۔
"تصویر......؟ وہ میرا سرمایہ ہے' مائی لو۔" انہوں نے فرط محبت سے چور چور لہجے میں جھوم کر اس کے وجود پر بڑا سا پہاڑ گرا دیا۔ ایک لمحے کو وہ نہ کچھ سن سکا اور نہ دیکھ سکا' پتھرا سا گیا۔
"میں کافی منگواتا ہوں۔" انہوں نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تو وہ ہوش کی دنیا میں آ گیا۔
"نو تھینکس' میں ذرا جلدی میں ہوں۔" وہ بے جان سے قدموں پر اٹھ کھڑا ہوا۔

''او۔ کے! آپ سے ملاقات یاد رہے گی' شاید دوبارہ ملاقات بھی ہو'' وہ بولے۔

''شاید......'' وہ بڑبڑا کر تیز قدموں سے باہر نکل آیا' جسم سے جیسے جان نکل کر صبیح احمد کے والٹ میں رہ گئی۔ یہ سننے کا تو حوصلہ ہی نہیں تھا۔ وہ پیچھے سے کچھ کہتے رہے مگر وہ رکا نہیں' اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے ہوٹل سے باہر نکلا معید الرحمان نے اس کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھ کر پوچھا۔

''سر! آپ ٹھیک تو ہیں۔''

''ہنہ ہاں چلو۔'' وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

''واہ عارض صاحب! یہ بھی ہونا تھا' فراق یار کی بارش ملال کا موسم' ہمارے شہر میں اترا کمال کا موسم' وہ اک دعا میری جو نامراد لوٹ آئی' زبان سے روٹھ گیا پھر سوال کا موسم' جو بے یقین ہوں بہاریں اجڑ بھی سکتی ہیں' وہ آ کے دیکھ لیں مرے زوال کا موسم عارض صاحب کی تباہ حالی کا' دل کی بربادی اور ہستی کی مسماری کا موسم دیکھو' ہلکی ہلکی بارش میں کمرے کی کھڑکی سے باہر سڑک پر نظریں مرکوز تھیں' خنک ہوا کے جھونکے چہرے سے ٹکرا رہے تھے' ایک دم زوردار چھینک آنے سے اسے احساس ہوا کہ سردی ہے' کھڑکی بند کردی جائے......مگر اندر جو سردی اتر چکی تھی اس سے کیسے محفوظ رہا جاتا......دل نے تمام تر حدتوں اور شدتوں سمیت شرمین کو نکال باہر کیا' وہ تو پہلے ہی الجھن میں گرفتار تھا' اپنی محبت کا جواب اب تک شرمین نے نہیں دیا تھا' اور اب یہ انکشاف کہ صبیح احمد کے بٹوے میں اس کی تصویر اور ان کے دل و دماغ میں اس کی محبت رچی بسی ہے' وہ ان کی محبت ہے' یقیناً وہ بھی صبیح احمد سے اتنی ہی محبت کرتی ہوگی' یہ بات اس نے چھپا کر رکھی بتائی تک نہیں' یہ سوچ کر غم و غصے سے مضطرب ہوگیا' حل کوئی نہیں تھا' جواب کوئی نہیں تھا' سوائے ادھیڑ بن کے' بے چینی اور بے بسی کے' اس نے دل کی گہرائیوں سے اسے چاہا لیکن وہ کسی اور کی چاہت ہے' کسی اور کی محبت ہے' پھر بھلا میں اسے...کیسے دل میں رکھوں؟ وہ میرے دل میں بھی رہے اور صبیح احمد کے بھی یہ تو ناممکن ہے اور مجھے قبول نہیں۔'' ''نہیں شرمین میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کسی کی محبت پر ڈاکہ ڈالوں' میں تمہیں مجرم نہیں کہتا' اور ظالم میں بھی نہیں بننا چاہتا' تم صبیح احمد کی محبتوں میں تابندہ رہو' میں تمہیں بھلانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے معلوم ہے یہ مشکل کام ہے لیکن آخر یہ کرنا ہی ہے......تم نے ٹھیک کیا' محبت کے اعتراف اور اظہار سے انحراف کیا' کیونکہ یقیناً تم اپنی پہلی محبت کیسے فراموش کرسکتی تھیں' میں ہی نادان تھا کہ تمہاری محبت میں گرفتار ہوکر سب کچھ بھول گیا' لیکن تم نے اچھا کیا جو سرد مہری سے اپنا ردعمل ظاہر کیا' اب تم سے کچھ پوچھنے اور جاننے کی ضرورت نہیں رہی' تم اپنی آزاد خود مختار زندگی جیسے چاہو' جس کے ساتھ چاہو بسر کرو' مجھے کوئی حق نہیں' میں نہ تمہیں شرمندہ کروں گا اور نہ جتلاؤں گا۔''

✦ ⌘ ✦ ...... ⌘ ...... ✦ ⌘ ✦

اکاؤنٹس کمیٹی ممبران کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے میٹنگ جاری رہی۔ میٹنگ ختم ہونے پر اس نے تھکن سی محسوس کی......کچھ بھوک بھی لگی ہوئی تھی' صبح کچھ جلدی تھی' یا پھر بھول چوک ہوئی کہ وہ کسی سے بھی ملے بغیر آ گئی تھی اپنے لیے چائے اور سینڈوچ منگوا کر ایک لقمہ ہی لیا تھا کہ آغا جی آ گئے وہ انہیں اچانک دیکھ کر متحیر ہوگئی۔ ان کی محبت اور گرم جوشی پہلے سے بڑھ کر تھی۔

''بابا آپ عارض کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟'' اس نے سنجیدگی سے گلہ کیا تو وہ سمجھ گئے کہ وہ عارض کو مس کر رہی ہے۔

''آجائے گا جلد' بس من موجی ہے۔'' انہوں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

''وہاں رہنے کا جواز کیا ہے؟'' اس نے دل میں چھپا شک ظاہر کیا۔

''یہ اس سے فون پر پوچھنا آخر منگیتر ہے آپ کا۔''

''مجھ سے تو اب بات ہی نہیں ہوتی۔''

''مطلب......''

''بس کچھ میں مصروف ہوتی ہوں اور وہ بھی شاید مصروف ہوتے ہیں۔''
''اوں ہنہ۔'' ''بس اب سیر سپاٹے کرتا ہے منیجر بتا رہا تھا کہ اب تک آفس جا کر اسٹاف سے میٹنگ تک نہیں کی۔''
''پھر ایسی کیا بات ہے؟''
''یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آتا' کچھ الجھی الجھی باتیں کرتا ہے۔''
''خیر آپ کب آئے ہیں' صفدر بھائی سے ملاقات ہوئی۔'' اس نے بڑے حوصلے سے موضوع بدلا۔
''کل شام ہی آیا ہوں' صفدر کو فون کروں گا۔''
''اور صفدر بھائی کے ذمے لگائیے کہ وہ عارض سے پوچھیں۔''
''عارض کا کچھ مسئلہ ہے ضرور کیونکہ وہ صفدر سے بھی زیادہ رابطہ نہیں کرتا۔'' انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو وہ کچھ فکرمند ہوئی..... مگر ظاہر نہ ہونے دیا۔
''چلیں کوئی وجہ ہوگی' میں خود عارض سے پوچھ لوں گی۔''
''ہنہ یہی تو میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے رابطہ رکھا کرو۔'' وہ خوش ہوگئے۔
کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ چلے گئے۔ اس وعدے کے ساتھ کہ وہ ان کے پاس چکر لگایا کرے گی' ان کے جانے کے بعد اس نے انا کو بالائے طاق رکھ کے عارض کا نمبر ملایا..... مگر فون آف تھا..... دو تین بار کوشش کرنے کے بعد اس نے سیل فون رکھ دیا..... اور سوچنے لگی کہ عارض کو کیا مسئلہ درپیش ہے جس کا نہ بابا کو پتا ہے اور نہ وہ اس سے شیئر کر رہا ہے۔ پھر غیر ضروری وہاں اس کا قیام کتنی تشویش کی بات تھی۔
''یا خدا! میں کیسے عارض کے دل کی بات جان پاؤں' چھوٹی سی بات کہہ کر رابطہ منقطع کرلیا' میری زندگی بیچ منجدھار میں پھنسی ہے' کاش! میں کسی حقیقی فیصلے تک جلد پہنچ سکتی' بوبی کے آنے سے پہلے عارض کا ساتھ حاصل ہو جاتا تو بوبی کی آمد سے کچھ خاص فرق نہ پڑتا' مگر اب تو وہ ہر وقت کا ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ کاش! دنیا میں لڑکیاں تنہا نہ ہوا کریں۔'' اس کی دکھ سے بھری حسرت بلند ہوئی' پھر اسے اماں جان کی بات یاد آ گئی کہ تم کیسے اللہ کی حکمت پر کچھ کہہ سکتی ہو بیٹا! اللہ بہتر جانتا ہے کہ بیٹیوں کی تنہائی کیسے دور کرنی ہے۔'' یہ یاد آتے ہی اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔ بڑی دیر وہ انہیں یاد کرتی رہی۔

+⌘+ ..... ⌘ ..... +⌘+

ننھی کپڑے استری کرنے کے بعد زیبا کے لیے سیب کاٹ کر لائی تو زیبا کو بہت متفکر دیکھ کر بولی۔
''اب آ ہی گئی ہو تو اطمینان سے رہو لو یہ سیب کھاؤ۔''
''ننھی! اماں بہت رو رہی تھیں' میرا دل ان کے لیے تڑپ رہا ہے۔'' وہ اماں کا تذکرہ کرتے ہوئے رو دی۔ ننھی بھی افسردہ ہوگئی۔ اسے گلے سے لگا کر تسلی دینے کی کوشش کی۔
''ایسے حالات میں ان کا رونا یقینی بات ہے اور تمہارا انہیں یاد کر کے آنسو بہانا بھی سچا ہے' مگر یہ جبر تو کرنا ہی ہوگا' مشکل سے نکلنے کے لیے حوصلے سے کام لینا پڑتا ہے۔''
''مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ امتحان ختم نہیں ہوگا' میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ ایک میری وجہ سے کتنے لوگ پریشان ہوگئے ہیں۔''
''اللہ غرق کرے' اس بدبخت کو جہاں ہو ذلیل و خوار ہو' ساری مشکلات اس کی وجہ سے شروع ہوئیں' نہ وہ محبت کا کھیل کھیلتا اور نہ تمہیں برباد کرتا۔'' ننھی نے نفرت اور حقارت سے کہا تو اسے جیسے خود سے گھن آنے لگی۔
''مت لو اس کا نام۔''
''مجھے صفدر بھائی پر حیرت ہے' ذرا سا بھی بڑا پن نہیں دکھایا انہوں نے' تم بیوقوف ہو گھر جا کر ان کی امی کو حقیقت بتاؤ انہیں

تو اپنے پوتے پوتی سے محبت ہوگی۔"
"نہیں، جب صفدر کے دل میں میری عزت نہیں وہ مجھے قبول نہیں کررہے تو میرے بچے کو کیسے قبول کریں گے؟ اور مجھے اپنے بچے کی یہ توہین قبول نہیں۔ میں اب ممتا کے احساس سے فیصلہ کرچکی ہوں۔" زیبا نے صاف مسترد کردیا نغمی کی بات کو۔
"سوچ لو کبھی نہ کبھی تو صفدر بھائی کو اپنے بچے کا احساس ہوگا۔"
"اس وقت تک بہت دیر ہوچکی ہوگی۔"
"خیر تم ٹینشن نہ لو میں نے تو صبح آفس جانا ہے، تمہارے لیے کھانا پکا کر فریج میں رکھ دیا ہے۔ وقت پر کھالینا اور ہاں دودھ جوس اور پھل بھی رکھے ہیں، ضرور لے لینا۔ میں شام چار بجے تک آتی ہوں۔" نغمی نے اسے اپنی عدم موجودگی میں تنہا ہونے کے باعث ضروری ہدایت کی۔
"شاید اماں آئیں۔" اس نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔
"اچھی بات ہے، تم ان سے بحث نہیں کرنا۔"
"بحث نہ کرنے کے لیے ہی تو یہاں آگئی ہوں۔"
"یہ سوچ لو کہ صفدر بھائی بھی وہاں آسکتے ہیں۔" نغمی نے خدشہ ظاہر کیا۔
"تو اماں بتادیں گی، ویسے بھی میں اب صفدر کی زندگی سے آگے نکل آئی ہوں، وہ بہت کٹھور ہے اب شاید ہی آئے۔" نغمی نے اثبات میں گردن ہلائی، کچھ دیر سوچا اور پھر بولی۔
"میرا دل چاہتا ہے کہ میں صفدر بھائی کے گھر جاؤں ان کی امی کو سب کچھ بتاؤں۔"
"پلیز! نغمی فضول باتیں نہ سوچو۔"
"چلو ٹھیک ہے تم آرام کرو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں ذرا کچن کی صفائی کرلوں۔" نغمی اٹھ کر چلی گئی تو وہ کروٹ لے کر اشک بہانے لگی۔ نغمی کو کیا بتائے کہ بظاہر صفدر سے جنگ لڑنے والی اندر سے کس قدر شکستہ ہے۔ "میرے اندر کیسے طوفان ہیں؟ کتنے عذاب ہیں؟ میری آنکھیں اشک بہاتے بہاتے مٹی ہوجائیں گی...... سب خواب بکھر جائیں گے ایسا لگتا ہے دریا کی دہلیز پر آنکھیں ٹھہری ہیں، جانے کتنا وقت لگے گا سارے خواب بہانے میں......؟ صفدر تو ایک فرض سا شخص تھا، میری بدقسمتی سے وہ بھی مجھ سے قضا ہوگیا...... اب زندگی کی آرزو کہاں رہی؟ بس اپنی اولاد کے لیے زندگی کے بہانے ڈھونڈ رہی ہوں۔" وہ سوچتے سوچتے سوگئی۔

✦ ⌘ ✦ ...... ⌘ ...... ✦ ⌘ ✦

اسے گمان تک نہیں تھا کہ بوبی چار وقت سے بھوک ہڑتال پر ہے محض اس کی وجہ سے...... اب اس کی طبیعت خراب ہوگئی اور ڈاکٹر کو بلانا پڑا...... ڈاکٹر صاحب کو گیٹ سے نکلتا دیکھ کر اس نے چوکیدار سے پوچھا تو اس نے لاعلمی ظاہر کی ٹی وی لاؤنج میں شیر دل بابا کو دیکھا تو ان سے دریافت کیا، انہوں نے ساری بات بتائی تو وہ سخت حیران پریشان سی بوبی کے کمرے میں آگئی۔ زینت بیٹے کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں، بوبی کئی مہینوں کا بیمار دکھائی دے رہا تھا، خشک پپڑی زدہ ہونٹ اور پیلی رنگت، وہ شرمندہ سی آگے بڑھی۔
"اسے کیا ہوا؟" اس نے زینت آپا سے پوچھا۔
"پاگل پن اور کچھ نہیں۔" زینت آپا نے خشک سا جواب دیا۔
"وہ ڈاکٹر صاحب ابھی گئے ہیں، مجھے فون کردیا ہوتا۔" وہ پریشان ہی ہوکر بولی۔
"حمیدہ نے تمہیں بتایا تو تھا، کہ یہ گدھا تمہارے بغیر کھانا نہیں کھا رہا۔" انہوں نے طنز کیا تو نہیں البتہ بہت سنجیدہ لہجہ

رُوح افزا
گرم دودھ میں رُوح افزا...
پھر کیسی سردی کیسا جاڑا
اور کیا چاہیئے!
Roohafzapk
ہمدرد
Brands Award

اختیار کیا۔ وہ بہت نادم سی ہوگئی۔

''تو مجھے کال کرلی ہوتی۔''

''سیدھی سی بات ہے ایسی باتیں سوچنی ہی نہیں چاہئیں۔''

''اچھا اب ڈاکٹر نے کیا کہا؟''

''کچھ نہیں بس ویک نیس ہے یخنی جوس اور فروٹ وغیرہ دیں۔''

''میں بنا کرلاتی ہوں۔'' وہ بولی تو انہوں نے روک دیا۔

''نہیں وہ خانساماں بنا رہا ہے بس تم اسے پلا دینا۔ میں وضو کر کے شکرانے کے نفل پڑھ لوں۔''

''جی ٹھیک ہے۔'' اس نے کہا تو وہ چلی گئیں۔

''بوبی..... بوبی۔'' ان کے جانے کے بعد اس نے دھیرے سے پکارا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ خوش ہوگئی۔

''یہ کیا بچپنا ہے؟''

''کیا.....؟'' بڑی معصومیت سے پوچھا گیا۔

''کھانا نہ کھانا اور طبیعت خراب کرنا۔'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''تمہارے بغیر کبھی نہیں کھاؤں گا' کیا تم پوچھ نہیں سکتی تھیں۔''

''بوبی! مجھے تو خیال تک نہیں آیا کہ اب بچوں کی طرح تمہیں کھانا بھی کھلانا ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''یہی کہ یہ ایشو بنانے کی ضرورت تھی کیا؟''

''میں بہت ضدی ہوں اگر تم نے آزمانا ہے تو آزمالو۔'' اس نے جواب دیا' وہ اس کی معصومیت پر مسکرائی جواب اس لیے نہیں دیا کہ حمیدہ یخنی لے آئی تھی۔

''چلو اب یخنی پیو۔''

''تم زہر پلاؤ گی تو وہ بھی پی لوں گا۔'' اسے نقاہت سی ہو رہی تھی بمشکل تمام ذرا سیدھا ہو کر بیٹھا..... شرمین اس کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''تم نے میرے بغیر کیسے کھایا؟''

''جیسے سب کھاتے ہیں۔''

''میں پھر کچھ نہیں کھاؤں گا یاد رکھنا۔''

''بوبی! ایسے کیسے کام چلے گا؟''

''مجھے نہیں پتا۔'' اس نے یخنی کا سپ لیا اور جواب دیا۔

''یخنی ختم کرو' میں کھانا لاتی ہوں جب تک کچھ کھاؤ گے نہیں طاقت نہیں آئے گی۔'' وہ ٹال کر اٹھنے لگی۔

''پلیز! شرمین کہیں نہ جاؤ۔''

''ابھی آجاؤں گی۔''

''نہیں' بس میرے پاس رہو میری نظروں کے سامنے۔'' اس نے بڑھ کر اس کا دایاں ہاتھ جکڑ لیا۔

''اچھا! اچھا ٹھیک ہے ہاتھ تو چھوڑو۔''

''میں نے ہمیشہ کے لیے عہد کیا ہے۔''

''کیسا عہد؟''

''یہی کہ تمہارا ہاتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

''مجنوں کے چچا اب یخنی ختم کرو۔'' اسے ہنسی آ گئی۔

وہ شرمندہ سی ٹی وی لاؤنج سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی کہ زینت آپا نے آواز دی...... وہ پلٹی اور ان کے پاس چلی آئی۔

''شرمین! میں نادم ہوں، بوبی کی بے جا ضد کے باعث۔''

''کیوں؟''

''وہ بلاوجہ بچوں جیسی ضد کرنے لگتا ہے۔''

''ابھی اسے آئے کتنے دن ہوئے ہیں آفس جانے لگے گا تو مصروف ہو جائے گا۔'' اس نے بڑے قرینے سے سمجھایا۔

''پھر اسے صبح ضرور لے کر جانا۔''

''جی! میں کچھ دیر بعد اس کے پاس آتی ہوں پھر سمجھا دوں گی۔ میں شرمندہ ہوں آپ کو تکلیف پہنچی۔'' اسے احساس تھا کہ زینت آپا کو کتنی دلی تکلیف ہوئی ہوگی۔ میں نے ان دونوں کو ہی نظر انداز کیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

''ارے نہیں، بوبی تو میرا جھلا ہے، بے جا ضد کی۔''

''تاہم میں آئندہ خیال رکھوں گی۔'' وہ بولی۔ زینت آپا نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلا دی۔ وہ گہری سوچ میں غلطاں اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

+⌘+......⌘......+⌘+

کمرے میں ٹی وی چل رہا تھا۔ لیکن وہ تکیے میں منہ دیئے لیٹا تھا۔ جہاں آرا کو حیرانی ہوئی۔ ٹی وی کا سوئچ مین بورڈ سے بند کر کے وہ اس کے قریب سرہانے بیٹھ گئیں۔

''کب تک اپنی آگ میں تنہا جلو گے میرے بچے۔'' اس کے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتے ہوئے بولیں۔ اس نے تکیے سے منہ باہر نکالا۔

''امی خیریت۔'' وہ ان کی بات کو یکسر نظر انداز کر گیا۔

''سب خیریت ہی تو ہے، مجھے کیا معلوم تم دونوں کیا چاہتے ہو؟'' وہ بہت افسردہ ہو کر بولیں تو اس نے بے قرار ہو کر ان کے ہاتھ چوم لیے۔

''امی! میں آپ کو پریشانی سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تمہاری شادی کتنے ارمانوں سے میں نے کی تھی اور نتیجہ کیا نکلا؟ گھر کی ویرانی، گھر کی اداسی، تنہائی۔''

''سب مقدر کی بات ہے۔''

''تم زیبا کے پاس گئے تھے۔''

''ہنہ!''

''تو پھر۔''

''پھر کیا وہ اپنی ضد پر قائم ہے۔''

''یعنی خلع چاہتی ہے۔''

''جی آپ فکر نہ کریں۔''

''کیا فکر نہ کروں؟'' ان کا گلا رندھ گیا۔
''میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن اس کی ایک ہی رٹ ہے۔'' وہ نظریں چراتے ہوئے بولا۔
''میں کیسے یقین کروں اتنی بھولی اور معصوم ہے وہ۔'' وہ بولیں۔
''معصوم، معصوم تو آپ ہیں جنہیں کچھ نظر نہیں آیا۔''
''وہ کیسے ایسا کرسکتی ہے؟''
''چھوڑیں، چلیں میں آپ کو باہر لے چلتا ہوں۔''
''رہنے دو، میرا کسی کام میں جی نہیں لگ رہا۔''
''چلیں، کھانا بھی باہر کھائیں گے۔''
''نہیں، میں سالن گرم کرتی ہوں باورچی خانے میں ہی آجاؤ گرم روٹی پکاتی ہوں۔''
''اچھا! آپ چلیں میں آتا ہوں۔''
''میرے بچے! اللہ تمہاری آزمائش ختم کرے، میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے، کیا ہوگا اب تو محلے والے بھی پوچھنے لگے ہیں کہ بہو کہاں ہے؟ کب پوتے پوتی کی مٹھائی کھلا رہی ہو؟ کیا بتاؤں کسی کو۔''
''دفع کریں لوگوں کو، ہم نے کسی کو دینا ہے، بچہ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔'' وہ بولا۔
''ہاں، بے شک اللہ ہی عظمت والا ہے۔'' وہ اٹھتے ہوئے کہہ کر گئیں..... تو وہ شرمندگی سے خود کو ملامت کرنے لگا۔
''ڈوب مرو صفدر! تمہاری ماں نے اس دن کے لیے پال پوس کر بڑا کیا، شادی کی کہ تم جھوٹ بولو انہیں اپنی ضد کی بھینٹ چڑھاؤ اللہ نے تو اپنی رحمت سے زیبا کی کوکھ بھر دی ہے مگر تم نام نہاد مردانگی کے ہاتھوں اس معصوم کو قبول کرنے سے انکاری ہو..... یہ ضد، غصہ چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ زیبا کی سزا اپنے بچے کو اور یہ دکھ اپنی پیاری امی کو کیوں دے رہے ہو؟'' تم نافرمان اولاد ہو، بڑھاپے میں تمہاری ماں بے چین ہے اور تم تماشا دیکھ رہے ہو۔'' ضمیر کی ملامت پر وہ تڑپ اٹھا۔
''یا اللہ! میں کیا کروں؟ میرا دل نہیں مانتا، میں زیبا کو معاف نہیں کرسکتا، میں شاید کمزور دل ہوں، میری قوت ارادی اتنی مضبوط نہیں، میرے اندر نفرت کرنے والا انسان پوری طاقت کے ساتھ موجود ہے، میں اس کے زیر اثر ہوں، کیسے باہر نکلوں، بہت مشکل ہے..... اور زیبا بھی تو خودسری اور بے باکی پر اتر آئی ہے..... میں اس کی باتیں سنتا ہوں تو خون کھولنے لگتا ہے.....'' وہ ذہن جھٹک کے واش روم میں گیا، ہاتھ دھوئے اور باہر کا رخ کیا۔

✦⌘✦......⌘......✦⌘✦

کئی گھنٹے سے وہ مسلسل سونے کی ناکام کوشش کررہی تھی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی..... دن بھر کی سب مصروفیات ہاتھ باندھے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں، انہیں ذہن سے جھٹکتی تو بوبی کی حماقت بے کل کردیتی۔ بوبی کے حد سے زیادہ بڑھتے لگاؤ سے، اسے خوف آ رہا تھا، وہ ہر وقت، ہر پل اسے اپنے سامنے اور اپنے ساتھ رہنے کو کہنے لگا تھا، جو کہ اس کے لیے ممکن نہیں تھا، جیسے کھانا بھی اس کے بغیر نہیں کھانا، وہ اس طرح کیسے اس کی مرضی پر چل سکتی ہے، اس کے تقاضے مہر و الفت سے بھرپور سہی مگر انہیں وہ مان نہیں سکتی، کیسے ان سب سے جان چھڑائے، اس کو سمجھانا مشکل، اس کو منع کرنا دشوار صرف اس کی مرضی پر عمل کرنا لازم ہوگیا تھا، گھر میں یہ حال ہے تو آفس میں تو اور بھی مشکل ہوسکتی تھی..... دل نے کہا کہ سختی سے ردعمل ظاہر کرو، مگر پھر اس کی نگاہوں میں ماں جیسی زینت آپا کا چہرہ آجاتا، اس کے آنے سے وہ کس قدر خوش دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسے میں صرف ان کو دلی رنج ہوتا۔
''یا اللہ! میں کیا کروں؟ اپنی محسنہ کو صدمہ پہنچاؤں یہاں سے چلی جاؤں، کیسے بوبی سے دور جاؤں.....؟'' سوچتے

سوچتے اٹھ بیٹھی' پھر ایک ہی امید کی کرن نظر آئی..... عارض..... دل نے گدگدایا' شرمین' عارض کو آواز دو' اسے پکارلو وہ جو سننا چاہتا ہے کہہ دو' اسے بلالو وہ آجائے گا تو سب مسئلے حل ہوجائیں گے' یوں ہی خود بخود دور ہوجائے گا اور تمہارے پاس محفوظ پناہ گاہ ہوگی۔ عارض تمہیں بے پناہ چاہتا ہے اسے پیار سے پکارو' کہہ دو محبت بھرے وہ جملے جو تم نے اس کے لیے دل میں چھپا کے رکھے ہیں۔ وہ یقیناً تمہاری آواز پر دوڑا چلا آئے گا' اسے بلالو وہ ناراض ہے صرف تم سے اسی لیے وہ نہیں آیا' تم بلاؤ گی تو اڑ کر آجائے گا۔" ذہن نے اس طرح آمادہ کیا کہ اس کے خشک لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' ہاتھ بڑھا کر موبائل فون اٹھایا اور تیز دھڑکنوں کے شور میں فون ملایا' مگر دوسری طرف سے کوئی آواز نہ آئی' مکمل خاموشی..... دو تین مرتبہ ملانے کے بعد بھی خاموشی ہی رہی تو مایوسی دکھ میں بدل گئی' دکھی دل کے ساتھ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی' باہر سناٹا تھا' اندھیرا تھا' بس ہلکی ہلکی خنک ہوا تھی جو اس کی جلتی آنکھوں کو چھو کر ٹھنڈا کر جاتی..... تو اسے طمانیت بھرا احساس چھونے لگتا بالکل ایسے جیسے اس کے کانوں میں عارض نے محبت بھرے لفظوں کا امرت ٹپکایا ہے..... وہ مسکرادی' جیسے اس کے دل بے قرار کو قرار آگیا ہو اور کہہ رہی ہو۔

"ہمارے درمیان عہد شب مہتاب زندہ ہے
ہوا چپکے سے کہتی ہے ابھی اک خواب زندہ ہے
ابھی اک خواب زندہ ہے.........!!

✦⌘✦.....⌘.....✦⌘✦

ناشتہ ٹرے میں رکھ کے کچن سے باہر آئی تو ننھی بھی آفس جانے کی تیاری کے ساتھ وہیں آگئی۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر ہمت نہیں ہورہی تھی' ننھی نے خود بھانپ کر پوچھ لیا۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ خاص نہیں۔"

"عام ہی بتادو۔"

"ننھی! مجھے یہاں کالونی سے سلائی کا کام اگر مل جائے تو میں کرلوں۔" ننھی کے حلق میں لقمہ پھنس گیا۔

"کیوں..... کیا میں نے کچھ کہا؟"

"نہیں' میں تو مصروف ہونے کے لیے کہہ رہی ہوں۔" اس نے ٹالا۔

"کوئی ضرورت نہیں' تمہیں آرام کی ضرورت ہے' اور خرچے کی فکر کیوں کرتی ہو۔"

"خرچہ تو ہوگا نا۔"

"اللہ مالک ہے' ایسے مجھے گیا گزرا نہ سمجھو۔" ننھی نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

"کچھ لیکن ویکن نہیں' ویسے ایک بات ہے میرے ذہن میں اگر برا نہ مانو تو کہوں۔"

"ہنہ بولو۔"

"صفدر بھائی سے یہ تقاضا کیا جاسکتا ہے۔"

"نہیں' وہ تو بہت کچھ دے سکتے ہیں' لیکن مجھے ایک ٹکا نہیں چاہیے۔"

"کیوں.....؟"

"جب وہ مجھے اپنی اولاد کو قبول نہیں کررہے تو ان کے پیسے کیوں لوں؟" اس نے کہا۔

"یہ ان پر تم احسان کررہی ہو' کم از کم خرچہ تو لو۔"

''نمھی! میں اس شخص کا احسان ہرگز نہیں لینا چاہتی' کاش! وہ اپنے بچے کو اپنی سفاکی اور بے حسی کی نذر نہ کرتا تو کوئی بات بھی تھی۔ اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... '' وہ دھیرے دھیرے بول کر کچھ دیر کو خاموش ہوگئی' تو نمھی نے اٹھ کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نہایت پیار سے کہا۔

''میری جان! کچھ غلط نہ سمجھو میں نے ویسے ہی ایسا کہہ دیا' میں ہوں نا' تمہیں خرچ کے لیے فکر مند نہیں ہونے دوں گی' تم خوش رہا کرو' آرام کرو' کھاؤ پیو' نمھی خود کو ثابت کردے گی کہ تمہاری سہیلی ہی نہیں' بہن ہوں۔''

''مجھے تم پر فخر ہے۔'' اس نے نمھی کا ہاتھ چوم لیا۔

''اچھا اب' میں چلتی ہوں' دیر ہورہی ہے۔''

''ٹھیک ہے' واپسی پر گھر سے ہوکر آنا۔''

''ہنہ' ان شاء اللہ' دروازہ بند رکھنا اور کچھ کام وام کرنے کی ضرورت نہیں۔'' نمھی نے ہدایت کی اور اپنا پرس اٹھا کر باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا' ناشتے کے برتن اٹھا کر کچن میں رکھے اور کچن کی صفائی شروع کی...... لیکن کام کرتے ہوئے بھی ذہن بھٹکا ہوا تھا۔ بار بار اماں ابا کی یاد آرہی تھی۔ اور وہ دشمن جاں بھی سفاکیوں کے باوجود کیوں یاد آرہا تھا؟ شاید اس لیے کہ اس نے اپنی مردانہ وجاہت سے اس کا دل جیت لیا ہے' اس کی خوبصورت شخصیت نے یہ احساس دلا دیا تھا کہ وہ چاہے جانے کے لائق ہے' کسی لڑکی کا بے مثال خواب ہے' اسے چاہنا کسی کے بھی دل کی شدید آرزو ہوسکتی ہے۔

''مگر زیبا! تم لاکھ چاہو' لاکھ اس سے محبت کرو' وہ تمہارا نہیں بن سکتا' تم قابل نفرت ہو' اس کی زندگی میں وہ تمہارا جرم معاف کرنے کو ہرگز تیار نہیں' کوئی مرد اپنی اولاد کو نہیں کرتا' اس نے یہ کرکے ثابت کردیا کہ وہ تم سے شدید نفرت کرتا ہے' ورنہ کیا مشکل تھی۔

✦ ⌘ ✦ ...... ⌘ ...... ✦ ⌘ ✦

زینت کے کہنے پر تو وہ آفس جانے کے لیے رضامند نہیں ہوا تو زینت نے شرمین سے کہا کہ وہ کہے..... شرمین نے اثبات میں گردن ہلائی اور اس کے کمرے میں آگئی۔ وہ مزے سے موسیقی کا مزہ لے رہا تھا' ایک انگریزی رسالہ نظروں کی زد میں تھا۔ اسے دیکھ کر وہ کھل اٹھا۔

''آج تو جو مانگا مل گیا۔'' وہ ترنگ میں کہہ گیا۔

''کیا مل گیا؟'' اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

''تمہارا دیدار' وہ بھی میرے کمرے میں۔'' وہ خوشی سے چہکا' شرمین کو اچھا تو نہیں لگا پر ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''بوبی! ایک ہفتے سے زیادہ ہوگئے' اب آفس کی تیاری پکڑو۔''

''ہنہ! ٹھیک ہے' لیکن ایک شرط پر۔''

''شرط کیسی شرط؟'' وہ چونکی۔

''ہاں! تمہاری' میری شادی۔''

''وہاٹ؟'' وہ اس قدر زور سے چلائی کہ شاید دور دور تک آواز گئی ہو' لیکن وہ پورے اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

''چلو شادی لیٹ کرلیتے ہیں' پر اینگیجمنٹ تو ہونی چاہیے۔''

''بوبی! آپ کی سوچ کب میچور ہوگی' تمہارے اور میرے بیچ بہت فرق ہے اور میں کسی کی منگیتر ہوں۔'' اس نے کچھ تحمل سے کام لیا۔

''مجھے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا' میری محبت اب جنون میں بدل چکی ہے' میں تم سے یہ اجازت لے کر واپس آیا ہوں'

عمروں کا فرق ہوتا ہی کیا ہے؟ خود بتاؤ۔‘‘ وہ اٹھ کر برابر آ کے کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔
’’بوبی! پلیز عقل سے کام لو میں نے عارض کی انگوٹھی پہن رکھی ہے۔‘‘ وہ دو قدم پرے ہو کر بولی۔
’’تو ٹھیک ہے میں واپس چلا جاتا ہوں۔‘‘ وہ منہ بسور کر دور کھڑا ہو گیا۔
’’تم بلیک میل کر رہے ہو۔‘‘
’’نہیں میں تم سے محبت کرتا ہوں‘ تمہیں چاہتا ہوں‘ بچپن سے۔‘‘ وہ بولا۔
’’دیکھو بوبی! ابھی تمہارے پاس بہت سا وقت ہے ایک سے ایک لڑکی تمہیں چونکانے کو آئے گی‘ میرا تمہارا کوئی جوڑ نہیں‘ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔‘‘
’’شرمین آئی لو یو اس کے علاوہ کچھ نہیں۔‘‘
’’اچھا فی الحال آفس تو جانا شروع کرو پھر بات کریں گے۔‘‘
’’یہ بہانہ نہیں کرو۔‘‘
’’پلیز! اٹھو شاباش تیار ہو کر میرے ساتھ چلو۔‘‘ اس نے پیار سے سمجھایا تو وہ راضی ہو گیا‘ لیکن اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔
’’تم میری پہلی محبت ہو میں تمہارے کہنے پر ایسا کر رہا ہوں۔‘‘
’’اپنی ماما سے ان خواہشات سے محبت کرنا بھی آپ کا فرض ہے۔‘‘ اس نے ہلکے سے طنز کی آمیزش استعمال کی۔
’’شرمین! پلیز ہوشیاری نہیں۔‘‘
’’اس میں ہوشیاری کیا ہے؟‘‘
’’میرے اور تمہارے معاملات الگ ہیں‘ اس میں اور کچھ نہ لاؤ۔‘‘
’’بوبی! میرا جینا حرام نہ کرو‘ میں چلی جاؤں گی یہاں سے۔‘‘ آخر کار اسے غصہ آ ہی گیا۔ وہ اظہار برہمی کے ساتھ تیز قدموں سے چلی گئی۔ وہ پیچھے پیچھے بھاگا۔
’’شرمین! شرمین سنو پلیز رکو۔‘‘ وہ کہتا رہا‘ مگر اس نے اپنے کمرے میں گھس کر دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔ وہ بڑی دیر گزارش کرتا رہا‘ منتیں کرتا رہا لیکن اس نے دروازہ نہ کھولا۔ کچھ دیر بعد وہ شاید چلا گیا لیکن اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ اب آفس جاتی‘ بے دم سی بستر پر گر گئی۔ بوبی نے اس کے لیے وقت گزارنا کس قدر مشکل بنا دیا تھا۔ یہاں رہتے ہوئے اس سے کنارہ کشی کرنا بھی محال تھا۔ عجب عالم بے بسی تھا۔ وہ اور جانے کتنی دیر اسی کیفیت سے دوچار رہتی کہ صفدر کا فون آ گیا۔ اسے اس وقت بہت اچھا لگا...... کافی دنوں بعد صفدر نے فون کیا تھا اس نے شکوہ کر دیا۔
’’شکر ہے‘ بہن کی یاد تو آئی۔‘‘
’’ایسی بات نہیں ہے بس میں ایک وقت میں بہت سے محاذ پر جنگ لڑ رہا ہوں۔‘‘
’’ایسی بھی کیا بات ہو گئی؟‘‘
’’کچھ نہ پوچھیں‘ جی چاہتا ہے کہ سب سے دور کہیں چلا جاؤں؟ خیر آپ سنائیں کیسی ہیں؟‘‘
’’صفدر بھائی! میں ٹھیک ہوں لیکن آپ کی طرف سے فکر مند ہو گئی ہوں‘ مجھ سے شیئر کریں‘ بھابی تو ٹھیک ہیں۔‘‘ اس نے تین سوال اکٹھے کر دیے۔
’’پلیز! اس کا ذکر نہ کیا کریں؟‘‘ وہ جو نہیں کہنا چاہتا تھا کہہ بیٹھا‘ شرمین کو جھٹکا سا لگا۔
’’یومین! بھابی کا؟‘‘
’’جی وہ میری زندگی میں اب شامل نہیں۔‘‘ بڑا مختصر اور دو ٹوک جواب تھا۔

''اللہ خیر! ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟''
''اس دنیا میں سب کچھ ہوسکتا ہے آپ سنائیں' عارض کی سنائیں کب آ رہا ہے؟''
''یہ تو سوال آپ سے پوچھنا چاہ رہی تھی کہ عارض کب آ رہا ہے؟ اس کو اب آ جانا چاہیے۔'' وہ لہجے کی پریشانی چھپا نہ سکی' صفدر متفکر سا ہوگیا۔
''کیا بات ہے؟''
''کچھ نہیں' صفدر بھائی اب عارض کا آ جانا چاہیے' میری مشکلات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔'' وہ بولی۔
''آپ نے عارض سے کیوں نہیں کہا؟''
''بات ہوتی تو کہتی' وہ تو جانے کیوں خفا ہے؟''
''خفا نہیں' دراصل میری بات ہوئی تھی تو وہ کچھ ڈسٹرب تھا' پتا نہیں کیوں؟ خیر آپ فون تو کریں۔''
''فون آف ہے۔''
''اچھا' میں کوشش کرتا ہوں۔''
''آپ اپنا مسئلہ تو بتائیں۔'' اس نے پوچھا۔
''کچھ نہیں' پھر کبھی تسلی سے بات کریں گے۔'' ''ابھی میں عارض کے کان کھینچ لوں۔'' انہوں نے خوشدلی سے ہنس کر کہا اور ٹال گئے وہ چپ ہوگئی۔
''آپ مجھ سے تو شیئر کرسکتے ہیں۔''
''ضرور' ضرور کروں گا' اپنا خیال رکھئے گا' اللہ حافظ۔'' صفدر نے یہ کہہ کر فون بند کردیا اور اس کا ذہنی بوجھ عارض کے لیے جو مشکل بنا ہوا تھا وہ کسی حد تک کم ہوگیا۔ اس نے اٹھ کر وارڈ روب سے لباس نکالا اور واش روم میں گھس گئی۔

✦ ⌘ ✦ ...... ⌘ ...... ✦ ⌘ ✦

اگر انسان کو پیٹ کا دوزخ بھرنے کی خواہش نہ ملی ہوتی تو وہ کس قدر پرسکون ہوتا۔ نہ کچھ کھانے کی آرزو ہوتی اور نہ پکانے کی مجبوری' جب انسان ذہنی الجھنوں کا شکار ہو' دل و دماغ میں آندھیاں آئی ہوں' تو کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا' مگر پھر بھی چولہا چکی کرنا پڑتا ہے' ماجرہ بیگم کی بھی یہی حالت تھی زیبا کے جانے کے بعد سے انہیں ایک سیکنڈ کا بھی قرار نہیں تھا۔ پھر بھی چولہا جلایا چائے کا پانی رکھا' زیبا کے ابا کو تو چائے رس دینے تھے' خود بھی اسی پر گزارہ کرتی تھیں' جب سے زیبا نخفی کے پاس گئی تھی تب سے انہوں نے کچھ نہیں کھایا تھا' بس ایک ہی فکر دامن گیر تھی کہ زیبا کا کیا بنے گا؟ چائے میں ابال آیا تو ساتھ دروازہ بجنے لگا' انہیں گمان سا ہوا کہ شاید زیبا آ گئی ہے۔ جلدی سے چولہا بند کرکے دروازے تک آئیں...... دروازہ کھولا تو متحیر رہ گئیں...... جہاں آرا بیگم نے مسکرا کر سلام کیا تو انہوں نے خاصی بدحواسی کے ساتھ جواب دیا اور اندر آنے کو کہا......
''بڑی مشکل سے آئی ہوں' روز صفدر سے کہتی تھی کہ مجھے زیبا کے پاس لے چلو۔'' جہاں آرا بیگم نے چادر اتار کے بیٹھتے ہوئے کہا۔
''اچھا کیا آپ کا اپنا گھر ہے' میں نے تو زیبا کو بہت سمجھایا مگر آپا اولاد خودسر ہو جائے تو کیا کریں؟'' حاجرہ بیگم شرمندگی سے بولیں۔
''میں نے بھی صفدر کو بہت کہا۔''
''میں زیبا کی طرف سے بہت شرمندہ ہوں اس کے دماغ میں جانے کیا چل رہا ہے؟ اتنا نامناسب مطالبہ کردیا...... مگر آپ فکر نہ کریں پچھلے سے فارغ ہوتے ہی اسے آپ کے پاس بھیجوں گی...... حاجرہ بیگم نے لاعلمی میں یہ کہا تو جہاں آرا بیگم

کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
''کیا مطلب؟''
''پتا نہیں کیوں خلع خلع کی رٹ لگارکھی ہے صفدر تو کئی بار آچکا ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔'' حاجرہ بیگم آب دیدہ ہوگئیں...... مگر جہاں آرا بیگم کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔
''میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا آپ زیبا کو بلائیں۔''
''زیبا زیبا تو گھر نہیں ہے وہ تو میری ڈانٹ ڈپٹ سے گھر چھوڑ گئی ہے۔''
''ہیں یہ کیا حرکت ہے؟ ہماری عزت یوں رسوا کررہی ہے آخر کیوں؟'' جہاں آرا بیگم کو غصہ آ گیا۔
''آپ غصہ نہ کریں میں چائے لاتی ہوں آپ اوہ نا سمجھ ہے۔'' حاجرہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔
''مجھے کوئی چائے وائے نہیں پینی' مجھے تو حیرت ہے اس قدر آزاد خیال ہوگئی ہے کہ خلع مانگتی ہے گھر سے چلی گئی...... میں ہی پاگل ہوں ہروقت اپنے ہیرا جیسے بیٹے کو برا بھلا کہتی رہتی ہوں' ایسے پھٹن ہوتے ہیں بہو بیٹیوں کے۔'' جہاں آرا بیگم بولتی چلی گئیں۔
''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' میں نے سمجھایا ہے اور بچہ ہوجائے تو سنبھل جائے گی۔'' حاجرہ بیگم نے حل نکالا۔
''بچہ...... بچہ تو حسرت ہی بن گئی۔'' انہوں نے آہ بھری۔
''اب تو چند ماہ ہی رہ گئے ہیں' پھر سب ٹھیک ہوگا۔''
''کیا مطلب ہے تمہارا' کیسے چند ماہ؟''
''بچے کی ولادت میں' اسی لیے تو میں زیادہ زیبا پر سختی نہیں کرتی' دوران حمل تو خلع لے نہیں سکتی' بعد میں سب ٹھیک ہوجائے گا۔''
''حاجرہ بہن' تم سچ کہہ رہی ہو۔''
''ہاں! لیکن کیا آپ کو نہیں پتا۔'' انہوں نے تعجب سے پوچھا۔
''نہیں' کہاں ہے زیبا مجھے لے چلو اس کے پاس' میں خود اسے سمجھاؤں گی۔ وہ خلع کیوں لے گی؟ ہرگز نہیں' ابھی چلو میرے ساتھ۔''
''مگر آپا! مجھے اس کی سہیلی کا گھر نہیں معلوم جیسے ہی رابطہ ہوگا میں پوچھ لوں گی' پھر آپ کو لے جاؤں گی۔''
''ارے کیسی ماں ہو تم اتنی بڑی بات سسرال سے چھپا رکھی...... اور زیبا کو گھر نہیں بھیجا۔''
''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' مگر مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ کو نہیں معلوم ویسے بھی زیبا کی بدتمیزی کی وجہ سے میری تو آپ کے پاس آنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔'' حاجرہ بیگم کی رقت آمیز آواز سے جہاں آرا بیگم کو یقین آ گیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔
''میں بہت خوش ہوں' صفدر کو تو پتا ہوگا اس نے بھی نہیں بتایا۔'' جہاں آرا بولیں۔
''شاید اس نے سوچا ہو کہ آپ کو زیبا کی وجہ سے صدمہ نہ پہنچے۔ وہ تو بے قصور ہے۔'' حاجرہ بیگم نے کہا۔
''میرا بچہ بہت پریشان حال لگتا ہے' نہ کھاتا ہے ڈھنگ سے اور نہ پیتا ہے ڈھنگ سے اور کتنا ارمان تھا مجھے گھر کی رونق کا...... زیبا نے ذرا خیال نہیں کیا۔''
''چلیں اب سب اچھا ہوگا' بس جونہی رابطہ ہوگا میں زیبا کو لے کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔''
''بس جتنی جلدی ممکن ہو' مجھ سے اب صبر نہیں ہوگا۔''
''آپ فکر نہ کریں۔''

''اور بھائی صاحب کا کیا حال ہے؟''
''بس کبھی بالکل ٹھیک ہوجاتے ہیں اور کبھی پریشان کردیتے ہیں۔''
''اللہ صحت عطا فرمائے آمین۔''
''آپ آرام سے بیٹھیں میں کچھ کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔''
''نہیں میں اب چلوں گی' صفدر کو بنا بتائے آئی ہوں وہ آ گیا تو بہت خفا ہوگا۔''
''چلیں ٹھیک ہے' میرے ذہن کا بوجھ کافی کم ہوگیا ہے۔''
''اچھا اب اجازت اللہ حافظ۔''
''اللہ حافظ۔'' حاجرہ بیگم نے جہاں آرا کو دروازے تک رخصت کیا اور دروازہ بند کرکے آ گئیں۔

✦⌘✦......⌘......✦⌘✦

ننھی زیبا کے گھر سے لوٹی تو کافی متذبذب تھی۔ اس نے پانی کا گلاس کسی سوچ میں گھونٹ گھونٹ بھر کے بڑی دیر میں ختم کیا۔ زیبا نے اس کو سوچ سے باہر نکالا۔
''ننھی! اماں سے یہی امید کی جاسکتی ہے۔''
''انہیں پتا بھی' تو نہیں تھا کہ جہاں آرا آنٹی کو کچھ نہیں پتا۔''
''چلو جو ہونا تھا ہوگیا' اب کیا ہوگا؟'' زیبا نے کہا۔
''انہوں نے مجھ سے پتا لے لیا ہے' اب وہ انہیں یہاں لے آئیں گی۔''
''تو کوئی بات نہیں' میں وہی کہوں گی جو اماں نے انہیں کہا ہے۔'' زیبا نے دکھ سے کہا۔
''اس طرح تو سارا الزام تمہارے سر آئے گا۔''
''ہاں! ایسا ہی ہے' اماں بھی تو مجھے ہی قصور وار کہتی ہیں...... اور ہے بھی تو ایسا ہی' صفدر نے بھانڈا پھوڑ دیا تو میں کہاں جاؤں گی' اس بدنامی سے یہ رسوائی بہتر ہے۔''
''اب دیکھنا یہ ہے کہ صفدر بھائی کی امی کیا کرتی ہیں؟'' ننھی نے کہا۔
''وہ بچے کو لینا چاہیں گی' جو کہ میں نہیں دوں گی۔'' اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔
''یہ بھی ممکن ہے وہ تمہیں بھی رکھنا چاہیں۔''
''یہ صفدر نہیں چاہیں گے۔''
''اللہ کی ذات سے اچھی امید رکھو...... اس سے اچھی توقع رکھو' شاید کوئی سبیل نکل آئے۔'' ننھی نے حوصلہ دیا۔
''اللہ کرے تمہارے کہنے کے مطابق ہو۔''
''چلو اب جو ہونا ہے ہوجائے' ڈر کیسا؟ اٹھو تیاری پکڑو' ڈاکٹر کا آج کا ٹائم ہے۔''
''ہنہ' ٹھیک ہے۔''
''میں بھی ذرا فریش ہوکر آتی ہوں۔''
''اماں نے بتایا نہیں کہ وہ کب آئیں گی؟''
''یقیناً جلد ہی آئیں گی' اب انہیں صبر ہی نہیں ہوگا وہ تو بہت ایکسائیٹڈ ہوں گی۔''
''ویسے اچھا نہیں ہوا۔''
''مت سوچو اب اچھا ہی ہوگا آخر کب تک ان سے اتنی بڑی بات چھپائی جاسکتی تھی۔''

''صفدر اور زیادہ برہم ہوں گے۔''
''نہ فکر کرو۔''
''نمنی! میں۔ نے ایک غلطی کی کتنی بڑی سزا بھگتی ہے اور جانے یہ سزا مری اولاد کو بھی کب تک بھگتنا ہوگی۔''
''اللہ اس کے بدن میں کیڑے ڈالے' جس کی وجہ سے آج تمہارے لیے یہ مسائل پیدا ہوئے ہیں۔''
''لعنت بھیجو' میں اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔''
''بس اب فریش ہو جاؤ' ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔'' نمنی یہ کہتی ہوئی کمرے میں چلی گئی تو وہ بھی واش روم میں گھس گئی...... اس مشکل گھڑی میں نمنی کا وجود بہت غنیمت تھا وہ نہ ہوتی تو اس کے لیے کتنی دشواری ہوتی؟ وہ ایک حقیقی سچی سہیلی تھی ہر وقت اس کے لیے مددگار......!

+ ⌘ + ... ⌘ ...... + ⌘ +

ٹیلی فون کی گونج پر اس کی آنکھ کھل گئی' اسکرین پر بابا کا نام چمک رہا تھا' وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا...... لمحہ پہلے جو تھا' جیسا تھا سب خواب تھا' وہ گہری نیند میں شرمین کے اس قدر قریب رہا کہ آنکھ کھلنے پر صدیوں کا فاصلہ تھا...... اسے تو وہ بھولنے کی کوشش کر رہا تھا' اسے زندگی سے الوداع کہہ چکا تھا۔
''ہیلو بابا!''
''یار کتنی دیر سے بیل جا رہی تھی کہاں تھے تم......؟''
''سوری بابا! بس میں سو گیا تھا۔''
''یار! اب آ جاؤ' میرا دل تمہارے لیے اداس ہے۔'' انہوں نے چھوٹتے ہی ایک بات کی۔
''جی بابا! آ جاؤں گا آنا تو ہے۔'' وہ مغموم سا بولا۔
''اور آپ فون بند رکھتے ہو' صفدر' شرمین دونوں ہی گلہ کر رہے تھے۔''
''میں صفدر سے بات کر لوں گا۔''
''پہلے شرمین سے' وہ بہت ڈسٹرب تھی۔''
''بابا! اور کچھ بھی کہنا ہے یا بس۔'' وہ بےزاری سے بولا۔
''اتنے اکتائے ہوئے کیوں ہو؟''
''میں گہری نیند سویا ہوا تھا؟''
''او کے یار! سو جاؤ' گڈ نائٹ' پھر بات ہوگی۔''
''گڈ نائٹ......!'' وہ بڑبڑایا۔
''گھامڑ! یہاں تو دن ہے۔'' بابا نے ہنس کر کہا اور فون بند کر دیا۔ وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا۔ وہ کیسا خواب تھا' شرمین کے حسین قرب کا مہکتا احساس جبکہ میں اسے اپنی محبت سے آزاد کر چکا ہوں' اسے بھولنے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف ہوں' وہ میرے خواب میں حقیقت کی طرح کیوں آئی؟ وہ تو اپنے پہلے محبوب کی محبت ہے' جس سے وہ اب تک وابستہ ہے' بابا کو کیا پتا' اس نے کیسے میری محبت کا مذاق اڑایا ہے؟ صفدر کو کیا معلوم کہ شرمین نے مجھ سے کتنا گھناؤنا کھیل کھیلا ہے...... میں کنارے پر ہو گیا ہوں' اب شرمین اپنی محبت سے رابطہ بحال کر لے' مجھے کوئی اعتراض نہیں...... صبیح احمد دل کے مریض ہیں' بھلے آدمی ہیں' شرمین پر ان کا ہی حق ہے' میں شرمین سے نہ شکوہ کروں گا اور نہ گلہ...... بس فقط اتنا کہ میرے خوابوں میں نہ آیا کرو' میری زندگی سے دور' بہت دور نکل جاؤ' میں حوصلہ نہیں رکھتا تمہیں ملنے کا' تم سے کچھ کہنے کا۔

"عارض! یہ تو تمہاری بزدلی ہے' تمہاری منافقت ہے' کہ تم اسے جرم بتائے بغیر سزا سنا دو۔" دماغ نے دلیل دی تو وہ طنزیہ ہنسا۔
"شرمین کے لیے یہ سزا نہیں ہے جزا ہے۔ وہ صبیح احمد کی محبت سے ان کو ہی چاہتی ہے۔ میں کہہ دوں گا' اگر کہنا ضروری ہے تو میں کہہ دوں گا کہ کہانی ختم ہوگئی۔" اس کے بعد وہ دوبارہ سونے کی کوشش میں رات بھر جاگتا رہا۔

+ ⌘ + ... ⌘ ...... + ⌘ +

صفدر نے جوتوں کے تسمے باندھے اور گاڑی کی چابی اٹھائی۔ جہاں آرا بیگم نے کڑک آواز میں ہانک لگائی۔
"صفدر!"
"جی!" وہ آواز پر کچن میں پہنچ گیا۔
"پانچ کلو مٹھائی کی ٹوکری دے کر آفس جانا۔" انہوں نے حکم صادر کیا۔
"کس لیے...... خیر ہے؟" وہ بوکھلا گیا۔
"تمہیں اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"
"پتا تو چلے کیوں منگوا رہی ہیں؟"
"لانی ہے تو لاؤ ورنہ میں آمنہ سے کہہ کر منگوا لیتی ہوں' گلو ابھی منٹوں میں لے آئے گا۔" امی نے اچھی خاصی تقریر کر ڈالی۔
"میرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے مٹھائی کا کرنا کیا ہے؟"
"بھئی تمہیں اس سے کیا؟" انہوں نے بھی نہ بتانے کی قسم کھا رکھی تھی۔
"اف توبہ۔ ہے امی' کیا ہو گیا ہے آپ کو۔" وہ جھنجلا گیا۔
"کہہ دو امی پاگل ہوگئی ہیں' مگر کان کھول کے سن لو اب میں تمہارے اور زیبا کے چکروں میں نہیں آؤں گی' اب جاؤ جلدی لے کر آؤ۔" وہ بیج بیچ سخت اشتعال میں تھیں' صفدر چپ رہ گیا اور سوچنے لگا کہ وجہ کیا ہے؟
"صفدر! میری قسمت پھوٹی تھی جو اس بالشت بھر لڑکی کی چالاکی نہ سمجھی...... اور تمہیں ہی برا بھلا کہتی رہی۔" صفدر کے کان کھڑے ہوئے۔
"کیا ہوا؟"
"کچھ نہیں ہوگا' قطعاً اسے خلع دینے کی ضرورت نہیں' اور جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" انہوں نے ڈھیرے ڈھیرے بات بتا دی' صفدر جان گیا کہ امی کا زیبا سے رابطہ ہوا ہے۔
"زیبا آئی تھی؟"
"وہ کہاں آنا چاہتی ہے' موصوفہ کسی سہیلی کے ساتھ رہتی ہیں۔"
"اور آپ گئی تھیں؟"
"بھئی تمہیں اس سے کیا' جاؤ جا کر مٹھائی لاؤ' ہم محلے میں بانٹیں۔"
"کس خوشی میں؟"
"یہ ہم نہیں بتا رہے۔" وہ پھر پکی ہوگئیں۔ وہ مزید پوچھتا کہ جیب میں موجود موبائل فون بجنے لگا' فون نمبر دیکھ کر وہ پریشان سا ہو کر ذرا دور ہو گیا تاکہ امی اس کی گفتگو نہ سن سکیں۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

سرو، صنوبر شہر کے مرتے جاتے ہیں
سارے پرندے ہجرت کرتے جاتے ہیں
جھوٹی سچی تعبیروں کی خواہش میں
کیسے کیسے خواب بکھرتے جاتے ہیں

"آپا بہو لانے کے بعد ابھی سے یہ سوچ لیں طلحہ اب آپ کا نہیں رہا۔" فاطمہ نے ہنستے ہنستے اپنی بڑی آپا سے بات کی جو الماری میں کچھ ضروری سامان رکھ رہی تھیں۔

"ارے ایسا کیوں؟" فرخندہ کا چہرہ یک دم بجھ گیا طلحہ اس کا اکلوتا لاڈلا بیٹا تھا۔

"آپا..... اب آپ اتنی بھی بے وقوف نہیں پسند کی شادی ہوئی ہے لڑکا تو لڑکی کے اشاروں پر ناچے گا۔" فاطمہ نے ایک اور تیکھا سا جواب دیا جس پر فرخندہ کو شادی پر اپنی سہیلیوں کی باتیں یاد آ گئیں۔ جو طلحہ کی پسند کی شادی کو اس کے لیے مستقبل میں پریشانی کا باعث بتا رہی تھی۔

"بیٹا میرا ہے اور میرا ہی رہے گا ایسے کیسے وہ کسی کی انگلیوں پر ناچ سکتا ہے۔ میں مسکان کی وہ انگلیاں ہی توڑ دوں گی، جو وہ میرے خلاف اٹھائے گی۔" فرخندہ نے بستر پر بیٹھ کر اپنی بہو کے بارے میں غصے سے بات کی۔

"نہ..... نہ..... آپا آپ مسکان کو کچھ مت کہنا ورنہ..... ورنہ.....!" فاطمہ نے ڈرتے ڈرتے بات ادھوری چھوڑی۔

"ورنہ کیا؟" فرخندہ نے غصے سے پوچھا۔ فاطمہ کی باتوں نے اس کے اندر کے غصے کو بھڑکا دیا تھا۔ کیونکہ جو کوئی آتا..... فرخندہ کو نصیحتوں کا پرچا تھما دیتا۔ جیسے وہ بہو نہیں بلکہ اپنی تباہی کا سامان لائی ہوں۔

"آپا میرا مطلب تھا اگر آپ مسکان کو کوئی بات کہہ دیں گی تو کہیں طلحہ آپ سے جھگڑا نہ کرے۔" فاطمہ نے دبی دبی آواز میں بات کی۔

"طلحہ مجھ سے جھگڑا کرے گا میرا بیٹا ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔" فرخندہ نے رعب سے جواب دیا۔ جیسے اپنے بیٹے پر پورا اعتماد تھا کہ وہ کبھی اپنی بیوی کے کہنے پر ماں کے مقابلے پر آ کھڑا نہیں ہو سکتا۔

"آپا میں تو یہی دعا کرتی ہوں کہ طلحہ ہمیشہ آپ کا فرماں بردار رہے آپ میری باتوں سے دل چھوٹا مت کریں، میں تو بس یونہی.....!" فاطمہ نے بہن کی سرخ

رنگت کو محسوس کرتے بات پلٹی۔

"دل جلا بھی دیتی ہو...... اور پھر کہتی ہو دل چھوٹا مت کریں۔" فرخندہ نے منہ بسور کر جواب دیا اور فاطمہ کی بتیسی نظر آنے لگی۔

❀......۞......❀

"طلحہ! امی، مجھ سے خفا لگتی ہیں؟" وہ طلحہ کا سر دباتے ہوئے بولی۔ پچھلے ایک ہفتے سے فرخندہ مسکان سے بجھے دل سے بات کر رہی تھی آخر کار اس سے اپنے دل کی بات شیئر کر دی۔

"کیوں...... وہ کیوں خفا ہیں؟" طلحہ نے بند آنکھیں کھول دیں اور فکر مندی سے پوچھا۔

"اسی بات کو لے کر میں اپ سیٹ ہوں، امی میرے ساتھ پہلے جیسی نہیں ہیں۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ فرخندہ کی خاموشی پر پریشان تھی۔

"او ہو تم رو کیوں رہی ہو، تم امی سے پوچھ لو اگر وہ کسی بات پر تم سے خفا ہیں تو تمہیں بتا دیں گی اگر میں نے ان سے بات کی تو مسئلہ الٹ نہ ہو جائے جیسے کہ میں تمہاری شکایت ان کے پاس لے کر گیا ہوں اور شادی سے پہلے ہی میں نے تمہیں صاف صاف سمجھا دیا تھا کہ امی کا میں بہت لاڈلا ہوں اور میری امی بھی میرے لیے بہت خاص ہیں۔"

"ہاں طلحہ! میں اچھی طرح سے سمجھتی ہوں اور میں خود نہیں چاہتی امی کو میری وجہ سے کوئی تکلیف ہو مگر اب وہ چپ چاپ رہیں گی تو یہ مسئلہ کیسے سلجھے گا۔" مسکان کے چہرے پر فکر مندی کے آثار نمایاں تھے کہ اب اس کی ساس پہلے جیسے اس سے بات کیوں نہیں کر رہی تھی۔

وہ سوچتے ہوئے انداز میں بولا۔

"تمہاری ساس ہیں اس لیے مسئلہ بھی تمہیں سلجھانا ہوگا میں دوسرے مردوں کی طرح دو عورتوں کے درمیان نہیں پھنس سکتا اور مجھے امید بھی ہے کہ تم مجھے اس مسئلے سے دور رکھو گی تم اچھی طرح سے جانتی ہو میری ماں نے میرے باپ کی وفات کے بعد کس طرح لوگوں کے کپڑے سی سی کر مجھے لکھا پڑھا کر اس قابل کیا کہ آج میں تمہیں ضرورت کی ہر چیز دے رہا ہوں۔" طلحہ نے پیار سے اس کے گالوں کو چھو کر سمجھایا جو اداسی سے اس کی بات سمجھ رہی تھی۔

"طلحہ! میں خود ان لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں جو رشتوں کو سمجھ نہ سکیں میں اپنا رشتہ ان سے مضبوط کرنا چاہتی ہوں اس لیے فکر مند ہوں۔" مسکان کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے۔

"بس ابھی سے ہمت ہار رہی ہو" اس نے اس کے آنسوؤں کو پونچھا اور پیار سے اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں ہمت نہیں ہاری، بس یونہی۔" اس نے آنسوؤں کو پونچھتے جواب دیا اور پیار سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"یار ہم پھر لڑکے لوگ بہت خوش قسمت ہیں لڑکیوں سے؟" اس نے بات کا رخ جلدی سے پلٹ کر جملہ پھینکا۔

"وہ کیسے؟" وہ حیرانگی سے اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"ہمیں اپنی ساس کے ساتھ رہنا نہیں پڑتا۔" اس نے قہقہہ لگا کر شریر انداز میں کہا۔

وہ اس کی بات پر ہنس پڑی اور پھر دونوں خوشگوار موڈ میں باتیں کرنے لگے۔

❀......۞......❀

"امی...... دوپہر میں کیا پکاؤں؟" مسکان نے اگلے دن بہت خوش گوار انداز میں اپنی ساس کے کمرے میں آ کر پوچھا جو آرام سے ٹی وی پر مارننگ شو دیکھ رہی تھیں۔

"تمہاری مرضی جو تم پکانا چاہتی ہو پکا لو۔" فرخندہ نے خفگی سے جواب دیا اور ٹی وی کی آواز اور تیز کر دی جیسے وہ مسکان سے بات نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ وہ چپ چاپ کمرے سے باہر آ گئی اور اس نے طلحہ کو فون کر کے پوچھا کہ امی کی من پسند ڈش کون سی ہے؟

"یار تم کیسی بیوی ہو، شوہر کی من پسند ڈش کے

بجائے ساس کی پسند پوچھ رہی ہو۔'' اس نے ہنستے ہنستے پوچھا۔

وہ مسکرا کر بولی۔ ''امی کی من پسند ڈش تیار کروں گی تو امی کی ناراضگی دور کرنے میں مدد ملے گی آپ کی من پسند ڈش پھر سہی۔''

''کیوں پھر سہی۔ میرے نخرے بھی اٹھائیں جائیں میں آپ کا اکلوتا شوہر ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''شوہر سب لڑکیوں کے اکلوتے ہی ہوتے ہیں میرے خیال میں شوہروں کے لیے بیویاں اکلوتی نہیں ہوتیں۔''

''لاجواب...... بالکل سچ......؟'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''دیکھ لیں آپ کا دل دوسری عورت کے نام پر کتنا ناچ رہا ہے۔'' اس نے طلحہٰ کے قہقہے پر بات کی۔

''یار...... دوسری عورت کی بات تم نے کی ہے راستہ تم دکھا رہی ہو۔'' اس نے اس کی غلطی بیان کیا۔

''جناب...... میں راستہ نہیں دکھا رہی میں تو امی کی وجہ سے......!'' اس نے ہنستے ہنستے بات ادھوری چھوڑی۔

''بیگم...... آپ جیسی کوئی دوسری مجھے مل نہیں سکتی اس لیے آپ کو اس مسئلے پر فکر نہیں کرنا پڑے گی۔'' اس نے پیار جتلایا۔ جو سچ میں اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور کل رات اس کے رونے پر بہت افسردہ بھی تھا مگر وہ اپنی ماں سے بات کرکے انہیں بھی پریشان نہیں دیکھنا چاہتا تھا وہ خود اس مسئلے پر الجھا ہوا تھا اور اللہ سے مدد چاہتا تھا کہ اس کی بیوی جلد ہی اس کی ماں کا دل جیت لے۔

''طلحہٰ آپ نے تو مجھے اپنی ہی باتوں میں لگا لیا دیکھیے تو گیارہ بج رہے ہیں اس کی نظریں وال کلاک پر پڑیں تو وہ فکرمندی سے بولی۔

''اوہو، سوری امی کو قیمہ آلو اچھا لگتا ہے مگر میری مانو تو امی سے پوچھ کر بنا لو وہ خوش ہو جائیں گی۔'' طلحہٰ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''اچھا اب میں رکھتی ہوں کھانا بھی تیار کرنا ہے۔''
اس نے فرخندہ کے رویے کا تذکرہ نہیں کیا وہ طلحہٰ کو مزید اس بات پر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس نے دل میں طے کرلیا تھا کہ اب وہ طلحہٰ کو گھر کی باتوں سے دور رہی رکھے گی۔

❀......✺......❀

''آپا تو اس نے آپ کی خوشامد کرنا شروع کردی۔ آپا بہت چالاک ہے آپ کے من پسند کھانے تیار کرکے وہ اپنے شوہر پر ظاہر کررہی ہے کہ وہ آپ کی کتنی خدمت کررہی ہے۔ آپا...... بہو کی زیادہ خدمت کسی بڑے خطرے کی علامت ہوتی ہے۔'' فرخندہ نے فاطمہ سے فون کرکے اسے مسکان کی ایک ہفتے کی رپورٹ دی تو بدلے میں انہیں یہ جواب ملا۔

''ہاں...... میں بھی یہ دیکھ رہی ہوں طلحہٰ بھی بار بار مجھے باتوں باتوں میں جتلا رہا ہے کہ مسکان میری بہت فکر کرتی ہے مجھے تو طلحہٰ کے منہ سے اس کی اب تعریف بھی سننا اچھا نہیں لگتا۔'' فرخندہ نے خفا لہجے میں اپنے دل کی کڑواہٹ ظاہر کی۔

''آپا کل سے آپ طلحہٰ کے من پسند کھانے بنوائیں آپ اس کی چال الٹی اس پر کھیلیں۔''

''ہاں...... یہ ٹھیک رہے گا۔'' فرخندہ نے سوچتے ہوئے انداز میں اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

اور اسی پل فون بند کرکے سیدھی کچن کی طرف چل پڑیں جہاں مسکان بہت محبت سے ان کے لیے آلو بینگن پکارہی تھی۔

فرخندہ کی آمد پر اس نے فوراً پیار سے پوچھا۔

''امی کچھ چاہیے تھا تو مجھے آواز دے دیتیں۔'' اس نے فرماں برداری سے کہا۔

''بہو تم آلو بینگن مت بناؤ بلکہ مونگ کی دال بنالو اور ساتھ چکن روسٹ کرلو۔'' فرخندہ نے مطمئن لہجے میں بات ختم کرکے رخ پلٹ لیا۔ جبکہ مسکان کا چہرہ کھل اٹھا وہ شاید دنیا کی پہلی بہو لگ رہی تھی جو آلو بینگن کی ساری تیاری بھول کر پھر سے ہشاش بشاش فریج میں سے چکن کا پیکٹ نکالنے لگی اور پھر اس نے بہت محبت سے کھانا تیار کیا۔ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ فرخندہ کے دل میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے مگر دوسرے ہی پل اس کی خوشی ڈھیر ہو کر رہ گئی جب کھانے کی ٹیبل پر طلحہٰ نے حیرانگی سے اس سے پوچھا۔

''مونگ کی دال اور چکن روسٹ یہ دونوں چیزیں امی نہیں کھاتی پھر تم نے......؟'' اس نے بات کو ادھورا چھوڑ دیا کیونکہ فرخندہ کمرے میں آچکی تھیں۔

''بیٹا! بہو کو کیوں ڈانٹ رہے ہو اس کو تھوڑی پتا ہے کہ مجھے یہ چیزیں اتنی پسند نہیں۔'' فرخندہ نے پھیکے لہجے میں بات کی کہ مسکان اس بات پر ان کو پلٹ کر جواب دے گی کہ انہوں نے تو خود فرمائش کی تھی ایسے میں وہ طلحہٰ کے سامنے جھوٹی پڑ جائے اور طلحہٰ اس کی خوب انسلٹ کرے گا مگر فرخندہ کا پلان ناکام رہ گیا جب وہ شائستگی سے بولی امی میں آپ کے لیے کچھ اور لے آتی ہوں وہ فوراً تابعداری اٹھ کھڑی ہوئی اور فرخندہ اسے دیکھتی رہ گئی جس نے طلحہٰ کے سامنے شکوہ نہ کیا اور محبت سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

❀......✺......❀

''میں سب سمجھ رہا ہوں مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ اب یہ مسئلہ کیسے حل ہوگا طلحہٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر فکر مندی سے پوچھا جب رات کو طلحہٰ کے پوچھنے پر اس نے بات بتائی کہ یہ سب کچھ فرخندہ کی فرمائش پر تیار ہوا تھا اور پھر انہوں نے کھانا کھانے پر اعتراض کردیا۔

''آپ پریشان نہ ہوں آخر کب تک وہ مجھ سے خفا رہیں گی مجھے یقین ہے بہت جلد وہ مجھے بہو کے بجائے اپنی بیٹی مان لی گی۔'' اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنے شوہر کو تسلی دی جس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔

''اگر یوں ہی چلتا رہا تو تمہارے لیے پریشانی بڑھتی رہے گی۔'' اس نے پیار سے اس کی طرف دیکھتے فکر مندی ظاہر کی۔

"آپ کا پیار میرے ساتھ رہے گا تو میں بڑی سے بڑی مشکل کو جھیل لوں گی۔"

"اوہو...... سکان دیکھو میں پریشانی میں بھول گیا آج تمہاری بھابی کا فون آیا تھا وہ کل تم سے ملنے گھر آئیں گی۔" طلحہ نے پیار سے اسے اطلاع دی۔

"زبردست یہ تو بہت اچھی خبر ہے میں بھابی سے بھی مشورہ کروں گی۔"

"اچھا اگر تم نے ان سے یہ بات شیئر کی اور الٹا انہوں نے تمہیں کوئی اور راستہ دکھا دیا تو؟" وہ فکرمندی سے اسے دیکھتے بولا۔

"کیسا راستہ؟" وہ تجسس سے بولی اور حیرت سے دیکھنے لگی۔

"یہی کہ وہ تمہیں یہاں سے جانے کا بھی مشورہ دے سکتی ہیں تو......!" اس نے اپنے اندر کا ڈر ظاہر کیا۔

"اوہو...... آپ بھی کیا فضول بات کررہے ہیں میں کبھی آپ کو چھوڑ کر جاسکتی ہوں۔" وہ ہنسی۔

"سچ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا وہ ہنستے ہنستے بولی۔

"طلحہ آپ بات کو کہاں سے کہاں لے کر جارہے ہیں میں آپ کے بغیر رہنے کا سوچوں تو مر نہ جاؤں۔" اس نے پیار سے اس پر گہری نظر ڈالی۔

"میں تمہارے لیے گانا گنگناؤں کیا؟" وہ شریر سا ہوا۔ وہ ہنستے ہنستے بولی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔"

"خنجر ہیں تیری آنکھیں...... تلوار ہیں تیری آنکھیں زندہ نہ رہنے دے مجھے یار تیری آنکھیں...... تیری آنکھیں...... تیری آنکھیں......!" اس نے محبت سے گانا اس کی نذر کیا مگر وہ دونوں یہ بھول گئے کہ گانے کی آواز ان کے کمرے سے باہر جارہی تھی اور اس کا گانا اس کی ماں بھی سن رہی تھی اور جن کے چہرے پر غصے کے آثار ابھر رہے تھے۔ گانے کی آواز ختم ہونے کے بعد بھی ان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا اور وہ ساری رات کروٹیں بدلتی رہ گئیں۔

❀......⊛......❀

وہ صبح سے بہت ہشاش بشاش سارے کام کررہی تھی اس کی بھابی پہلی دفعہ جو اس کی طرف آرہی تھیں۔ اس نے ساری چیزیں اپنے بھائی اور بھابی کی پسند کی تیار کی اور تو اور پورا گھر اس نے صفائی کرکے چمکا دیا تھا وہ فرخندہ کے اٹھنے کا انتظار کررہی تھی مگر دن کے گیارہ بج چکے تھے مگر فرخندہ کا روم لاک تھا اب اسے عجیب سی فکر ہورہی تھی نہ چاہ کر بھی اس نے ڈرتے ڈرتے دروازے پر دستک دی۔

دو منٹ کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے دروازہ کھل گیا فرخندہ اس کے سامنے تھی اور ان کے چہرے پر عجیب سی خفگی تھی۔

"کیا ہوا، کیوں دستک دے رہی ہو؟" فرخندہ نے خفگی ظاہر کی۔

"امی...... وہ...... وہ آپ کبھی دیر تک سوئی نہیں اس لیے فکر ہورہی تھی اس نے تابعداری سے سر جھکا کر بات کی۔"

"تم فکر مت کرو میں ابھی تنی جلدی نہیں مرسکتی؟" فرخندہ نے غصے سے جواب دیا۔

"امی آپ کو میری بھی زندگی لگ جائے آپ نے میری بات کو غلط سمجھا میں نے سمجھا شاید آپ کی طبیعت ناساز نہ ہو اور آپ کو یہ بھی بتانا تھا کہ آج بھائی بھابی آرہے ہیں۔" اس نے فوراً بات کو پلٹا وہ فرخندہ کی بات پر بہت ڈر سی گئی جنہوں نے اس کی محبت کو بہت برے رنگ میں بدل دیا تھا۔

"ہاں، مجھے بھی یاد آیا صبح تمہارے بھائی کا فون آیا تھا میرا حال چال پوچھ رہا تھا اس نے تو مجھے نہیں بتایا آنے کا۔" فرخندہ نے حیرانگی ظاہر کی جبکہ مسکان کے بھائی کے آنے کی خبر تو اسے رات کو ہی طلحہ کی اونچی آواز پر مل چکی تھی اور اس نے صبح صبح خود فون کرکے ان لوگوں کو یہ احساس دلایا دیا تھا کہ اس کی طبیعت ناساز ہے جس پر

مسکان کا بھائی اور بھابی سمجھ گئے کہ مسکان کی ساس ان کی آمد اپنے گھر پر نہیں چاہتی ہیں۔

''اچھا انہوں نے آپ کو نہیں بتایا۔'' وہ خود شرمندہ سی ہوگئی۔

''تم خود فون کرلو۔'' فرخندہ نے نظریں چرالیں۔ وہ بھی جاننا چاہتی تھی کہ مسکان کی بھابی نے آخر کار ابھی تک کیوں نہیں مسکان کو بتایا کہ وہ لوگ نہیں آرہے۔ وہ مسکان کو پریشان کرنا چاہتی تھی تاکہ اسے ہمیشہ کے لیے احساس ہوجائے کہ اس گھر میں اس کا مکمل راج نہیں ہوسکے گا اور کوئی بھی سازش اگر اس نے کی تو اسے منہ کی کھانا پڑے گی۔

❀......◉......❀

''بھابی آپ لوگ کیوں نہیں آرہے میں نے تو ساری تیاری بھی کرلی ہے۔'' اس نے پریشانی سے پوچھا جب اس کی بھابی نے اسے بتایا کہ اس کے بھائی کو کوئی ضروری کام آگیا ہے اور وہ لوگ اس کے گھر نہیں آرہے۔''

''مجھے خود نہیں پتا کہ انہوں نے اچانک کیسے فیصلہ تبدیل کردیا۔ بس تمہاری ساس کا فون آیا تھا ان دونوں میں کوئی بات چیت ہوئی اور پھر انہوں نے جانے کا پروگرام کینسل کردیا۔''

''بھابی...... آپ نے بھائی سے پوچھا نہیں کہ امی نے ان سے کیا بات کی؟''

''پوچھا تو تھا مگر انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں بتائی مگر مجھے یہ ضرور محسوس ہوا کہ تمہاری ساس نے ایسی ویسی بات کی ہے جس سے عرفان نے جانا مناسب نہیں سمجھا۔''

''ہاں...... مجھے بھی لگ رہا ہے بھابی بھائی آئیں تو پلیز ان سے ضرور پوچھ کر بتائیں کہ امی نے ان سے کیا بات کی۔''

''ٹھیک ہے اچھا ساری باتیں چھوڑو اپنی سناؤ اور طلحہ کی۔'' اس کی بھابی نے پیار سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں اور طلحہ بھی۔'' اس نے بجھے دل سے جواب دیا جبکہ اس کا دماغ فرخندہ کی باتوں میں جکڑا ہوا تھا۔

''کس بات کو لے کر پریشان ہو۔'' رخسانہ نے آخر کار اس سے پوچھ لیا جس کی آواز سے صاف ظاہر ہورہا تھا۔

''بھابی وہ طلحہ کی امی کو میں اچھی طرح سے سمجھ نہیں پا رہی۔'' اس نے شائستگی سے بتایا جو پچھلے دو ماہ سے ان کا رویہ تھا۔

''تم فکر مت کرو وقت کے ساتھ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا، طلحہ تمہارے ساتھ ہے نا؟'' رخسانہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

''ہاں...... بھابی...... طلحہ خود اپنی ماں کی وجہ سے پریشان ہیں مگر وہ کر بھی کیا سکتے ہیں؟'' اس نے فکر مندی سے بتایا اب اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''اگر تمہارا میاں تمہارے ساتھ ہے تو پھر ان شاءاللہ بہت جلد تم آنٹی فرخندہ کا دل جیت لوگی۔'' رخسانہ طلحہ کا ساتھ دینے پر مطمئن سی ہوگئی۔

''بھابی ڈور بیل بج رہی ہے میں پھر آپ سے بات کرتی ہوں۔'' اس نے ڈور بیل بجنے پر فون بند کیا اور مین ڈور کی طرف تیزی سے قدم بڑھانے لگی۔

❀......◉......❀

''فاطمہ خالہ...... آپ کیا لیں گی جوس یا چائے۔'' اس نے کمرے میں آکر شائستگی سے پوچھا۔

''بیٹی...... جو تم پلانا چاہو۔'' فاطمہ نے مسکرا کر جواب دیا جو فرخندہ کے کہنے پر جھٹ سے گھر میں آپہنچی تھیں۔

''میں چائے بنا کر لاتی ہوں......!'' اس نے تابعداری سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

''آپا مسکان کے چہرے پر تو کوئی ناراضگی نظر نہیں آرہی اور نہ اس نے شکوہ کے لیے زبان کھولی مجھے لگتا ہے وہ سچ میں اس گھر کو اپنا سمجھ رہی ہے۔'' فاطمہ سوچتے

سوچتے اس کے ہشاش بشاش چہرہ دیکھنے کے بعد پلٹی۔ جس نے پہلے ہی دن اپنی آپا کی سوچ کو اس کے لیے منفی بنادیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے کل رات طلحہٰ اونچی اونچی آواز میں گانا گا رہا تھا تم ٹھیک ہی کہہ رہی تھی میرے بیٹے کو اپنی انگلیوں پر نچارہی ہے۔" فرخندہ نے غصے کا اظہار کیا۔

"آپا...... وہ آپ کی خدمت میں کوئی کوتاہی تو نہیں کررہی پھر میرے خیال میں......؟" اس نے سوچتے سوچتے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اس کی خدمت کے پیچھے اس گھر پر حکمرانی کرنا ہے۔" فرخندہ نے منہ بسور کر کہا۔

"آپا...... وہ کبھی بھی آپ کی حکمرانی ختم نہیں کر پائے گی...... اگر آج کے دن بھی طلحہٰ سے اس نے شکوہ نہ کیا تو آپ سمجھ لینا اس نے ہمیشہ کے لیے آپ کے سامنے سر جھکا دیا ہے۔" فاطمہ نے سوچتے سوچتے اندازہ لگایا۔

"ہاں یہ ٹھیک کہا تم نے...... اب طلحہٰ کا انتظار ہے اور اس لڑکی کی اصل حقیقت کا۔" فرخندہ نے فاطمہ کو دیکھتے کہا۔

❀......❀......❀

"پلیز طلحہ...... آپ امی سے بات نہیں کریں گے اگر آپ نے بات کی تو میں ان کی نظروں میں گر جاؤں گی۔"

"بس مسکان بہت ہوگیا تم میری بیوی ہو تمہارے گھر والے کبھی بھی آسکتے ہیں امی کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے اس سلسلے میں ان سے بات کرنا ہی پڑے گی۔"

"طلحہٰ آپ کیوں نہیں سمجھ رہے یہ مسئلہ میرا ہے آپ اس مسئلے سے دور رہیں۔" اس نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"مسکان پلیز مجھے جانے دو امی زیادتی کررہی ہیں اب اور میں یہ برداشت نہیں کرسکتا۔" اس نے خفا لہجے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑایا۔

16 دسمبر سانحہ پشاور

میرے لخت جگر
میرے نور نظر
مانا کہ آج ٹھنڈ بہت ہے
ہوا بھی بہت سرد ہے
تیرے نازک سے ہاتھ
برف کی مانند ٹھٹھرتے ہیں
لب کپکپاتے ہیں
مگر میری حیات کے چراغ
یہ سرد موسم
تمہاری راہ میں حائل ہونے نہ پائے
تمہارے خوابوں کو ہماری امیدوں کو
یہ خنک ہوا چھونے نہ پائے
سو یہ بستہ کندھے پر ڈالو
اک روشن مستقبل تمہارا منتظر ہے
وین آ گئی ہے
چلو اب قدم بڑھالو
واپسی پر تمہاری پسند کے
کھانوں کے ساتھ تمہاری منتظر رہوں گی
خدا کی امان میں میرے بچے
کھانے کی میز پر
ماں منتظر بھی ہے
کھانا سرد پڑتا جارہا ہے
یاالٰہی! میرا بچہ کہاں رہ گیا
چند گھنٹوں کے بعد
تمہارا خون میں نہلایا وجود
مجھے منجمد کرگیا
یہ کیا ہوگیا
میرا نور نظر
کیسے بے وقت سوگیا
کورس کی کتابیں پڑھتے پڑھتے
کتاب زیست کے اوراق کیوں
بند کرگیا
سال کے آخری مہینے کو
اپنی زندگی کا آخری سال کیوں بنا گیا
میری خوشیوں کا محور
میری امیدوں کا مرکز
ظالموں نے مجھ سے یوں چھینا ہے
کہ زخموں سے چور ممتا کا سینہ ہے
اے میرے جگر گوشے
تیرے بغیر اب
جینا بھی کوئی جینا ہے

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

''طلحہ..... آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں نا آج اپنی محبت کا ثبوت دیں میری بات مان لیں آپ امی سے کوئی بات نہیں کریں گے مجھ سے وعدہ کریں۔'' اس نے دوبارہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی نظر آرہی تھی کہ ماں بیٹے میں اس کی وجہ سے کوئی جھگڑا نہ ہوجائے۔

''مسکان..... تم یہ سب زیادتی میرے لیے برداشت کررہی ہو آخر مجھے بھی تو تمہاری فکر ہے میں تمہارا چہرہ اداس نہیں دیکھنا چاہتا۔'' اس نے پیار سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''آپ کو میری قسم ہے آپ امی سے کوئی بات نہیں کریں گے مجھ سے وعدہ کریں۔'' اس کی آنکھوں میں نمی بھرآئی اور اس کے لب کانپنے لگے۔

''تم بہت اچھی ہو۔'' اس نے پیار سے اس کے آنسوؤں کو پونچھا۔

''آپ امی سے بات نہیں کریں گے۔'' وہ اس کی نرمی پر بولی۔

''نہیں کرتا۔'' اس نے پیار سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور پیار سے بولا۔ ''تم دنیا کی پہلی لڑکی ہو جو اپنی ساس کو ماں سمجھ رہی ہو اور مجھے یقین ہے تم اس میں کامیاب نہیں ہوگی اس لیے یہ محنت کرنا چھوڑ دو تم ٹوٹ کر بکھر جاؤ گی۔'' طلحہ نے سنجیدگی سے اس کو سمجھایا۔

''اچھا بن کر میرے بیٹے کو میرے خلاف تو کررہی ہو یہی تمہاری اصلیت تھی۔'' فرخندہ جو اس کے کمرے کے باہر دروازے سے کان لگا کر باتیں سن رہی تھیں وہ غصے سے منہ میں بڑبڑائی۔

''طلحہ میں یہ محنت کرنا چھوڑوں گی نہیں۔'' وہ رونے لگی۔

''پھر رونا کیوں، میرے بیٹے کو تو پورا قابو کرچکی ہو اور آنسو بہا بہا کر کیا کرنا چاہتی ہو۔'' فرخندہ غصے سے لال پیلی ہونے لگی۔

''مسکان تم کیوں رو رہی ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' طلحہ نے فکرمندی سے اسے احساس دلایا۔

''میں رو اس لیے رہی ہوں کہ اللہ نے پہلے مجھ سے میری ماں چھین لی اور جب ساس کی صورت میں ماں دی تو وہ میری محبت میری خدمت کو ایک سازش سمجھ رہی ہیں۔'' اس نے روتے روتے تڑپ کر اپنے دل کا درد بیان کیا طلحہ کا چہرہ بھی بجھ گیا وہ اپنی ماں کی وجہ سے اس سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

''اللہ نے بچپن میں مجھ سے ماں چھین لی میں بھی دوسرے بچوں کی طرح ماں کی گود میں کھیلنا چاہتی تھی ان کی نصیحتیں سننا چاہتی تھی ان کی خدمت کرنا چاہتی تھی مگر اللہ نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا اور پھر چوبیس سال کے بعد اللہ نے مجھے ساس کی صورت میں دوسری ماں دے دی میرے سارے احساسات جاگ اٹھے کہ مجھے ماں مل گئی مگر میری خدمت کو میری دوسری ماں ایک سازش سمجھ رہی ہیں۔

انہیں میری محبت جھوٹی لگتی ہے
انہیں میری خدمت دکھاوا لگتی ہے
انہیں میری ہمدردی زخم لگتی ہے

تو پھر ایسی محبت..... خدمت اور ہمدردی کو میں دفن کردوں گی مگر تب جب میں ہار مان لوں گی میں اپنی دوسری ماں کو اتنی جلدی کھونا نہیں چاہتی طلحہ! تم اللہ سے دعا کرو کہ مجھ سے دوسری بار میری ماں نہ چھینے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر اپنی ماں کو یاد کرکے رونے لگی۔

''مسکان..... مسکان..... تم..... تم.....!'' طلحہ اس کو سنبھالنے لگا جس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔ دروازے کے باہر فرخندہ بت بنی کھڑی رہ گئی اس کی آنکھوں میں نمی بھرآئی۔

اور وہ منہ میں بڑبڑائی ''سچ ساس کبھی ماں نہیں بن سکتی جبکہ بہو بیٹی بن جاتی ہے البتہ اب تم سے تمہاری دوسری ماں کوئی نہیں چھین سکے گا۔''

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ ﷺ
خدا کا کرلیا ہم نے نظارہ یا رسول اللہ ﷺ
خدا کا وہ نہیں ہوتا، خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے ہونا نہیں آتا تمہارا یا رسول اللہ ﷺ

کتنی دیر وہ سکتے کے عالم میں بیٹھی رہی تھی۔ احساسات کو زبردست شاک کا سامنا کرنا پڑا تھا یا اعصاب کو کسی نے چک پھیری میں گھما دیا تھا۔ اب وہ تنفس بحال کرنے کی کوششوں میں تھی' اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ فزا نے پہنچایا تھا یا بھیانک مذاق کیا تھا۔ کتنی دیر تو خود کو وہ یقین ہی نہ دلا سکی' جب اس نے آہستگی سے نورالعین احمد کو بتایا کہ وہ اس کے مذہب کی پیروکار نہیں' جس اجزا سے اس کا خمیر اٹھا تھا فزا اس کی ہم عصر نہیں جس کے لیے نورالعین تن من دھن وارنے کو تیار تھی ایک مومنہ کی حیثیت سے کسی مقام پہ دھوکا نہیں کھایا تو آج اتنی بڑی غلط فہمی کا شکار کیسے ہوگئی؟ روئی کی طرح جیسے کسی نے پورے وجود کو دھنک کے رکھ دیا تھا۔ فزا کو پہچاننے میں اتنی بڑی غلطی کیسے ہوگئی؟ بے یقینی اور حیرت صدمے سے گنگ اسے دیکھے گئی۔

"آپ نے پہلے کبھی نہیں بتایا۔" آنکھیں حیرت سے واتھیں کہ کسی طرح کہہ دے کہ نہیں یہ مذاق تھا لیکن اپنے متعلق کوئی بھی سچا پکا مومن اس طرح کا مذاق کر ہی نہیں سکتا۔

"پہلے میں نے ضرورت محسوس نہیں کی نور...... ہم دونوں محبت جیسی جذباتیت اور دوستی میں اس قدر قریب آ گئے تھے کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ اگر میں نے تمہیں حقیقت سے آگاہ کردیا تو تم مجھ سے منحرف نہ ہوجاؤ۔ میری محبتوں کی سچائیوں سے منکر نہ ہوجاؤ' میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی تھی نور......" پلکیں نم ہورہی تھیں' سپیدناک سرخ ہوچلی تھی۔

"اور اب...... اب جو آپ نے اتنی تلخ حقیقت کا پٹارا کھول کر میرے سامنے رکھ دیا کیا میں اب منکر نہیں ہوں گی؟" یک دم غم وغصے کے سیلاب میں وہ گھور کر رہ گئی۔

کالج کے لان میں اس وقت کوئی موجود نہ تھا' وہ ضرور بدلتے رویوں کے اس خطرناک سچویشن کو محسوس کرتا کہ یک جان دوقالب نظر آنے والے احساسات میں یہ تفرقہ آرائیاں کہاں سے پیدا ہوگئیں؟ آنسو فزا کی پلکوں کے بند توڑ کر ابل پڑے تھے۔ اس نے جھٹکے سے منہ پھیرلیا۔

"جس قسم کے تاثرات کا مظاہرہ میں اس وقت دیکھ رہی ہوں بالکل اسی کی توقع میں نے کی تھی۔

"شروع میں تم مجھے اتنی اچھی لگیں کہ میں بے اختیار تمہاری طرف کھنچتی چلی آئی' جس طرح تم میری طرف۔"

"لیکن مجھے آپ سے متعلق علم نہیں تھا۔ آپ تو میرے متعلق جانتی تھیں ناسب کچھ۔ مجھے اگر آپ کے متعلق علم ہوتا تو کیسے خود کو بے مہار چھوڑ سکتی تھی فزا۔" خود کو کوسنے کو دل چاہ رہا تھا' کوئی بڑی سزا دینے کو کہ مذہب' دین' ایمان جانے بغیر اتنی آگے وہ کیسے بڑھ گئی۔

"اسی لیے تو آغاز میں ہی تمہیں نہیں بتایا۔ یقین کرو ہر رات کو میں عہد کرتی کہ تمہیں آگاہ کردوں کہ میں وہ نہیں جو نظر آرہی ہوں' بس ایک غیر مرئی طاقت تھی جو مجھے تم سے دور ہونے کے احساس سے ہی بے زار کردیتی' اب جب میرا ضمیر مجھے حد سے زیادہ جھنجوڑنے لگا اور سب کچھ برداشت سے باہر ہوگیا اس سے بیشتر کہ مزید دیر ہوتی میں نے تمہیں بتادیا۔"

"مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہوگئی فزا' اب آپ نے مجھے احساس دلایا کہ میں ایک غیر دین سے ملتی رہی ہوں' جب میں خود آپ کے اتنے قریب آگئی تھی' آپ کی محبت نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا تھا' کیا یہ حرکتیں مکڑے کی طرح مجھے جال میں پھنسانے کے لیے کرتی رہی تھیں۔" غصے میں بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کرڈالے۔ فزا کا خوب صورت چہرہ سرخ ہوگیا' یکلخت آنسو پونچھ ڈالے۔

"کس طرح میں نے تمہیں ٹریپ کرڈالا نور' کیا ایسی بات کہہ ڈالی جو تم میرے بہلاوے میں آجاتیں' ان آٹھ نو مہینوں کی دوستی میں کیا تمہیں ایک لمحہ بھی احساس نہیں ہوا کہ تم اپنے ہم مذہب سے نہیں ملتی رہیں۔" مسلسل انسلٹ سے وہ بھی زچ آگئی۔ نور بھی تو ایک دم اسے چھوت سمجھنے لگی تھی۔

"یہ کس مذہب میں ہے کہ کسی دین کو یا اس سے وابستہ پیروکار کو برا بھلا کہا جائے۔"

"آپ لوگ اسی طرح سادگی دکھا کر لوگوں کی سادہ لوحی کا مذاق اڑاتے ہیں' لوگ آپ کی پارسائی پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر اپنی ازلی روش سے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں۔" مزید بحث کے موڈ میں وہ پڑنا نہیں چاہتی تھی' جلد از جلد وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی کسی بھی سابقہ محبت اور دوستی کو بالائے طاق رکھ کر۔

"غلط عقیدہ بھی ایمان والوں کا شیوہ نہیں' نور العین اسے اپنے عقیدے کی مضبوطی پر اعتماد ہونا چاہیے نہ کہ ڈانواڈول ولھلکتا رہے۔ جدھر جس نے جھلادیا جھول گئے۔"

جس نرم خوئی' شیریں گفتاری میں وہ یکتا تھی کہ مدمقابل کو اپنے فسوں خیز لہجے سے ہی چت کردیا کرتی تھی آج اس لمحہ نور العین کو یوں لگا جیسے اس کے منہ پر طمانچہ مار گئی ہو۔ اس کی شگفتہ روئی کی تو وہ عادی تھی۔ شیریں بیانی کی وجہ سے اپنے سے دوسالہ سنیئر فزا کے آہستہ آہستہ قریب ہوگئی۔ شائستہ اطوار' شائستہ لب ولہجے والی وہ سادہ

سی لڑکی اپنی نرم خوئی کی وجہ سے اس کے دل میں گھر کر گئی کہ صبح درخت کے، تنے سے ٹیک لگا کر اس کا انتظار کرتی اور جب وہ آتی تو لگتا سارا وقت اس کے ساتھ بتادے کبھی تو اس کی دیوانگی پر وہ پیار سے دیکھتی۔

"تمہاری یہ چاہت میری بھی سبکی لائے گی اور تمہیں بھی کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ بہتر ہے ہم اپنی اپنی کلاس لینے کے بعد کچھ وقت لائبریری میں موجود ریفرنس بکس کی طرف بھی توجہ دیا کریں جو ہمارے نوٹس بنانے میں کام آئیں۔"

"چھوڑیں فزا...... کلیئر کرنا میرا کام ہے، میں اکثر سمسٹر کے لاسٹ ڈیز میں ہی تیاری کرتی ہوں۔ آپ بھی کرلیجیے گا۔ اس وقت ہم بیٹھتے ہیں، دیکھیے کتنی اچھی ہوا چل رہی ہے۔" فزا کے نرم لہجے کی اسیر ہی وہ نہیں ہوئی بلکہ اس کی بااصول باتوں اور نیک دلی نے بھی اسے اپنا گرویدہ کر رکھا تھا۔ مثلاً کسی غریب کی وقت پر مدد کردینا اپنی وہ شے جس کی ضرورت خود بھی ہو بلاحیل و حجت کسی دوسرے ضرورت مند کو دے دینا۔ دوسروں کے دکھوں پر اپنے سارے کام بالائے طاق رکھ کر شریک ہونا یہ جذبات واحساسات کا تلاطم خیز جنوں نورالعین کو بھی اپنے ساتھ بہا لے جاتا وہ خود بھی نیک دل لڑکی تھی اور اپنے سے بڑھ کر فزا اپنی آئیڈیل محسوس ہوتی۔ فرسٹ ایئر کے آٹھویں مہینے میں یہ انکشاف جان لیوا محسوس ہوا کہ فزا اس کے مذہب کی نہیں۔ اس کے ارکان دین میں ختم نبوت نہیں۔ وہ لوگ اتنے کٹر مذہبی نہیں تھے لیکن دین وایمان کی جڑیں ناپختہ نہیں تھیں۔ سیدھی سادی زندگی گزارنے والے لوگوں کا پختہ عقیدہ خدا اور عقائد اسلام پر تھا۔ رسول پر تھا جس کے نزدیک زیست بھی فانی شے تھی۔ اب فزا کی ہولناک حقیقت سامنے آئی تو خبر ہوئی کہ وہ خود کیا حیثیت رکھتی تھی۔ اپنا مذہب کتنا عزیز تھا۔ اس کی شخصیت کے تخلیقی عناصر اتباع رسول کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

یہ صدمہ اعصاب و وجود کے لیے اس قدر شکستہ ثابت ہوا کہ دو تین روز مسلسل بخار میں پھنکتی رہی۔ امی اور دادی جان حیران تھیں کہ بیٹھے بٹھائے کیا روگ پال لیا کہ بخار اترنے کا نام نہیں لے رہا۔ کہاں تو وہ کسی بیماری کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ فوراً اٹھ کر چلنے پھرنے لگتی۔ امی، دادی لاکھ کہتی رہتیں کہ ابھی بیماری سے اٹھی ہو تھوڑا سا آرام کرلو کہیں پھر نہ لیٹنے میں آ جانا لیکن وہ اٹھتی تو اٹھی ہی رہتی اور بیماری کا نام ونشان بھی مٹ جاتا۔ لیکن اب تو بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"کھالی ہوگی کوئی الٹی سیدھی چیز کالج میں۔"

"چیز الٹی سیدھی نہیں کھائی امی، میرا دماغ الٹ گیا ہے۔" پھنکتے ہوئے چہرے کو تکیے میں گھسایا، سب سے زیادہ قلق اس بات کا تھا کہ فزا کا ظاہری روپ کیسا تھا اور باطنی کیسا، دل کو جو ٹٹولا تو دوستی کی مضبوط دیوار یک دم بھربھری سی ہوگئی۔ وہ اعتماد جو آٹھ مہینوں تک سرنگوں رہا ایک دم سے سرنگوں ہوگیا۔

"دادی جان مجھے سورہ رحمٰن سنائیں نا۔" اس دن بے چین دل کو تھامتے ہوئے ان کا پلو پکڑ لیا۔ انہوں نے تھپکی دی۔ دادی جان کی نحیف ومدھر آواز نے دل کے تپتے صحرا کو چمن زار بنادیا۔

"رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان ما یکون کا بیان انہیں سکھایا، سورج اور چاند حساب دیتے ہیں اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں، اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔" جسم...... ماہی بے آب کی طرح جو تڑپ رہا تھا ایک دم چین پا گیا۔ آنسو تواتر سے بہتے رہے، اس وقت تو لب بستہ رہیں، وجود پر جیسے ان دیکھی کائی کو کھرچنے پر لگی رہیں جوں ہی تلاوت ختم ہوئی انہوں نے تپتی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ دادی جان کا پرنور وجود، سفید ململ کے دوپٹے کی ٹھنڈک، ہاتھ کی شفقت اندر کہیں حلول کرگئی۔

"تیرا بخار کیوں نہیں اتر رہا......؟" جہاں دیدہ خاتون کی نگاہ بہت عمیق تھی۔

"بخار پر کس کا بس دادی۔" کتنا سکون ملا تھا تلاوت سے ظاہری بدن کی تھکن نہیں اتری تھی تو کیا، اندر کا تپتا

ریگستان تو سیراب ہوگیا تھا۔
"کم از کم اس بخار پر تیرا بس ہے جو بغیر کسی وجہ کے چڑھا ہے اس وجہ کو ختم کر......" اندر سے ہوک سی اٹھی۔
"اس رزم کی فاتح میں نہیں بن سکتی دادی جس کی بنیاد بہت سی وجوہات پر رکھی گئی ہو۔ بہت مشکل ہورہی ہے مجھے کسی پل چین نہیں۔"
"کوئی کام مشکل نہیں چندا...... بس ہمت چاہیے۔"
"مجھ سے بہت فاش غلطی ہوگئی ہے دادی جان جس ظاہری چمک دمک کو میں نے سونا سمجھا وہ تو لوہا نکلا زنگ آلود لوہا کیسے دوبارہ اس کی چمک دمک لوٹاؤں میں کوئی جوہر تراش تو نہیں۔"
"خدا سے مدد مانگ جو ہر شے پر قادر ہے وہ خود کہتا ہے۔"
اے محبوب جب تم سے میرے بندے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکاریں۔ (۱۸۶۔البقرہ)
"کوئی کام خدا خود نہیں کرتا سبب بنتا ہے وسیلہ بناتا ہے اپنے انسان کو۔"
"میں ناچیز اتنی حقیر ہوں کہ کبھی خود پر نگاہ نہیں ڈالی کبھی اپنا تجزیہ نفس نہیں کیا کہ میں کیا شے ہوں۔ میرا کون سا طرز عمل غلط ہے اور کون سا صحیح میں کیا کسی کو ٹٹولوں گی؟ میری ہستی ہی کیا ہے دادی جان؟"
"خدا کی نظر میں کوئی بڑا کوئی چھوٹا نہیں چندا...... ہاں وہی جو متقی اور پرہیزگار ہے کوئی تو ایسا انتشار ہے جس کی بنا پر تو مضطرب و منتشر ہے۔ یہی تیرے مومنہ ہونے کی نشانی ہے کہ مومن کو نیکی خوش رکھتی ہے اور برائی آزردہ پھر یہ آنسو کس مخفی جذبے کو ظاہر کرتے ہیں۔"
"دادی جان...... فزا ہم مذہب نہیں ہے۔" شاک تو انہیں بھی گہرا لگا لیکن اس وقت اسے تحمل میں لانے کے لیے اپنے اندر کی ٹھنڈک و نرمی کو قائم رکھنا ضروری تھا۔
"میں نے اس کے طرز عمل کو راہ داں وران میں سمجھا تھا لیکن یہ چمک راستوں کی نہیں تھی۔ یہ تو ناگ تھا جو اپنی کینچلی بدلتا ہے میں نے اسے اپنا آئیڈیل سمجھا تھا وہ تو نرا سراب نکلی۔"
کیا قصیدہ گوئیاں تھیں اس کے لبوں پر فزا کی حمایت کی جس روز وہ نہ آتی کالج سے گھر آ کر بھی پریشان رہتی فون پر خیر خیریت پوچھتی تب کہیں جا کر سکون پاتی اور اب تو تازہ جراحتوں سے نیم جان تھی کسی دمساز کی مسیحا کی ضرورت تھی۔
"دنیا میں بے شمار لوگ ایسے ہیں نور تو کس کس کے پیچھے ہلکان ہوگی ہر طبقے ہر جماعت کے لوگ موجود ہیں جن کی زندگی میں مربوط اکائیاں نہیں وہ اجزا میں بٹے ہوئے ہیں پھر رونا کس بات کا اس بات کا ہم سب افسوس ہی کرسکتے ہیں۔"
"نہیں دادی جان مجھے تو افسوس ہی اس بات کا ہے کہ میری سمجھ اتنی غلط کیسے ہوسکتی ہے۔" لہجے میں ٹوٹے شیشوں کی کھنک تھی۔ "اگر وہ مجھے آج نہ بتاتی تو میں کب تک اس اندھے عقیدے پر رہتی کہ اس کا فعل شفاف آئینے کی طرح ہے۔"
"اس کے کردار پر انگلی مت اٹھا دین اس کا پیدائشی ہے اگر واقعی تجھے اس سے محبت ہے تو اس کی ہدایت کے لیے دعا مانگ ہم ناچیز بندے خدا کے اور کیا کرسکتے ہیں۔ ہماری سخن وری میں وہ سحر نہیں کہ وہ ہماری طرف کھنچ آئے ہاں ہم خدا تعالیٰ سے رجوع تو کرسکتے ہیں۔" اس نہج پر تو اس نے سوچا ہی نہ تھا کہ اس کا کوئی منطقی نتیجہ بھی نکل سکتا ہے۔
"ڈاکٹر کارل لیکس نے کہا ہے انسان دعا سے طاقتور چیز نہیں پیدا کرسکتا ہے خدا نے بھی تو خود قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔"
اس کی دن رات کی عبادتوں میں فزا شامل ہوگئی تھی۔ جس باقاعدگی سے عبادات کو اپنا شعار بنایا تھا پہلے کبھی یہ وطیرے نہ تھے۔ اس قدر گہرائی سے کبھی خود کو بھی نہ سوچا تھا جتنا فزا کے انکشاف کے بعد وہ خدا کے حضور سجدہ شکر بجا لانے لگی تھی کہ وہ مومن کامل ہے ایک مسلمان ہونے کا فخر اندر کہیں رچ بس جاتا اس دن کے بعد سے فزا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی شاید وہی راستہ بدل گئی تھی۔ اپنے ہی

ڈیپارٹمنٹ سے بڑھ جاتی۔ اس کی بھی پہلے والی ولولہ انگیزیاں نہیں رہی تھیں کہ ملنے کے لیے سعی وکوشش میں رہتی۔ برا لگ گیا ہوگا میرا اس دن کا آپے سے باہر ہونا۔ بے دینیت کے نام خود کو مکمل سمجھتی رہی ہوگی جیسا کہ گمراہان دین بحث کرتے ہیں اور ان کی بحث سے بچ کر رہنے کو کہا گیا ہے۔

سوچ ضرور دامن گیر تھی' احساس ضرور تھا لیکن اس کا خیال لاتے ہوئے ڈر لگتا کہ قدم قدم پہ گمراہوں سے بچ کر رہنے کو کہا گیا تھا۔ ایک بے چینی دامن گیر تھی جسے کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی۔ اگر خود کا تجزیہ کرتی تو کھل کر یہ بات سامنے آتی کہ اسے اب بھی اس کا انتظار تھا۔

سفید چادر کا پھڑپھڑاتا آنچل اب بھی نگاہوں کے سامنے لہراتا۔ شیریں لہجے کی مٹھاس اب بھی سماعت میں حلول ہوجاتی۔ لیکن اب اس کے متعلق سوچنا بھی گناہ تھا۔ دل سے دعا نکلتی۔

''اے میرے پالنے والے میرے سفینہ کو گرداب سے نکال' تجھ سے بڑھ کر کوئی علیم وخبیر نہیں۔ یہ میرا دل ہے پتھر کی سل نہیں جو اتنی آسانی سے سب فراموش کردے' اور اس دل میں پیدا ہونے والے جذبات سے بھی میں پناہ چاہتی ہوں' اس کی محبت کو اپنی ہی محبت میں ڈھال دے اے میرے پروردگار۔''

پھر وہ کافی دنوں بعد نظر آئی' وہی سفید شیشوں والی چادر سے سر کو ڈھکے' کالا پرس لٹکائے' آنکھوں کے گرد حلقے نمایاں تھے' وہ کیا زمانہ تھا جب اسے دیکھتے ہی وہ بھاگتی تھی لیکن اب حالات ہی عجیب رخ اختیار کرگئے تھے۔ کافی دیر سے گیٹ پر کھڑے چوکیدار سے باتیں کررہی تھی چوکیدار یاسیت کی تفسیر بنا سامنے کھڑا تھا' پھر باتیں کرتے کرتے پرس ٹٹول کر کچھ پیسے مٹھی میں تھما دیے۔

حالانکہ وہ خود لوئر کلاس گھرانے سے تعلق رکھتی تھی کن حالات میں وہ پڑھ رہی تھی اس کی خبر اس نے تو کبھی نہیں دی البتہ دوسری لڑکیاں ضرور بتاتیں۔ غیرت نفس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہی باتیں تو اسے آئیڈیل بنانے کے لیے کافی تھیں لیکن جب قبلہ ہی الٹا ہو تو کیا کیا جائے اسے' دیکھا تو ایک لمحہ کے لیے ٹھٹکی ضرور پھر نور العین کے نگاہ موڑنے پر وہ بھی اپنے راستے پر گامزن ہوگئی۔ اس کے دل میں اتھل پتھل ہونے لگی۔ اب پہلے سے بھی زیادہ مضطرب تھی۔ سارا وقت یا تو کتاب میں سر دیئے گزار دیتی یا پھر کلاس فیلوز کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے۔ دادی جان اسے خوب سمجھانے کی کوشش کرتیں۔

''دادی جان میں کیا کروں' کس طرح ان کی یاد کو دل سے نکالوں' مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔''

''مومن کا دل شفاف آئینہ ہوتا ہے' خلوص کے پانی سے سینچے گئے شجر کی جڑیں اتنی کمزور نہیں ہوتیں۔ اتھاہ گہرائیوں تک پھیلی ہوتی ہیں۔ کیا فزا تجھے بھول گئی ہوگی ہرگز نہیں۔'' بے قراری تو آج بھی اس کی آنکھوں میں دکھتی تھی۔ وہ تو خود بھی اتنی پرخلوص تھی کہ زمانہ اس کے گن گاتا تھا اور وہ زمانے کا غم اپنے اندر لیے پھر رہی تھی۔

''لیکن یہ بھی خدا کا ہی فرمان ہے دوستی اور دشمنی صرف اسی ذات واحد کے لیے ہونی چاہیے اور حضورﷺ سے تو اس قدر الفت ہے کہ میں ان کی حق وصداقت پر مبنی کسی بات کے مخالف بولوں تو میری قوت گویائی چھن جائے۔'' آنکھیں پھر سے نمناک ہونے لگیں۔

''انہوں نے زمانے بھر کے مخالفتوں کو حق پرستی کی تعلیم بھی تو دی تو انہی کے بیچ رہ کر وہ کسی محاذ پر پسپا نہیں ہوئے' صرف نفرت کرلینے سے انسان کی ذاتیات کی طرف نشاندہی نہیں کرائی جاسکتی' ایک اور بھی راستہ ہے محبت کا جو شفاف ہے اور پوری گہرائی تک پہنچنے کی راہ نمائی کرتا ہے۔''

''نفرت کیا دادو' مجھے تو یہ بھی کرنا نہ آئی جس کا حکم ہے کہ میں کافروں سے کروں یہ تو انتشار ہے میرے دل کا' محبت کے گلابوں پر کانٹے ہی کانٹے اگ آئے ہیں۔ میرا دل اعصاب سب رنجیدہ ہیں میں اس کی محبت میں اتنی آگے نکل گئی کہ واپسی کا راستہ فراموش کر بیٹھی۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے میں کیسے محبت دے کر راستگی پر لاؤں' اسے کیسے بدلا جاسکتا ہے جس کی ابتدا ہی غلط ہو اس کی انتہا

کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔ نعوذ باللہ کوئی مجھے میرے دین سے ہٹ جانے کو کہے تو کیا میں اس کی بات مان لوں گی۔“ شدت جذبات سے چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

”ہم حق پر ہیں‘ ہم کیونکر اپنی روش تبدیل کریں‘ ہمارا عقیدہ حیات جاودانی ہے‘ وہ بھی اٹل ہے اپنے باطل پر۔ یہ احساس ہوجائے تو عاقبت سنور نہ جائے پھر قلق ہی کس بات کا رہے۔ کٹی پتنگ بھی آسرا ڈھونڈتی ہے نور‘ اگر سنبھالنے والے ہاتھ نہ بڑھیں تو گندگی میں بھی گر سکتی ہے‘ وہ تو انسان ہے تو ناتواں ہاتھ بڑھا کر تو دیکھ سکتا ہے خدائی طاقت اس میں فولاد کی سی قوت بھر دے۔ مسلمان جنگ کیوں جیت گئے تھے آٹے میں نمک کے برابر ہوتے ہوئے بھی اس لیے کہ حق کی اس جنگ میں خدائی طاقت ساتھ تھی۔ برائی کو نیکی سے رفع کرنے کا تو قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔ اہل ایمان اتنے کمزور نہیں ہوتے‘ ہمیں اپنے اوپر اعتماد ہونا چاہیے‘ تمہارا نفس تو کمزور نہیں‘ اس کی شکستہ و کمزور دیوار کو شاید سہارے کی ضرورت ہو تو تبلیغ دین اور جہاد کو کیوں بھول رہی ہے۔ جہاد بالزبان کے ذریعے کچھ تو حق ادا کرسکتی ہے۔“

اس روز بہت عجیب خواب اس نے دیکھا وہ کوئی دوائی فزا کو پلا رہی تھی‘ نحیف و نزار فزا کے چہرے پر زندگی کی رمق آتی تھی پھر ایک دم ہی آنکھ کھل گئی۔ فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ دھڑکتے دل سمیت بستر چھوڑ دیا۔ جائے نماز پر گڑگڑا کر سب کے صراط مستقیم پر چلنے کی دعا مانگی۔

آج جلدی کالج چلی گئی‘ داخلہ ٹیسٹ ہو رہے تھے اس لیے جلدی جانا پڑا‘ ٹیسٹ سے فارغ ہوکر لیموں کے گھنے پیڑ کے نیچے بچھے سنگی بنچ پر بیٹھی تھی کہ فزا آتی دکھائی دی۔ سلام کرتے ہوئے پاس ہی بیٹھ گئی‘ چہرے کی زردی نمایاں تھی‘ وہ چاہتے ہوئے بھی نہ ہٹ سکی۔

”کیسی ہو نور؟“ وہی ازلی چاشنی و شیرینی لب و لہجے میں‘ جیسے درمیان کبھی ناگوار واقعہ پیش ہی نہ آیا ہو‘ یا تو وہ فراموش کرچکی تھی سب کچھ۔

”ٹیسٹ کیسا ہوا..... چلو یہ تو بتادو۔“ بڑی بڑی غلافی آنکھوں میں پیار لیے وہ اس سے مخاطب تھی۔

”اچھا ہوا۔“ پھنسی پھنسی آواز سمیت میدان میں اتری۔

”پہلے جیسی وارفتگی سے بولو نور تم تو اپنے معصومانہ انداز میں ہی اچھی لگتی ہو۔ اتنی سختی و کرختگی خود ساختہ ہیں جو تمہاری شخصیت پر بھلی معلوم نہیں ہوتیں۔ کیا میں نے تمہیں حقیقت بتا کر برا کیا.....؟ کیا اتنی جلدی کسی سے نگاہیں پھیر لینا تمہارے ایمان کا حصہ ہے؟“ چند ثانیے خاموشی ہی خاموشی تھی۔

”نگاہیں نہیں پھیریں..... بس مجھے شاک لگا تھا کہ اتنی دیر سے مجھے کیوں بتایا‘ اس وقت جب آپ سے دوستی کے علاوہ محبت کا رشتہ بندھ گیا تھا۔“

”میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ تمہارا وہ روپ دیکھوں جو تم نے کچھ عرصہ پہلے دکھایا تھا نور۔ میرے دل میں بھی تو تمہاری محبت کا شجر لگ چکا تھا۔ تم نے مجھ سے چاہت دکھا کر سوچ لیا کہ بڑا کمال کرلیا ہے میری ذات پر بہت بڑا احسان کردیا۔ یہ صرف تمہارے دل کی کرامات نہیں‘ تمہارے دل کو دھچکا لگا تو تم نے کج ادائی دکھادی۔ میں اپنے دل کا کیا کروں جو تمہیں چاہتا ہے‘ تمہاری بے وفائیوں سمیت جو آج بھی تمہیں رخ پھیرتا دیکھ کر تڑپتا ہے۔“ ہمیشہ کی سوگوار آنکھوں میں آج نمی بھی تھی خود اس کا دل بھر آیا تھا‘ بس انا و زعم میں اپنے موتی نہ دکھا سکی۔ کیسے کہہ سکتی تھی کہ اس کے مذہب میں اجازت نہیں کہ وہ کافروں سے دوستی رکھیں۔

”مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا..... جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ (۲۸ آل عمران)“

وہ کیسے ختم نبوت کو جھٹلا سکتی تھی جس پر خدا نے دین کو مکمل کردیا۔ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا.....

”میرے اور آپ کے درمیان محبت کا جو فسوں ہے اسے نہ آپ جھٹلا سکتی ہیں نہ میں‘ اس لیے میں کہہ سکتی ہوں فزا کہ میں خود بے چین ہوں‘ اس واقعے کے بعد۔“

”دوستیوں کو تو بالا ہونا چاہیے ہر غرض سے نور.....!“

رونق نے فزا کے چہرے پہ ڈیرہ ڈال دیا۔

"لیکن دین غرض نہیں‘ یہی تو کسی انسان کی پہچان ہے اور ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہے‘ دنیا میں یہ جو جنگ ہے مذہب ہی کی تو ہے جس کی بنا پر ازل سے ابد تک مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے اور بہتا رہے گا۔"

"میں بھی اسی دین کی پیروکار ہوں نور جس کی تم ہو‘ تم بھی وہی قرآن پڑھتی ہو میں بھی پھر یہ تفرقہ کیسا......؟"

"قرآن پڑھتی ہیں تو اس کی آیتوں سے انکار کیوں کرتی ہوں......سورہ احزاب کی ۴۰ ویں آیت ہے کہ......

'محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں‘ ہاں اللہ کے رسول اور ختم نبوت ہیں۔' (خاتم المرسلین ہیں) 'جو اللہ اور اس کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لیے شدید عذاب ہے (آل عمران)' اب اور میں کیا گواہی لاؤں‘ جس کتاب کو آپ پڑھتی ہیں خود اس میں ارشاد ہے۔" وہ خاموش ہوگئی۔ بیٹھ کر خلاؤں میں گھورتی رہی‘ نور العین اٹھ کر چل دی۔

......☆☆☆......

برھان بھائی کو جاب مل گئی تھی۔ جس لیول کی وہ ڈھونڈ رہے تھے۔ وہ تو نہ مل سکی اور نہ مل سکتی تھی۔ سفارش و رشوت کے اس انقلاب میں اس لیے جو ملی اسے قبول کرلیا‘ اب دادی اور امی کو روایتی والدین کی طرح ان کی شادی کی فکر پڑ گئی۔ وہ ہنسے۔

"یہ بھی خوب رہی‘ پہلے میں نے گھر سنبھالنے‘ اس کے ستونوں کو سہارا دینے کے لیے جاب کی‘ اب آپ یہ تعداد بڑھانا چاہتی ہیں۔"

"امی ٹھیک کہہ رہی ہیں برھان بھائی‘ ہر کوئی اپنا رزق خود لے کر آتا ہے۔ ہم کو بھابی چاہیے......"

"اس ہم میں کون کون شریک ہے؟" وہ مسکرائے۔

"ہم اپنی ذات میں ہی جہان ہیں۔" اس نے فرضی کالر اکڑائے۔

وہ ہنستے ہی رہ گئے۔

......☆☆☆......

"قرآن دلوں کی شفاء ہے۔ ہم نے تم پر کتاب اتاری

رک سی جاتی ہیں یہ میری سانسیں
تجھ سے جو روٹھ کر کبھی دیکھا
تیری دھڑکن ہے میری دھڑکن میں
اس میں اب فاصلہ نہیں دیکھا
تجھ سے ہی تجھ تلک سفر کی حد
اور کوئی رستہ نہیں دیکھا
میں ہوں مطلوب اور تُو میرا طالب
خواب اس کے سوا نہیں دیکھا
اس کا ہی عکس آنکھ میں میرا اترا
آئینہ میں نے جب کبھی دیکھا
تجھ کو ہی ڈھونڈا ہے لکیروں میں
ہاتھ اپنا میں نے جب کبھی دیکھا
مجھ سے وہ پوچھتا ہے حد میری
اس سے آگے کہیں کبھی دیکھا
میری دھڑکن میں وہ ہوا محسوس
چوں کہ سانسوں کو جب کبھی دیکھا

نزہت جبین ضیاء......کراچی

جو پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں نصیحت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے (العنکبوت ۵۱)"

اسوۂ حسنہ کے حوالے سے سیرت کانفرنس منعقد ہورہی تھی وہ پیش پیش تھی۔ حسب معمول اسے بھی پریکٹس و پروگرام کرانے کا موقع ملا تھا۔ اس وقت بھی ہال میں اپنے بیچ کی لڑکیوں کو لیے بیٹھی تھی۔ فزا ادھر آئی تو اس کے انتظار میں بیٹھ گئی لیکن اس کی تیاری ہی ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔

"فزا آپ کو دیر ہورہی ہے‘ چند روز رہ گئے ہیں پروگرام کو‘ پلیز آپ جانا چاہیں تو چلی جائیں۔" اسے خود ندامت ہورہی تھی۔

''تم کراؤ تیاری' ہمارے بھی لاسٹ ڈیز جارہے ہیں کچھ پتہ نہیں کل سے میں آ ؤں کہ نہیں۔'' وہ بیٹھی رہی۔

''اوکے..... پھر چند منٹ اور'' اُسے خود احساس جاگا۔

''شمع! نعت شریف کی پریکٹس تو اب تک ہوگئی ہوگی یقیناً ایسا کریں قصیدہ بردہ شریف سنادیں۔'' کیا روح پرور انداز تھا لڑکیوں کا' آواز کی یہ کیسی لپک تھی کہ دلوں کو اپنی جانب کھینچے جارہی تھی۔ کیسے کیسے شاہکار اسکول' کالجوں میں چھپے ہوئے تھے۔

شبِ آنگن میں کیا سویرا تجھ سے ہے

خوابِ غم میں ایک اجالا تجھ سے ہے

کام سے فارغ ہوکر لڑکیوں نے جانے کے لیے پرس اٹھالیے وہ فزا کے پاس آ گئی۔

''سوری..... آپ کو اتنی دیر میری وجہ سے ہوگئی۔''

''کوئی بات نہیں یہ کام بھی تو ضروری تھا۔'' عاجزی تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ''ایسا کرو نورالعین یہ کچھ فائلیں ہیں اس میں زریں کی اسائنمنٹ ہیں اگر میں واپس نہ آسکی تو اسے واپس کردینا۔'' دو فائلیں اس کے حوالے کیں۔

''اوکے..... اور ابھی تو مہینہ پڑا ہے فراغت میں' آپ ابھی سے۔''

''اب پڑھائی کا سلسلہ یوں بھی ختم ہوچکا ہے پھر میری طبیعت بھی کچھ بہتر نہیں' چیک اپ کے لیے اپائنٹمنٹ لیا ہے' تم میرا کام ضرور کردینا۔''

''کیا ہوا ہے آپ کو.....؟'' کچھ دنوں سے زردی ویسے بھی چہرے سے جھلک رہی تھی۔

''سر میں ٹیس سی اٹھتی ہے' ڈاکٹر تو کہہ رہے ہیں پریشان ہونے کی بات نہیں' اسٹوڈنٹ لائف میں ایسا ہوہی جاتا ہے لیکن میڈیسن افاقہ نہیں دے رہیں۔ اب اسپشلسٹ کے پاس جانے کا ارادہ ہے۔'' آنکھوں کے گرد حلقے بھی نمایاں تھے۔ وائٹ سوٹ میں اتنی سادگی و پرکاری تھی کہ وہ دیکھے گئی۔ چہرے سے ہمیشہ ایک حزن' ایک سوز ٹپکتا دکھائی دیتا۔ اس کی وجہ وہ جان نہ سکی۔

پھر وہ سیرت کانفرنس والے پروگرام میں آئی' اسے تعجب ہوا تھا۔

''فزا آپ آج.....'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ جواباً ایک دھیمی مسکان نے چہرے کا احاطہ کرلیا۔ کہنے کو تو یہ دل چاہ رہا تھا اس محفل میں آپ کی موجودگی چہ معنی؟

''ہاں تم سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا' ویسے بھی آج کل کالج سے فری ہوکر کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ بھئی مصروفیت بھی ایک نعمت ہے۔'' اس کی آنکھیں اس کے سیدھے سپاٹ لہجے کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ جیسے وہ کچھ چھپا رہی ہو۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو.....'' سفید کلف لگے شلوار قمیص میں نور' بہت پاکیزہ دکھائی دے رہی تھی۔

''تھینک یو' آپ کا پروگرام کے آخر تک یہاں بیٹھنے کا ارادہ ہے..... کوئی اور مصروفیت تو نہیں؟''

''نہیں' تم تو مصروف ہو نا لاسٹ ٹائم تک' جاؤ اپنے فرائض کی انجام دہی کرو۔'' پراکٹر ہونے کے ناطے سب اس کے منتظر تھے۔

اس نے نوٹ کیا تھا فزا واقعی لاسٹ ٹائم تک تھی' کبھی ہتھیلیاں مسلتی' کبھی الجھی الجھی سوچوں میں گم' کبھی نعت و اسوۂ حسنہ کی روداد میں گم ہوجاتی' چہرے کا حزن ایسا تھا کہ ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

ایک ہمدردی کا دریچہ سدا اس کے لیے کھلتا تھا جسے وہ جان بوجھ کر نظر انداز کرتی تھی۔ لیکن آج تو نورالعین کو لگ رہا تھا وہ ضرور جھانک کر دیکھے گی کہ الفت کے کتنے پھولوں نے سر اٹھایا ہے' جن کی آبیاری بہت دنوں سے اس نے نہیں کی تھی۔

''کیا بات ہے فزا کن الجھنوں میں گھری ہوئی ہیں آپ' کون سی فکرمندی کھائے جارہی ہے آپ کو.....؟ محفل میں آپ کم حاضر رہی ہیں اور سوچوں کی دنیا میں زیادہ مگن۔'' انسانیت کا رشتہ ہی بہت بڑا تھا۔ فزا تو نظر انداز بھی کرہی نہ پائی اور نورالعین نے کرنا بھی چاہا تو بے سود رہا۔

''ایسا مت کہو۔'' انگلیوں کو مسلا' چہرہ بھی یک لخت

سفید پڑ گیا تھا۔ ''یہاں آ کر تو احساس ہوا تھا کہ میرا وجود بھی ہے اس کائنات میں ورنہ اپنی ہستی کا تو کبھی احساس ہی نہ جاگا تھا۔'' گفتگو میں یہ اضطراب پہلے کبھی نہ تھا۔

''ہم تو سدا ایک دوسرے کے ساتھ تھے فزا' یہ خلیج جو حائل ہوئی ہے اس نے کتنے فاصلوں میں بانٹ دیا ہے ہمیں۔''

''اضمحلال تو کب کا تھا نور...... ایک ٹھوکر نے سارے زخموں کا منہ کھول دیا ہے۔ کیا مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا کہ تم نے میری اصلیت بیان کر جو قدم اٹھایا وہ غلط تھا کہ صحیح' اگر میں ہٹ دھرمی پر ہوتی تو اتنے ہی قدم پیچھے ہٹ جاتی' لیکن ایک احساس خدا تعالیٰ نے مجھے ضرور ودیعت کیا ہے جو صحیح اور غلط پرکھنے کے لیے آگے بڑھتا ہے' نہ میری آنکھیں بند ہیں نہ میرے احساسات۔''

فضا میں ایک گمبھیرتا کا راج تھا۔ بے ساختہ اس کا ہاتھ گود میں فزا کے مسلتے ہاتھوں پر چلا گیا تھا۔ جہاں ایک نیا پن محسوس ہو رہا تھا۔

''پھر ڈر کس بات کا ہے؟ آپ کے محسوسات کی آنکھیں گواہی کیوں نہیں دیتیں کہ جو کچھ نظر آتا ہے وہ محض دھوکا ہے' فریب ہے اصل کچھ اور ہے' جس تک آپ کی رسائی ابھی نہیں ہوئی۔''

''دیتی ہیں نور...... دیتی ہیں' بس میں اپنے آپ کے پیدا ہونے کی قصوروار ہوں' کہ قدرت نے عورت بنایا تھا تو ایک نڈر دل بھی دیتا' کوئی مضبوط بیک تو ہوتی نہ میں بانگ دہل اعلان کر سکتی کہ میں نے اب تک جن فضاؤں میں سانس لی اس میں آلائش تھی۔'' نور کی آنکھیں بیک وقت حسرت وغم سے بھیگتی چلی گئی تھیں۔

''پابند سلاسل ہونے پر بھی کہا گیا ہے کہ تم زبان سے برائی کو برا نہ کہہ سکو تو دل میں برا جانو۔'' فزا کی نیکیاں رائیگاں نہیں گئی تھیں اسے خدا نے وجدان دیا تھا غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح پرکھنے کا۔

''میری بنیادیں کمزور ہیں نور' کیسے اپنے دل کا صحیفہ کھول کر دکھاؤں کہ میرے قبیلے کے سب لوگوں کے

الوداع

یہ سال جو رخصت ہوا ہے
کون جانے
ملن ہوا ہے کس کا کس سے
کون کس سے جدا ہوا ہے؟
گئے دنوں......
ٹوٹا ہے دل کسی کا
کسی سے حق محبت ادا ہوا ہے
تمنا تھی ہماری کہ
کسی حسین لمحے میں
کسی انمول گھڑی میں
تم ہمیں' ہم تمہیں
پنا لیتے مگر
شاید کہ قدرت کو نہ تھا یہ منظور
سی حسرت میں
دسمبر بھی بھیگی آنکھوں کے ساتھ
الوداع ہوا ہے

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور...... کوٹ سمابہ

ہاتھوں میں نوکیلے خنجر ہیں' سینے میں اتار دیئے جانے والے۔'' دو موتی آنکھ سے ٹوٹ کر گود میں آن گرے۔

''آج آپ حق گو بنی ہیں کل کو خدا اتنا بڑا دل بھی دے گا آپ کو کہ آپ بے باک ہو جائیں گی' ہمت پیدا کریں' فزا بھلائی اسی میں ہے۔ خدا تو ویسے بھی ساتھ دیتا ہے راست بازی کا۔'' بہت کچھ وہ سوچ رہی تھی' کتنے سارے لمحے اس کے چہرے کے تنوع وسکون میں گزر گئے تھے جس پر کبھی یک لخت سناٹا چھا جاتا اور کبھی سکون۔

''نور...... بہت کچھ سوچ کر تم سے اپنا راز دل عیاں کر رہی ہوں یہ مجھے معلوم ہے شاید یہ جملہ نکالتے ہی بم بلاسٹ سے بھی زیادہ خطرناک واقعہ رونما ہو جائے۔ لیکن خدا کو نہ جانے میری آزمائش منظور ہے یا اضطراب سے رہائی...... نور...... میں اس کی آیتوں سے فرار نہیں چاہتی'

اس مقدس کتاب کے جملوں کا ساتھ دینا چاہتی ہوں، منکر نہیں بننا چاہتی، میں کامل مسلمان بننا چاہتی ہوں۔" یوں اسے مسرت سے ہمکنار کیا جیسے مجرم اپنے جرم کا اعتراف کررہا ہو وہ تو خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت سے بھی گنگ رہ گئی فزا کیا کہہ رہی تھی اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔

ایسے کسی نیند کے لمحوں میں اس نے دعا مانگی تھی؟ ایسی کون سی نیکی اس نے کی تھی جو رائیگاں نہیں گئی اور فزا کے اقرار کی صورت اسے لوٹائی گئی۔

"اگر واقعی تجھے اس سے محبت ہے تو اس کی ہدایت کے لیے دعا مانگ منہ نہ موڑ اس سے۔ ہماری سخن وری میں وہ سحر نہیں کہ وہ ہماری طرف کھنچ آئے ہاں خدا سے رجوع تو کرسکتے ہیں:۔" دادی جان کی نکتہ رسی کا مفہوم اب سمجھ میں آیا تھا۔

کچھ ضربات آہستگی سے بھی لگانا پڑتے ہیں۔ پھول کی ٹہنی سے بھی بڑے بڑے زخم بھرے جاتے ہیں۔ تیز دھار آلات ہی سے جراحی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

"یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں فزا؟" بات تو کڑوی دوائی کی طرح سکون بخش بھی تھی۔

"ایک مشکل قدم جو میں نے ابھی اٹھایا بھی نہیں ہے صرف سوچا ہے اس کے متعلق میرے قدم تم ابھی سے پسپا کررہی ہو کیسے میری انگلی تھاموگی تم۔"

"جب آپ نے سوچ ہی لیا ہے تو اسے مشکل قدم مت کہیں، ہمتیں یکجا کریں، اپنی منتشر اکائیوں کو مربوط کریں، خدا آپ کا ساتھ دے گا فزا۔"

"قدم ہی تو مضبوط کررہی ہوں، لیکن خود کو بہت تنہا پاتی ہوں اس سفر میں خدا جانے کب تک تنہا چلنا پڑے۔" اس کے چہرے پہ جو نور تھا جس کی کشش میں نور کھنچی چلی گئی تھی یہ اس کے اندر کی روشنی تھی، حق پرستی کی روشنی تھی جس کے آگے مہ و مہر بھی ماند تھے۔ وہ غلط تھی نہیں بس اسے غلط سمجھ لیا تھا، وہ تو صحیح تھی اس کا وجود غلط جگہ تھا تو کیا تھا ویسے بھی نیتوں کے حال خدا جانتا ہے۔

گھر آکر تو وہ نت نئے خمار میں گم تھی دادی جان کے پاس چوکی پہ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے بہت دنوں بعد اسے سرشار دیکھا تھا۔ کہاں تو وہ اپنے اندر کے ہی نشتروں سے نیم جاں تھی، سبک خرام ہوا نے دل و جاں کو معطر کردیا، عصر کے بعد کا ٹائم تھا دادی جان تیزی سے تسبیح کے دانے گرانے میں مشغول تھیں۔

"اتنی تیزی سے کیا پڑھ رہی ہیں دادی۔"

"بڑا اجلالی وقت ہے بیٹا، دونوں ملتے ہوئے لمحوں میں استغفار کثرت سے پڑھنا چاہیے سو اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کررہی ہوں۔"

"ایک خوش خبری تو سنیے دادی جان۔" چمکتے موتیوں کی تسبیح اپنے ہاتھ میں لے لی، انہوں نے اس کی پیشانی چومی۔

"دادی...... فزا مسلمان ہونا چاہتی ہے، میری اس سے محبت گہرا رنگ لائی ہے۔"

"سبحان اللہ!" نحیف و نزار آواز بھیگ گئی۔ دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھ گئے آنکھوں کے گوشے بھیگ چلے۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا
جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

"دیر کس بات کی ہے......؟"

"وہ بہت مضمحل ہے دادی جان۔ اسے سپورٹ چاہیے، اتنا بڑا باغی قدم اٹھانا کوئی معمولی بات نہیں اس کی فیملی کے لیے...... وہ چچا، چچی اور ماں کے زیر سایہ ہے اتنے بڑے محرک پر اعتراضات کرنے والے بے شمار لوگ ہوں گے۔ وہ تو سنگسار کردی جائے گی۔" وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوگئی تھیں۔ پیشانی کی سلوٹوں میں فکرمندی بھی تھی اور بے چارگی بھی۔

پھر کافی دن وہ نظر نہیں آئی۔

روزانہ نور کی نظریں اس کی تلاش میں سرگرداں رہتیں، کہیں حوصلے پست نہ پڑ گئے ہوں...... کہیں ایسا تو نہیں اسے اپنے فیصلے پر ندامت محسوس ہوئی ہو اللہ نہ کرے دل

کی گہرائیوں سے دعا نکلی، خدا اس کا حامی وناصر بن جائے اس سے بڑا کون نگہبان ہے۔ اس روز وہ آتی دکھائی دی۔ صاف وشفاف چہرے پر ازلی حزن تھا۔

''فزا...... ابھی تک سفید کپڑوں سے آپ کی جان نہیں چھوٹی۔'' سلام دعا کے بعد اس کا موڈ فریش کرنے کے لیے پہلا سوال یہی داغا۔ وہ مسکرادی، بہت پراسراریت تھی اس کے انداز میں۔

''جب مرکر بھی جان نہیں چھوٹنی اس رنگ سے تو میں جیتے جی کیوں چھوڑ دوں۔ اس پاکیزہ رنگ سے بڑھ کر مجھے اور کوئی رنگ نہیں لگتا' اب اور کون سا رنگ پہننا ہے نور، زندگی والے لوگ رنگ پہنتے ہیں جسے آگے کی سانسوں پر اعتبار ہی نہ ہو وہ کیا رنگ پہنیں گے۔'' سنگی بینچ پر دونوں براجمان ہوگئیں۔

''آگے کی سانسوں پر کس کا اعتبار ہوتا ہے فزا، حقیقتاً تو یہ کہنا ہی خوش فہمی ہوتی ہے کہ اب میرا یہ ارادہ ہے' اور کل میں یہ کروں گی' اسی لیے تو کہتے ہیں کل کو کس نے دیکھا ہے' میں نے نہ آپ نے۔''

''یہ تو فیکٹ ہے' لیکن خوشیاں جینے کا مژدہ سناتی ہیں۔ جن کے پاس دکھ ہوا نہیں آئندہ کا راستہ دور سے ہی سجھائی دینے لگتا ہے۔''

''کوئی دکھ نہیں...... اللہ آپ کے دکھوں کا چارہ گر ہے جو مالک کل ہے وہ آپ کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔''

''ہاں کسی طرح تو وہ میرے دکھوں کو سمیٹے میرا چارہ ساز بنے نور۔'' اس کے اضطراب کی وجہ ابھی بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی' مگر بھی اس کی کشمکش کو دور کرنے کے لیے سرگرداں تھی لیکن آج لگتا تھا وہ عیاں ہوکر رہے گی سربستہ راز کا دہانہ کھل جائے گا۔ اس کے ہونٹ کپکپارہے تھے۔

''نور...... میں بس اتنا چاہتی ہوں مجھے توبہ کی مہلت مل جائے' میری سانسیں بند ہونے سے پہلے...... دیکھو خدا کس طرح میری مدد فرماتا ہے؟''

''کیا باتیں کررہی ہیں آپ' خدا ہر کسی کو توبہ کی توفیق دے اس گھڑی لیکن یہ قبل از وقت باتیں کیوں آپ کو سوجھنے لگیں آخر آپ پوری طرح کھل کر سامنے کیوں نہیں آتی ہیں کیوں کشمکش میں ڈال رکھا ہے خود کو بھی اور مجھے بھی۔ جب دوست سمجھا ہے تو دوستی بھی نبھایئے۔'' وہ ہولے ہولے پھٹ پڑی۔

''نور! مجھے برین ٹیومر ہے۔'' انکشاف کیا تھا گویا بم بلاسٹ تھا آنکھیں یک دم ہی پھٹ پڑیں گویا سماعت پر یقین نہیں آیا۔

''ہاں نور' جس روز تم مل کر گئی تھیں دوسرے روز چچا نے میری اپائنٹمنٹ ڈاکٹر سے لی' سٹی اسکین کے بعد ڈاکٹر نے یہ خوش خبری مجھے سنائی۔'' پھیکی مسکراہٹ اس کے سفید ہوتے لبوں پر پھیل گئی۔

''یہ...... یہ ایک دم سے اتنی بڑی بیماری کیسے...... آپ کو درد تو اچانک اٹھا تھا...... پہلے تو نام ونشان تک نہ تھا۔ یوں اچانک یہ خبر کیسے سنادی آپ نے؟'' الفاظ بے ربط ہورہے تھے' مجھے یقین نہیں آرہا فزا۔'' پلکیں بھیگ گئی تھیں۔ حادثے ایک دم سے کیسے رونما ہوتے ہیں' اس کی نمو تو برسوں سے ہورہی ہوتی ہے بس انسان کو بہت دیر سے خبر ہوتی ہے۔

''تو...... ڈاکٹر نے اور کچھ نہیں بتایا۔ ٹریٹمنٹ وغیرہ......''

''آپریشن بتایا ہے...... آپریشن کے ساتھ تین آپشن بھی دیئے ہیں۔''

''وہ کیا کیا......؟''

''ٹیومر بالکل سینٹر میں ہے جڑ پھیلا چکا تھا۔ ڈاکٹر کے مطابق میں مستقلاً کومے میں جاسکتی ہوں' یا اپنی یادداشت کھوسکتی ہوں یا پھر آخری حل ہے کہ میں مرسکتی ہوں۔'' پے درپے بچھو سے ڈنک ماررہے تھے۔

''اور چوتھا کوئی اور راستہ نہیں' آپ زندگی کی طرف نہیں آسکتیں' خدا کے لیے کوئی کام مشکل تو نہیں' ہم زندگی کی دعا تو کرسکتے ہیں نا۔''

''اگر خدا نے اتنی عمر ہی میرے نصیب میں لکھ دی

پھر...... دعا کرو وہ مجھے اپنی خوشنودی سمیت اپنی طرف سمیٹ لے اس کی رضا مل جائے تو کیا ہی بات ہو نور۔ پھر زندگی کیا اور موت کیا۔''

گھر آ کر اتنا روئی دادی کی گود میں سر رکھ کر کہ پپوٹے سوج گئے۔

''کیا کروں دادی...... اس کے لیے کیا کرسکتی ہوں میں وہ ایسے دہانے پر پہنچ چکی ہے جہاں سے واپسی کا راستہ نہیں ہر راستہ کنویں اور کھائی کی طرف ہے۔ بس وہ اپنی الجھنوں اور اضطراب سے رہائی چاہتی ہے۔'' دادی کے چہرے پر عمیق سوچ نے ڈیرہ ڈال دیا تھا۔

''ویسے تو میں نے پہلے ہی اس کی پشت پناہی کے متعلق سوچ لیا تھا لیکن اب سوچنے سے کام نہیں چلے گا قدم اٹھانا ناگزیر ہوگیا ہے۔'' وہ سر اٹھا کر دیکھے گئی آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔

''اس کی نیک سوچوں میں ہمیں شریک بننا چاہیے برھان کو بلاؤ...... فزا کو مسلمان کرکے اس کے نکاح میں دیں گے ہم......'' آج تو انکشاف کا دن تھا۔

''دادی...... یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟''

''صرف نیکی کی جانب گامزن کرنے کے لیے اصرار ہی نہیں کرنا چاہیے بلکہ کسی کے لیے لائحہ عمل بھی مرتب کرنا پڑتا ہے تب جاکر ہمارے قول اور فعل میں توازن آتا ہے سوچ تو میں پہلے سے ہی رہی تھی فزا کو بہو بنانے کے متعلق لیکن اب فیصلہ ہوا ہے۔'' آخری سانس وہ سکون سے لے لے یہی ہماری نیکی کا صلہ ہوگا نور۔''

''اور برھان بھائی...... امی اور دیگر لوگ مانیں گے؟''

''انہیں ماننا چاہیے خدا خوش قسمت لوگوں کو ہی ایسے مواقع فراہم کرتا ہے۔ ثواب حاصل کرنے میں پس و پیش سے کام نہیں لینا چاہیے ورنہ وہ جان سے گزر جائے گی اور ہمارے پاس کف افسوس ملنے کے سوا کچھ نہیں رہ جائے گا کہ ہم نے اسے ذہنی اضطراب سے نجات نہیں دی یہ چند دن اس کی پوری زندگی کی کشمکش پر چھایا بن کر چھا جائیں گے بیٹا اسے بلاؤ اور اس سے پہلے برھان کو میرے پاس بھیجو۔'' جس کسی نے سنا ششدر ہی رہ گیا دادی جان نے بھی من و عن سارے معاملات سے بھی آگاہی دے دی تھی۔

''تم لوگوں کو اس کی موت سے ڈر ہے یا اس کی پشت پناہی سے انکار ہے؟'' امی نے نظریں چرالیں اکلوتے بیٹے کے لیے اس قسم کے فیصلے سے ڈر تھا۔

''میں تیار ہوں......'' برھان بھائی نے فیصلے پہ مہر لگادی۔ ''امی کیا اس کے بعد مجھے لڑکیاں نہیں ملیں گی؟ آپ سارے ارمان اس نیکی کے بعد کے لیے اٹھا رکھیں۔'' سچ مچ نورالعین کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ بے حد عقیدت سے اپنے وجیہہ و حسین بھائی کو دیکھا جس کی عظمت نے اس کی خوب صورتی میں چار چاند لگادیئے تھے۔

''ساری زندگی تو اپنے دل کی خوشی کے لیے کام کرتے ہی رہتے ہیں کچھ کام خدا کی خوش نودی کے لیے بھی کرنے چاہئیں نیکی کا پرچار کرنے سے نہیں کام چلتا جب تک کہ ہم خود کو مثال بھی نہ بنائیں۔'' وہ کچھ خوش پھر بھی نہ ہوئیں چپ چاپ اٹھ کر کمرے میں چل دیں۔

فزا کے چہرے پر حیرانگی ہویدا ہوگئی آنکھ پھاڑے اسے دیکھے گئی چہرے پہ زردی بکھری ہوئی تھی۔

''میں...... میں تو ڈوب ہی رہی ہوں نورالعین تم لوگوں نے پتوار کیوں چھوڑ دیئے بخدا میں اپنی ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔''

''اس میں ہمارا فائدہ ہے فزا کوئی تو ایسا کام کریں کہ خدا کے آگے ہم سرخرو ہوسکیں اسے منہ دکھاسکیں اور میرا دل کہہ رہا ہے آپ بچ جائیں گی ایک نئی زندگی کی شروعات کریں گی ہمارے ساتھ۔'' بہت ملول ہوکر وہ مسکرادی۔

''میں اپنے لوگوں کے ہاتھوں مرنے سے بہتر اس خدا کی رضا سے مرنا بہتر سمجھوں گی۔ جسے میں آخری دم راضی کرلوں گی۔''

''اللہ آپ کے اٹھائے گئے قدم میں آپ کا ساتھ دے گا۔''

نکاح مسجد میں ہوا اس کے سارے عقائد کی درستگی کے بعد' بہت چپ چپ سی لرزتے قدموں سمیت اس نے اس کے گھر کی دہلیز عبور کی...... اس گھر کے مکینوں کو بھیگی آنکھوں سمیت دیکھا' جنہوں نے اس کے لیے موت کی راہ آسان کردی تھی' اب ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔

''بس اب میری دعا ہے نور کہ اسی پل مجھے موت آجائے' میں کسی کی امنگوں اور آرزوؤں کی قاتل بھی تو ہوں' کیا تمہارے بھائی نے مجھ جیسی لڑکی کے ہی خواب دیکھے ہوں گے۔''

''تم ان سب باتوں کو فی الحال بھول جاؤ' برھان کی کوئی آرزو نہیں تھی' کسی بھی لڑکی کے بارے میں نہ کوئی خواہش تھی۔'' دادی جان کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

''اس کی نیکی کی آرزو ضرور تھی جو پوری ہوئی ہے' اس کی نیکی کو تم پابندی مت بنانا فزا' آگے جو کچھ ہونا ہے اس کا نہ تمہیں معلوم ہے نہ کسی اور کو' خدا کے سوا' یہ سربستہ راز کوئی نہیں جان سکتا' میری بس یہی خواہش ہے خدا تمہیں ان مقدس راستوں پر گامزن رہنے کے لیے سکون فراہم کرے۔''

''خدا آپ لوگوں کو کبھی کسی غم سے ہمکنار نہ کرے دادی جان جو احسان آپ نے میری زندگی پر کیا ہے اس کا نعم البدل میں فراہم نہیں کرسکتی۔'' ان کا ہاتھ تھام کر وہ عقیدت سے گویا ہوئی۔

''خوش رہو۔'' وہ باہر نکل گئیں۔

''امی نے اسے دل سے قبول ہی نہیں کیا تھا' وہ ان کا دل موہنے کی ہر صورت کوشش کرتی' پیر دابنے لگتی تو دھیرے سے پیر سمیٹ لیتیں' سر دباتی تو اٹھ کر بیٹھ جاتیں۔

''میرے سر میں درد نہیں ہے۔'' بھول جاتی خود زندگی کے آخری لمحات گن رہی ہے۔

اس کے آپریشن کی ڈیٹ ڈاکٹرز نے دے دی تھی' اب دن رات' جائے نماز پر گزارتی' کھانے پینے کا ہوش بھول

دنیا

کوشش کرو تم دنیا میں رہو

دنیا تم میں نہ رہے

کیونکہ جب تک کشتی پانی میں رہتی ہے تو خوب تیرتی ہے

لیکن جب کشتی میں پانی آجاتا ہے تو

وہ ڈوب جاتی ہے۔

مبین اعظم...... سانوال، مظفر گڑھ

کچھ لوگ

زندگی کے ساحل پر پہنچو تو بہت سے لوگ ملتے ہیں

حسین سنگ ریزوں سے جیسے لوگ

قیمتی موتیوں جیسے لوگ

نوکیلی کنکروں جیسے لوگ

ان میں کچھ لوگ ہاتھوں میں جمی ریت کی مانند

ہاتھوں سے ہی نہیں دل سے بھی نکل جاتے ہیں

لیکن کچھ خوشبو صفت لوگ اور ان کے ہاتھوں کے لمس ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں۔

فروا کنول...... شادیوال، گجرات

چکی تھی۔ نور کھانا لے کر کمرے میں ہی آجاتی۔

''مجھے اب بھوک نہیں ہے نور' میری روح سیر ہو چکی ہے۔'' عجیب طرح کی چھب آگئی تھی چہرے پر۔

''تمہارے بھائی کی صورت دیکھ کر میرا جینے کو دل چاہنے لگا ہے نور......'' کبھی وہ آزردگی سے بولتی۔

''آپ جئیں گی فزا بھابی...... مایوس کیوں ہوتی ہیں۔''

''لیکن میں نے برھان سے کہہ دیا ہے میرے مرنے کے بعد مجھے بھولی بسری یاد سمجھ کر فراموش کردیجیے گا اور اپنی دنیا نئے سرے سے تشکیل دیجیے گا' میں کیوں کسی کی نیکی کو اس کے گلے کا ڈھول عمر بھر کے لیے بناؤں گی۔''

اس کے آپریشن کی ڈیٹ آگئی تھی۔ یہ بھی سننے میں آیا تھا' فزا کے گھر والے بری طرح اس کی تلاش میں تھے۔

''مجھے آپ لوگ سب معاف کردیجیے گا' اے خدا تو بھی مجھے بخش دینا میں نے جو کچھ کیا تیری رضا کے لیے

کیا۔'' آپریشن تھیٹر جانے سے پہلے اس کے الفاظ ورد زباں تھےاور سپید چہرے پرنور ہی نور ہویدا تھا۔

''اتنے زیادہ اثر ورسوخ والے لوگ نہیں اس کے گھر والے فزا بچ گئی تو میں اسے ملک سے باہر لے کر چلا جاؤں گا' جب تک کہ آگ سرد نہیں ہوتی۔'' ان کے الفاظ اس سے نبت ہوجانے کی گواہی تھے۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو'' دادی جان جائے نماز پر...... دعا گو تھیں۔

حد تو یہ تھی کہ امی بھی آئی تھیں اور بے حد مضطرب بھی۔ رواں رواں اس کے سکون کے لیے دعا گو تھا۔

کئی گھنٹوں کے آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے اس کی بے ہوشی کی اطلاع فراہم کی۔

''اللہ مالک ہے' ہمارا کام ہوگیا آگے خدا کا کام ہے' اڑتالیس گھنٹوں کے اندر یہ ہوش میں آگئیں تو ٹھیک ہے ورنہ خدا کی مرضی۔''

صرف شیشے میں سے اسے ذرا سا دیکھنے کی اجازت تھی۔ مشینری میں جکڑی فزا کی ایک ایک بات ذہن میں گونج رہی تھی جو پہلے کیا تھی' اب کیا ہوگئی تھی' پہلے چہرے پر حزن برستا تھا' اب چہرے پر خدا کی عطا کردہ کشش تھی۔

''امی...... آپ نے اسے معاف کردیا تھا نا......'' برھان بھائی کے الفاظ کی لرزش کسی سے پوشیدہ نہیں تھی۔

''جس حال میں وہ ہے اس حال میں دشمن بھی دیکھ کر کوئی ملال دل میں نہ لاتا...... میں تو پھر کچھ اچھے ہی رشتے سے اس سے منسلک ہوچکی تھی۔''

یہ اڑتالیس گھنٹے' اڑتالیس صدیاں تھیں' جو سب کے جسم وجاں پہ وقت نزع کی سی کیفیت سوار کیے ہوئی تھیں۔ روح وجسم کو سلب کرتی ہوئی' انسان نہ کچھ کہنے کی کیفیت میں تھا نہ دیکھنے کی...... بس سننے کی حس باقی تھی کہ کوئی مژدہ جاں سنادے۔

ابھی تک تو کوئی خبر سننے کو نہیں ملی تھی' چھتیس گھنٹے بعد نورالعین رودی' دادی جان اور باقی سب بھی آبدیدہ ہوگئے۔

''اس لڑکی نے بھی اپنی زندگی بس گزاری ہے بغیر کسی محسوسات کے جذبوں سے عاری زندگی۔''

''نہیں...... جب اس کی وجہ سے کسی محتاج کے چہرے پہ مسکراہٹ کھلتی ہوگی تو ضرور اس نے خوشی کا جذبہ محسوس کیا ہوگا نور' ابھی بھی جو ہوگا وہ اس کی خواہشات کے عین مطابق ہوگا' خدا اس کی آرزو کے مطابق اس کی راہ متعین تو کرے گا نا۔'' اور خدا نے اس کی مرضی کی راہ متعین کردی۔

اس کی بے قراری کو قرار آ گیا۔ وہ جو کہتی تھی میں ظالم اور اندھی تقلید میں مبتلا لوگوں کے ہاتھوں مرنے سے بہتر خدا کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ مرنا پسند کروں گی۔ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر ہی ڈاکٹر نے اس کی موت کی اطلاع دے دی۔

نور بے ساختہ برھان سے لپٹ گئی ہچکیاں تھم نہ رہی تھیں' خود برھان کا آنسوؤں پہ اختیار نہ رہا تھا۔

''صبر کرو...... اسی میں خدا کی رضا پوشیدہ تھی اب اس کی روح بے قرار ہوکر بھٹکے گی نہیں۔'' دادی جان نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا۔

''وہ زندہ بھی رہتی تو اس کے گھر والے جیتے جی اسے درگور کرتے رہتے' بہتر یہی تھا کہ وہ پرسکون زندگی پاگئی کہ مومن کی زندگی تو موت کے بعد کی ہے۔'' اس کی قبر پہ اجلے گلابی پھول بکھیرتے ہوئے تھے۔ برھان کے لب ہل رہے تھے۔

''اپنی بقایا زندگی تمہاری نیکی کے نام کرتا ہوں' سواد زندگانی میں ہم سفری کی کمی تو نہیں ہوگی لیکن تمہاری قربانی نے بقیہ تمام ناموں پہ مہر بٹھادی ہے۔'' دور کھڑی سوگوار آنکھوں سے نورالعین احمد دیکھتے یہی سوچ رہی تھی۔

''تم نے خدا کی رضا کے ساتھ ساتھ انسانوں کے دلوں میں بھی فتح کے پرچم گاڑ دیئے' تم سے عظیم کون ہوگا فزا برھان۔''

ختم شد

تمہارے آنے پہ سورج کے ہاتھ چمکیں گے
مرے مکاں پہ وہی سردیوں کا موسم ہے
وہ مجھ کو سونپ گیا فرقتیں دسمبر کی
درختِ جاں پہ وہی سردیوں کا موسم ہے

دسمبر کی آخری تاریخ تھی وہ تھک کر گھر لوٹی تھی کیونکہ آج کل کلوزنگ چل رہی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے گھر آنے تک کافی ٹائم لگ جاتا تھا ویسے بھی گھر میں کب کوئی اس کا منتظر ہوتا کہ وہ جلدی واپس آتی۔ گھر کی وحشت اور ویرانی سے بہتر تو آفس کا ماحول لگتا تھا۔ کم از کم لوگوں کے ساتھ ٹائم پاس ہو جاتا ورنہ گھر میں تو سوائے سناٹا اور تنہائی کے کیا تھا وہ تو رفیق انکل اور ان کی فیملی کا دم غنیمت تھا جو اس کا خیال رکھ لیتی تھی۔

وہ گھر پہنچی تو کافی شام ہو چکی تھی آتے ہی چادر بیڈ پر پھینک کر وہ مغرب کی نماز کے لیے وضو کرنے چلی گئی۔ نماز سے فارغ ہوئی تو رفیق انکل کی پوتی ماتا چلی آئی۔

''آنٹی! مما نے پلاؤ پکایا ہے اور آپ کے لیے بھیجا ہے آپ کو پسند ہے ناں؟'' دس سالہ ماتا نے گرما گرم پلاؤ کی پلیٹ اس کو تھماتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو گڑیا! مما سے بھی کہہ دینا۔'' پلاؤ کی مزے دار خوشبو نے اس کی بھوک دوچند کر دی تھی۔

کام کے چکر میں لنچ بھی ٹھیک سے نہ کر پائی تھی اس لیے پلیٹ ٹیبل پر رکھی اور کچن سے چمچ لے آئی ابھی پہلا نوالہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ امی کی آواز آئی۔

''اے لڑکی دھیرج رکھ منہ جل جائے گا تیرا۔ توبہ ہے پلاؤ دیکھ کرا تاؤلی ہو جاتی ہے۔'' چمچ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پلیٹ پر جا گرا۔ کانچ کی پلیٹ اور اسٹیل کے چمچ کا عجیب سا ارتعاش پیدا ہوا اس نے چونک کر چاروں طرف دیکھا مگر چاروں طرف سناٹا تھا اداسی اور تنہائی نہ امی نہ ابا نہ آپا اور ان کے چار شور مچاتے بچے...... دل بھر آیا آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اچانک ہی کھانے سے دل اکتا گیا اس نے چمچ اٹھا کر پلیٹ میں رکھ دیا آنکھیں چھلکنے کو بے تاب ہونے لگی تھیں یوں اچانک سے وہ تنہا ہو گئی۔ اس کے اپنے کہیں کھو گئے تھے امی کی ڈانٹ ڈپٹ نصیحتیں ابا جی کا لاڈ پیار اور آپا کی محبت ان کے ڈھیر سارے بچوں کا شور تنگ کرنا چیزوں کو خراب کرنا...... سب کچھ ایک خواب بن کر رہ گیا تھا وہ باتیں جن سے عنایہ کو کبھی شدت سے چڑ تھی۔ آج اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ وقت اور اذلان لوٹ آئے وہ یادگار لمحات اس کی زندگی میں پھر سے واپس

آجائیں... امی ابا جی آپا اور ان کے بچے ازلان مگر یہ سب تو محض ایک خواب بن کر رہ گیا تھا۔ اب بھلا ابا امی کہاں سے آتے؟ وہ تو بہت دور جاچکے تھے جہاں سے لوٹ کر آنا ناممکن تھا ورآپا...... آپا اپنے بچوں شوہر اور گھر داری میں مصروف تھیں۔ اکیلی تھی تو بس وہ...... جسے کو دوستی تھی خاموشی اور گھر کا ماحول قبرستان جیسا لگتا تھا۔

''امی......'' اس کے لبوں سے سسکی ابھری۔ ''کہاں چلے گئے آپ سب لوگ...... کیوں مجھے اکیلا کردیا' کیا میرا قصور اتنا بڑا تھا...... کیا میری سوچ اتنی غلط تھی' ہاں شاید...... شاید...... میں نے اس وقت غلط فیصلہ کیا تھا۔ مجھے مستقبل کی فکر نہ تھی مگر آج...... آج میں کتنی تنہا ہوں' کتنی لاچار اور مجبور۔'' آنسو بے تحاشا امڈتے چلے آرہے تھے پلاؤ کی پلیٹ فریج میں رکھ کر وہ بالکنی میں چلی آئی۔

دسمبر کی آخری کہر آلود شام دھیرے دھیرے رات میں تبدیل ہونے لگی' سمندر کی طرف سے آنے والی سرد ہواؤں سے خنکی مزید بڑھنے لگی تھی۔ بلیک شال اپنے گرد اچھی طرح لپیٹتی ہوئی وہ کرسی پر آبیٹھی۔ کرسی کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں موندلیں' ماضی کے دریچے دھیرے دھیرے وا ہوتے چلے گئے۔

''ازلان......'' اس کے لبوں سے سسکی ابھری۔

''کاش تم لوٹ آؤ ازلان...... میں بہت اکیلی ہوں' بہت تنہا اور اداس......''

❁......❁......❁

اس نے جیسے ہی گھر میں قدم رکھا' صحن میں بکھرے کھلونوں' ٹافیوں اور پاپڑ کے ریپرز' خالی فیڈر' پھٹے ہوئے کاغذ اور مڑے تڑے اخبار کے ٹکڑوں پر نظر پڑی' عنایہ کا دل بُری طرح دھڑکا یعنی آج پھر آپا اپنے چار عدد شیطانوں کے ساتھ وارد ہوچکی تھیں۔ اندر کمرے میں بے تحاشا شور تھا۔

''آنی آگئیں...... آنی آگئیں...... آپ ہمارے لیے کیا لائی ہیں؟'' عمیرہ نے اپنے فنگر چپس اور کیچپ میں بھرے ہاتھوں سے اس کا دامن تھامنا چاہا۔

''دور ہٹو کتنے گندے ہیں تمہارے ہاتھ۔'' عنایہ نے اسے دھکا دیتے ہوئے منہ بنا کر کہا تب ہی دو سالہ زاہد نے اپنا چاکلیٹ سے بھرا گندہ منہ اس کے سفید شلوار سے رگڑ ڈالا۔

''افوہ...... توبہ ہے بچے ہو تم لوگ یا عذاب؟'' اس نے زاہد کو پرے دھکیلتے ہوئے غصہ سے کہا۔ ''عجیب بچے ہیں بالکل جنجال پورہ پال رکھا ہے آپا نے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تب ہی آپا اپنے بھاری بھرکم تھل تھل کرتے وجود کے ساتھ سامنے نظر آگئیں۔

''سلام آپا!'' اس نے قدرے ناگواری سے کہا اور اپنے کمرے میں گھس گئی۔ بیگ اور دوپٹہ بیڈ پر پھینک کر وہ کرسی پر بیٹھ کر جوتے کے تسمے کھولنے لگی اسی وقت امی بھی آگئیں اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام! تم ارسہ سے ملیں' سلام کیا اسے؟'' امی نے پوچھا۔

''جی امی! مل بھی لی' سلام بھی کیا اور یہ آپ کے لاڈلے بچوں کی نشانیاں بھی محفوظ کرلی ہیں۔'' جوتا اتارتے ہوئے اس نے سفید شلوار کی طرف اشارہ کر کے قدرے بے زار لہجے میں کہا۔ ''اور روز روز آنے والوں سے کیا ملنا؟'' لہجہ بے زار کن تھا۔

''ارے یہ کیا بات ہوئی؟ میکہ ہے اس کا آئے گی دس بار۔'' امی کو یہ بات ناگوار گزری تھی۔ ''اچھا جلدی سے منہ دھو کر آجاؤ تو کھانا لگادوں آج ارسہ نے پلاؤ بنایا ہے۔'' کہہ کر امی کمرے سے نکل گئیں' عنایہ منہ بناتی ہوئی واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

''کیا حال ہے تمہارا' پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟'' کھانے پر ارسہ نے پوچھا۔

''بس ہو ہی رہی ہے۔'' اس نے دستر خوان پر گندگی مچاتے ارسہ کے بچوں پر غصیلی نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

''مما پہلے مجھے دیں۔'' چھ سالہ عمیرہ بولی۔

''نہیں' پہلے مجھے۔'' چار سالہ عماد چیخا۔

”نہیں ٗ مجھے۔“ تین سال منیبہ بولی۔

”افوہ..... توبہ ہے بھئی آپا! کیسے برداشت کرتی ہو تم ان شیطانوں کو۔ اللہ میں تو کسی صورت برداشت نہیں کر پاؤں گی۔“ ابھی اس کا جملہ مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ زاہد نے پانی کا بھرا ہوا گلاس دسترخوان پر گرا دیا اور ساتھ ہی منیبہ نے ایک تھپڑ عماد کو لگا دیا کیونکہ عماد نے اس کی پلیٹ سے چکن کا پیس اٹھا لیا تھا۔

”یا الٰہی......!“ عنایہ نے اپنی پلیٹ میں پلاؤ نکالا اس پر رائتہ ڈالا اور دسترخوان سے اٹھ گئی کیونکہ یہ سب کچھ اس کی برداشت سے باہر تھا۔ اسے ڈسپلن اور صفائی کی عادت تھی بچپن سے ہی گھر میں اس نے یہی دیکھا تھا آپا اس سے خاصی بڑی تھیں اور ان کے ہاں کھانے پینے میں ٗ چلنے پھرنے ٗ اٹھنے بیٹھنے ٗ ہر چیز میں ہر بات میں ایک ڈسپلن اور ٹائم ٹیبل ہوتا تھا۔ وہ اپنا کھانا اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔

”ایسا لگتا ہے کہ یہ بچے قید میں رہتے ہیں تب ہی یہاں آ کر اتنا ہنگامہ مچائے رکھتے ہیں جیسے جنگل سے چھوٹ کر آئے ہوں۔“

”جب تمہارے ہوں گے ناں تب پتا لگے گا۔“ کمرے سے نکلتے نکلتے اس نے آپا کی آواز سنی تھی۔

”اللہ نہ کرے۔“ وہ دل ہی دل میں کہتی ہوئی نکل گئی تھی۔ کھانا کھا کر وہ برتن رکھ کر آئی تو عبیرہ اور عماد آ گئے۔

”آنی! ہمیں کمپیوٹر پر گیم لگا کر دے دیں۔“

”جی نہیں! لاسٹ ٹائم تم لوگوں نے میرا کمپیوٹر خراب کر دیا تھا ٗ پورا ہفتہ لگا تھا تب جا کر ٹھیک ہوا ٗ جاؤ میں نہیں لگاتی۔“ اس نے صاف انکار کر دیا۔ بچے منہ بنا کر کمرے سے نکل گئے۔

عنایہ اس بات سے تنگ آ چکی تھی کہ ارسہ جب دیکھو اپنے چار عدد شیطانوں کے ساتھ آ دھمکتی تھی اور وہ اچھے بھلے گھر کی سیٹنگ بگاڑ کر رکھ دیتے ٗ ہر چیز الٹ پلٹ ٗ توڑ پھوڑ ٗ گھر کا نقشہ ہی بگڑ جاتا اور رات کو جب ارسہ اپنے گھر واپس جاتی تب عنایہ سکھ کا سانس لیتی۔

”امی! آپا کو اپنے گھر میں سکون نہیں ملتا کیا؟ ہر دوسرے دن چلی آتی ہیں اور امی! آپا کی کیا درگت بن گئی ہے۔ ایسی تو نہیں تھیں یہ ٗ اچھی بھلی اسمارٹ ہوا کرتی تھیں۔ کتنی صاف ستھری اور اپنا خیال رکھنے والی تھیں یہ مگر اب..... اب چار چار دن کپڑے نہیں بدلتیں ٗ کنگھا نہیں کرتیں ٗ ہر بچے کی پیدائش پر پانچ پانچ کلو وزن بڑھا کر توپ بن گئی ہیں بالکل۔ اپنا خیال رکھتی ہیں ناں احمر بھائی کا ٗ ہر دوسرے دن آ جاتی ہیں تو ان کا خیال کون رکھتا ہوگا اور بھی تو لڑکیاں ہیں جو اپنے اپنے سسرال میں خوش رہتی ہیں ٗ ان کے تین تین ٗ چار چار بچے ہیں مگر کوئی ایسا تو نہیں ہو جاتا ناں۔“

”چپ کرو تم۔“ امی اسے خاموش کرواتیں۔ ”بہت بولنے لگی ہو۔“ وہ کاندھے اچکاتی ٗ وہ تو خود میں اپنی پڑھائی میں مگن رہنے والی ٗ سیدھی سادی اور ویل مینرڈ لڑکی تھی جو بس اپنے گھر ٗ اپنے کمرے کی صفائی ٗ سیٹنگ اور پڑھائی سے مطلب رکھتی تھی جیسے اپنا ٗ اپنے کپڑوں کا ٗ جیولری کا اور وقت کی پابندی کا جنون تھا وہ ذرا سی بھی غلط بات یا بدنظمی برداشت نہیں کر سکتی تھی اور یہی وہ دوسروں سے چاہتی تھی۔

اس روز چھٹی تھی آج عنایہ دیر سے سو کر اٹھی تھی ٗ وہ اٹھ کر باہر آئی تو امی نے واشنگ مشین لگائی ہوئی تھی ٗ وہ رات کو دیر تک جاگ کر پڑھتی رہی تھی کیونکہ ایگزامز ہونے والے تھے اسے شرمندگی ہونے لگی ٗ امی پر پیار آ گیا کتنا خیال رکھتی تھیں وہ اس کا ٗ گھر کی صفائی بھی ہو چکی تھی ٗ ناشتا تیار تھا اور ساتھ ساتھ دوپہر کے لیے ہانڈی بھی چولہے پر چڑھ چکی تھی۔

”امی میں بنالوں گی لنچ۔“ اس نے کہا۔

”نہیں ٗ تم پڑھائی کرلو اپنی ٗ بس گوشت بھون کر لوکی ڈالنی ہے اس میں۔ تم ناشتا کر کے پڑھنے بیٹھ جاؤ۔ ہاں اپنے ابو کے لیے آج زردہ پکا دینا ٗ انہیں تمہارے ہاتھ کا زردہ پسند ہے۔“ امی نے مشین سے کپڑے نکال کر رسی پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

”جی امی۔“ کہہ کر وہ کچن کی سمت چل دی۔

ناشتا کر کے وہ صحن کے اس کونے میں آ گئی جہاں پر موتیا اور چنبیلی کے پودے لگے تھے اور منی پلانٹ کے بڑے بڑے پتوں سے وہ چھوٹا سا کونا اس طرح سے کور ہوگیا تھا کہ وہاں کرسی پر بیٹھ کر پڑھنا عنایہ کو بہت اچھا لگتا تھا۔ اپنے گھر میں سب سے اچھی جگہ یہی لگتی تھی۔

ارسہ کا دیور ازلان عنایہ کو پسند کرتا تھا' وہ ایم بی اے کر چکا تھا اور ایک کمپنی میں پرکشش جاب پر فائز تھا اس نے اپنی پسند کے بارے میں ارسہ کو بتایا تھا ارسہ نے امی سے بات کی' کوئی منفی پہلو نظر نہ آیا تھا کہ رشتے سے انکار کیا جائے۔ احمر تھوڑا چھچھورا' کام چور اور باتونی تھا جب کہ ازلان اس کے بالکل برعکس نہایت سوبر' سنجیدہ پڑھا لکھا اور اسمارٹ بھی تھا۔ عنایہ سے پوچھا گیا اسے بھی ازلان اچھا لگتا تھا' اس لیے رشتہ طے کر دیا گیا۔ احمر اور ازلان کے والدین حیات نہیں تھے بس دو بھائی اور ایک شادی شدہ بہن تھی جو دوسرے شہر میں رہتی تھی' عنایہ کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد شادی ہو جانی تھی۔ ارسہ پر دہری ذمہ داری آن پڑی تھی ایک طرف بھائی جیسا دیور تھا تو دوسری طرف اپنی سگی بہن۔ آج کل عنایہ پڑھائی میں لگی ہوئی تھی' ازلان سے اس کی بات چیت ہوتی تھی کبھی کبھار وہ گھر بھی آ جاتا ورنہ کال اور میسجز پر بات ہو جایا کرتی تھی۔ ازلان آج کل کے لڑکوں کی طرح چھچھورا اور لاابالی نہ تھا بلکہ اس کی سنجیدگی اور بات کرنے کا خوب صورت اور دھیما لہجہ عنایہ کو بہت اچھا لگتا' وہ خود بھی نفیس اور اچھے اور پرسکون ماحول کی دلدادہ تھی ازلان بھی ویسا ہی تھا اس لیے دونوں کی آپس میں خوب بنتی تھی۔

اس روز وہ کالج سے لوٹی تو ارسہ اپنے بچوں سمیت موجود تھی لیکن آج بچے زیادہ شور شرابہ اور ہنگامہ نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک کمرے میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ ابا جی' امی اور ارسہ بڑے کمرے میں بیٹھے تھے تینوں کا موڈ کچھ غیر معمولی لگ رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' سب نے جواب دیا۔ ارسہ کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا جیسے کہ وہ رو چکی ہو۔

''سب خیریت ہے آپا؟'' آج بجائے جھنجلانے کے وہ پریشان ہوگئی۔

''ہاں الحمدللہ!'' وہ مسکرائی' پھیکی اور بے جان ہنسی۔

''طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی ذرا'' امی نے جلدی سے کہا۔

''اوہ......'' عنایہ نے بے ساختہ کہا آپا کی بجھی بجھی سی شکل یقیناً نئے مہمان کی آمد کا پیش خیمہ ہے' دفعتاً اس پر جھنجلاہٹ سوار ہوگئی۔ ''پتا نہیں کیا چاہتی ہیں آپا؟'' دل ہی دل میں سوچتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی' اس کا اندازہ سو فیصد درست نکلا۔

''حد ہوگئی آپا! حالت دیکھی ہے اپنی آپ نے؟ پہلے ہی چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' احمر بھائی ڈھنگ سے جاب نہیں کرتے آپ اکیلی گھر کے کام کرتی ہو کس طرح سب کچھ کر پاؤ گی۔ اب تک تو آپ کی ساس مرحومہ تھیں کہ انہوں نے ایسے وقت میں آپ کا ساتھ دیا تھا مگر......'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ارسہ کے سامنے تلخ ہوگئی۔

''کیا کروں گڑیا!'' ارسہ روہانسی ہوگئی تھی اس کے سامنے کی بچی تھی عنایہ اور آج اسے اونچ نیچ صحیح غلط سمجھا رہی تھی۔ ''اور جب سے احمر کو یہ پتا چلا ہے وہ خود بھی پریشان ہیں۔'' ارسہ نے اپنے بھاری بھرکم وجود کو کرسی پر گراتے ہوئے کہا۔

''واہ جی واہ! وہ کیوں پریشان ہیں؟''

''اے لڑکی! تمہارا دماغ زیادہ چلنے لگا ہے' بہت بولنے لگی ہو تم۔ تمہیں کوئی ضرورت نہیں اپنی تقریر جھاڑنے کی' جتنی ہو اتنی ہی رہو۔'' امی نجانے کہاں سے آ گئیں اور اس کی بات درمیان سے اچک لی اور اسے جھاڑ بھی دیا تھا وہ منہ بناتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

ارسہ دو دن رہ کر واپس چلی گئی تھی مگر اس بار ارسہ بہت بجھی بجھی سی رہی تھی اس کی یقیناً اور کوئی وجہ ہوگی نہ جانے کیوں عنایہ کے ذہن میں یہ خیال بار بار آ رہا تھا۔ ازلان سے بات ہوئی تھی وہ نارمل تھا اس نے کریدا بھی مگر ازلان

نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی۔ عنایہ کے امتحانات بھی سر پر تھے اوپر سے ہر دوسرے دن ارسہ کی آمد اور اس کے ساتھ گھر کا ماحول عجیب سا ہو جاتا تھا۔ عنایہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا مگر اس وقت وہ اپنا سارا دھیان صرف اور صرف پڑھائی پر رکھنا چاہتی تھی۔ کمرے کے باہر کیا ہو رہا ہے؟ کون آتا جاتا ہے اسے کوئی غرض نہ تھی وہ مکمل طور پر کمرے میں بند ہو چکی تھی۔ کھانے کے وقت پر امی کھانا دے جاتیں اور چائے کے وقت، چائے اور ان دنوں میں شادی کی تیاریاں بھی ہو رہی تھیں ایگزام کے بعد جلد ہی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔

اللہ اللہ کر کے اس کے امتحانات ختم ہوئے اور اس نے سکھ کا سانس لیا' آخری پیپر دے کر آئی تو خوب لمبی تان کے سوئی۔ شام کو سو کر اٹھی ہاتھ لے کر قدرے فریش ہو گئی تھی۔ وہ کمرے سے باہر آئی تو حسب معمول آپا کے بچوں کو گھر میں دیکھا۔ آپا' امی کے کمرے میں تھیں اس نے چائے بنائی اور تینوں کپ ٹرے میں رکھ کر امی کے کمرے میں آ گئی ارسہ رو رہی تھی۔

''آنے دو تمہارے ابا کو میں بات کرواتی ہوں ان سے' تم فکر مت کرو۔'' امی اسے تسلیاں دے رہی تھیں۔

''ہائیں آپا...... خیریت تو ہے' کیا ہوا؟'' چائے کی ٹرے میز پر رکھ کر وہ ارسہ کے قریب آ بیٹھی۔ ارسہ اور زیادہ رونے لگی۔

''آپا کیا ہوا؟ امی سب ٹھیک تو ہے ناں' احمر بھائی اور ازلان......'' اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''احمر...... احمر دوسری شادی کر رہا ہے۔'' امی نے تو جیسے عنایہ کے سر پر بم پھوڑا۔

''کیا...... کیا پاگل ہو گئے ہیں احمر بھائی؟ اب انہیں ایسا کرتے شرم نہیں آ رہی ہے۔ بچی بڑی ہو رہی ہے' چار بچے ہو چکے...... اور جب کہ چھوٹے بھائی کی شادی ہو رہی ہے تو انہیں یہ شوق کیوں چڑھا ہوا ہے۔'' اسے زبردست شاک لگا' اس کے لیے یہ خبر قطعی غیر یقینی تھی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے' وہ تو ڈھنگ سے کماتے بھی نہیں' اپنے بیوی بچوں کو ڈھنگ سے پال نہیں سکتے اور چلے ہیں شادی رچانے......''

گھر کا ماحول عجیب مکدر سا ہو گیا تھا' اس نے ازلان کو کال ملائی تو ازلان نے خود بھی شدید حیرت کا اظہار کیا کہ ''مجھے تو کچھ بھی پتا نہیں ہے' میں تو صبح جا کر رات کو آتا ہوں' مجھے اندازہ نہیں کہ بھائی اور بھابی میں کیا ناچاقی ہے یا کیا مسئلہ ہو گیا ہے' میں پتا کرتا ہوں۔'' ازلان اس وقت آفس میں تھا۔

ازلان اور عنایہ کی شادی ہونے والی تھی' تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اچانک سے احمر نے یہ نیا شوشہ چھوڑ دیا جو سب کے لیے بہت پریشان کن اور غیر متوقع تھا۔ سارے خاندان میں تھو تھو ہونے والی بات تھی۔ ابا گھر آئے اور ان کو ساری بات بتائی گئی وہ بھی حیران رہ گئے تب ابا نے احمر کو کال کی کہ وہ کچھ دیر کے لیے گھر آ جائے انہیں کچھ بات کرنی ہے۔

اور پھر جب اسے پتا چلا کہ احمر بھائی دوسری شادی اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ آپا اپنا خیال بالکل بھی نہیں رکھتیں' نہ گھر کی فکر کرتی ہیں ناں احمر بھائی کی۔ احمر بھائی لاکھ کوششیں کرتے کہ وہ ایکسرسائز کریں' انہوں نے ہر بچے کی پیدائش پر اپنا وزن بڑھا لیا تھا۔ احمر بھائی سمجھا سمجھا کر تھک جاتے' دوائیں لا کر دیتے' اچھے کپڑے لاتے' انہیں پارلر جانے کا کہتے' خود پر توجہ دینے کا کہتے مگر ارسہ کی بات کو اہمیت نہ دیتی۔ ہر وقت گھر کے کام' بچوں کا رونا روتی رہتیں یا پھر ان سے جھگڑا کر کے میکے آ جاتیں۔ وہ سارا الزام احمر بھائی کو دیتیں کہ میں شادی سے پہلے کتنی اسمارٹ تھی مگر بچوں کی وجہ سے میں کیسی بے ڈول اور بے تکی ہو گئی ہوں۔ غرض یہ کہ دونوں ایک دوسرے سے نالاں تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑھتی گئیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی تھی' یہاں پر غلطی کس کی تھی؟ جس کی بھی تھی اب احمر ہر صورت دوسری شادی کرنا چاہتے تھے۔ ابا جی نے سمجھایا' آپا روئیں دھوئیں مگر ان پر تو دھن سوار تھی بہر حال ازلان نے سنا تو وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا۔

ارسہ ناراض ہوکر یہاں آ گئی تھی اُدھر احمر بھی ناراض تھے' ازلان بے چارہ شدید ٹینشن کا شکار تھا اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں احمر کی وجہ سے اس کا اور عنایہ کا رشتہ بھی کھٹائی میں نہ پڑ جائے۔ ازلان نے بھی بھائی کو سمجھانا چاہا مگر احمر پر تو کوئی بات بھی اثر نہیں کررہی تھی' بس یہی کہتا کہ ارسہ خود اپنے ہاتھوں سے یہ نوبت لے کر آئی ہے اگر وہ چاہتی تو آج بھی اسمارٹ اور جاذب نظر بن سکتی ہے مگر اس نے کبھی میری بات کو اہمیت نہیں دی۔ مانا کہ بچوں کے بعد لڑکی میں تبدیلی ہوجاتی ہے مگر اس کا خیال رکھنا ہر عورت کا فرض ہے اپنے لیے نہ سہی اپنے شوہر کے لیے ایسا کرنا چاہیے مگر ہماری عورتیں ان باتوں پر توجہ نہیں دیتیں' جو اُن کے لیے ہی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

عنایہ بھی پریشان تھی نتیجہ یہ نکلا کہ ازلان بھی بھائی سے بددل ہوگیا اور اس نے نیا فلیٹ لے لیا تاکہ شادی کے بعد عنایہ کو الگ رکھ سکے کیونکہ ارسہ میکے میں تھی اور احمر اور ازلان ایک ساتھ تھے اب احمر گھر میں تنہا رہ گیا۔

حالات نے عجیب بے تکا سا رخ اختیار کرلیا تھا' ارسہ جتنی خوشی خوشی شادی کی تیاریاں کررہی تھی یکدم ہی بجھ سی گئی۔ بچے الگ سہمے سہمے سے رہنے لگے تھے طے یہ پایا کہ ازلان اور عنایہ کی شادی سادگی سے کردی جائے کیونکہ اس سارے معاملے میں ازلان کا کوئی قصور نہ تھا اور وہ تو خود اس صورت حال سے پریشان تھا۔

اُدھر عنایہ کو نئی سوچ اور فکر نے پریشان کررکھا تھا وہ دن رات عجیب وغریب باتیں سوچتی رہتی اور آنے والے دنوں کو لے کر خاصی پریشان رہتی۔ آخر کار خاندان کے کچھ بزرگوں اور کچھ لوگوں کی موجودگی میں نہایت سادگی سے ازلان اور عنایہ کی شادی ہوگئی۔ احمر بھی شریک ہوا مگر مہمانوں کی طرح ارسہ یہیں پر تھی' احمر نے شادی بھی نہیں کی تھی اور گھر میں اکیلا ہی رہ رہا تھا۔ عنایہ رخصت ہوکر ازلان کے فلیٹ میں آ گئی' ازلان بہت اچھا اور ڈیسنٹ انسان تھا اس نے بہت پیار اور اعتماد کے ساتھ زندگی کے نئے سفر کا آغاز کیا۔

''ازلان ایک بات کہوں؟'' عنایہ نے ازلان سے پوچھا۔

''ایک نہیں سو باتیں کہو!'' ازلان نے مخمور لہجے میں کہا۔

''آپ وعدہ کرو میری بات مانو گے۔'' اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے ازلان کی شرارت کرتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے یار! آج ہماری شادی ہوئی ہے اور آج تم ایسا کون سا وعدہ لینے جارہی ہو؟'' ازلان نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

''ازلان! میں سنجیدہ ہوں پلیز......'' عنایہ کے سنجیدہ لہجے نے ازلان کو بھی سنجیدہ کردیا۔

''خیر تو ہے عنایہ! جو کہنا ہے کھل کر کہو۔''

''آپ بھی کہیں احمر بھائی کی......''

''ارے پاگل ہوگئی ہو کیا؟'' ازلان نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی کاٹ دیا۔ ''آج کے دن یہ کیا فضول اور بے تکی بات کررہی ہو تم؟ اللہ نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو کہ تم ارسہ بھابی کی طرح ہو اور میں احمر بھائی کی طرح ری ایکٹ کروں۔ اپنے دل سے فضول خدشات نکال دو دیکھو وہ چاند بھی اس وقت ہماری محبت کا امین بنا ہوا ہے۔'' ازلان نے اس کے ہاتھ تھام کر محبت سے چُور لہجے میں کہتے ہوئے اسے کھڑکی سے دور افق پر جگمگاتا چاند دکھایا تو عنایہ نے مطمئن ہوکر اس کے سینے میں منہ چھپالیا۔

اس رات کی بہت خوب صورت صبح تھی' دونوں نے اپنی زندگی کی پہلی صبح کی ابتدا کی تھی۔ محبت' وعدے اور لطیف جذبات اور احساسات کے ساتھ کی گئی تھی' دونوں بہت مطمئن' مسرور اور شاداں تھے۔ دونوں صبح ناشتے کے لیے امی کے گھر ہی چلے گئے تھے' ارسہ بھی بظاہر خوش نظر آ رہی تھی مگر اسے دیکھ کر عنایہ کو عجیب سا احساس ہورہا تھا۔ امی' ابا جی بھی خوش تھے بہت آؤ بھگت کررہے تھے سارا دن دونوں وہاں رہے شام کو چند دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے ازلان نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا تھا۔

ولیمے کے بعد عنایہ نے گھر کے کام اسٹارٹ کردیئے ازلان نے لاکھ کہا کہ کام کرنے کے لیے ماسی رکھ لیتے ہیں مگر عنایہ کسی صورت اس بات پر راضی نہ ہوئی اسے خود سے گھر سجانا‘ سنوارنا‘ صاف ستھرا رکھنا اور ڈسپلن کی عادت تھی۔ اس لیے کسی کی مداخلت کہاں پسند تھی اس لیے وہ اپنی تمام تر کوششوں سے گھر سجانے سنوارنے میں لگی رہتی۔ ہر چیز صاف ستھری نکھری اپنی اپنی جگہ پر رکھنا اسے اچھا لگتا تھا‘ بہت اچھی اور مطمئن زندگی کی ابتدا ہوچکی تھی‘ دونوں اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے۔ اکثر شام کو ازلان کے آفس سے آنے کے بعد وہ لوگ امی کے ہاں چلے جاتے‘ وہاں جاکر اسے الجھن سی محسوس ہوتی۔ آپا کے بچے‘ گندا گھر‘ بکھری ہوئی چیزیں‘ بے ترتیبی یہ سب‘ کچھ اسے بالکل اچھا نہیں لگتا اور وہ جلد ہی واپس آجاتی۔

❁❁❁

دھیرے دھیرے دن گزرتے رہے ان کی شادی کو 5 ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا‘ ارسہ ابھی تک میکے میں ہی تھی حالانکہ احمر بھائی نے شادی بھی نہ کی تھی۔ اس روز ازلان نے عنایہ کو کال کی کہ ”رات کو میرے دوست کی فیملی ہمارے گھر پر آرہی ہے تم ذرا اہتمام کرلینا۔“

”اوکے۔“ عنایہ نے خوش دلی سے کہا۔

ازلان کو دم کا قیمہ اور کباب پسند تھے اس نے شام کے لیے دم کا قیمہ‘ کباب‘ بریانی‘ قورمہ اور ٹرائفل بنالیا۔ ازلان کے دوست فیضان اپنی بیوی ارسلہ اور تین بچوں کے ساتھ آئے تھے۔

”اُفوہ۔“ بچوں نے تو ہنگامہ مچا کر رکھ دیا تھا ہر چیز الٹ پلٹ ہوگئی تھی۔ ایک قیمتی کانچ کی پلیٹ اور ایک امپورٹڈ گلاس توڑ دیا‘ کارپٹ پر ٹرائفل کا بول گرادیا‘ اس کی بیڈ شیٹ پر پانی سے بھرا گلاس انڈیل دیا۔

دو گھنٹے میں اس کا چھوٹا سا گھر مچھلی بازار کا نمونہ پیش کرنے لگا‘ عنایہ نہ چاہتے ہوئے بھی بار بار جھنجلاہٹ کا شکار ہورہی تھی۔ اسے کہاں عادت تھی یہ سب کچھ برداشت کرنے کی‘ فیضان بے چارہ شرمندہ ہوا جارہا تھا۔

”سوری بھابی! میرے بچے بہت شریر ہیں۔“

”کوئی بات نہیں۔“ زبردستی مسکرا کر بولنا پڑا تھا۔

”مگر بھابی! بچوں کے بغیر گھر بھی تو گھر نہیں لگتا اور ہاں ازلان بھائی! بس اب آپ بھی تیاری پکڑیں‘ پانچ چھ ماہ ہوگئے شادی کو‘ جلدی جلدی ہمیں بھی دو چار بچوں کا چاچو بنادو یار!“ فیضان نے باتوں کے دوران ہنستے ہنستے ازلان کو چھیڑنے والے انداز میں کہا تو ازلان بھی ہنس دیا۔

”ہاں جی ان شاء اللہ ضرور!“

”ہائے اللہ نہیں......“ بے ساختہ عنایہ کے منہ سے نکلا‘ اس کی نگاہوں کے سامنے ارسہ کا بھاری بھرکم وجود اور چلبلے‘ شرارتی اور ال مینرڈ بچے آگئے جو اس کی برداشت سے بالکل باہر تھے‘ یہی وجہ تھی کہ اسے بچے سخت برے لگتے تھے۔

فیضان اور ارسلہ دیر رات تک واپس لوٹے‘ ازلان انہیں چھوڑ کر آیا تو عنایہ منہ پھلائے چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

”حد ہوگئی‘ کیسے بدتمیز اور ال مینرڈ بچے ہیں‘ ناک میں دم کرکے رکھ دیا۔ کوئی چیز نہیں چھوڑی‘ ڈنر سیٹ اور ٹی سیٹ کا ستیاناس کردیا۔ بیڈ شیٹ پر پانی کا اتنا بڑا سا دھبہ ڈال دیا‘ عجیب شیطانی صفت بچے تھے۔“ سارا غصہ ازلان کے سامنے نکلا‘ ازلان اس کی جھنجلاہٹ پر ہنس دیا۔

”ارے یار بچے تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تم اتنی ٹینشن مت لیا کرو۔“

”کیسے نہ لوں۔“ وہ بدستور غصے میں تھی۔

”اس لیے کہ کل کو ہمارے ہاں بھی تو چار پانچ بچے ہوجائیں گے تب تو یہ ترتیب‘ یہ سیٹنگ‘ یہ سجاوٹ یہ سب کچھ اسی طرح تو نہیں رہے گا ناں۔“ ازلان نے پیچھے سے آکر اسے تھام کر خود سے لگاتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

”ازلان پلیز!“ اس نے خود کو چھڑاتے ہوئے سخت

اور ترش لہجے میں کہا۔

''کیا پلیز یار! اچھا چلو میں کر دیتا ہوں تمہارے ساتھ صفائیاں' پلیز کول ڈاؤن۔'' ازلان نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اسے پیار سے بہلایا۔ وہ واقعی بہت غصے میں تھی' بات آئی گئی ہوگئی اس روز ازلان نے اس کی بات کو سیریس نہیں لیا' کچھ دن اور گزرے اب اکثر دوست احباب ازلان کو چھیڑتے کہ یار کب گڈ نیوز دو گے' کب ہمیں چاچو بناؤ گے' کب مٹھائی کھلاؤ گے' ازلان کو بھی احساس ہونے لگا۔

اس روز آفس سے آتے آتے ازلان خوب صورت سا بچے کا پورٹریٹ لے آیا اور اسے کمرے میں لگا دیا۔

''یہ کیا ہے؟'' عنایہ چائے لے کر آئی تو اس نے پورٹریٹ دیکھ کر پوچھا۔

''ارے بچہ ہے یار! کیوٹ سا' ان شاء اللہ ہمارا بیٹا بھی ایسا ہوگا۔'' ازلان نے شریر نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ضروری ہے کہ ہمارے بھی بچے ہوں۔'' عنایہ کے بے تکے سوال پر ازلان نے چونک کر اسے دیکھا۔

''یہ کیسی فضول بات کی تم نے؟'' ازلان کو اس کی بات پر غصہ آ گیا تھا اس کی بات تھی ہی انہونی اور فضول۔

''کیوں اس میں کیا فضولیات ہیں؟'' عنایہ نے الٹا سوال کر ڈالا۔

''عنایہ! یہ کیسا مذاق ہے' اگر یہ مذاق ہے تو بہت بھونڈا اور ناقابل برداشت مذاق ہے۔'' ازلان کا لہجہ سلگ گیا تھا۔

''کیوں کیا جن کی اولادیں نہیں ہوتیں وہ لوگ اچھی زندگی نہیں گزار سکتے؟'' عنایہ نے بھی تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

''ہاں نہیں گزارتے وہ اچھی زندگی' بہت بڑی کمی ہوتی ہے ان کی زندگی میں ان کا گھر ویران اور اداس رہتا ہے۔ بچے تو محبتوں کے امین ہوتے ہیں' گھر کی رونق اور دل کا سکون ہوتے ہیں۔ ماں باپ کی محبت کی نشانی ہوتے ہیں' ان کے معصوم قہقہوں میں زندگی پنہاں ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ گزرا ایک ایک پل یادگار رہتا ہے اور شادی کے بعد بچے بھی ضروری ہوتے ہیں۔'' ازلان نے لہجے کو نرم بنانے کی ناکام کوشش کی۔

''اور ہاں بچے جب پہلی پہلی بار ماں باپ کا نام لیتے ہیں تو جو سرور اور لذت ماں باپ کو محسوس ہوتی ہے اس کی تو مثال نہیں ملتی۔''

''افوہ! ازلان پلیز بند کرو یہ بچہ نامہ......'' وہ بُری طرح جھنجلا گئی۔

''بچہ نامہ...... مطلب؟ کیا میں نے کوئی انہونی بات کہہ دی جو تمہیں اتنی بُری لگ گئی ہے۔ انہونی بات تو تم کر رہی ہو۔'' عنایہ کی بات پر ازلان نے غصے سے کہا۔

''تم نے تو سارے فائدے گنوا دیئے ہیں اور اس کے جو منفی اثرات ہوتے ہیں وہ کہاں گئے؟'' عنایہ کا انداز بدستور تیکھا تھا۔

''منفی اثرات...... کون سے منفی اثرات ہیں بھلا؟'' ازلان نے قدرے حیرت سے اسے دیکھ کر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''پلیز ازلان! ابھی چپ ہو جاؤ تم' میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے اس بات کو فی الحال ختم کردو۔'' عنایہ نے اپنا سر تھام کر بیزار لہجے میں کہا۔

''اوکے۔'' کہہ کر ازلان غصے سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس روز کے بعد سے ان دونوں میں غیر محسوس طریقے سے سرد جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اب تو امی اور ارسہ بھی دبی دبی زبان سے اسے اس بات کا احساس دلانے لگی تھیں کہ اسے ماں بن جانا چاہیے اس نے وہاں جانا بھی کم کر دیا تھا۔

آئے دن کے چھوٹے چھوٹے جھگڑے ہونے لگے عنایہ ایک فضول سی بات کو لے کر اپنی بات پر ڈٹی رہی' اور ازلان بھی آخر کب تک اس کی یہ بچکانہ بات برداشت کر سکتا تھا۔ اس روز بات کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی' عنایہ نے صاف کہہ دیا تھا کہ اسے بچے سخت ناپسند ہیں اور وہ کسی

صورت یہ رسک نہیں لے گی اس کے سامنے ارسہ کی مثال تھی پے در پے ہونے والے بچوں نے ارسہ کو بے ڈول سا بنادیا تھا' اسے اپنا ہوش تک نہ رہتا' بچے الگ ریں ریں کرتے رہتے۔ ایک روتا تو دوسرے کو بھوک لگ جاتی' تیسرا بیسی گیلی کردیتا اور چوتھا گر جاتا۔

''افوہ......'' ارسہ پاگل ہوجاتی۔ نہ اپنا خیال رکھ پاتی نہ گھر کا' گھر الگ گندا رہتا اور زندگی الگ اجیرن...... نہ رات کو نیند پوری ہوتی نہ دن کو سکھ' چین نصیب ہوتا۔ عورت پاگل ہوکر رہ جاتی ہے' گھر بچوں اور شوہر کے درمیان...... بچوں میں لگ کر شوہر کی طرف دھیان نہیں دے پاتی تو شوہر احمر بھائی کی طرح ادھر اُدھر منہ مارنا شروع کردیتے ہیں اور وہ کسی صورت ان مسائل اور الجھنوں کا شکار نہیں ہونا چاہتی تھی وہ اور ازلان بہت اچھی' خوش گوار اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے مگر اب ازلان بدل رہا تھا بقول اس کے ازلان کو عنایہ سے زیادہ بچے پسند تھے۔

اس روز لڑائی اچھی خاصی بڑھ گئی تھی ٹی وی پر کوئی ڈرامہ چل رہا تھا جس میں ماں کے بارے میں بتایا جارہا تھا۔

''دیکھو عنایہ، ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور تم اس جنت کو کیوں گنوانا چاہتی ہو؟'' ازلان نے نرمی سے عنایہ کو مخاطب کیا تھا۔

''ازلان...... بار بار ہر بار ایک ہی بات لے کر مجھے کیوں دکھی کرتے ہو' کیوں میری چڑ بنالی ہے تم نے؟ نہیں چاہیے مجھے جنت......'' وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

''مگر مجھے چاہیے اس گھر کے لیے رونق اور ننھے منے کی قلقاریاں۔'' ازلان کا لہجہ بھی دوٹوک تھا۔

''یعنی تمہیں میری نہیں صرف بچوں کی ضرورت ہے۔'' عنایہ نے نگاہیں ترچھی کرکے ترش لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہاری ضرورت کیوں نہیں ہوگی؟ پاگل ہوگئی ہو تم تو...... کیا بے کار کی ضد لگا رکھی ہے تم نے۔ دنیا کی ساری عورتیں ارسہ بھابی کی طرح تو نہیں ہوجاتیں ناں' ہزاروں لاکھوں خواتین ہیں جو شادی کے بیس پچیس سال بعد بھی سلم اور اسمارٹ رہتی ہیں۔ ان کے بچے بااصول اور سلجھے ہوئے ہوتے ہیں ان کی زندگیاں کامیاب ہوتی ہیں۔ تم ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کو چھوڑ کر ایک اپنی بہن کا رونا روتی ہو یہ کوئی عقل والی بات ہے کیا؟ تم تو مجھے پاگل لگتی ہو؟'' ازلان کی حد سے بھی باہر ہوچکا تھا وہ سخت غصے میں آچکا تھا۔

''کیا...... پاگل...... تم نے مجھے پاگل کہا؟'' عنایہ کو تو پتنگے لگ گئے۔

''ہاں ہاں تم پاگل ہو...... تمہاری سوچ انتہائی گھٹیا اور فضول ہے۔ تم نے بے کار اور بے تکی سوچیں اور خرافات پال لیے ہیں۔ تم میری برداشت کی آخری حدوں تک آ پہنچی ہو۔'' ازلان غصے سے بے قابو ہوا جارہا تھا۔

''ازلان...... زبان سنبھال کر بات کرو' تم کیا کہہ رہے ہو تم کو اندازہ ہے؟ تم مجھے پاگل کہہ رہے ہو' تم حد سے بڑھ رہے ہو۔''

''حد سے تو تم بڑھ رہی ہو کہ جتنا میں برداشت کررہا ہوں تم اتنی ہی ضدی بن رہی ہو۔ واقعی مجھے تمہاری ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا ہے۔'' وہ بدستور طیش میں تھا۔

''ٹھیک ہے اگر میں پاگل ہوں تو کیوں کررہے ہو مجھے برداشت...... نکال دو اپنی زندگی سے......'' وہ بھی دوبدو چلائی۔

''بکواس بند کرو تم۔'' ازلان کی برداشت ختم ہوچکی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ اٹھا اور عنایہ کے منہ پر طمانچہ ماردیا۔

''ازلان......'' عنایہ کو ازلان سے قطعی یہ امید نہ تھی' وہ چہرے پر ہاتھ رکھے آنسو بھری آنکھوں سے ازلان کو گھورنے لگی۔ ''جاہل انسان......'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی ازلان تیز تیز قدموں سے کمرے سے نکل گیا تھا۔

عنایہ کچھ دیر تو گم سم بیٹھی رہی کچھ دیر بعد سنبھلی تو غصے سے اٹھی بیگ میں چند کپڑے ڈالے اور اسی وقت ازلان کا گھر چھوڑ کر امی کے گھر آگئی' اسے اس طرح اکیلا دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔

''کیا ہوا بیٹی! خیریت تو ہے ناں؟'' ابا جی پریشان

ہو گئے امی بدحواس ہو گئیں۔

"ابا جی....." وہ ان کے گلے لگ کر سسک پڑی۔ "مجھے ازلان نے گھر سے نکال دیا میں وہاں کبھی نہیں جاؤں گی۔" وہ زاروقطار رو رہی تھی ارسہ اور امی بھی رونے لگے۔

"مگر ہوا کیا..... کیا بات ہوئی؟ وہ تو بہت اچھا اور سمجھ دار بچہ ہے۔" دونوں ہی حیران تھیں تب ہی ابا جی دل پکڑے ایک طرف کو گرنے لگے تینوں چیخ کر ان کی طرف بھاگیں مگر شاید ابا جی میں دوسری بیٹی کا یہ غم برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی اور وہ بنا کچھ کہے چپ چاپ دور بہت دور چلے گئے۔ صدمے پر صدمہ یہ کیسا امتحان تھا؟ امی تو بالکل گم سم ہو گئی تھیں ابا جی کی میت پر احمر اور ازلان بھی آئے احمر تو خاصا بدلا ہوا لگ رہا تھا ارسہ سے ملا بھی اور اسے تسلیاں دیں امی کے پاس بھی بیٹھا مگر ازلان صرف ارسہ اور امی سے ملا کیونکہ عنایہ نے اس سے ملنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ عنایہ بالکل گم سم تھی اسے لگ رہا تھا کہ ابا جی کی موت کی ذمہ دار وہ بھی اور اس سے زیادہ ازلان جس نے اسے تھپڑ مارا تھا۔

ازلان کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا اس نے بعد میں بھی عنایہ سے ملنے کی بات کرنے کی کوشش کی مگر عنایہ نے منع کر دیا تھا۔ امی اور ارسہ سمجھاتے تو وہ رونا شروع کر دیتی اور کہتی کہ آپ لوگ ضد کرو گے تو میں گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ عجیب سی صورت حال تھی عنایہ کی سوچ نے نہ صرف اسے بلکہ سب کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ عنایہ اپنے کمرے میں رہتی اس نے جاب کے لیے اپلائی کرنا شروع کر دی تھی امی کی عدت بھی ختم ہو چکی تھی۔ ادھر احمر کو بھی شاید عقل آ گئی تھی اس کی طبیعت بہت خراب تھی تین دن تک بخار میں تپتا رہا وہ تو محلے کی کسی خاتون نے ارسہ کو اطلاع کر دی ارسہ دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئی وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ کچھ بھی ہو وہ اس کا شوہر تھا ارسہ نے ڈاکٹر کو بلوایا احمر کو ہوش آیا تو پاس ارسہ کو دیکھا وہ ابھی ابھی نماز پڑھ کر اٹھی تھی اور اس وقت تسبیح پر کچھ پڑھ کر احمر پر دم کر رہی تھی۔ احمر نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں۔

"ارسہ..... ارسہ....." سوکھے پپڑی زدہ لبوں سے آہستگی سے پکارا۔

"جی..... کیسے ہیں آپ؟" ارسہ نے دوڑ کر اس کے قریب جا کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" نقاہت سے کہا اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ "ارسہ..... ارسہ مجھے پتا چل گیا ہے برے وقت میں صرف اپنا ہی کام آ سکتا ہے میں نے جس کی خاطر تمہیں چھوڑا تھا اس نے مجھے دھوکہ دے دیا میں بہت اکیلا ہوں ارسہ! مجھے تمہاری اور بچوں کی ضرورت ہے کیا تم مجھے معاف کر دو گی؟" دونوں ہاتھ جوڑے وہ باقاعدہ رو رہا تھا۔

"احمر پلیز! ایسا مت کہیں میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے اور قصور ہم دونوں کا ہی ہے بلکہ زیادہ میرا ہے۔ میں نے ہی غلطی کی اور آپ کو سوائے بچوں کے اور کچھ نہ دے سکی اب مجھے بھی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اب میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" ارسہ بھی رونے لگی تھی۔

"شکر ہے اللہ کا۔" احمر نے اس کے ہاتھ تھام کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

امی نے سکھ کا سانس لیا کہ چلو ارسہ پھر سے آباد ہو گئی ہے احمر خود آیا تھا اور بچوں کو لے گیا تھا۔ عنایہ اس سے بھی نہیں ملی اپنے کمرے میں بند رہی۔ عجیب سنکی ہو گئی تھی وہ..... ارسہ خوشی خوشی اپنے گھر لوٹ گئی۔ احمر کو اچھی جاب کی آفر بھی ہو گئی تھی اور وہ ارسہ اور بچوں کے ساتھ اسلام آباد شفٹ ہو گیا تھا۔

عنایہ کو آفس میں جاب مل گئی تھی اب وہ اور امی رہتے تھے وہ تو امی نے اوپر کے پورشن میں ابا جی کے دوست رفیق صاحب کی فیملی کو کرائے پر رکھ لیا تھا۔ ان کی وجہ سے بہت اطمینان تھا عنایہ صبح جاتی شام کو آتی عجیب بے کیف سی زندگی تھی آفس سے آ کر وہ امی کے ساتھ ساتھ رہتی وہ کھانا پکاتی تو امی سامنے برآمدے میں بیٹھی ہوتیں وہ کپڑے استری کرتی تو امی کمرے میں ہوتیں۔ ٹی وی دیکھتی تو امی ساتھ ہوتیں رفتہ رفتہ اسے اس تنہائی سے ڈر

لگنے لگا تھا۔ ارسہ اپنے گھر میں خوش تھی احمر کافی بدل گیا تھا۔ اب دونوں مل کر مطمئن تھے اکثر ارسہ کی کال آجاتی اس سے تو کم بات، ہوتی امی سے کافی دیر تک باتیں کرتی۔

ارسہ اسے سمجھاتی کہ وہ اذلان کے پاس چلی جائے کب تک یونہی رہے گی۔ اذلان بھی دو تین بار آیا تھا مگر اس نے صاف منع کردیا تھا وہ کہتی۔

”مجھے اب اس زندگی کی عادت ہوگئی ہے اذلان چاہے تو دوسری شادی کرسکتا ہے۔ مجھے امی کے ساتھ رہنا ہے ان کو نہیں چھوڑ سکتی۔“ اذلان نے کہا

”امی کو ساتھ رکھ لیں گے چاہو تو یہ گھر کرائے پر دے دو۔“ مگر عنایہ ہر بات پر انکار کردیتی اذلان نے بھی دل برداشتہ ہوکر اسلام آباد کے آفس میں ٹرانسفر کروالیا۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا حالات چاہے جیسے بھی ہوں جانے والے ساتھ چھوڑ جائیں سردی گرمی خزاں بہار یہ رُتیں برابر اپنے وقت پر آتی اور جاتی ہیں۔ وقت نے کب کسی کا انتظار کیا ہے اچھا ہو یا بُرا گزرتا چلا جاتا ہے۔ کوئی اس وقت سے حسین یادیں لے کر جیتا ہے تو کوئی اس وقت سے مایوسی اداسی اور پچھتاوے ہی لے پاتا ہے اور جب آہستہ آہستہ اس کا احساس ہوتا ہے تب وقت بہت آگے چلا جاتا ہے تب چاہتے ہوئے بھی ہم وہ وقت واپس نہیں لاسکتے۔

دن ماہ اور ماہ سال میں بدلتے گئے اس دوران اماں بھی داغ مفارقت دے گئیں تب عنایہ کو تنہائی کا شدت سے احساس ہوا۔ رفیق صاحب کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بیٹے کے دو دو بچے اور بیٹی کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ آئے دن بچے آتے تو اودھم شور ہنگامہ ہوتا اس کی روکھی پھیکی اور اداس زندگی میں کچھ ارتعاش سا پیدا ہوجاتا اسے وہ لمحے اچھے لگتے ہر ہفتے کا وہ انتظار کرتی جب رفیق صاحب کے نواسے نواسیاں آتے اور خوب شرارتیں کرتے۔ تب اسے احساس ہونے لگتا کہ واقعی بچے زندگی کو کتنا حسین بناتے ہیں۔ رفیق صاحب کی بیٹی کی شادی کو پندرہ سال ہوگئے تھے وہ آج بھی اسمارٹ اور سلم تھی اس کی

اُم کلثوم

میرا نام ام کلثوم ہے ہم آٹھ بہن بھائی ہیں تین بھائی پانچ بہنیں۔ میرے دو بھانجے دو بھتیجے اور ایک بھانجی ہے میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔ تعلیم میٹرک ہے میں نے شریعت اور معلمہ کا کورس دونوں کر رکھا ہے دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ کھانے میں بریانی بہت زیادہ پسند ہے مشروب ہر طرح کا پی لیتی ہوں۔ رنگوں میں کالا اور جامنی پسند ہے پھولوں میں گلاب اور چنبیلی پسند ہے۔ فیورٹ رائٹر عشنا آپی نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور پسند ہے۔ نعتیں عشق ہیں اللہ سے دعا گو ہوں کہ مجھے اپنا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر جانا اور آب زم زم پینا نصیب کرے آمین۔ غصہ کی تیز ہوں اکثر اپنا نقصان ہی کرتی ہوں لوگوں کو خوشیاں دینا پسند ہے اور ان کی خوشیوں میں شریک ہونا بھی۔ آنچل نے مجھے بہت اچھی اچھی دوستیں دیں جن میں حسنیٰ سحر مسکان امید چوہدری ندا کرن شاہ کرن وفا کھل ہما سلمیٰ ملک صبا نواز ام مریم نوشین اقبال نوشی زرتاشہ انابیہ علی امینہ ڈوگر فرزانہ فروا رابعہ اکرم نسیم چوہدری ہیں۔ پرندے پالنے کا شوق ہے لباس میں فراک اور پاجامہ اور لمبا دوپٹہ پہنتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بہت سی خوشیاں نصیب کرے اب اجازت دیں دعا میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

کولیگ فائقہ جس کے تین بچے تھے وہ آج بھی ان میرڈ اور اسمارٹ لگتی تھی۔

❀ ❀ ❀

اچانک سردی بڑھ گئی تھی وہ خیالات سے چونکی سامنے گھر میں بچے نئے سال کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے ان کے والدین اور دادا دادی بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں اپنے گرد شال کو مزید لپیٹا لبوں سے سرد آہ نکلی۔ بے قراری اور بے چینی حد سے بڑھنے لگی تھی۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی تب ہی ڈور بیل بجی۔

”اس وقت کون ہوسکتا ہے؟“ دل میں خوف سا محسوس ہوا لیکن کبھی کبھی رفیق صاحب اس کی خیر خیریت لینے آجاتے یا پھر کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آجاتے۔ سر پر

شال اوڑھ کر وہ کمرے سے نکل کر صحن کی طرف آ گئی باہر بچوں کا شور تھا، تھ منچلے نوجوان بھی بارہ بجنے کے انتظار میں باہر جمع تھے اس نے دروازہ کھول دیا، غیر متوقع طور پر ارسہ، بچوں اور احمر بھائی کو دیکھا تو اسے یقین نہیں آیا۔

''آپا.... آپا.... تم....'' دوڑ کر ارسہ سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

''ارے ارے پاگل لڑکی! اندر تو آنے دو ہمیں۔'' احمر نے اس کا سر تھپتھپا کر کہا تو وہ شرمندہ ہوگئی اور جلدی سے راستہ دیا۔

''ارے میرے بچوں....'' بچوں کو دیکھ کر بے قابو ہوگئی، عیرہ، زاہد، عماد، منیبہ اور چھوٹو سب کو دیوانہ وار پیار کر رہی تھی ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بھی رواں تھے۔ ارسہ بھی رو رہی تھی سب لوگ اندر آ گئے۔

''بس کرو پگلی لڑکی!'' ارسہ نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو صاف کیے۔

''میرا خیال آ گیا آپ کو....'' وہ سنبھلی تو غصے سے ارسہ سے مخاطب ہوئی۔

''ہمیں تمہارا ہمیشہ سے خیال رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمیں تمہاری ایک ایک بات کی خبر ملتی رہی، تم کتنا روئی ہو، کتنا تڑپی ہو.... تمہیں ہم لوگوں کی کتنی یاد آتی ہے.... ازلان کے لیے، تم کتنی بے چین ہو، سب کچھ پتا چلتا رہا۔ رفیق انکل ایک ایک بات کی خبر دیتے رہے، ہم سب تمہارے اپنے ہیں پاگل اور ہمیں پتا ہے کہ تمہیں بھی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے اور پاگل لڑکی تُو تو اپنی سالگرہ کا دن بھی بھول گئی یکم جنوری....!'' ارسہ نے آہستہ آہستہ کہتے ہوئے اس کے سر پر چپت لگائی۔ ''اس لیے ہم لوگوں نے سوچا کہ اچانک نئے سال کی آمد پر جا کر تمہیں سرپرائز دیں، چلو بچو کیک نکالو جلدی سے....'' ارسہ نے پہلے عنایہ کو پھر بچوں کو مخاطب کیا، احمر اٹھ کر باہر کی طرف چل دیئے۔ بچوں نے جلدی جلدی کیک نکال کر ٹیبل پر سجا دیا۔

''اُف....!'' عنایہ کو ایک بار پھر رونا آ گیا۔ واقعی اس کے اپنے اس کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔

''چلو بھئی اب کیک کاٹو، دیکھو بارہ بجنے والے ہیں۔'' ارسہ نے کہا تب ہی احمر کمرے میں داخل ہوا۔

''اور میری طرف سے یہ گفٹ ہے۔'' احمر کی آواز پر وہ پلٹی، احمر کے پیچھے ازلان کھڑا تھا۔ ہنستا مسکراتا اور ویسا ہی فریش......

''یا اللہ....!'' عنایہ سے اتنی ساری خوشیاں سنبھالی نہیں جا رہی تھیں۔ اللہ نے اس پر مہربانیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی، اس کے اپنے اس کے ساتھ تھے جن کی محبتوں کے لیے وہ کتنا ترس رہی تھی تب ہی گھڑی نے بارہ بجائے باہر نئے سال کا جشن منایا جا رہا تھا، وہ ازلان کا ہاتھ تھام کر کیک کاٹ رہی تھی۔

پانچ سال کے عرصے کے بعد ازلان کا قرب اور اس کے مانوس ہاتھوں کا لمس اسے بے خود کیے جا رہا تھا، وہ نگاہوں میں بے تحاشا شرمندگی لیے ہوئے تھی مگر ازلان تو جیسے سب کچھ بھول کر صرف اور صرف محبتیں لے کر واپس لوٹا تھا۔

''چلو یار جلدی سے کیک کاٹو۔'' ازلان نے اس کو چونکا دیا تو وہ مسکرا کر کیک کاٹنے لگی۔ چاروں طرف سے تالیوں کی آوازیں آ رہی تھیں ان لوگوں میں رفیق صاحب کی فیملی بھی شامل تھی۔

''سنو....!'' عنایہ نے دھیرے سے ازلان کے کان میں کہا۔ ''اگلے سال یہاں پر دو کیک ہوں گے ان شاءاللہ!''

''کیوں؟'' ازلان نے پوچھا۔

''ایک میرا اور ایک میرے بیٹے کا۔'' عنایہ کی بے باکی پر ازلان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''رئیلی میری جان!'' تالیوں کے شور کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دھیرے سے کان میں گنگنایا تو عنایہ نے شرماتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور دونوں نے ہاتھ تھام کر گویا نئے سرے سے خوب صورت زندگی کی شروعات کا وعدہ کر لیا تھا۔

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 27

روٹھنے والے کو کس دل سے منانے جائیں
نئے مل جائیں گے اگر زخم پرانے جائیں
مینہ نہ برسے تو ہے پیاس سے دھرتی بے کل
بارشیں ہوں تو پرندوں کے ٹھکانے جائیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شاہ زیب اور مہر النساء کے سامنے اپنی ذات کی تحقیر ہوتے دیکھ کر شہوار صدمے سے نڈھال ہوش و خرد سے بے گانہ ہوجاتی ہے۔ تابندہ بی کے اچانک غائب ہوجانے سے اس کو اپنے تمام خدشات درست محسوس ہوتے ہیں۔ دوسری طرف مصطفیٰ کا سخت رویہ اسے کلفت میں مبتلا کردیتا ہے۔ ان حالات میں شدید بخار میں مبتلا وہ مصطفیٰ کے رحم و کرم پر ہے جب ہی مصطفیٰ ان تمام حقائق سے آگاہ ہوتے اسے دلاسہ دیتا اور اپنے رویے کو شہوار کے لیے نرم کرلیتا ہے۔ دوسری طرف مصطفیٰ کے لیے بھی تابندہ کا یہ عمل کافی حیران کن ہے جبکہ دیگر گھر والوں کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا جاتا۔ انا، کاشفہ کو لے کر سخت اضطراب میں مبتلا ہے جب ہی اس دوران کیتھی بھی پاکستان چلی آتی ہے۔ ولید کیتھی سے ملنے جاتا ہے اور انا کو بھی ملانے کی غرض سے ساتھ لے جاتا ہے جبکہ اس ملاقات کے دوران انا خود کو نہایت غیر اہم تصور کرتی ہے ایک مرتبہ پھر ولید اور اس کے تعلقات ابتری کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ رابعہ دیگر گھر والوں کے ہمراہ ابوبکر کے ساتھ فلیٹ دیکھنے آتی ہے جب ہی اس کی ملاقات عادلہ سے ہوجاتی ہے عادلہ ایک مرتبہ پھر دھمکی آمیز رویہ اپناتی ہے جبکہ ماموں اور بھابی کے سامنے رابعہ شدید خفت میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ شہوار کی علالت کا سن کر انا اس سے ملنے جاتی ہے لیکن راستے میں کاشفہ سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ وہ ولید کی جانب سے دیتے ہوئے کا کہتے انا اور ولید کے رشتے کو زبردستی کا تعلق قرار دیتی انا کو ولید کی طرف سے بدگمان کرنے کی بھرپور سعی کرتی ہے ایسے میں انا انتہائی پریشانی کے عالم میں گھر لوٹ آتی ہے۔ دوسری طرف عبدالقیوم ایاز کو باہر بھیجنے کی پوری تیاری کرچکے ہیں اپنی ملاقات کے دوران وہ مصطفیٰ پر ہونے والے حملے سے بھی ایاز کو آگاہ کرتے ہیں جبکہ ایاز اپنے باپ کو حقیقت بتانے سے گریز کرتا ہے۔ وہ کاشفہ والا تمام معاملہ بھی ایاز کے سامنے رکھتے ہیں۔ مصطفیٰ اپنے طور سکندر علی کے گھر کے ایڈریس پر پہنچ کر تابندہ بوا سے متعلق معلومات حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے اب وہاں کرایہ دار کی حیثیت سے کچھ لوگ مقیم ہوتے ہیں۔ وہاں سے مالک مکان کا نمبر لے کر مصطفیٰ نئے سرے سے کوشش شروع کردیتا ہے۔ کاشفہ ایک مرتبہ پھر ولید کے آفس پہنچ کر اپنی محبت کا یقین دلاتے اسے قائل کرنا چاہتی ہے۔ جبکہ کاشفہ کے دھمکی آمیز رویوں کی بدولت ولید کی نظروں میں کاشفہ کا مقام گر جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❖❖......○○......❖❖

اس کی طبیعت کافی سنبھلی ہوئی تھی۔ وہ میڈیسن لے کر باہر نکلی تو ماں جی نے کمرے میں بلوالیا۔ وہ مہر النساء کے

کمرے میں آئی تو انہوں نے اسے ولید کے ہاں دعوت کا بتایا۔

''اتنی جلدی، کچھ دن بعد چلے جاتے تو......'' وہ ابھی تک تابندہ بی والے انکشاف کو قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ ایسے عالم میں وہ کیسے چلی جاتی جبکہ یہ سلسلے تو دل کی خوشی سے مشروط ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کا دل ہی بجھ گیا تھا۔

''میں نے مصطفیٰ کو کہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ ولید کے والد صاحب نے خود بات کی تھی سوائے ہامی بھرنا پڑی۔'' شہوار خاموش ہوگئی۔

''انہوں نے سب ہی کو انوائٹ کیا ہے میں اور شاہ زیب بھی تمہارے ساتھ چلیں گے مصطفیٰ نے ان کو بھی کال کردی ہے۔ وہ وقت پر گھر آجائیں گے۔ شام سے پہلے نکلنا ہے۔'' شہوار نے سر ہلایا۔ وہ ان کے پاس سے اٹھ کر واپس مصطفیٰ والے کمرے میں آ گئی۔

دو دن کے بخار نے جسم میں نقاہت سی بھر دی تھی اب تھوڑا بہت چلنے پھرنے سے ہی تھکن کا احساس ہونے لگا تھا۔ کمرے میں آ کر الماری کھول کر لباس دیکھنے لگی تو موبائل بجنے لگا۔ شہوار نے سیل دیکھا۔ مصطفیٰ کا نام جگمگا رہا تھا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیتے کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔''

''طبیعت کیسی ہے؟'' مصطفیٰ نے پوچھا۔

''جی بہتر ہوں۔'' آواز میں تھکن اور نقاہت تھی۔

''بخار اترا۔'' مصطفیٰ کا انداز نارمل تھا۔

''جی۔''

''ناشتہ اور میڈیسن لی؟''

''جی۔'' وہ الماری کے پٹ کھلے چھوڑ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''بات یہ ہے کہ ولید کی فیملی کی جانب سے ڈنر پر انوائٹ کیا گیا ہے میں نے ماں جی کو فون کیا تو تھا لیکن پھر سوچا آپ کو بھی کہہ دوں۔''

''جی ابھی انہوں نے بتایا ہے۔''

''اوکے پھر امید کروں کہ آپ وقت پر تیار ہو جائیں گی؟'' مصطفیٰ پوچھ رہا تھا۔ انداز سنجیدہ تھا۔

''جی۔'' دوسری طرف ایک پل کو مصطفیٰ چونکا۔

''اوکے، میں مغرب سے پہلے گھر آجاؤں گا، ٹھیک ہے۔''

''جی۔'' شہوار کی وہی فرماں برداری تھی۔ دوسری طرف مصطفیٰ دوبارہ چونکا تھا۔

''یہ بیماری تو بڑی فائدہ مند ثابت ہوئی ہے، نہیں...... نہیں کی جگہ جی...... جی کا کلمہ پڑھا دیا ہے اس نے تو۔'' مصطفیٰ کے لہجے میں ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ شہوار ایک دم جھینپ گئی۔

''خیریت ہے نا۔ اتنی فرماں برداری مجھے ہضم نہیں ہو رہی۔'' مصطفیٰ کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

وہ لب دانتوں تلے دبا کر خاموش رہی۔ مصطفیٰ کا وہی سابقہ انداز تھا کیئرنگ اور پرجوش۔

''شہوار؟'' اس کی خاموشی پر مصطفیٰ نے پکارا۔

وہ پھر بھی خاموش رہی تھی دوسری طرف مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔

''اوکے بزی ہوں گھر آ کر بات ہوگی وقت پر ریڈی ہو جایئے گا، اوکے۔'' دوسری طرف مصطفیٰ کے پاس کچھ لوگ چلے آئے تو اس نے جلدی سے بات سمیٹی تھی۔

''جی۔'' اس نے پھر آہستگی سے کہا۔

''اللہ حافظ۔'' مصطفیٰ نے کال بند کردی۔

وہ جو اسپتال سے واپسی کے بعد والے مصطفیٰ کے رویے پر پریشان تھی اور اب، پھر اس کو پرانے رویے میں دیکھ کر ایک دم پرسکون ہوگئی تھی۔ یوں لگا جیسے دل و دماغ ایک دم ہلکے پھلکے سے ہوگئے ہوں۔ جسمانی کمزوری کے باوجود وہ پھر سے اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی اور رانا کے ہاں جانے کے لیے کپڑوں کا انتخاب کرنے لگی۔

❖❖......○○......❖❖

ناشتہ کرنے کے بعد وہ کالج نہیں گئی تھی۔ ذہن اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہ خود کو کالج جانے کے لیے آمادہ نہیں کر پا رہی تھی کچھ دیر تو وہ کتابیں لے کر بیٹھی رہی مگر پھر ذہن الجھا رہا تو وہ لیٹ گئی۔ آج کل پھر اس کے اندر کی بے چینیوں نے آنکھوں کو رت جگے سونپ رکھے تھے ذہن اتنا تھکا ہوا تھا کہ وہ خود کو سونے سے نہ روک پائی تھی۔ نجانے کب تک سوتی رہی کہ روشانے کے جھنجوڑنے پر آنکھ کھلی تھی۔

''کیا بات ہے، کالج بھی نہیں گئی اور نہ ہی کمرے سے نکلی ہو۔'' اسے اسی طرح لیٹے دیکھ کر روشنی نے پوچھا۔

''میرا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔''

''موڈ کیوں نہیں ہو رہا تھا۔'' روشانے نے اس کا چہرہ دیکھا۔ بڑا سپاٹ سا انداز تھا۔

''ضروری نہیں کہ ہر بات کی کوئی وجہ ہو۔'' وہ کچھ سختی سے کہہ کر بستر سے اتر کر واش روم میں گھس گئی۔ روشانے نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا۔ چند دن سے وہ اسے بڑی گم صم اکھڑی اکھڑی اور بےزاری لگ رہی تھی۔

''وہ منہ ہاتھ دھو کر ٹاول سے چہرہ خشک کرتی واپس لوٹی تو آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو دیکھنے لگی۔

آنکھیں سوجی سوجی اور سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے بےدردی سے لب بھینچ کر ٹاول سے آنکھوں کو مزید رگڑا۔

''تمہیں پتا ہے بابا اور ولید نے مصطفیٰ اور اس کی فیملی کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔'' روشانے نے بتایا تو وہ چونک کر پلٹی۔

''اچھا کب؟'' اس کے لیے یہ خبر بالکل غیر متوقع تھی۔

''رات کو آئیں گے۔''

''اوہ......''

''ہمیں بھی ابھی بابا نے بتایا ہے۔ پھوپو بوتیک نہیں گئیں بار ہیں گھر پر رات کو مہمان ہوں گے تو وہ گھر پر ہی رک گئی ہیں۔''

''شادی کی دعوت دی ہے کیا؟'' وہ ٹاول واپس غسل خانے میں لٹکا کر روشانے کے سامنے آ بیٹھی۔

''ہاں مصطفیٰ بھائی بھی اب ٹھیک ہو چکے ہیں جاب پر جا رہے ہیں بابا کہہ رہے تھے کہ جتنی جلدی ہو سکے یہ ڈنر نبٹا لیا جائے۔''

''شہوار بھی آئے گی؟'' شہوار کے تصور سے ہی اس کا موڈ ایک دم فریش ہو گیا تھا۔

''بالکل ظاہر ہے اسی کی شادی کے اعزاز میں ڈنر ہوگا۔'' اس نے گردن ہلائی۔

''پھوپو کہہ رہی تھیں کہ تمہیں اٹھا دوں۔ کھانے پینے کی کچھ ڈشز ریڈی میڈ ہوں گی اور کچھ گھر پر بنانا ہوگا۔ ٹائم تھوڑا

ہے اور کام کافی سارا ہے تم ایسا کرو صغراں کو ساتھ لے کر گھر کی صفائی کرالو۔" روشانے نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔
"او کے میں کرلوں گی۔" اس کے کہنے پر روشانے مسکرائی اور پھر بغور اس کو دیکھا اور پھر چونکی۔
"تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟"
"کیا ہوا ہے؟" انانے سنجیدگی سے پوچھا۔
"ریڈ ہورہی ہیں۔"
"ہاں صابن چلا گیا تھا آنکھوں میں، جلن ہورہی ہے۔"
"اوہ......لیکن تمہارا چہرہ بھی سرخ سرخ ہورہا ہے۔"
"میرا چہرہ قدرتی طور پر ریڈ کلر رکھتا ہے، عام روٹین میں بھی یہ سرخ ہی رہتا ہے۔"
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اتنا ریڈ بھی نہیں ہوتا۔" روشانے کے لہجے میں تشویش تھی۔
"میرا خیال ہے وقت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے باہر چلتے ہیں رہ گیا میرا چہرہ اس پر ایسا تار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ تم سب کو اب تک عادی ہوجانا چاہیے تھا۔" سنجیدگی سے کہہ کر بستر سے اٹھ کر وہ کمرے سے نکل گئی۔
روشانے نے اسے بڑی سنجیدگی سے جاتے دیکھا تھا۔

❖❖......○○......❖❖

عباس کو شاہزیب صاحب نے اپنے آفس میں بلایا تھا وکیل صاحب وہیں موجود تھے انہوں نے عباس کو ایک فائل دی۔ عباس نے فائل دیکھی تو ایک دم لب بھینچ لیے تھے۔
"ہمارے خاندان میں آج تک ایسا سانحہ نہیں ہوا لیکن اپنے بزرگوں کی قدروں کو توڑ کر اب ہم یہ سب کرنے پر مجبور ہیں۔ فائل ریڈی ہے تم دستخط کردو آج ہی وکیل صاحب پیپرز بھیج دیں گے پہلے ہی اس معاملے کو بہت لٹکا چکے ہیں اب مزید تاخیر نہیں چاہتے ہم۔" شاہزیب صاحب نے کہا۔
عباس نے ایک بار پھر پیپرز کو دیکھا۔ نگاہوں میں معصوم سے آفاق کی شبیہہ لہرائی تو ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لیے۔
"اس رشتے کا انجام شاید یہی تھا۔" عباس کے اندر ماضی کے کئی واقعات نے اُدھم مچاڈالا تھا۔ عادلہ کو بہت محبت اور دھوم دھام سے وہ لوگ بیاہ کر لائے تھے۔ لیکن عادلہ جو کچھ کر چکی تھی ان جیسے خاندان میں ایسی عورتیں کم ہی نبھاہ کرپاتی ہیں ورنہ اتنے سال عباس نے تو پوری کوشش کی تھی کہ اس رشتے کو برقرار رکھے۔
اس نے سنجیدگی سے تمام پیپرز سائن کردیے تھے۔
"ابھی اپنی والدہ سے ذکر مت کرنا وہ کچھ پریشان ہیں اوپر سے مصطفیٰ والا حادثہ، میں خود ہی موقع دیکھ کر بات کرلوں گا۔" شاہزیب صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا تو وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے نکل گیا اور انہوں نے بہت دکھ سے اسے وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔
عباس اپنے کمرے میں آیا اور پھر اپنی تمام چیزیں سمیٹ کر وہ موبائل اور کی چین اٹھا کر رابعہ کی کیبن کی طرف چلا آیا۔
"مس رابعہ میرے ساتھ چلیں پلیز۔" عباس کی آواز سن کر وہ ایک دم کھڑی ہوگئی تھی۔
"جی سر؟" وہ کچھ سمجھ نہ پائی تھی۔
"میں باہر ویٹ کررہا ہوں۔" عباس کا انداز بہت سنجیدہ تھا۔
وہ کہہ کر چلا گیا تھا جبکہ وہ ایک دم چونکی تھی وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی تھی اس نے آفس بوائے کو بلا کر سر کے ساتھ جانے

کی اطلاع دی اور خود کمپیوٹر بند کر کے تمام چیزیں سمیٹ کر بیگ اٹھا کر چادر درست کرتی باہر آ گئی تھی۔
عباس گاڑی میں بیٹھا اس کا منتظر تھا اسے دیکھ کر فرنٹ ڈور کھول دیا۔ وہ الجھ گئی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی عباس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے بڑھا دی تھی۔ عباس کا انداز بہت سنجیدہ تھا آنکھوں پر گلاسز لگا رکھے تھے رابعہ نے بغور دیکھا۔
''سر ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' کچھ توقف کے بعد اس نے پوچھا تو عباس چونکا۔ رابعہ کے چہرے پر پریشانی تھی۔
عباس نے خاموشی سے ایک طرف گاڑی روک دی تھی۔
''میں سمجھتا تھا کہ میں بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہوں مگر جب سے عادلہ میری زندگی میں آئی تو مجھے لگا ہر دن میرا امتحان کا دن ہے اور ہر روز میں نے اس عورت سے اذیت اٹھائی ہے اس عورت نے مجھے اور میری فیملی کو صرف ذہنی اذیت کے سوا اور کچھ نہیں دیا۔'' عباس نے گہرا سانس لیتے سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے کہا اتنی بے مقصد گفتگو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔
''سر ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' اس نے پھر پوچھا۔
''آپ پریشان ہو رہی ہیں۔'' عباس نے چہرہ موڑ کر پوچھا تو وہ خاموش ہی رہی۔
وہ کل سے عادلہ کو لے کر خود بھی پریشان تھی صبح آفس آتے ہی عباس سے سامنا ہوتے ہی اس نے عادلہ کا رویہ سنا ڈالا تھا اس کے بعد عباس شاہزیب کے پاس چلا گیا تھا اور ان سے کہہ کر اس مسئلے کا اب باقاعدہ حل چاہا تھا جو اب چند گھنٹوں میں انہوں نے وکیل کو بلوا کر اس سے کاغذات پر دستخط لے لیے تھے۔ درحقیقت عباس خود سے زیادہ رابعہ کو لے کر شرمندہ تھا اور اب جبکہ ایک فیصلے پر وہ مہر ثبت کر آیا تھا تو دل و دماغ توڑ پھوڑ کا شکار ہو رہے تھے۔
''ایم سوری مجھے آپ کو اس طرح اپنے ساتھ نہیں لانا چاہیے تھا۔'' عباس نے کہا تو وہ چونکی اسے پہلی بار محسوس ہوا عباس پریشان ہے۔
''عادلہ نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کو لے کر میں بہت ٹینس ہوا ہوں آپ کو جو بھی اذیت سہنا پڑ رہی ہے اس کی اہم وجہ صرف میں ہوں اس لیے میں وہ سارا قصہ ہی تمام کر آیا ہوں۔''
''جی سر۔'' اس نے حیرانگی سے کہا۔
''میں عادلہ کو ڈائیورس دے چکا ہوں۔'' عباس نے مزید کہا تو وہ ایک دم ساکت ہوئی تھی اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔
''مجھے لگا آفس میں بیٹھ کر میں آپ سے بات نہیں کر پاؤں گا اور نہ ہی تسلی دے پاؤں گا اسی لیے آپ کو باہر لے کر آنا پڑا۔'' عباس کا انداز بہت سنجیدہ تھا۔
''میں اب تک اس عورت کو محض اپنے بیٹے کے لیے برداشت کرتا رہا تھا۔ اس عورت نے ہمارے خاندان کو ایسے ناقابل تلافی نقصان دیے ہیں جس کا کوئی ازالہ ہی نہیں۔'' عباس کے لہجے میں دکھ تھا۔
''ہم نے بہت محبت سے عادلہ سے رشتہ جوڑا تھا۔ ہمیں اندازہ ہی نہ تھا کہ عادلہ اور اس کا خاندان اول درجے کے گھٹیا لوگ ہیں میں نے ہر مرحلے پر عادلہ کے ساتھ کمپرومائز کی کوشش کی تھی۔ اس کو میری فیملی اور اس کی قدریں قید خانہ لگتی تھیں اور پھر وہ رشتہ نبھانا چاہتی ہی نہ تھی۔'' عباس دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔
''آپ کو بہت دکھ ہو رہا ہے نا سر؟'' رابعہ کو عباس کے رویے سے محسوس ہوا تو فوراً پوچھا۔
''مجھے خوش ہونا چاہیے کہ دکھی میں خود بھی اندازہ نہیں کر پا رہا۔''
''لیکن میں مطمئن ضرور ہوں کہ اب میرا ایسی گھٹیا عورت سے کوئی ریلیشن نہیں رہا۔'' عباس نے ایک دم مطمئن

لہجے میں کہا۔
"آپ نے آفاق کو دیکھا ہے؟" ایک دم بات بدلتے عباس نے پوچھا۔
"آپ کا بیٹا؟"
"ہاں......!"
"جی آپ کے بھائی کی شادی پر دیکھا تھا ماشاء اللہ بہت کیوٹ ہے۔"
"وہ اتنا پیارا ہے کہ خود بخود اس کی طرف متوجہ ہونے کو دل کرتا ہے اور وہ سنگ دل عورت اس نے اس کی ایک بھی ذمہ داری بھانا پسند نہیں کی بلکہ وہ تو اسے پیدا کرنے پر ہی آمادہ نہ تھی لیکن میری وجہ سے مجبور ہوئی اور پھر اس نے اسے لاوارثوں کی طرح پھینک دیا اور پھر میرے دل میں عادلہ کے لیے کچھ باقی نہ رہا۔ جب بھی آفاق کو دوسروں کے پاس دیکھتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس عورت کو شوٹ کردوں جو ماں کے نام پر محض ایک دھبہ ہے۔" عباس نے ایک دم مشتعل ہوتے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا تو رابعہ سہم گئی تھی۔
"سر پلیز۔" اس نے بے اختیار عباس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو عباس نے لب بھینچ لیے۔
وہ کچھ پل ایسے ہی بیٹھا رہا تھا رابعہ نے اپنا ہاتھ ہٹالیا تھا۔ اور پھر خود پر قابو پاتے اپنے اعصاب کو نارمل کرتے اس نے گہرا سانس لیا تھا۔
"ایم سوری۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے اندر ایک دم غبار سا بھر گیا ہے۔ میں نے اگر کسی سے کچھ شیئر نہ کیا تو واقعی کچھ غلط کر بیٹھوں گا۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا۔
"کوئی بات نہیں سر۔" وہ محسوس کر رہی تھی کہ عباس اس وقت خاصا ڈسٹرب ہے۔
"مجھے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا۔"
"کوئی بات نہیں سر، اگر آپ مجھ سے کچھ شیئر کریں گے تو یہ میری خوش بختی ہوگی۔" اس نے مسکرا کر کہا تو عباس نے اسے دیکھا۔
چند ان پہلے عباس کے اندر اس لڑکی کو دیکھ کر عجیب سے احساسات پیدا ہوئے تھے اور اب پھر اسے دیکھ کر دل میں عجیب سا سکون اترا تھا۔ ورنہ وہاں تو آگ لگی ہوئی تھی۔ سب کچھ بھسم کردینے والی آگ جس پر اب چھینٹے سے پڑنے لگے تھے۔
"آپ بہت ڈیفرنٹ ہیں مس رابعہ۔" عباس نے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرادی۔
"مجھے بہت افسوس ہے کہ ہمارے اولین تعلقات خاصے ناخوش گوار رہے تھے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں عادلہ کی ذات سے آپ کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ میری ذات کو بنیاد بنا کر عادلہ نے آپ کو نقصان پہنچانے کا جو بھی سلسلہ شروع کیا ہے اس کو ختم کرنا میری ذمہ داری ہے۔" عباس نے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔
"تھینکس سر لیکن آپ کی ڈائیورس کے سلسلے میں مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ میری وجہ سے آپ کو یہ سب......!" وہ کچھ مزید بھی کہنے والی تھی عباس نے ایک دم روک دیا۔
"نہیں رابعہ...... میں نے عادلہ کو ویسے بھی چھوڑنا ہی تھا بس یہ تھا کہ جو کام مجھے کل کرنا تھا وہ آج کر ڈالا اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں آپ گلٹی محسوس نا کریں بہر حال مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔" عباس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر رہ گئی۔
"بہر حال مجھے دکھ ہوا ہے۔ ریلیشن جو بھی ہو بڑی مشکل سے بنتا ہے ہزاروں قربانیاں دینا پڑتی ہیں یہ تعلق تو ایک کچے دھاگے کی طرح ہے جو ذرا کھنچاؤ لگا اور دباؤ آگیا تو فوراً ٹوٹ گیا ایسے تعلق کو صرف محبت ہی مضبوط بناتی ہے اور اگر

محبت نہ رہے تو تعلق ٹوٹنے میں لمحہ نہیں لگتا۔‘‘

’’ہاں ٹھیک کہہ رہی ہیں رابعہ، ہر تعلق کو محبت ہی مضبوط بناتی ہے ورنہ تعلق تو لمحوں میں ٹوٹ جاتے ہیں۔‘‘ عباس کے لہجے میں ایک دم پھرتی سی اتر آئی اور رابعہ نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

❖❖ ...... ○○ ...... ❖❖

ماں جی اور شاہزیب صاحب تیار ہو گئے تھے شاہزیب صاحب کچھ دیر پہلے گھر لوٹے تھے مصطفیٰ نے کچھ دیر میں پہنچ جانے کا کہا تھا اور شہوار کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔

ایک طرف تابندہ کا غم دوسری طرف مصطفیٰ کا رویہ۔ وہ چاہنے کے باوجود خوش نہیں ہو پا رہی تھی لایعنی سوچوں نے اس کے اعصاب کو شل کر رکھا تھا اور پھر بیماری سے پیدا ہو جانے والی نقاہت نے اس کے اندر سے گویا ہر امنگ ہی چھین لی تھی۔

ماں جی کے کہنے پر اس نے لباس بدل لیا تھا لائبہ مصطفیٰ کے کمرے میں اس کے منع کرنے کے باوجود اسے میک اپ کر رہی تھی کہ مصطفیٰ چلا آیا۔

’’السلام علیکم!‘‘ مصطفیٰ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ شہوار جھینپ گئی تھی دوپٹہ بستر پڑا ہوا تھا اور پشت پر بالوں کا آبشار۔

’’وعلیکم السلام کیسے ہیں دیور جی۔‘‘ بھابی نے چھیڑا تو وہ مسکرایا۔

’’اے ون۔‘‘ مصطفیٰ نے بیگ اور دوسری چیزیں بستر پر رکھ دی تھیں۔ ایک نگاہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی شہوار پر ڈالی۔ وہ سر جھکائے ہوئے بھی خوب صورتی بے مثال تھی مصطفیٰ کی نگاہ ایک دم جم سی گئی تھی لائبہ اس کا میک اپ کر چکی تھی اور اب چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

’’کیسی لگ رہی ہے شہوار؟‘‘ لائبہ مصطفیٰ کی نگاہ کی وارفتگی دیکھ چکی تھی شرارتاً پوچھا تو مصطفیٰ مسکرا دیا۔

’’مجھے تو کبھی بھی بری نہیں لگی، خوامخواہ تکلف کیا اتنے رنگ ضائع کر کے میں تو بہت پہلے سے قبول کر چکا ہوں۔‘‘ مصطفیٰ کے الفاظ پر شہوار ایک دم مت سی گئی تھی۔ بھابی کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔

’’یعنی کہ ڈائیلاگ مار رہے ہو؟‘‘

’’میں یہ کام نہیں کرتا۔‘‘

’’حیرت ہے پولیس آفیسر ہو کر مار دھاڑ سے خود کو بری الذمہ قرار دے رہے ہو۔‘‘ بھابی چھیڑ رہی تھیں وہ ہنس دیا۔

وہ الماری کی طرف بڑھا تو شہوار نے اٹھ کر بستر سے دوپٹا اٹھا کر خود پر ڈال لیا تھا یوں کہ بالوں کا آبشار بھی چھپ گیا تھا۔

’’میں چلتی ہوں، باقی تیاری تو تم آرام سے کرلوگی۔‘‘ بھابی نے اسے چھیڑا تو اس کا رنگ سرخ پڑ گیا تھا اس نے سر ہلا یا۔ اس کے دل کو کچھ سکون ہوتا تو شاید وہ بھی اس چھیڑ چھاڑ کو کچھ انجوائے کرتی مصطفیٰ الماری کھولے کھڑا تھا وہ شاید کوئی لباس دیکھ رہا تھا۔

’’تم دونوں میں بول چال بند ہے کیا؟‘‘ بھابی نے ایک دم نوٹ کیا تو فوراً کہا مصطفیٰ اپنا لباس خود نکال رہا تھا انہیں عجیب لگا تھا۔ شہوار اپنی جگہ چور سی بن گئی۔

’’آپ کے کپڑے واش روم میں لٹکا دیے ہیں۔‘‘ بھابی کی بات کو نظر انداز کرتے اس نے مصطفیٰ سے کہا مصطفیٰ نے پلٹ کر دیکھا وہ ڈریسنگ پر جھکی مختلف چیزیں سمیٹنے میں لگی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ واش روم میں گھس گیا۔

بھابی اسے مختلف جملوں سے چھیڑتے وہاں سے چلی گئیں تو وہ بڑے نڈھال سے انداز میں بستر کے کنارے بیٹھ گئی۔ اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہو رہا تھا اوپر سے فینسی لباس، میک اپ، جیولری اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اوپر سے ڈنر پر جانے کی ٹینشن۔

مہرالنساء کو اس نے بتایا بھی تھا کہ وہ نہیں جا پائے گی مگر پھر مصطفیٰ کے رویے کو سوچ کر تیار ہوگئی تھی۔ لیکن کمزوری اعصاب پر غالب تھی۔ مصطفیٰ واش روم سے نکلا تو اسے بیڈ کراؤن سے فیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکا اور اس کے قریب چلا آیا۔

''طبیعت ٹھیک ہے؟'' مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے ایک دم پلکیں وا کی تھیں۔

''جی!'' فوراً سر پر دوپٹہ جمایا۔

''بخار اترا؟''

''جی!'' وہ کہہ کر بیڈ سے اتر آئی اور صوفے پر بیٹھ کر اس سوٹ کے ہم رنگ ہلکی ہیل والی جوتی پہننے لگی۔ مصطفیٰ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ہو کر تاول سے اپنے بال خشک کر رہا تھا تاول سائیڈ پر ڈال کر وہ بال بنانے لگ گیا تھا۔ شہوار جوتا پہن کر کھڑی ہوئی تو اپنا سر پھر چکراتا محسوس ہوا۔ وہ لب دباتی مصطفیٰ کی طرف آئی اور گیلا تاول اٹھانے کو جھکی تو پھر ایک دم آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

اس نے فوراً اسٹول پر ہاتھ رکھا مگر پھر بھی لڑکھڑا گئی تھی مصطفیٰ جو آئینے میں اسے دیکھ رہا تھا ایک دم پلٹا تھا۔

''کیا ہوا؟'' مصطفیٰ نے فوراً اسے تھاما۔

اس کا دل تو پہلے ہی پھوڑا بنا ہوا تھا۔ آنکھوں میں ایک دم نمی سی سمٹ آئی تھی مصطفیٰ نے کندھوں سے تھام کر سیدھا کیا اور پھر اس کی کلائی چیک کی تو چہرے پر تشویش کی کیفیت پیدا ہوئی۔

''بخار تو ابھی بھی ہے۔'' وہ سر جھکائے آنسو روکنے کی کوشش میں تھی جو ایک دم بہنے کو بے تاب تھے۔

''کیا ہوا ہے؟'' مصطفیٰ پریشان ہوگیا۔

وہ خود پر ضبط کرتی پلٹنے لگی تو مصطفیٰ نے کندھوں پر بازو ڈال کر روک لیا۔

''میڈیسن لی؟'' اس نے سر جھکائے سر ہلا دیا تھا مصطفیٰ نے بغور دیکھا وہ ہلکا ہلکا لرز رہی تھی ایک پراعتماد لڑکی کا اس وقت سارا اعتبار ریزہ ریزہ ہوگیا تھا۔

''لگ تو نہیں رہا۔ میڈیسن لی ہوتی تو اس کا اثر بھی ہوتا بخار تو پھر بھی محسوس ہو رہا ہے۔'' مصطفیٰ کے لہجے میں تشویش تھی۔

''میں ٹھیک ہوں ہلکی سی حرارت ہے بس جس کی وجہ سے سر چکرا رہا تھا۔'' وہ مصطفیٰ کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ خود کو سنبھالتے نارمل انداز میں کہنا چاہا مگر آواز کی لڑکھڑاہٹ برقرار تھی۔

''اگر زیادہ طبیعت خراب ہے تو ہم ڈنر کینسل کر دیتے ہیں۔'' مصطفیٰ نے کہا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مصطفیٰ کی آنکھوں اور چہرے پر اس کے لیے تشویش تھی۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں بس ہلکی سی کمزوری ہے ورنہ میں خود انکار کر دیتی۔'' مصطفیٰ ہلکا سا مسکرا دیا۔

''اوکے۔''

شہوار نے سر اٹھا کر دیکھا تو مصطفیٰ کو مکمل طور پر اپنی جانب متوجہ پا کر اس کا دل ایک دم تیز رفتاری سے دھڑکنے لگا تھا۔

"آپ تیار ہوجائیں دیر ہورہی ہے۔" اس نے کانپتی لڑکھڑاتی آواز میں بمشکل کہا۔
"تیار بھی ہوجائیں گے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ ہمارے درمیان یہ کشیدگی کب تک چلے گی؟" مصطفیٰ کا انداز بہت سنجیدگی سے پوچھا تو شہوار ایک دم ہی کنفیوژ ہوگئی۔
"خفا تو آپ ہیں؟" نظریں چرا کر اس نے مصطفیٰ کے ہاتھ ہٹا کر پیچھے ہٹنا چاہا تھا۔
لہجے میں ہلکی سی خفگی در آئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی وہاں سے ہٹنے کی کوشش ناکام بنا دی۔
"کیا مجھے خفا نہیں ہونا چاہیے تھا؟" مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے پوچھا تو وہ ایک دم پلکیں گرا گئی۔ خوشنما رنگوں سے سجی آنکھیں بڑی دلکش لگ رہی تھیں اور خوب صورت کام سے مزین لائٹ پنک سوٹ نے اس کی سہانی رنگت کو مزید دوآتشہ کرڈالا تھا وہ اس وقت نگاہوں کو خیرہ کرتی جگمگ جگمگ کررہی تھی۔
"میں اسپتال میں جس حالت میں تھا وہاں میں نے سب سے زیادہ تمہارا انتظار کیا تھا سبھی لوگ آئے تھے سوائے تمہارے کیا اب بھی میں دل میں بدگمانی نہ لاتا۔" مصطفیٰ کا انداز سنجیدہ تھا۔
"میں آپ سے سوری کرچکی ہوں۔" وہ پہلے ہی نڈھال سی تھی اس طرح مسلسل کھڑے رہنے سے اسے لگا کہ جیسے اس کی ٹانگیں شل ہوجائیں گی۔
"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا میں جانا چاہتی تھی لیکن......!" وہ کہتے کہتے رکی پھر اس نے لب دانتوں تلے دبالیے تھے۔
"میں ایسا مرد نہیں ہوں کہ خوامخواہ دل میں بدگمانی رکھوں اگر یہ تابندہ بوا والا معاملہ نہ ہوتا تو میں نے تم سے بہت بری طرح نبٹنے کا سوچ رکھا تھا لیکن تمہاری یہ بیماری اور حالات دیکھ کر دل پسیج گیا ورنہ تو وہ حالت کرتا کہ تم خود مجھ سے پناہ مانگتی۔" لہجے میں نرمی بھی تھی لیکن خفگی بھی۔
شہوار کا دل ایک دم اچھل اچھل ہونے لگا اس نے مصطفیٰ کو دیکھا...... وہ بڑی مشکل سے خود پر قابو پائے ہوئے تھی ورنہ لگتا تھا کہ گویا ابھی گرجائے گی اوپر سے مصطفیٰ کے تیور وہ مسلسل خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔
"ایم سوری۔" اس نے پھر کہا۔
"میں جانتی تھی کہ میں غلطی کررہی ہوں لیکن میں جن حالات سے گزر کر آئی تھی پھر ایک دم بدلنا کچھ وقت تو لگتا ہے نا آپ بھلے مجھ سے خفا ہولیں لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے جان بوجھ کر ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ بس اس وقت میں آپ سے سامنا کرنے کی خود میں ہمت نہیں کرپارہی تھی۔" اس نے آہستگی سے دل کی بات کہہ ڈالی۔
وہ مصطفیٰ کی ناراضی دیکھ چکی تھی اس کے دل میں ایک دم خوف بیٹھ گیا تھا۔ مصطفیٰ کا رویہ اب بدلا تھا تو وہ دل ہی دل میں اسے اب شکایت کا کوئی بھی موقع نہ دینے کا ٹھان چکی تھی۔
"میں نے تو کئی بار آپ سے موبائل پر رابطہ کرنا چاہا آپ تو میری کال تک ریسیو نہیں کرتے تھے۔" اس کا دل دکھا ہوا تھا۔ ایک دم آواز میں نمی آٹھہری تھی۔
"ہاں تو کیوں کرتا، کوئی اتنے خلوص سے، بے پناہ محبت سے تمہاری طرف بار بار بڑھے اور تم بار بار نظرانداز کرو میں بھی انسان تھا آخر کب تک برداشت کرتا۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس کی آنکھوں میں ایک دم نمی سمٹ آئی تھی۔
"مجھ جیسی لڑکی آپ جیسے انسان کے قابل نہیں ہے، میں ایک ایسی لڑکی جس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی ماں تک اس کو چھوڑ کر چلی گئی ہے اس سے اس قدر محبت کی جائے۔" اس کا دل تو پہلے ہی غم سے لبریز تھا مصطفیٰ کے الفاظ نے گویا

اور زخم لگا دیے تھے آنسو بہنے لگے تھے۔ مصطفیٰ نے بہت محبت سے دونوں کندھوں سے تھام کر اسے اپنے قریب کرلیا تھا۔

''میرے لیے صرف تم اہم ہو، مجھے کسی بھی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ بات میں کئی بار کہہ چکا ہوں۔'' مصطفیٰ کے لہجے میں نرمی تھی اور بہت محبت سے اس کو سمیٹا تھا رخساروں پر بہنے والے آنسو صاف کیے تھے۔

''امی نے ایسا کیوں کیا..... کیوں؟'' تابندہ کے اس عمل نے اس قدر توڑ دیا تھا کہ اسے لگتا تھا کہ اس کی ساری انا، ساری اکڑ سارا زعم پانی کے جھاگ کی مانند بیٹھ چکا تھا وہ اس سارے خاندان کے سامنے آنکھیں چرانے پر مجبور ہوگئی تھی۔

''وہ آجائیں گی میں خود ان کو تلاش کروں گا۔'' مصطفیٰ نے دلاسہ دیا۔

''میرے لیے اپنی پہچان کا واحد سہارا وہی تھیں۔ اب میں دونوں ہاتھوں سے خالی ہوں کس کس کے سوالوں کے جواب دوں گی۔''

''شہوار میرے لیے یہ سب باتیں بے معنی ہیں۔ میں جتنا بھی تابندہ بوا کو جانتا ہوں اس کی روشنی میں یہی کہوں گا کہ انہوں نے بلا سوچے سمجھے ایسا قدم نہیں اٹھایا ہوگا رہ گئی بغیر بتائے یوں چلے جانے والی بات تو میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً اس کی بھی کوئی ٹھوس وجہ ہوگی اور میں بہت جلد اس وجہ تک پہنچ جاؤں گا مجھ پر یقین کرو میں انہیں تلاش کرلوں گا۔'' مصطفیٰ نے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔ انداز میں محبت و رتوجہ کی آمیزش تھی۔ شہوار کا وجود اس توجہ پر پگھلنے لگا اس سے پہلے کہ وہ پیچھے ہٹتی دروازہ بجا تھا۔

''شہوار.....'' لائبہ بھابی کی پکار تھی وہ اپنا چہرہ صاف کرتے مصطفیٰ سے دور ہوئی تو مصطفیٰ پھر آئینے کے سامنے ٹھہر گیا تھا لائبہ اندر آگئی تھیں۔

''جی بھابی۔'' خود کو سنبھالتے اس نے کہا۔

''اگر تم دونوں تیار ہوگئے ہو تو باہر آجاؤ ماں جی بلا رہی ہیں۔'' انہوں نے کہا۔

''جی آتے ہیں۔ بس یہ تیار ہوجائیں۔'' شہوار نے کہا تو انہوں نے اسے بغور دیکھا اور پھر مصطفیٰ کو۔

شہوار کا چہرہ سرخ اور آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں میک اپ بھی کاجل سمیت بھیگا سا تھا وہ بستر کے کنارے بیٹھ گئی تھی انداز نقاہت لیے ہوئے تھا۔

''کیا بات ہے تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' اس کا نڈھال انداز دیکھ کر وہ پریشان ہوگئی تھیں انہوں نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''بخار ہورہا ہے پھر سے۔'' مصطفیٰ نے کہا۔

بال بنا کر اس نے کوٹ پہنا تو بھابی نے تشویش زدہ نظروں سے دیکھا۔

''میڈیسن لے لو، وہاں جاکر بیٹھنا پڑے گا طبیعت زیادہ خراب ہوجائے گی پھر سے۔'' انہوں نے قریب آکر ہاتھ تھام کر فکرمندی سے کہا تو وہ مسکرائی۔

''جی لے لیتی ہوں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تو مصطفیٰ نے بہت غور سے اسے دیکھا تھا۔

❖❖ ❖❖.......○○.......❖❖ ❖❖
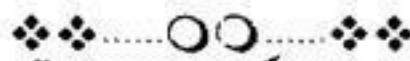
ولید کے ہاں ڈنر پر مصطفیٰ کے گھر والوں کے علاوہ کیتھی بھی انوائٹڈ تھی۔ جہاں سب ہی اسے دیکھ کر چونکے تھے مصطفیٰ ایک دم خوش ہوا اور وہیں انا کا دل ایک دم بجھ سا گیا تھا۔ ضیاء صاحب کو بھی کیتھی کا آنا اچھا نہ لگا تھا تاہم انہوں

نے ولید سے کچھ نہ کہا۔
''مجھے ولید نے نظعی نہیں بتایا تھا کہ تم پاکستان آچکی ہو۔'' مصطفیٰ نے کہا۔
''ولید مجھے منع کر چکا تھا۔ وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔'' کیتھی نے مسکرا کر کہا۔
''سرپرائز تو واقعی مجھے ملا ہے۔ تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔'' مصطفیٰ کا انداز پرجوش تھا۔ ولید مسکرا رہا تھا۔
''ولید نے بتایا تھا تمہارے ایکسیڈنٹ کے متعلق، میں نے سوچا تھا کہ تم سے ملوں گی مگر ولید نے منع کر دیا تو میں رک گئی تھی۔'' وہاں ابھی موجود تھے۔ کیتھی سے بھی ملے تھے۔ روشانے بھی بڑی خوش اخلاقی اور گرم جوشی سے ملی تھی۔
بس انا اور ضیاء صاحب کا انداز ہی سنجیدہ تھا۔ چائے کے بعد کھانے کا دور چلا تھا۔
شہوار آج کل پرہیزی کھانوں پر تھی اس کی طبیعت کے سبب، کسی نے اسے کچھ کھانے کو اصرار بھی نہ کیا تھا تاہم وہ ان سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ لیتی رہی تھی۔ کھانے کے بعد سب بڑے محفل جما کر بیٹھ چکے تھے سب ہی لاؤنج میں آ گئے تھے۔ کھانے کے بعد انا نے چائے بنا کر بڑوں کو پہنچائی اور ان سب کے لیے کافی بنا کر جب وہ لاؤنج میں آئی تو وہاں ایک رونق لگی ہوئی تھی۔
''مصطفیٰ رئیلی یو آر سو لکی، یور وائف از سو پریٹی۔'' کیتھی کہہ رہی تھی بھی مسکرا دیے تھے مصطفیٰ نے مسکرا کر شہوار کو دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی۔ انا نے خاموشی سے سب کو کافی سرو کی اور پھر شہوار کے پاس آ بیٹھی تھی۔
''تم اگر لیٹنا چاہو تو میرے کمرے میں چل کر آرام کر سکتی ہو۔'' انا نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی بیمار ہو تم کالج نہیں آ رہی تھی تو میں سمجھی کہ نارمل روٹین کا بخار ہے میں کال کرتی رہی ہوں تم نے بھی ذکر نہ کیا۔''
''بس یونہی میں نے سوچا تمہیں کیا پریشان کروں۔ ایک دو دن میں سنبھل جاؤں گی لیکن یہ بخار تو لمبا ہی ہوتا جا رہا ہے۔'' اس نے دھیمے سے کہا اور پھر سامنے دیکھنے لگی۔ روشانے کے ساتھ بیٹھی کیتھی وہاں امریکہ کی باتیں شیئر کر رہی تھی۔
''کیتھی بہت پیاری لڑکی ہے...... ہے نا۔'' کافی کا سپ لیتے شہوار نے کہا تو انا نے بغور کیتھی کو دیکھا۔ وہ خوب صورت ڈریسنگ اور میک اپ نے اسے بہت ہی پیارا انداز دیا تھا۔
''یہ مصطفیٰ اور ولید بھائی کی فرینڈ تھی۔ مجھے سن کر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔ ان کے انداز کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ان کی آپس میں کافی بنتی رہی ہے۔'' شہوار نے مزید کہا تو انا نے سنجیدگی سے سر ہلا دیا۔
''تم یہ جان کر شاید حیران ہو کہ یہ کیتھی ولید کو پسند کرتی تھی اور شادی کرنا چاہتی تھی لیکن ماموں نہ مانے تو یہ لوگ واپس آ گئے تھے پھر......!'' انا نے آہستگی سے کہا تو شہوار نے چونک کر دیکھا۔
''اوہ...... رئیلی......!'' انا نے سر ہلا دیا۔
''انٹرسٹنگ۔''
''کیا ولید بھائی بھی ایسا چاہتے تھے؟''
''ہے بی۔'' اس نے کہا تو شہوار نے اب کے بہت غور سے کیتھی کو دیکھا۔
''یہ تو بہت ہی پیاری ہے۔'' اس کے لہجے میں تشویش پیدا ہوئی تھی۔
''تم دونوں کیا سرگوشیاں کر رہی ہو۔'' مصطفیٰ نے ان دونوں کو آپس میں بات کرتے دیکھ کر ٹوکا تو انا نے مسکرا کر

کہا۔
"آپ ہی کی برائیاں کررہے تھے ہم۔"
"اوہ..... واقعی؟" مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھا وہ جھینپ کر چہرہ پھیر گئی۔
"شہوار سے کیا پوچھتے ہیں میرے کہنے پر یقین نہیں ہے۔"
"شہوار سے مجھے یہی توقع تھی۔" مصطفیٰ نے مصنوعی تاسف سے کہا تو شہوار ایک دم گھبرا گئی۔
"میں نے کوئی برائی نہیں کی۔ بلکہ ہم تو کوئی اور ہی بات کررہی تھیں۔" اس کا صفائی پیش کرنے کا انداز اتنا بے ساختہ تھا کہ سبھی کھلکھلا کر ہنس دیئے تو شہوار ایک دم پزل ہوئی تھی۔
"مصطفیٰ بھائی پلیز شہوار کو کنفیوژ مت کریں اس کی طبیعت پہلے ہی خراب ہے۔" انا نے فوراً اس کی فیور کی۔
"کاش میں ان محترمہ کو کچھ کہہ سکتا۔ کنفیوژ کرنا تو بہت دور کی بات....." سبھی ہنس دیے تھے۔ شہوار کے لیے مصطفیٰ کا یہ روپ بڑا انوکھا سا تھا۔
آج سارا وقت مصطفیٰ کا رویہ اس کے لیے بڑا مہربان رہا تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد اس کا ذہن کافی حد تک پرسکون ہوا تھا۔
"کیتھی تم جانتی ہو یہ ولید اور انا آپس میں فیانسی بھی ہیں؟" مصطفیٰ نے روشانے کے ساتھ باتوں میں مصروف کیتھی کو ایک دم پکار کر کہا تھا وہ چونکی۔ اس نے ولید اور انا دونوں کو دیکھا تھا۔
"یس..... ولید نے بتایا تھا جب روشی کی شادی تھی تبھی بتایا تھا۔" انا نے چونک کر دیکھا۔ ولید مسکرا رہا تھا۔
"مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔" کیتھی نے مسکرا کر کہا۔
"کچھ عرصے سے کیتھی سے رابطہ نہیں رہا تھا اس لیے مجھے کنفرم نہیں تھا کہ یہ جانتی بھی ہے کہ نہیں۔"
"جانتی تو میں بہت پہلے سے ہی تھی تب سے جب انکل نے بتایا تھا کہ وہ ولید کی شادی پاکستان میں اپنی بھانجی انا سے کریں گے۔" کیتھی نے مزید کہا۔
"کیتھی سے متعلق ایک خبر میرے پاس بھی ہے۔" ولید نے مسکرا کر کہا تو کیتھی بھی مسکرائی تھی اس کا انداز بہت پر اعتماد تھا۔
"یہ بھی انگیجڈ ہوچکی ہے۔" اس کی اطلاع پر سبھی حیران ہوئے تھے روشانے اور انا بھی۔
"رئیلی.....؟" روشانے نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔
"کون ہے وہ؟" روشانے نے مزید پوچھا۔
"میرا کولیگ ہے، تم لوگ نہیں جانتے اسے۔" روشانے نے سر ہلا دیا تھا۔
"کانگریچولیشن۔ اٹس آ گڈ نیوز۔" مصطفیٰ نے بھی کہا تو وہ نے مسکرادی۔
"تھینکس۔"
انا نے بہت الجھ کر سب کو دیکھا۔ سبھی کا انداز بہت نارمل سا تھا اور سب سے زیادہ حیرت اسے مسکراتے ہوئے ولید کو دیکھ کر ہورہی تھی۔ تو کیا وہ سب جو اسے علم ہوا تھا وہ سب غلط تھا وہ جو روشی نے کیتھی کے بارے میں بتایا تھا اس کے اندر عجیب سی۔ بے سکونی نے بسیرا کیا تھا۔
"اگر وہ سب محض جھوٹ تھا تو پھر یہ لڑکی یہاں کیوں آ گئی ہے۔" اس دن کیتھی سے ہونے والی ملاقات ایک دم اس کے ذہن کی سطح پر روشن ہوئی تو ساتھ ہی کیتھی کا والہانہ و پرجوش خیر مقدم بھی یاد آیا۔ کیسے وہ ولید کو دیکھ کر اس کی طرف

بڑھی تھی اور کتنی خوش تھی وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔
کیتھی :تو تھی سوتھی سب سے زیادہ تو اسے کم بخت کاشفہ کی باتوں نے الجھا کر رکھ دیا تھا نجانے وہ خود پر کیسے کنٹرول کر رہی تھی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ ایک دم ولید کے سامنے جا کھڑی ہو جائے اور تمام حساب بے باق کر دے۔ اس نے سنجیدگی سے مصطفیٰ، احسن اور کیتھی کے ساتھ مصروف گفتگو ولید کو دیکھا جبکہ روشی اب شہوار سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے ولید کو چند ثانیوں تک بغور دیکھا تھا۔
ہمیشہ کی طرح تک سک سا تیار وہ اس وقت بھی اس کے دل کی دھڑکنوں کو منتشر کر گیا تھا انا کے اندر ایک دم سرد مہری سی اترنے لگی تھی۔ وہ لب بھینچ کر خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔
مصطفیٰ کی کسی بات کا جواب دیتے ولید نے خاموشی سے اسے باہر جاتے دیکھا تھا۔ وہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی بلکہ دو دن سے اس کے سامنے بھی نہیں آ رہی تھی اس کے انداز میں وہ اپنے لیے بڑی سرد مہری سی محسوس کر رہا تھا۔ اس کا انداز سنجیدہ سنجیدہ سا تھا کئی بار ولید کا دل چاہا کہ اس سے بات کرے مگر پھر ہر بار رک جاتا۔ اب بھی اسے باہر جاتے دیکھ کر وہ دوبارہ مصطفیٰ سے باتوں میں لگ گیا تھا لیکن اندر ہی اندر انا کا رویہ اسے تکلیف دے رہا تھا۔

❖❖......○○......❖❖

وہ نماز پڑھ کر کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی تھی کچھ دیر وہ نیٹ سرچنگ کرتی رہی تھی پھر اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے موبائل اٹھا لیا تھا' انجان نمبر تھا۔
''ہیلو۔'' اس نے کال ریسیو کی۔
''رابعہ بول رہی ہونا۔'' دوسری طرف سے تصدیق چاہی تھی وہ چونکی۔
''آپ کون؟''
''میں عادلہ بات کر رہی ہوں۔'' نخوت سے کہا تو رابعہ نے گہرا سانس لیا۔
سر عباس اسے طلاق دے چکے تھے شاید اس کو اطلاع پہنچ چکی ہوگی جب بھی اب پھر اس کو تنگ کرنے کے لیے کال کی تھی۔
''جی فرمائیے۔''
''تم سمجھتی ہو عباس کے ساتھ اس کے آفس میں کام کرتے اس کے ساتھ گاڑیوں میں گھومتے اپنی اوقات بھول گئی ہو تو میں تم جیسی لڑکیوں کو ان کی اوقات بہت اچھی طرح یاد کرا سکتی ہوں۔'' دوسری طرف وہ زہریلے ناگ کی طرح پھنکاری تھی۔
''نہ میں اپنی اوقات بھولی ہوں اور نہ ہی حیثیت۔ میں شاہزیب کے آفس میں کام کرنے والی ایک ورکر ہوں اگر میں ان لوگوں کے ساتھ ان لوگوں کی گاڑی میں موجود ہوں تو بھی میرا کردار آپ جتنا گرا ہوا نہیں ہے۔'' وہ کیوں اس عورت سے ڈرتی' ایک دم نفرت سے کہا۔
''پتا تو تمہیں اب چلے گا کہ کس کا کردار گرا ہوا ہے اور کس کا نہیں بڑی پارسا بنی پھرتی ہو لمبی چادر اوڑھ کر دنیا والوں کو دھوکہ دیتی ہو آج میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں اس فراڈ انسان کے پہلو میں عیاشیاں کرتے دیکھا تھا۔'' دوسری طرف تو وہ گویا پھٹ پڑی تھی۔
''شٹ اپ۔'' رابعہ بھی پھنکاری تھی۔
''تمہاری یہ نام نہاد نیک نامی میں ساری پبلک کے سامنے کھول دوں گی کہ تم اپنی شکل سے بھی نفرت کرنے پر مجبور

ہوجاؤ گی۔ عباس۔ نے تمہارے کہنے پر مجھے اتنے دن قید کیا۔ تم سمجھتی ہو کہ تم نے مجھے یوں ذلیل کرا کر کوئی معرکہ سر کرلیا ہے تو بھول ہے تمہاری۔ اصل میں ذلالت کیا ہوتی ہے تمہیں پتا اب چلے گا۔'' انتہائی غصے سے کہتے وہ پھنکاری تھی۔
''انتظار کرنا تم۔'' رابعہ نے کال بند کردی تھی۔ وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔
اچھی بھلی زندگی تھی نجانے کہاں سے یہ نحوست آ ٹپکی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ ابھی کال کر کے سر عباس کو اس کی دھمکیوں کے بارے میں بتادے مگر وہ پھر ارادہ بدل گئی۔ وہ پہلے ہی اس کو طلاق دینے کی وجہ سے ہرٹ تھے وہ انہیں یہ بتا کر مزید پریشان ہی کرتی۔ وہ بہت نڈھال انداز میں دوبارہ کرسی پر گرگئی تھی اور خود ہی اس عورت کی دھمکیوں سے نبٹنے کا حل سوچنے لگی تھی۔

❖❖......○○......❖❖
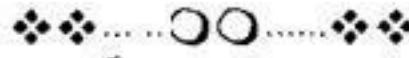
گھر واپسی پر شہوار کو لگا تھا کہ اس کے جسم کی حرارت کچھ اور بڑھ گئی ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک وہ لوگ گھر واپس آ گئے تھے، وہ لوگ آنے ہی نہیں دے رہے تھے مگر شہوار کی طبیعت کی وجہ سے انہوں نے آنے کی اجازت دی تھی۔ گھر آتے ہی وہ کپڑے بدل کر بستر پر گرگئی تھی وہاں مسلسل بیٹھے رہنے سے جسم کا انگ انگ ٹوٹ رہا تھا۔ اس نے پلکیں موند لی تھیں۔ مصطفیٰ کمرے میں آیا تو اسے بستر پر دراز دیکھ کر رکا اور پھر گہرا سانس لیتے اپنا لباس لے کر واش روم میں گھس گیا۔
شہوار نے مصطفیٰ کو دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلی۔ مصطفیٰ واپس کمرے میں آیا اور موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھتے وہ بستر کی طرف آ گیا تھا۔ سرہانہ شہوار کے قریب رکھتے وہ اس کی طرف جھکا تھا۔
''شہوار۔'' اس نے پکارا تو اس نے فوراً پلکیں وا کر کے دیکھا۔
مصطفیٰ اس کے قریب ہی بستر پر موجود تھا اس کی طرف جھکا بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا وہ پلکیں جھکا گئی تھی۔
''آتے ہی بستر میں گھس گئیں کم از کم میرا انتظار تو کیا ہوتا اور یہ کیا لباس بھی بدل لیا۔'' مصطفیٰ کہہ رہا تھا شہوار کے چہرے کا رنگ ایک دم سرخ ہونے لگا۔
''میری طبیعت خراب ہو رہی تھی۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔ ''سر میں درد ہو رہا تھا۔'' آواز میں نقاہت اور تھکن موجود تھی۔
''مجھے تو لگ رہا ہے مجھ سے بچنے کے بہانے ہیں یہ سب ورنہ بخار وخار تو کچھ بھی نہیں۔'' مصطفیٰ کا انداز سنجیدہ تھا جبکہ آنکھوں میں چمک سی تھی۔
شہوار ایک دم گھبرا گئی تھی وہ مصطفیٰ کی شرارت سمجھ نہ پائی تھی۔
''میں جھوٹ نہیں بول رہی خود چیک کرلیں۔'' اس نے اپنا ہاتھ مصطفیٰ کی طرف بڑھایا جسے اس نے تھام لیا تھا۔ مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے کر نرمی سے دبانا شروع کردیا تھا۔
مٹے مٹے میک اپ سے اس کے خوب صورت نقوش مزید اجاگر ہو رہے تھے مصطفیٰ کے لہجے میں خود بخود نرمی در آئی تھی۔ شہوار نے سر ہلا دیا تھا۔ اس نے اٹھنا چاہا تو مصطفیٰ نے ایک دم روک دیا۔
''لیٹی رہو۔'' شہوار دوبارہ لیٹ گئی تھی لیکن وہ مصطفیٰ سے نگاہیں چرا رہی تھی۔
''آپ کا زخم کیسا ہے اب؟'' چند پل نظریں چرانے کے بعد اسے کچھ نہ سوجھا تو اپنی طرف مسلسل دیکھتے مصطفیٰ کی توجہ ہٹانے کو اس نے پوچھا تو مصطفیٰ ہلکا سا مسکرایا۔
''میرے زخم کا کچھ جلدی خیال نہیں آ گیا؟'' وہ شرمندہ ہوئی۔

"ابھی تو بہت جلدی پوچھ لیا ہے کچھ عرصہ انتظار کرلیتیں جب پھر کوئی نیا زخم لگتا پھر پوچھ لیتیں۔" انداز میں شرارت تھی وہ ہاتھ مسلنے لگی۔

"میں آپ سے بار بار ایکسیوز کرچکی ہوں آپ مجھے بار بار شرمندہ مت کریں۔" مارے شرمندگی کے اسے ایک دم رونا آنے لگا تھا اور آواز بھی رندھ گئی تھی۔

"کوئی بھی میری کیفیت نہیں سمجھ سکتا میرے جیسی لڑکیاں اندر سے کیسی توڑ پھوڑ کا شکار ہوتی ہیں۔ مجھے امی نے کبھی بھی میری پہچان کے حوالے سے کوئی اعتماد نہیں دیا ایسے میں اگر میں کچھ منفی رویوں کا اظہار کررہی تھی تو غلط کیا تھا؟ ان کی محبت ان کے خلوص پر شک نہیں لیکن میری ذات کی تسکین کے لیے جو حوالے درکار تھے وہی مجھے میسر نہ تھے تو کیا میں بداعتمادی اور احساس کمتری کا شکار نہ ہوتی کیا میں منفی رویے اختیار نہ کرتی؟" وہ ایک دم رو پڑی اور اس کے رونے پر مصطفیٰ پریشان ہوگیا تھا۔

"ارے..... ارے یہ کیا ہورہا ہے۔" وہ رونے لگی تو مصطفیٰ نے فوراً اسے کندھوں سے تھام کر اپنے ساتھ لگالیا۔

"مجھے آپ کی محبت آپ کے خلوص پر کوئی شک نہیں لیکن جس طرح قدم قدم پر میری ذات کے حوالے سے سوال اٹھائے گئے ہیں کیا میں منفی نہ سوچتی؟ کیا میں سبھی سے بدظن نہ ہوتی؟ لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں نے آپ سے شادی کی پھر وہ واقعہ ہوگیا۔ میں نے خود مہمانوں میں سے کچھ لوگوں کو کہتے سنا تھا کہ دلہن منحوس ہے آپ کے ساتھ جو بھی حادثہ ہوا اس کی وجہ میں تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ میری ذات پھر آپ کے کسی نقصان کا سبب بن جائے۔ امی کے علاوہ قدرت کی طرف سے میں نے کوئی حقیقی رشتہ نہیں دیکھا مگر آپ سب لوگوں کی محبتوں کی مقروض تھی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ مصطفیٰ حیران ہورہا تھا۔

"لوگوں کی تو عادت ہے باتیں کرنے کی کبھی جیلس ہیں تم خوامخواہ خود کو پریشان کرتی رہیں کم از کم مجھ سے کہا تو ہوتا۔" مصطفیٰ نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اس کو دلاسا دینے کی کوشش کی۔

کچھ پل رونے کے بعد شہوار کو اپنی کنڈیشن کا احساس ہوا تو اس نے دور ہونا چاہا تھا مگر مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نظریں چرا گئی تھی۔

"ابھی کچھ دیر اور رولو، اسی بہانے مجھے احساس تو ہوگا کہ میرے پہلو میں میری نئی نویلی دلہن ہے۔" مصطفیٰ کا انداز گمبھیرتا لیے ہوئے تھا۔ وہ پزل ہوگئی تھی۔

"دیکھیں مجھے تنگ نہیں کریں میری طبیعت پہلے ہی بہت خراب ہے۔" اس نے نروٹھے پن سے کہا تو نگاہیں جھکی ہوئی تھیں مصطفیٰ ہنسا دیا۔

"یہ پہلو تہی نہیں چلے گا اب، پہلے جو بھی حالات تھے جو بھی وجوہات تھیں ان کو رہنے دیتا ہوں لیکن اب تو صلح ہوجانی چاہیے ہماری۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ ایک دم شرما گئی تھی۔ اس نے مصطفیٰ کی گرفت سے نکلنا چاہا تھا مگر مصطفیٰ کے تیور تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔

"آپ جانتے ہیں کہ میری طبیعت کتنی خراب ہے اگر آپ نے مجھے تنگ کیا تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔" مصطفیٰ نے اسے گھورا۔

"مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" شہوار خاموش ہی رہی۔

"او کے، چلو دیکھتا ہوں یہ بہانے کب تک چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے بازو ہٹالیے تھے۔ شہوار سرخ چہرہ لیے نظریں چراتی پیچھے ہٹی تھی۔

مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا تو وہ لب دباتی اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتے نظریں چرا رہی تھی۔

❖❖……○○……❖❖

کیتھی رات ان کے ہاں ہی رک گئی تھی صبح اس نے جانا تھا انا تیار ہو کر کالج کے لیے نکلی تو وہ بھی سب سے الوداعی کلمات کہتے ولید کے ساتھ جانے کو تیار تھی۔ انا سے بھی وہ گرمجوشی سے ملی تھی۔

''تم سے مل کر اور تم لوگوں کے گھر میں وقت گزار کر بہت اچھا لگا۔'' مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ انا نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا۔

''آؤ انا میں تمہیں بھی ڈراپ کر دوں گا میں اسی جانب جا رہا ہوں۔'' ولید نے اسے کالج جانے کے لیے تیار دیکھ کر کہا۔

''نو تھینکس میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی۔'' انداز میں رکھائی تھی۔

صبوحی نے چونک کر اسے دیکھا وہ چند دنوں سے انا کا رویہ محسوس کر رہی تھی ولید کے ساتھ اس کی بول چال تقریباً بند تھی۔

''چلی جاؤ نا ولید کے ساتھ ہی مجھے کچھ دیر بعد ڈرائیور کو لے کر روشی کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔'' ماما کے کہنے پر اس کے چہرے پر ناگواری چھائی تھی۔

ماما، ولید اور کیتھی کو رخصت کرنے باہر آئی تھیں جبکہ باقی لوگ اندر سے ہی سلام دعا کر چکے تھے۔

''تو کچھ دیر بعد چلی جایئے گا آپ دونوں۔'' اس کے الفاظ پر ولید نے اسے بغور دیکھا۔

''نہیں مجھے آج ذرا جلدی جانا ہے اس لیے میں یہ کام جلدی کروں گی۔ ڈاکٹر سے ٹائم لے چکی ہوں۔'' انا کے زاویے بگڑے تھے۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ کہہ کر اپنی چادر سنبھالتی بہت خفگی سے گاڑی کی طرف بڑھی تھی ولید بھی ساتھ تھا ولید نے اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا تھا مگر وہ نظر انداز کرتے پچھلے دروازے کی طرف بڑھی تھی جو لاک تھا۔

''تم آگے بیٹھو نا۔'' ولید نے آہستگی سے کہا تو اس نے سنجیدگی سے دیکھا۔ کیتھی ماما کے گلے مل کر ان کی طرف آ رہی تھی۔

''کیتھی کو بٹھا لیجیے گا یہ دروازہ کھولیں۔'' لہجے میں تلخی تھی۔

کیتھی ان کے قریب آ گئی تھی انا پچھلی سیٹ کے دائیں دروازے کے پاس کھڑی تھی ولید نے کیتھی کے لیے پچھلا بایاں دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ بیٹھ گئی تھی۔ ولید نے اسے پھر فرنٹ سیٹ کی طرف آنے کا اشارہ کیا تو وہ سلگ اٹھی اور ماما اسے اس طرح کھڑے دیکھ کر قریب چلی آئیں۔

''کیا بات ہے انا بیٹھ نہیں رہی تم۔'' انہوں نے ٹوکا تو وہ ولید کو غصیلی نگاہوں سے دیکھتے گھوم کر بائیں طرف فرنٹ سیٹ کے کھلے دروازے سے اندر بیٹھ گئی تو ولید نے مسکرا کر دروازہ بند کیا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

انا کا موڈ سخت آف تھا مگر وہ کیتھی کی وجہ سے صبر کیے ہوئے تھی۔ ولید نے گاڑی گیٹ سے نکال کر رستے پر ڈال دی تھی۔ ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بیک ویو مرر سے کیتھی کو۔

''کیسا لگا کیتھی تمہیں ہمارے یہاں رات رکنا۔'' ولید نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

''بہت اچھا اور مصطفیٰ سے ملاقات کو بہت انجوائے کیا میں نے ڈنر بھی بہت اچھا تھا اور اسپیشلی یہاں سب کا رویہ اور پیار، مجھے بہت امپریس کیا ہے اس سب نے۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ انا نے اس کی طرف دیکھا وہ خوش مزاج

لڑکی تھی۔
''کب تک پاکستان میں رکنے کا ارادہ ہے؟'' اس نے پوچھا۔
''نیکسٹ ویک میں ہم لوگ چلے جائیں۔'' کیتھی کی بات پر انا نے اسے الجھ کر دیکھا۔
''انکل بتا رہے تھے کہ وہ اب جلدی ہی تمہاری شادی کر رہے ہیں تم نے تو ذکر ہی نہیں کیا۔'' کیتھی نے مسکرا کر انا کو دیکھتے پوچھا تو انا چونکی تھی ولید نے مسکرا کر انا کو دیکھا تھا۔
''کہہ تو وہ مجھے بھی رہے تھے چونکہ ابھی ایسا کچھ فائنل نہیں ہوا تو میں نے بھی ذکر نہیں کیا۔'' انا پریشان ہوگئی تھی۔ اس کے علم میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔
''چلو جب بھی فنکشن ہو مجھے بتا دینا میں انا کے لیے اچھا سا گفٹ سینڈ کردوں گی۔'' انا کو دیکھ کر مسکرا کر اس نے کہا۔
ولید نے انا کو دیکھا وہ الجھی ہوئی تھی لیکن کیتھی کی بات پر محض مسکرائی تھی۔
''انا بہت کم بولتی ہیں؟'' وہ کہہ رہی تھی۔ ولید ہنسا دیا۔
''میرے لیے یہ نئی اطلاع ہے۔'' انا کو اس کا یہ مذاق قطعی نہ بھایا تھا۔
''ایسی کوئی بات نہیں آپ دونوں بات کر رہے تھے میں سن رہی تھی۔'' اس نے مروتاً کہا تو کیتھی مسکرائی۔
''ولید، روشی اور مصطفیٰ تینوں کے ساتھ میرا بہت اچھا وقت گزرا ہے ان لوگوں سے بے تکلفی بھی ہے یہ لوگ تو پاکستان گئے تھے اور پھر میں نے بہت مس کیا سب کو۔'' کیتھی بتا رہی تھی اس نے سر ہلا دیا۔ انا نے محسوس کیا کیتھی واقعی ان سب سے خاصی بے تکلف تھی۔
خصوصاً ولید سے جبھی اس کا رویہ اب بھی ویسا ہی تھا بے تکلف اور اپنائیت سے لبریز۔
''پھر کب پاکستان کا چکر لگاؤ گی؟'' ولید نے کیتھی سے پوچھا۔
''کنفرم نہیں ابھی بھی آفس کی جانب سے ٹیم کے ساتھ آئے ہوں جب سے یہ نیو جاب شروع کی ہے اکثر کسی نہ کسی ملک کے ٹور پر رہتے ہیں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔'' وہ بتا رہی تھی انا نے توجہ سے اس کی بات سنی تھی۔
''او کے جب بھی دوبارہ پاکستان کا چکر لگا ہم سے ملنے ضرور آنا۔'' ولید نے کہا۔
''وائے ناٹ، تم دونوں بھی شادی کے بعد امریکا کا چکر لگانا، نا۔'' کیتھی نے کہا تو ولید نے مسکرا کر انا کو دیکھا وہ نگاہ چرا گئی۔
''شیور۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔
''تمہارا موڈ کیوں آف ہے؟'' کیتھی کو جواب دے کر اس نے آہستگی سے اسے ٹوکا۔
''آپ سے مطلب؟'' ولید کے سوال پر اس نے سنگ کر کہتے رخ بدل لیا تھا۔
''کیتھی موجود نہ ہوتی تو میں بتاتا کہ میرا تم سے کیا مطلب ہے؟'' ولید تین چار دنوں سے اس کا رویہ برداشت کر رہا تھا اب ایک دم سنجیدگی سے کہا۔
''مجھے تم سے کسی عقل مندی کی پہلے بھی توقع نہیں تھی لیکن میں ان گزرے ایک دو دن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم حد سے زیادہ روڈ ہوتی جارہی ہو۔'' کیتھی کی وجہ سے آہستگی سے بول رہا تھا۔
''میں آپ سے کسی بھی سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ آپ کے ساتھ آپ کی مہمان موجود ہے میں نہیں چاہتی کہ کوئی بدمزگی ہو۔ بہتر یہی ہے کہ خاموشی کے ساتھ مجھے کالج ڈراپ کردیں۔'' انا کے لہجے میں بڑی گستاخانہ سی تلخی تھی۔ ولید نے الجھ کر اسے دیکھا تھا۔

جس دن سے کاشفہ کے بارے میں بتایا تھا اس کا رویہ بدل گیا تھا لیکن اس کے بعد وہ اس سے کیتھی سے ملنے گئی تھی کچھ نارمل ہوگئی تھی لیکن اس کے بعد اس کا رویہ بالکل بدل ہی گیا تھا بلکہ وہ فیل کررہا تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی منظر سے غائب ہوجاتی تھی وہ اس سے بات نہیں کررہی تھی۔ کل بھی وہ اس سے بہت متنفر اور اکھڑی اکھڑی سی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ناگواری چھانے لگی تھی۔ ولید نے اسے دیکھا وہ بیگ کے اسٹریپ سے کھیلتی اس کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے باہر کی طرف متوجہ تھی۔ کچھ دیر بعد اس کا کالج آ گیا تھا وہ کیتھی کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی سے اتر گئی تھی۔

اس کے اترنے کے بعد کیتھی پچھلا دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اتنا سنجیدگی سے دیکھتے کالج کے گیٹ سے اندر گھس گئی تھی۔

❖❖......○○......❖❖

وہ کمرے سے نکلی تو چوکیدار اس کے لیے ایک لفافہ لیے چلا آیا۔

''یہ پوسٹ مین آپ کے لیے دے گیا تھا۔'' عادلہ نے اس کے ہاتھ سے لفافہ لے لیا تھا۔ خاکی لفافہ جو رجسٹر کروا کر بھیجا گیا تھا۔ عادلہ نے حیران ہوکر الٹ پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ سٹنگ روم میں چلی آئی تھی مام وہاں موجود تھیں۔ اس نے ان کے پاس صوفے پر بیٹھ کر لفافہ چاک کیا تھا۔

''کیا ہے یہ؟'' انہوں نے پوچھا تو عادلہ نے کندھے اچکائے۔

اس نے اندر سے برآمد ہونے والے کاغذات کو بغور دیکھا جوں جوں اس کی نظر ان کاغذات پر پھسلتی جارہی تھی اس کا رنگ بدلتا جارہا تھا۔

''کیا ہوا، کیا ہے یہ؟'' مام نے پوچھا۔ عادلہ کو لگا اس کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی ہو۔

''عباس نے ڈائی ورس پیپرز بھجوائے ہیں۔'' اس نے کاغذات سینٹرل ٹیبل پر پھینکتے ہوئے کہا۔

''اوہ......'' مام ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ کر حیرت زدہ رہ گئی تھیں۔ وہ عباس کے ساتھ خود بھی رہنا نہیں چاہتی تھی مگر اب ان کاغذات کو دیکھ کر عادلہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے عباس نے اسے بھری بزم میں ذلیل کردیا ہو۔ اس کے منہ پر تمانچہ ماردیا ہو۔ وہ طیش کے عالم میں اٹھ کر ٹہلنے لگی تھی۔

''میں جانتی ہوں اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟'' کاغذات پر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر وہ بھڑکی تھی۔

''وہ کنزرویٹیو، جاہل انسان میں نے ہمیشہ اسے اس کی اوقات میں رکھا تھا اس کی اتنی جرأت۔'' وہ طیش میں تھی۔

''دفع کرو، تم خود بھی تو ایسا ہی چاہتی تھی۔'' مام نے اس کے غصے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں چاہتی تھی لیکن میں اس کو بتانا چاہتی تھی کہ میں کس حد تک جاسکتی ہوں۔ میں خود کورٹ میں اس کی عزت نیلام کرنا چاہتی تھی۔'' اسے رہ رہ کر افسوس ہورہا تھا کہ اس نے یہ کام پہلے کیوں نہیں کیا۔ عباس اس سے برتری لے گیا تھا۔

''گولی مارو، تمہیں کون سا رشتوں کی کمی ہے بلکہ کورٹ میں تو تم اب بھی جاسکتی ہو۔ آفاق کو لینے کا کیس کردو، دیکھو کیسے ان لوگوں کی عزت نیلام ہوتی ہے۔'' مام نے اسے نئی راہ دکھائی تو ایک دم ٹھٹکی۔

عباس نے اسے کئی دن ایک ویران سنسان گھر میں قید کررکھا تھا اس کے اندر انتقام کی ایک آگ بھڑک رہی تھی اس کو لے کر وہ رابعہ کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔ عباس نے بے شک اسے طلاق دے دی تھی لیکن تڑپ کا پتا تو اس کے اپنے ہاتھ میں بھی تھا۔

''چھوڑوں گی تو میں بھی نہیں اسے دیکھیے گا کیا حالت بناتی ہوں میں اس کی۔'' وہ تنفر سے کہہ کر کاغذات تھام کر

کمرے میں چلی گئی۔ مام نے اس کے جانے کے بعد ایک گہرا سانس لیا اور ایک بار پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔

❖❖.....○○.....❖❖

ابوبکر نے جو گھر لیا تھا وہ اس کی ڈیکوریشن کررہا تھا وہ ہر کام ان لوگوں کے مشورے سے کررہا تھا ماموں اور ثریا بیگم اس سے بہت خوش تھے۔ وہ آفس سے لوٹی تو امی نے اسے پاس بٹھالیا۔

''یہ جاب چھوڑو اور گھرداری سیکھو۔ ابوبکر گھر سیٹ کررہا ہے میں اور تمہارے ماموں سوچ رہے ہیں کہ اس یا اگلے ماہ میں تمہیں رخصت کردیں آج سہیل کی بھی کال آئی تھی وہ اس ماہ میں پاکستان آرہا ہے چھٹی لے کر پھر شادی کرکے ہی جائے گا۔'' امی کہہ رہی تھیں اور اسے حیرت ہورہی تھی۔

''اتنی جلدی کس بات کی ہے اور جاب چھوڑنا ضروری ہے کیا؟'' اس نے کہا تو امی نے گھورا۔

''مجھے جاب کرنے والی لڑکیاں بالکل بھی پسند نہیں لیکن تمہارے ماموں کی وجہ سے خاموش ہوں سہیل ایک ماہ کی چھٹی پر آرہا ہے پھر پتا نہیں کب چکر لگے ویسے بھی ابوبکر سے بات کرلی ہے میں نے وہ بھی لمبا چوڑا کھڑاک نہیں پالنا چاہتا سادگی سے نکاح اور رخصتی ہوگی۔'' امی نے سنجیدگی سے اسے کہا تو وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ یعنی سب طے ہوچکا تھا۔ اس کے اندر خوش گوار سی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

''جاؤ جاکر اپنی بھابی کا ہاتھ بٹاؤ جاب اور کمپیوٹر کے سوا تمہیں کوئی اور کام دکھائی ہی نہیں دیتا کل آفس جانا اور اپنے سر سے بات کرلینا۔ میں نہیں چاہتی تم اب جاب کرو۔'' امی کا دوٹوک انداز تھا وہ منہ بسورتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ بجائے کچن میں جانے کے وہ دوبارہ اپنے کمرے میں چلی آئی' شام کے وقت کمرے سے نکلی تھی' ابوبکر آچکا تھا۔

بھابی نے اس کی چائے اس کے کمرے میں پہنچانے کا کہا تو وہ کچھ سوچتی ٹرے لیے اوپر چلی آئی تھی۔ اس نے دستک دی اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

''آجائیں۔'' وہ اندر داخل ہوئی تو وہ اسے دیکھ کر چونکا۔

''ارے آپ نے کیوں زحمت کی؟ میں خود نیچے آنے والا تھا۔''

''کوئی بات نہیں، ماموں گھر پر نہیں تھے میں نے سوچا کہ خود چائے دے آؤں۔'' اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھ دی۔

''تھینکس۔''

''مجھے آپ سے ایک بات کہنی تھی۔'' کچھ سوچتے اس نے کہا تو وہ چونکا۔

''جی کہیے۔''

''امی چاہ رہی تھیں کہ میں جاب چھوڑ دوں۔'' اس نے کہا تو وہ سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔

''امی کی خواہش ہے کہ شادی سے پہلے میں یہ جاب چھوڑ دو جبکہ میں فوراً یہ جاب نہیں چھوڑ سکتی۔ پہلے مجھے نوٹس دینا ہوگا اس کے بعد ہی کچھ ہوگا۔''

''نہیں میں ایسا کچھ نہیں چاہ رہا اگر آپ جاب کرنا چاہ رہی ہیں تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ خوشی سے جاب جاری رکھ سکتی ہیں۔'' رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''تھینکس۔ میں جاب چھوڑ دوں گی لیکن ابھی فوری نہیں چھوڑ سکتی پہلے نوٹس دوں گی پھر جو سر لوگ فیصلہ کریں گے۔''

''اٹس اوکے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ مسکرائی۔

”آپ اپنے گھر کا سنائیں کہاں تک کام پہنچا۔“ ابوبکر نے چائے کا مگ لے لیا۔
”ابھی تو رینٹ پر ہی لے رہا ہوں ساتھ ساتھ کوئی مناسب جگہ دیکھ کر ذاتی گھر بناؤں گا سیٹنگ کر رہا ہوں کچھ دن میں یہ کام بھی ہو جائے گا ایک سیکنڈ ہینڈ گاڑی لینے کا سوچ رہا ہوں پبلک ٹرانسپورٹ میں پرابلم ہوتی ہے۔“ وہ پرعزم تھا مضبوط ارادوں کا مالک۔ رابعہ نے اس کے الفاظ پر سر ہلا دیا تھا۔
”آپ سنائیں آپ کے سر کی وائف نے پھر تو تنگ نہیں کیا نا، اس دن کے بعد۔“
”نہیں کال آئی تھی مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا سر نے اسے ڈائیورس پیپر بھجوا دیے ہیں۔“
”اوہ عجیب عورت ہے اگر وہ چاہتی تو گھر بسا سکتی تھی۔“
”جتنا میں اس عورت کو سمجھی ہوں وہ خود پسند اور مغرور عورت ہے ایسی عورتوں کے لیے کسی کی عزت بے عزتی کوئی معنی نہیں رکھتی اور نہ ہی ایسی عورتیں گھر بناتی ہیں۔“ رابعہ کے لہجے میں سنجیدگی در آئی تھی۔
”بہرحال عباس اور ان کی فیملی نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وہ عورت واقعی ان کو ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔“ ابوبکر نے بھی اپنا خیال ظاہر کیا تو وہ محض سر ہلا گئی تھی۔
”اوکے چلتی ہوں۔“ ابوبکر چائے پی چکا تھا خالی مگ ٹرے میں رکھے وہ پلٹی تھی ابوبکر نے اسے بغور دیکھا سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے مناسب قد وقامت کے ساتھ وہ کافی اٹریکٹیو لگی تھی۔
ابوبکر نے خاموشی سے اسے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں اترتے نیچے جاتے دیکھا تھا۔

❖❖......○○......❖❖
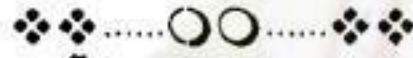
وہ ساجدہ کے دونوں بیٹوں اسجد اور شایان کے ساتھ مارکیٹ آئی تھیں انہوں نے اسجد اور شایان کے لیے کپڑے خریدے جو بہت اچھے اور قیمتی تھے اور ان کپڑوں کو دیکھ کر دونوں بے انتہا خوش ہوئے تھے انہوں نے ان کی پسند کے اسپورٹس بیٹ اور دوسرا سامان بھی خریدا تھا شایان نے کیرم اور لیڈو بھی لیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ان کے باپ فرید کے لیے بھی کچھ سامان لیا تھا۔ وہ اس وقت ان کی ماں اور دادی کے لیے کچھ دیکھ رہی تھیں جب ان کی نگاہ گلاس وال کے دوسری طرف کھڑے وجود پر پڑی تھی۔ وہ چونک گئی تھیں۔ انہیں لگا کہ انہوں نے اس وجود کو کہیں دیکھا ہے۔ وہ بے اختیار گلاس وال کے قریب ہوئی تھیں۔ اس وجود کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔ دونوں کوئی بات کر رہے تھے پھر دوسرے وجود نے سر ہلایا تھا لڑکے نے ہاتھ سے کسی رکشے کو اشارہ کیا تو تابندہ بوا کو لگا ان کے وجود ایک دم ساکت ہو گیا ہے۔ وہ دونوں رکشے میں بیٹھ رہے تھے۔
وہ ایک دم حرکت میں آئی تھیں تیزی سے بھاگنے والے انداز میں وہ سب ساز وسامان وہیں چھوڑ کر باہر کی طرف بھاگی تھیں۔ لوگوں نے حیران ہو کر ان کو دیکھا تھا۔ اسجد اور شایان بھی گھبرا گئے تھے۔ وہ بھی تیزی سے سڑک کی طرف آئی تھیں لیکن اب وہاں کچھ بھی نہ تھا۔
رکشہ اپنی سواریوں سمیت جا چکا تھا تابندہ بی کو لگا کہ جیسے ان کا وجود ایک دم برف کے تودے میں دب گیا ہے۔ وہ کچھ پل نہایت اضطراب سے اردگرد دیکھتی رہی تھیں اور پھر انتہائی مایوسی کی کیفیت میں واپس دکان کی طرف چلی آئی تھیں۔
وہ برسوں بعد اسے دیکھ رہی تھیں لیکن آنکھوں پر یقین نہیں تھا۔ شاید ان کو کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی وہ وجود شاید کوئی اور تھا۔ وہ جیسا سوچ رہی تھیں ویسا کچھ نہ تھا۔ وہ نہایت مایوسی کی کیفیت میں سارا ساز وسامان سمیٹتے بل پے کر کے بچوں کو لے کر باہر نکل آئی تھیں۔ اب ان کا ذہن مزید شاپنگ کے لیے پرسکون نہ تھا۔

بچے ان کے گم صم انداز پر پریشان ہو رہے تھے لیکن کچھ پوچھ نہیں رہے تھے۔ گھر آنے کے بعد بھی وقفے وقفے سے انہیں وہ سین یاد آ رہا تھا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ جیسے ان کی نظر کو دھوکا ہوا ہے۔ انہوں نے پہچاننے میں کوئی غلطی کر ڈالی ہے۔ وہ وجود شاید کوئی اور تھا۔ وہ سارا وقت عجیب خالی الذہنی کیفیت میں غرق رہی تھیں۔ ساجدہ، بچوں اور فرید کا سازو سامان دیکھ کر خفا ہوئی تھی۔ اسے یہ سب تکلفات شرمندہ کر رہے تھے۔ وہ اس کو ٹال کر اوپر چلی آئی تھیں۔

وہی کمرے، وہی در و دیوار تھے۔ لیکن یہاں کے مکین زندگی کا سفر مکمل کر چکے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ وہ جب سے آئی تھیں بہت حوصلے سے رہ رہی تھیں مگر اب انہیں لگ رہا تھا کہ اگر چند دن تک وہ مزید اسی کیفیت میں رہیں تو ان کا دل پھٹ جائے گا۔ انہیں رہ رہ کر شہوار کی یاد آ رہی تھی۔ وہ کیسے ہر وقت اپنے اصل کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین رہا کرتی تھی۔ کیسے کیسے سوالات کیا کرتی تھی اور وہ ہر بار اسے ٹال جاتی تھیں۔

وہ اسے بھلا کیا جواب دیتی کہ سچ کیا ہے، وہ کون ہے؟ وہ بھلا کیسے اس کو بتا دیتیں اور اب اتنے دن گزر جانے کے باوجود انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ انہیں تو ہر چہرے میں رضی کے چہرے نظر آنے لگے تھے۔ وہ رک رک کر لوگوں کے چہرے دیکھنے کی کوشش کرتی تھیں کہ شاید کوئی بچھڑا ہوا لوگوں کی بھیڑ میں نظر آ جائے۔

''کیا مجھے واپس چلے جانا چاہیے اور جا کر شہوار کو سب حقیقت بتا دینی چاہیے؟'' وہ سوچ سوچ کر ہارنے لگیں تو دل نے کہا۔

''ایسے کیسے چلی جاؤں؟'' ان کے دماغ نے نئی تکرار کی۔

''ابھی تو میرے ہاتھ کوئی جواب نہیں آیا اس الجھتے ہوئے ریشم کا ایک سرا تک تو ملا نہیں محض گمان پھر کیسے جا کر ان لوگوں پر ایک نئی قیامت توڑ دوں؟ ویسے بھی نجانے اب تک میری گمشدگی سے ان لوگوں نے نجانے کیا کیا اندازے لگا لیے ہوں گے۔'' دماغ کی جنگ بڑھنے لگی تو ان کے آنسوؤں کی رفتار میں تیزی آتی چلی گئی تھی۔ آج جس چہرے کا گمان کرتے ہوئے باہر بھاگی تھیں وہ چہرہ تو ان کے دل و دماغ کے اب کسی گوشے میں نہ تھا اور جو تھا اس کا کہیں سراغ ہی نہیں مل رہا تھا۔

''یا اللہ عمر بیت گئی اس آبلہ پائی میں یا میرے مالک میری مشکل آسان فرما اور میرے لیے سچ کی راہیں کھول دے میری بچی کی زندگی کا سوال ہے۔ میرے مالک، میرے پروردگار مجھے سیدھا رستہ دکھا۔'' وہ شدت سے رونے لگیں تو خود بخود دل محو مناجات ہوتا چلا گیا تھا۔

❖❖......○○......❖❖

ولید اپنے آفس میں تھا جب اس کے نمبر پر بار بار کاشفہ کی کال آ رہی تھی وہ مسلسل اگنور کر رہا تھا لیکن جب پھر کال آئی تو اس نے بہت غصے سے کال پک کی تھی۔

''کیا مسئلہ ہے تمہیں؟'' وہ پھٹ پڑا۔

''تم کیسی بے حس لڑکی ہو تمہیں ذرا بھی اندازہ نہیں کہ تم اپنی ان حرکتوں سے صرف اور صرف میرے دل میں اپنے خلاف نفرت پیدا کر رہی ہو۔''

''ولید مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' دوسری طرف کاشفہ سختی سے بولی۔

''شٹ اپ، میں تم سے بات کرنا تو دور تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اب خبردار جو تم نے مجھے ڈسٹرب کیا تو، اٹس مائی لاسٹ وارننگ۔'' وہ سختی سے بولا۔

freedom to live happily!
Freedom
STICK ON
16
Freedom®
KNACK
A-17/B, S.I.T.E Karachi-75700, Pakistan. Ph: 2560911-13, Fax #: (92-21) 2562570-2560911, e-mail: freedomhhp@yahoo.com

''بٹ ولید۔'' کاشفہ نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن ولید نے بغیر کچھ سنے کال کاٹ دی تھی اور اپنا موبائل ٹیبل پر پٹختے اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ لب بھینچے ہوئے تھے۔

کاشفہ سے سلام دعا بڑھانا اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی بھول لگی تھی۔ کاشفہ کسی آسیب کی طرح اس کی ذات سے چمٹنے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی۔ دوسری طرف انا کا رویہ بھی بدل چکا تھا۔ جس دن سے اس نے کاشفہ کی سیو سائیڈ کی وجہ بتائی تھی وہ اس سے بہت زیادہ بدظن لگ رہی تھی۔ بے شک انا نے آج تک اس کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن اپنی طرف اٹھنے والی اس کی ہر نگاہ سے وہ اس کے اندر کا احوال ضرور پڑھ لیا کرتا تھا۔ وہ جان بوجھ کر اسے بولنے پر اکساتا رہتا تھا لیکن انا کے اندر چھڑی جنگ کا عکس صاف اس کے چہرے پر دکھائی دیتا تھا۔

ان کے درمیان ایک رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ رشتہ قائم ہونے کے بعد انا کے اندر ہونے والی تبدیلیوں پر وہ بہت مطمئن ہو چکا تھا لیکن اب اس کاشفہ کی وجہ سے اسے لگ رہا تھا کہ بہت کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔

ولید نے اپنا سر اپنے ہاتھوں سے اٹھایا تو انداز پر سوچ تھا۔ کاشفہ سے تو وہ دوٹوک بات کر ہی چکا تھا لیکن اب انا سے بھی تفصیلی بات چیت کرنے کا موقع آ چکا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے انا سے ابھی کوئی بات نہ کی تو وہ مزید خفگی کا شکار ہوتی چلی جائے گی۔

بہر حال اس کی حساس طبیعت کا وہ اچھی طرح اندازہ لگا چکا تھا وہ اب ایک واضح حل چاہتا تھا۔ ایک فیصلہ کرتے ولید نے اپنے اعصاب کو پرسکون کرتے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

❖❖......○○......❖❖
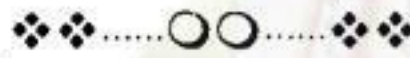
مصطفیٰ کو ایمرجنسی کیس کے سلسلے میں ایک دن کے لیے اسلام آباد جانا پڑ گیا تھا۔ وہ آفس سے ہی چلا گیا تھا وہ بزی تھا کسی ساتھی کو بھیج کر اس نے کپڑے وغیرہ منگوا لیے تھے وہاں جا کر تین دن لگ گئے وہ ادھر سے فارغ ہوا تو آفیسرز سے میٹنگ کی کال آ گئی تھی ایمرجنسی میں اسے ہیڈ آفس بلا لیا گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ شہوار کو کال کر دے۔

ولید کے ہاں دعوت سے واپسی کے بعد اگلی صبح وہ آفس سے ہی اسلام آباد چلا آیا تھا۔ اس نے کال ملائی تو شہوار کال پک نہیں کر رہی تھی شہوار کی بیماری کی وجہ سے وہ سارا غصہ بھول چکا تھا لیکن تین چار بار نمبر ملانے پر بھی کال ریسیو نہ ہوئی تو اس کا غصہ پھر بڑھنے لگا تھا۔ اس نے ایک بار پھر کال کی تھی۔ بیل جا رہی تھی اور پھر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' شہوار بولی۔

''کال پک کیوں نہیں کر رہی تھیں۔'' مصطفیٰ نے غصے سے پوچھا۔

''وہ میں کلاس میں بزی تھی۔'' شہوار نے پرسکون لہجے میں کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

''کہاں ہیں اس وقت؟''

''کالج آئی ہوئی ہوں۔''

''اوہ......'' مصطفیٰ ایک دم پرسکون ہوا تھا۔

''کس کے ساتھ آئی ہیں؟'' مصطفیٰ کا پھر وہی انداز تھا کیئرنگ۔

''انکل چھوڑ گئے تھے۔''

''گڈ اور طبیعت کیسی ہے۔''

''جی بہتر ہوں اسی لیے تو آج کالج آئی ہوں۔''

''نائس، اکیلے کہیں بھی آنے جانے کی ضرورت نہیں، ٹھیک ہے۔'' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے باور کرایا تھا۔

''جی بہتر۔''

''اور سناؤ، اور کیا ہو رہا ہے۔'' مصطفیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔

''کچھ نہیں بس اتنے دن بعد کالج آئی ہوں تو کافی حرج ہو چکا ہے۔ سوچ رہی ہوں وہ سب کیسے کور ہوگا۔'' شہوار نے تفصیلی جواب دیا۔

''اور اس کے علاوہ؟'' مصطفیٰ نے پھر پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' شہوار کی وہی سنجیدگی تھی۔

''اور......'' مصطفیٰ نے جان بوجھ کر کہا تو دوسری طرف وہ سوچنے لگی کہ اور کیا بتائے۔

''اور آپ کیسے ہیں؟'' جب کچھ نہ سوجھا تو یہی پوچھ لیا۔

''ہاں، وہ پوچھیں ہمارا حال اور ہم حیرت سے مر ہی نہ جائیں۔'' مصطفیٰ کا انداز ایک دم شرارتی ہوا تھا۔ شہوار جھینپ سی گئی تھی۔ بڑا برجستہ انداز تھا۔

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔'' دوسری طرف سے جب شہوار سے کچھ بھی نہ بن پڑا تو چڑ کر کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

''تو پھر کیسی بات ہے؟'' مصطفیٰ نے چھیڑا تو وہ مزید چڑی۔

''آپ نے کال کیوں کی؟''

''کیوں بھئی، بغیر کسی ریزن کے اپنی نئی نویلی بیگم کو کال نہیں کر سکتا ہوں۔'' شہوار کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔ مصطفیٰ ان دو تین دن میں اس کو کئی بار کال کر چکا تھا لیکن تب وہ بزی تھا بس حال احوال کی حد تک بات ہوئی تھی۔

''آپ جس کام کے لیے گئے ہوئے تھے وہ کمپلیٹ ہو گیا۔'' اس نے پوچھا تو مصطفیٰ کو ایک دم احساس ہوا کہ اس نے شہوار کو کیوں کال کی ہے۔

''ہاں کام تو ہو گیا ہے لیکن آفیسرز کی طرف سے ایک ارجنٹ میٹنگ کی کال آ گئی ہے ہو سکتا ہے میں آج واپس نہ آ سکوں۔'' مصطفیٰ نے بتایا تو دوسری طرف شہوار چونکی۔

''لیکن پہلے تو ذکر نہیں کیا تھا آپ نے؟''

''ہاں ابھی کچھ دیر پہلے کال آئی تھی۔'' مصطفیٰ کے بتانے پر شہوار خاموش رہی تھی اس نے ایک دو پل کو کچھ سوچا تھا اور پھر کہا۔

''آپ نے امی کے بارے میں کچھ پتا کرایا۔'' اس کے لہجے میں ایک آس تھی۔

''اس سے اگلے دن تو یہاں آ گیا تھا اب یہاں سے واپس آ کر پتا کراؤں گا امجد خان تو خود بزی ہے ورنہ اسے کہتا۔'' مصطفیٰ کی بات پر وہ ایک دم بجھ سی گئی تھی۔

''پتا نہیں وہ کہاں ہوں گی اور کس حال میں ہوں گی میرا دل ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ میں جب بھی ان کے بارے میں سوچتی ہوں تو دل رکنے لگتا ہے آج بھی آنٹی جی نے زبردستی کالج بھیج دیا ورنہ میرا دل نہیں مان رہا تھا آنے کو۔'' ایک دم اس کا لہجہ بجھ سا گیا۔

''پریشان نہیں ہوتے وہ ٹھیک ہوں گی میں ان شاء اللہ جلد ہی پتا کر لوں گا۔ ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا اور کالج آ کر بہت اچھا کیا گھر رہ کر سوچ سوچ کر بیمار ہونے سے بہتر ہے کہ اسٹڈی میں بزی ہو کر ٹینشن ریلیف کی جائے ویسے بھی وقت کے ساتھ ہر چیز نارمل ہونے لگتی ہے۔'' مصطفیٰ کا انداز دلاسے سے بھرپور تھا۔

''کاش میرا دل ٹھہر جائے میں اس صدمے کو جھیلنے کی طاقت پیدا کر لوں۔ میں جب بھی یہ سوچتی ہوں کہ امی مجھے

چھوڑ کر چلی گئی ہیں تو میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔‘‘اس کی آواز میں نمی سمٹ آئی تھی مصطفیٰ ایک دم پریشان ہوا۔

’’سوچنے سے اور پریشان ہونے سے کرائسز ختم نہیں ہوجاتے۔‘‘مصطفیٰ نے پھر ہمت بندھانا چاہی تو دوسری طرف شہوار نے ایک دم خود کو حوصلہ دیا۔

’’ہاں ان کے بغیر زندگی گزر رہی ہے لیکن میرے دل کو تو ایک مسلسل روگ لگ گئی ہیں وہ، کاش وہ مجھے ایک بار مل جائیں اور پھر میں ان کو کبھی بھی نہیں جانے نہ دوں۔ ان سے اپنی ہر خطا کی معافی مانگ لوں۔‘‘مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

ابھی زخم ہرا تھا سو ہر پل ٹیس دے رہا تھا اسے اس کی حالت کا اندازہ ہورہا تھا۔ شاید کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ سنبھل جائے، اور اسے بھی سکون آجائے۔

’’پریشان ہونے کی ضرورت نہیں سب ٹھیک ہوجائے گا۔ اس وقت تو میٹنگ کے لیے نکلنا ہے پھر بات ہوگی۔ اوکے اپنا بہت، سارا خیال رکھنا، ٹھیک ہے۔‘‘مصطفیٰ کے پاس وقت کم تھا اس نے فوراً بات سمیٹی تھی۔

’’جی۔‘‘

’’آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔‘‘اس نے کہا تو مصطفیٰ مسکرادیا جو بڑی بھرپور مسکراہٹ تھی۔

’’کاش میں اس جملے کو ریکارڈ کرکے اپنے پاس محفوظ رکھ سکتا۔‘‘اس کی بات پر دوسری طرف شہوار ہلکا سا جھینپی تھی۔

’’اوکے میں کال بند کررہی ہوں، اللہ حافظ۔‘‘جھینپ کر اس نے کہا تو مصطفیٰ کے ہونٹوں پر ایک دم مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

’’سنو تو۔‘‘دوسری طرف شہوار رک گئی تھی۔

’’جی۔‘‘

’’آئی مس یو ویری مچ، ول یو مس می؟‘‘ لہجے میں جذبات کا رچاؤ تھا دوسری طرف سے شہوار نے کال کاٹ دی تھی مصطفیٰ نے موبائل کو کان سے ہٹا کر اسے گھورا اور پھر ایک گہرا سانس خارج کیا۔

’’ایک تو یہ لڑکی بھی نا۔‘‘ وہ بڑبڑایا۔

❖❖......○○......❖❖

شہوار چلی گئی تو وہ بھی ڈرائیور کا انتظار کرتے گیٹ کی طرف چلی آئی تھی ڈرائیور ابھی تک لینے نہیں آیا تھا اس نے اسے کال کی تو علم ہوا کہ گاڑی خراب ہے اور اسے خود ہی واپس جانا ہوگا یا پھر کچھ وقت انتظار کرنا ہوگا۔ انا کا کوفت سے برا حال ہونے لگا تھا۔

جانے والی سبھی لڑکیاں جاچکی تھیں ورنہ وہ کسی سے لفٹ ہی لے لیتی۔ گھر میں صرف دو گاڑیاں تھیں ایک ولید کی اور ایک ان کی۔ ولید گاڑی خود یوز کرتا تھا جبکہ ان لوگوں کی گاڑی سبھی کے استعمال میں تھی ڈرائیور پہلے اسے پھر باقی لوگوں کو لاتا، لے جاتا تھا۔

اس نے سوچا کہ ولید کو کال کرلے کہ وہ اسے پک کرلے مگر پھر ارادہ ترک کرنا پڑا پچھلے چند دنوں سے ولید کے ساتھ وہ اس قدر کھنچاؤ اور تناؤ کا شکار ہوچکی تھی کہ اب خود سے، اس سے رابطہ کرنے پر اس کی انا آڑے آگئی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ خود ہی روڈ تک چلی جائے گی اور پھر وہاں سے کوئی سواری لے گی۔ وہ ساتھی لڑکیوں کے ساتھ روٹ بس کا ویٹ کررہی تھی جب ایک گاڑی ان کے پاس آکر رکی تھی۔

وہ جو اپنے ہی دھیان میں کھڑی تھا گاڑی سے نکلنے والے وجود کو دیکھ کر چونکی تھی۔

’’کیسی ہو انا؟‘‘ اس کے سامنے مصطفیٰ کے کزن کی بیوی شائستہ کھڑی تھی۔

’’آپ؟‘‘

’’میں شائستہ زاہد کی وائف، زاہد مصطفیٰ کا کزن، شہوار کی شادی میں ہم ملے تھے۔‘‘ شائستہ نے اس سے ہاتھ ملاتے اپنا تعارف کرایا تو وہ مسکرائی۔

’’جی بہت اچھی طرح جانتی ہوں میں۔‘‘ ان کو دیکھ کر اسے دلی خوشی ہوئی تھی۔ فوراً خوش اخلاقی سے کہا۔

’’میں حماد کے ساتھ یہاں کسی کام سے آئی تھی گھر واپس جا رہے تھی کہ یہاں تمہیں دیکھا تو حماد کو گاڑی روکنے کا کہا۔‘‘ شائستہ نے خلوص سے کہا۔

’’آپ یقیناً اسی شہر میں رہتی ہیں نا۔‘‘

’’بالکل ہم ادھر ہی رہتے ہیں جبکہ باقی فیملی گاؤں میں ہوتی ہے۔‘‘ انا نے مسکرا کر گاڑی کی طرف دیکھا فرنٹ سیٹ پر بیٹھا مصطفیٰ کا کزن حماد اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے فوراً شائستہ کو دیکھا۔

’’تم یہاں کہاں کھڑی تھی؟‘‘

’’دراصل گاڑی خراب تھی روٹ کی بس کا انتظار کر رہی تھی۔‘‘

’’آؤ ہمارے ساتھ ہم ڈراپ کر دیں گے۔‘‘ شائستہ نے خلوص سے کہا۔

’’ارے نہیں آپ کو خوامخواہ زحمت ہوگی۔‘‘

’’زحمت کیسی آؤ تکلف مت کرو پلیز آؤ نا۔‘‘ شائستہ نے اصرار کیا تو وہ بادل ناخواستہ اس کے ساتھ پچھلی سیٹ کی طرف آ بیٹھی تھی۔ حماد گاہے بگاہے اس کو دیکھتا رہا تھا اور وہ اسے نظر انداز کیے شائستہ کے ساتھ باتوں میں لگی رہی تھی۔

گھر پہنچ کر وہ بصد اصرار ان دونوں کو اندر لے آئی تھی۔ ماموں اور روشی گھر پر ہی تھے وہ ان کے ساتھ لاؤنج کی طرف آئی تو وہاں ولید کو بھی دیکھ کر چونکی۔

ولید اس وقت گھر پر نہیں ہوتا تھا وہ حماد سے خوش اخلاقی سے ملا تھا۔ وہ خود کچن کی طرف چلی آئی تھی۔ ان لوگوں کے لیے چائے اور دیگر لوازمات صغراں کے ساتھ تیار کرنے لگ گئی تھی۔

’’ارے تم تو خوامخواہ تکلفات میں پڑ گئی ہو آؤ بیٹھو ادھر۔‘‘ وہ شائستہ کے ساتھ بیٹھ گئی تھی روشی چائے سرو کرنے لگ گئی تھی۔

وہ یونہی شائستہ کی کسی بات پر ہنسی تو حماد فوراً متوجہ ہوا تھا۔ لاشعوری طور پر اس کی نگاہ انا پر جم سی گئی تھی ولید جو اس کے قریب ہی تھا اس نے بہت ناگواری سے انا کو دیکھا تھا۔ وہ ایک لمحے میں حماد کی نگاہ کا ارتکاز محسوس کر گیا تھا۔

’’انا ایک گلاس پانی کا لا دو ذرا۔‘‘ اس کے بعد بھی گاہے بگاہے حماد کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تو انا کو وہاں سے اٹھانا ہی مناسب سمجھا تھا۔ فوراً بہانے سے کہا تو انا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

’’روشی لا دیتی ہے۔‘‘ سنجیدگی سے کہہ کر وہ پھر شائستہ کے ساتھ بات کرنے لگی تھی۔

’’میں لا دیتی ہوں۔‘‘ روشی فوراً وہاں سے چلی گئی تھیں۔ ولید نے بڑے ضبط سے انا کو دیکھا۔ وہ بالکل عین حماد کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

چائے پیتا حماد گاہے بگاہے اسے دیکھ رہا تھا روشی نے اسے پانی لا دیا تھا۔ ولید ضبط کیے بیٹھا ہوا تھا ضیاء صاحب حماد سے بات چیت جاری رکھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو انا بھی کھڑی ہوگئی تھی۔

''ایک بار پھر شائستہ بھابی آپ کا اور حماد صاحب آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ۔'' وہ خوش اخلاقی سے کہہ رہی تھی ولید نے سنجیدگی سے دیکھا تھا۔
''اِٹس او۔کے، اِٹس آنر فارمی۔''
''پھر بھی آپ لوگوں نے آؤٹ آف وے جا کر میری ہیلپ کی ہے ورنہ میں روٹ بس کے انتظار میں نجانے کب تک خوار ہوتی۔'' وہ مسکرا کر حماد کے سامنے کھڑی براہ راست مخاطب تھی۔ ولید کو مکمل طور پر نظر انداز کررکھا تھا۔
ولید نے انہیں حماد سے ہاتھ ملالیا تھا جبکہ وہ شائستہ کے ساتھ گیٹ تک آئی تھی۔
''اب تو آپ کو ہمارے گھر کا ایڈریس معلوم ہوگیا ہے آتی رہیے گا۔'' انا نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا تو وہ دونوں مسکرائے تھے۔
''ہم تو آجائیں گے لیکن کسی دن آپ بھی ہماری طرف چکر لگایئے گا نا۔'' حماد نے کہا تھا وہ ہنس دی۔
''اوکے کسی دن شہوار کے ساتھ آؤں گی۔''
''ہم انتظار کریں گے۔'' شائستہ نے کہا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گئی تھی۔ وہ دونوں چلے گئے تھے۔
ان کو سی آف کرکے وہ لاؤنج کی طرف جانے کی بجائے اپنے کمرے کی طرف چلی آئی تھی۔ کاریڈور سے گزرتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔
''انا......'' ولید کی پکار پر وہ ایک دم رکی۔
''یہ مصطفی کے کزن کی وائف اور اس کا بھائی کہاں مل گئے تھے تمہیں۔'' انداز تفتیشی تھا انا نے چونک کر دیکھا۔
''کیوں انہوں نے بتایا نہیں آپ کو۔'' انا نے سرد مہری سے پوچھا۔
''میں جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔'' ولید قریب آرکا تھا لہجے میں تلخی تھی۔
وہ پہلے ہی کاشفہ کے رویے کو لے کر ٹینس تھا اور اب مزید انا کے یہ تیور؟
''میں آپ کے کسی بھی سوال و جواب کی پابند نہیں ہوں۔'' ولید کے تحکم بھرے انداز پر وہ ایک دم بھنا کر بولی۔
''شٹ اپ انا۔'' ولید کو ایک دم غصہ آگیا تو انا بغیر کچھ کہے بنے جانے لگی تو ولید فوراً سامنے آگیا تھا۔
''تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔ جس دن سے کاشفہ کے متعلق تمہیں بتایا ہے تمہارا تو رویہ ہی بدل چکا ہے آخر کیوں کر رہی ہو تم ایسا۔'' ولید نے دوٹوک انداز میں پوچھا تو انا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
''میں کسی بھی ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ رستہ چھوڑیں میرا۔'' لہجے میں تلخی و ناگواری تھی۔
''جب تک بات کلیئر نہیں ہوگی تم یہاں سے ہل بھی نہیں سکتی۔'' ولید مزید پھیل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ انا نے غصے سے دیکھا۔
''اول تو مجھے آپ کی کسی بھی راہ چلتی فرینڈ کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا چاہیے وہ کاشفہ ہو یا کیتھی اور دوسرا یہ کہ آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ اس طرح میرا رستہ روک کر مجھ سے باز پرس کریں۔'' وہ اندر سے بھری بیٹھی تھی ایک دم پھٹ پڑی۔
''فرق نہیں پڑتا تو کیوں اس طرح بی ہیو کررہی ہو؟ کاشفہ کے بارے میں جو بھی تھا تمہیں سب بتا دیا تھا جب سب کچھ کلیئر تھا تو ایسی حرکتوں کا مقصد۔''
''میں کہہ چکی ہوں کہ میں آپ کے سامنے آپ کے کسی بھی سوال کی جواب دہ نہیں ہوں۔'' وہ تلخی سے کہہ کر سائیڈ سے ہو کر جانے لگی تھی ولید کا دماغ ایک دم گھوم گیا تھا۔ اس نے بہت جارحانہ انداز میں انا کا بازو پکڑ کر دھکیلا تو وہ دیوار

مسکراہٹ

ایک شخص دوسرے سے I am Going کا مطلب کیا ہے؟

دوسرا۔ ''میں جارہا ہوں۔''

پہلا شخص۔ ''ایسا تو نہیں جانے دوں گا، پہلے مطلب بتا۔''

سائرہ حبیب، نبیلہ خان موان...... عبدالحکیم

کے ساتھ جا ٹکرائی۔

''آہ......'' اس کا بازو بری طرح دیوار سے ٹکرایا تھا وہ کراہ کر رہ گئی تھی۔

''بی ہیو یور سیلف ولی۔'' وہ تکلیف سے ایک دم چیخ اٹھی تھی۔ ولید نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

''جب میں تم سے بات کررہا ہوں تو میری بات کا جواب دو اور خبردار تم یہاں سے ہلی بھی تو۔'' اندر کا سارا ابال نکل گیا تھا۔

اس کے قریب ہو کر دیوار پر ہاتھ رکھ کر اس نے کہا تو انا کے چہرے پر پانی بہنے لگا

''کیا مسئلہ ہے، تمہیں کیوں دماغ خراب کررہی ہو تم اپنا بھی اور میرا بھی۔'' وہ اس کی تکلیف اور آنسوؤں کو مکمل طور پر نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

''آپ ایک انتہائی مغرور اور خود پسند انسان ہیں میں کیوں جواب دوں آپ کو؟ میں جس کے ساتھ مرضی آؤں جاؤں آپ کو کیا فرق پڑتا ہے خبردار آئندہ میرے کسی بھی معاملے میں انٹرفیئر کرنے کی کوشش کی تو۔'' بازو کو دوسرے ہاتھ سے دباتے وہ تلخی سے کہہ رہی تھی۔ ولید نے غصے سے اسے گھورا۔

''دماغ خراب ہو چکا ہے تمہارا۔ کون سا غرور اور خود پسندی دیکھ لی تم نے میرے اندر؟'' ولید کا انداز بے انتہا سنجیدہ تھا۔

''ہاں ہو چکا ہے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ بالکل بدلحاظی سے مخاطب تھی۔ ولید نے چند لمحے تاسف سے اسے دیکھا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی بددماغ لڑکی ہو سکتی ہو۔''

''چلیں اب تو پتا چل گیا ہے ناویسے بھی زبردستی گلے پڑا ڈھول بجانا پڑ رہا ہے آپ کو میری تمام خامیوں کا علم ہو چکا ہے فیصلہ کر کیوں نہیں لیتے پھر۔'' وہ تو جیسے ایک دم دوٹوک انداز پر اتر آئی تھی۔

''شٹ اپ۔'' اس کے الفاظ پر ولید ایک دم بھنا اٹھا۔

''واٹ آنان سینس، کیوں کررہی ہو تم ایسا؟'' تلخی سے باز پرس کی تھی انا کے چہرے کی طرف بغور دیکھا تھا شاید کوئی سراغ ہی مل جائے۔

''میرے رستے سے ہٹ جائیں مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' چہرہ پھیرتے اس نے تلخی سے کہا۔

ولید چند لمحے بہت تاسف سے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر لب بھینچ کر تیزی سے وہاں سے چلا گیا تھا۔ انا نے غصے سے اسے جاتے دیکھا تھا اور پھر تیزی سے وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی آئی تھی۔

❖❖......○○......❖❖

ولید کا غصہ سے برا حال تھا وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور بڑی شدت سے انا کے رویوں کو محسوس کررہا تھا۔ انا

پہلے بھی اس کی طرف سے خفگی کا اظہار کرتی تھی لیکن کبھی بھی یہ بالحاظ بدتمیزی والا انداز نہ تھا۔ جبکہ آج تو وہ مکمل طور پر بدلی ہوئی تھی۔ تو صرف اس بات کو لے کر بدظن ہو چکی تھی کہ اس نے انا کو کاشفہ کے بارے میں سب کچھ سچ بتا ڈالا تھا۔ اگر ایسی بات تھی تو کم از کم وہ اظہار تو کرتی۔ جبکہ وہ کیتھی کے پاس اس کے ہمراہ گئی تھی تب تک وہ اس قدر خفا تو نہ تھی جس قدر اب محسوس ہو رہی تھی۔

ولید کو اس کی اس درجہ شدید خفگی کی کوئی خاص وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی سوائے اس کے کہ وہ اس کو کاشفہ کے بارے میں بتا چکا تھا۔ وہ بہت دیر تک الجھتا رہا تھا لیکن انا کی خفگی کا کوئی سرا ہاتھ نہ لگا تو وہ کمرے سے نکل آیا تھا۔ شام کا وقت تھا بابا لان میں بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ میں کوئی اخبار تھا۔ وہ ان کے پاس آ گیا وہ آج آفس سے جلدی اٹھ گیا تھا صرف اپنے اس ذہنی خلجان سے بچنے کے لیے لیکن گھر آ کر انا کے رویے کو لے کر اور ڈسٹرب ہو گیا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے بابا؟'' ان کے پاس بیٹھتے اس نے مسکرا کر پوچھا۔

انہوں نے اخبار سائیڈ پر رکھتے اسے مسکرا کر دیکھا۔

''کچھ خاص نہیں صبح کا باسی اخبار ایک بار پھر دیکھ رہا تھا۔''

''نائس' اچھا مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں کہو۔'' ولید ایک پل رکا' انداز سوچنے والا تھا' ضیاء صاحب نے بغور دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے کیا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں۔''

''تو پھر۔''

''آپ نے مجھ سے انا کے بارے میں بات کی تھی نا۔'' اس نے ٹھہر کر کہنا شروع کیا۔

''انا کے بارے میں؟'' انہوں نے ناسمجھی سے دیکھا۔

''آپ شادی کا ذکر کر رہے تھے۔''

''ہاں تو؟''

''میں ریڈی ہوں آپ پھوپو سے بات کرلیں اور جب بھی آپ کا موڈ ہو تاریخ رکھ لیں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا تھا ضیاء صاحب ایک دم خوش ہو گئے تھے۔

''کیا واقعی؟'' وہ بے یقین تھے۔

''بالکل۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''جیتے رہو' تم نے تو میرے دل کی خواہش پوری کر دی ہے میں آج ہی صبوحی اور وقار سے بات کرتا ہوں۔'' وہ ایک دم پرجوش ہو گئے تھے۔ ولید مسکرا دیا۔

''میں نے آپ کو کہا تو تھا کہ میں سوچ کر آپ کو بتا دوں گا۔''

''بہت اچھا فیصلہ کیا تم نے۔'' وہ واقعی بہت خوش تھے۔ وہ مسکرا کر کھڑا ہو گیا۔

''او کے مجھے کسی کام سے کہیں جانا ہے پھر بات ہو گی۔'' وہ کہہ کر کھڑا ہوا تو انہوں نے سر ہلایا' وہ کی چین ہلاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا وہ مسکرا کر اسے جاتا دیکھتے رہے تھے۔

❖❖……○○……❖❖

وہ آف ٹائم سے پہلے سر عباس کے روم میں آئی تھی۔

حدیث رسول ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ سے صحابہ اکرامؓ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا۔ ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس دینار اور درہم اور سامان دنیا نہ ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کا مفلس شخص وہ ہے جو کہ قیامت کے دن نماز، روزہ، حج زکواۃ اور دیگر بہت سی مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی ایسے دوسرے حق والے کو اس نیکیوں میں سے (اس کے حق کے مطابق) نیکیاں دی جائیں گی پھر اگر دوسروں کے حقوق چکانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہوگئیں تو (ان کے حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کیے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

ثمینہ مغل......ایبٹ آباد

''سر مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے اگر آپ فری ہیں تو میں بات کرلوں۔'' اس نے کہا تو عباس نے اسے دیکھا۔

''بیٹھیں۔'' وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

''جی کہیے.... کیا بات ہے آپ کچھ الجھی ہوئی ہیں۔''

''وہ مجھے آپ کو انفارم کرنا تھا کہ میں یہ جاب چھوڑنا چاہتی ہوں۔'' عباس چونکا۔

''کیوں بھئی خیریت؟''

''جی سر، وہ دراصل میری شادی کا سلسلہ چل رہا ہے تو امی چاہتی ہیں کہ میں اب جاب چھوڑ دوں۔'' جھجکتے ہوئے اس نے کہا تو عباس خاموش رہ گیا بہت سنجیدگی سے اسے دیکھے گیا تھا۔

''کب ہے شادی؟''

''شاید اسی یا نیکسٹ منتھ۔''

''لیکن ارجنٹلی تو جاب نہیں چھوڑ سکتیں آپ۔'' عباس کا لہجہ ایک دم پروفیشنل ہوگیا تھا۔

''اسی لیے تو نوٹس دے رہی ہوں۔'' عباس خاموش ہوگیا۔

''کہاں ہو رہی ہے آپ کی شادی؟'' کچھ توقف کے بعد عباس نے پوچھا۔

''آپ ابوبکر کو جانتے ہیں ان سے ملے بھی ہیں وہی ہیں۔'' عباس نے سر ہلایا۔

''نائس مین ہے ابوبکر تو، اوکے گڈ لک۔'' عباس نے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''اوکے آپ نوٹس ٹائپ کر کے دے دیں میں بابا کو فارورڈ کر دیتا ہوں۔ آپ کی موجودگی میں ہی کسی اور ایمپلائی کا بندوبست کر لیتے ہیں۔ آپ اسے ٹرینڈ کر دیجیے گا لیکن آپ سے یک گلہ ہے؟'' عباس نے بات کرتے کرتے ایک دم سنجیدگی سے کہا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

''جی سر۔''

''آپ کی شادی کا سلسلہ چل رہا تھا آپ بروقت انفارم کر دیتیں اب ایک دم بتا رہی ہیں تو حیرانی ہو رہی ہے مجھے۔''

''ایم سوری سر لیکن یہ ہمارا گھریلو ایشو تھا آفس میں اپنے ایشوز ڈسکس کرنا مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔ اب جبکہ میں بتا چکی ہوں اور نوٹس بھی دے رہی ہوں فوری نہیں چھوڑ رہی۔ جب تک آپ کے رولز کے مطابق ڈوریشن کمپلیٹ نہیں ہو جاتا میں جاب پر آتی رہوں گی۔'' اس نے سنجیدگی سے سب کہہ دیا تھا عباس خاموش ہو گیا تھا۔

''سر میں جاؤں اب؟'' وہ کھڑی ہوئی تو عباس نے سر ہلا دیا۔ وہ اٹھ کر نکل آئی۔

یہ لڑکی اپنے انداز و اطوار سمیت دل کو اچھی لگی تھی لیکن اب اس کی شادی کا سن کر دل کو ناگواری سی ہو رہی تھی۔ ایک دم عباس کا موڈ نارمل ہوا تھا۔ وہ لب بھینچ کر سر جھٹک کر دوبارہ اپنی فائلز کی طرف جھک گیا تھا۔

❖❖......OO......❖❖

اس کی گھر آ کر بھی مصطفیٰ سے بات ہوئی تھی اس نے کل واپسی کا بتایا تھا وہ چینج کر کے روم سے باہر آ گئی تھی آج دوپہر میں شائستہ بھابی اور حماد آئے ہوئے تھے گھر واپسی تک، وہ لوگ جا چکے تھے وہ کچن میں آئی تو ماں جی موجود تھیں۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام جیتی رہو کیسا گزرا آج کا دن؟'' انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

''اچھا گزر گیا۔''

''طبیعت ٹھیک رہی۔''

''جی۔''

''کچھ کھاؤ گی؟'' انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

''میں خود لے لیتی ہوں آپ آرام کریں۔''

''تم بیٹھو میں نکال دیتی ہوں۔'' انہوں نے محبت سے کہا تو وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

''مصطفیٰ سے بات ہوئی۔'' انہوں نے کھانا گرم کرتے ہوئے پوچھا۔

''جی۔''

''کب تک واپس آ رہا ہے؟''

''کل صبح آنے کا کہہ رہے تھے۔''

''ایک تو میں مصطفیٰ کی اس جاب کے حق میں نہ تھی۔ صرف اس کے باپ کی وجہ سے خاموش رہی اور اب نہ دن کا پتا نہ رات کا۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں کچھ چھٹیاں بڑھا لیتا تو کیا جاتا اوپر سے ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا ہے مجھے اللہ اپنی امان میں رکھے آمین۔'' کھانا گرم کرتے ہوئے وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہی تھیں۔

بہر حال مصطفیٰ کو مس تو وہ بھی کر رہی تھی لیکن سب کی طرح برملا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔

''واپس آتا ہے تو میں اسے کہتی ہوں چند چھٹیاں لے لے اور تمہیں گھمانے پھرانے لے جائیں۔ کبھی لوگ رشتہ دار دعوتوں پر بلا رہے ہیں میں تو تمہاری اور مصطفیٰ کی طبیعت کی وجہ سے ٹال رہی تھی عائشہ اور صبا بھی کہہ رہی تھیں کہ تم کو ان کے ہاں ایک دو دن کے لیے بھیجوں، تمہاری طبیعت بھی سنبھل جائے گی۔'' گرم کھانا لا کر اس کے سامنے رکھتے انہوں نے محبت سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

''جی ٹھیک ہے وہ آئیں گے تو کسی چھٹی والے دن چلے جائیں گے۔'' انہوں نے محبت سے شہوار کو دیکھا۔ ذاتی طور پر انہیں شہوار بہت پسند تھی۔

دھیمے سے بولنے والی اپنی ذات تک محدود رہنے والی عادلہ کے بعد تو انہوں نے ہمیشہ شہوار کو مصطفیٰ کا سوچا تھا

غزل

فکرِ ملاقات کبھی تو ان کو ستاتی ہوگی
کبھی تنہائی میں یاد بھی رُلاتی ہوگی
جب خیالوں میں ہوتی ہوگی ملاقات ہم سے
پھر دیوانی سی حالت ہو جاتی ہوگی
پاس ہوں تو کسی بات کی فکر نہیں ہوتی
بچھڑتے وقت جُدائی بھی تڑپاتی ہوگی
مانا کہ ان کو ہم سے محبت نہیں ندیم
مگر گزرے لمحوں کی یاد تو آتی ہوگی

ملک ندیم عباس.....ڈھکوساہیوال

حقیقی طور پر تابندہ کے چلے جانے سے شہوار جس طرح بکھری تھی ان کا دل اس کے لیے مزید نرم ہوگیا تھا۔

''خوش رہا کرو، تم میرے بیٹے کی خوشی اور میرے گھر کی رونق ہو۔'' اس کے پاس ہی بیٹھے انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو شہوار کی آنکھیں بھیگ گئیں تھی۔

''آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ اور لائبہ بھابی نہ ہوتیں تو شاید می کے جانے کا سن کر جس طرح میں بکھری ہوں کبھی سنبھل نہ پاتی امی نجانے کہاں ہوں گی۔'' وہ ان کا ہاتھ تھام کر ایک دم رو دی تھی۔ یہ حادثہ تو اس کے دل کا روگ بنتا جارہا تھا۔

''ارے..... ایسا نہیں کہتے۔'' انہوں نے ساتھ لگالیا۔

''تم ہمیں ہمیشہ سے ہی عزیز ہو اور رہو گی رہ گئی تابندہ کی بات میں اندازہ لگا سکتی ہوں کہ اس نے بلا سوچے سمجھے کوئی قدم نہ اٹھایا ہوگا وہ کوئی ایسی ویسی عورت نہ تھی۔ وہ باعزت اور حیادار عورت تھی ایک عرصہ ہمارے ساتھ گزارا ہے اس نے۔ بہنوں کی طرح عزیز تھی وہ مجھے تم فکر نہیں کیا کرو وہ آجائے گی۔'' اس کو دلاسہ دیتے آنسو صاف کرتے انہوں نے کہا تو وہ خاموش ہی رہی۔

''آپ بہت اچھی ہیں اگر آپ نہ ہوتیں تو میرے لیے ان حالات میں جینا مشکل ہو جاتا۔'' وہ دل سے ان کی اچھائی کی معترف تھی۔

''سب کے ساتھ نیکی کرنے والی بس اللہ کی ذات ہے، میں تو اس کی عام سی بندی ہوں۔ بس تم اور مصطفیٰ مجھے بہت عزیز ہو بہت ارمانوں سے میں تمہیں بیاہ کر اپنے گھر لائی ہوں میری دعا ہے اللہ تمہیں ہمیشہ ہنستا مسکراتا اور آباد رکھے، آمین۔'' انہوں نے دل کی گہرائیوں سے دعا دی۔ شہوار کو لگا کہ وہ ایک دم نہال ہوگئی ہو۔ سرکتی ہوئی زمین پھر سے اس کے پاؤں تلے آ گئی ہو۔

''کبھی بھی خود کو تنہا مت سمجھنا تم میرے لیے بہو سے بڑھ کر میری بیٹی ہو کبھی بھی یہ خیال مت کرنا کہ تمہارا کوئی میکہ نہیں ہے مصطفیٰ کوئی زیادتی کرتا ہے تو ڈائریکٹ مجھ سے کہنا فوراً اس کے کان کھینچوں گی۔ کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گی تمہارے ساتھ۔'' ان کی اس قدر محبت کی وجہ سے آنکھیں بھر آئی تھیں۔ انہوں نے محبت سے اس کی آنکھیں صاف کی تھیں۔

"کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے پہلے یہ کھالو اتنے دنوں میں دیکھو کیسی کمزور ہو رہی ہو یہ سارا ختم کرنا ہے اور اپنی صحت کا خاص خیال رکھا کرو میرا مصطفیٰ ہمیشہ فریش رہنے والا انسان ہے، میں چاہتی ہوں میری بہو بھی اسی طرح فریش اور تر و تازہ رہے۔" وہ جھینپ گئی۔

وہ واقعی خوش نصیب تھی کہ ماں کے بعد اسے واقعی ماں کی طرح محبت کرنے والی ہستی ملی تھی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔" وہ بے اختیار کہہ اٹھی تھی وہ ہنس دی تھیں۔

"جلدی سے کھانا ختم کرلو میں ملازمہ کو بھیجتی ہوں وہ تمہیں چائے بنا کر دیتی ہے۔" وہ کہہ کر چلی گئی۔

دل و دماغ سے تمام بوجھ سرکتے محسوس ہوئے تھے۔ اسے لگا کہ جیسے ماں جی کی محبت نے اس کے دل کو بہت سارا نہال کرڈالا ہے۔ وہ ایک دم فریش ہوئی تھی۔ وہ اندازہ کرسکتی تھی ان حالات میں ان جیسے پرخلوص محبت کرنے والے لوگوں کا ساتھ میسر آنا بھی ایک نعمت سے کم نہ تھا۔

❖❖......○○......❖❖

وہ دل دماغ سے تمام بوجھ ہٹا کر کھانے کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوچکی تھی۔ ولید شادی کے لیے راضی ہے ماموں نے ماما پاپا سے بات کرلی تھی ان کو بھلا کب اعتراض ہوسکتا تھا اس کو علم ہوا تو وہ ایک دم ساکت ہوچکی تھی۔ وہ ولید سے لاکھ بدظن سہی لیکن دل میں کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہ تعلق ختم ہوجائے یا ٹوٹ جائے۔

وہ تو ایسی دیوانی تھی کہ ہر حال میں ولید کو پانا چاہتی تھی لیکن اب ایسے عالم میں اس کو لگ رہا تھا کہ اس کا دل بالکل ویران بنجر گھر کی طرح ہے جہاں کوئی احساس کوئی جذبہ باقی نہیں رہا۔ ولید کے منہ سے کاشفہ کے متعلق سن کر وہ شاک میں آئی تھی لیکن بدظن نہ ہوئی تھی مگر کاشفہ کی زبان سے وہ سلگتے زہریلے الفاظ سن کر وہ بالکل ہی ڈھے گئی تھی۔

ولید کاشفہ کو پسند کرتا ہے اس کو محض اپنی بہن کی خاطر قبول کررہا ہے یہ ایسی حقیقت تھی جس نے اس کے اندر گویا ہر احساس ختم کرڈالا تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر روئے، چلائے اپنے اندر کا سارا غبار نکال دے لیکن وہ اپنی ذات سے لڑلڑ کر ہار گئی تھی جو کسی بھی طور ولید سے دستبرداری کے لیے آمادہ ہی نہ تھی۔ اور اب یہ شادی کا سلسلہ کیا ولید واقعی جسٹ کمپرومائز کررہا ہے وہ اصل میں کاشفہ کو پسند کرتا ہے، اور محض روشی کے لیے اسے قبول کررہا ہے۔

اگر یہ سچ ہوا تو کیا ہوگا کیا وہ واقعی ہمیشہ کے لیے ولید کی محبت سے محروم رہے گی کاشفہ نے ولید کے لیے خودکشی کی تھی ولید نے خود بتایا تھا۔ کاشفہ ولید کی محبت میں اتنا آگے بڑھ چکی تھی تو کیا واقعی اس سارے میں ولید بھی انوالو تھا۔ وہ سوچ سوچ کر الجھنے لگی تو کمرے سے نکل آئی تھی۔ رات کا وقت تھا سبھی اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ وہ راہداری سے گزرتے رک گئی تھی ولید ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر لیٹا ہوا تھا سامنے ٹی وی چل رہا تھا وہ کئی ثانیے تک وہیں منجمد کھڑی دیکھتی رہی تھی۔ ٹی وی پر کوئی ٹاک شو چل رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر آگئی تھی۔ ولید اسی طرح لیٹا ہوا تھا وہ قریب آئی تو پتا چلا وہ سوچکا ہے اس کا موبائل ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔

وہ خاموشی سے سائیڈ صوفے پر بیٹھ گئی تھی اس نے اس کا موبائل اٹھالیا تھا کچھ سمجھ نہ آئی تو وہ موبائل چیک کرنے لگی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے۔ موبائل چیک کرتے وہ ولید کو بھی دیکھ رہی تھی وہ مکمل طور پر نیند میں تھا۔ کاشفہ کی کئی کالز تھیں ریسیو مسڈ کالز اس کا دل پھر ایک دم اچاٹ ہونے لگا تھا۔ کاشفہ کے ان گنت میسجز ان باکس میں تھے۔ بہت ساری شاعری تھی ایک میسج پر وہ ٹھٹک گئی تھی۔

"مجھے اس طرح تم اس مقام پر آکر چھوڑ نہیں سکتے تم مجھے چھوڑ بھی دو تو بھی میں اب تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی تم نے مجھے غلط جج کیا ہے میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھے ہو اور میں جو ہوں وہ تمہیں بہت جلد پتا چل جائے گا۔" عجیب سا میسج

میرے دل کی آواز

- بے حیائی کی انتہا ہوتی ہے جب باپ بیٹی کو گالی دیتا ہے۔
- کسی کا باطن معلوم کرنا چاہو تو اس کے غصے کا انتظار کرو۔
- اپنے اخلاق کو پھولوں جیسا بنالو جو دوسروں کی روح کو معطر کردے۔
- کسی کے ٹکڑوں پر نظر رکھنے سے اچھا ہے کہ خود محنت کر کے دوسروں کی مدد کرو۔
- نفس کی مانو گے تو تباہ ہو جاؤ گے کیونکہ شیطان کا شکار ہمیشہ نفس ہوتا ہے۔
- اپنی زبان کو قابو میں رکھو ایسا نہ ہو کہ مدمقابل مجبور ہو کر تمہیں نقصان پہنچادے اور تمہاری عزت نفس کو ٹھیس پہنچادے، جس کی پاداش میں تمہارا ضمیر ملامت کرے۔
- صرف آنکھوں کو حیا کی ضرورت ہے، ورنہ پردہ تو دل کا ہی کافی ہے۔

تھا۔ وہ الجھ گئی تھی۔ اس نے ولید کو دیکھتے اگلا میسج اوپن کیا تھا۔

"میں تمہاری خاطر بدلنے کو تیار ہوں ولید پلیز ایک بار تم میری بات سن لو آئی سویئر میں تمہاری خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں پلیز مجھے اس طرح ریجیکٹ مت کرو۔" وہ الجھ گئی تھی اس دن کاشفہ کچھ اور انداز میں کہہ رہی تھی اور آج اس کے الفاظ کچھ اور تھے۔ اس نے ایک اور میسج اوپن کیا تو ٹھٹھکی۔

"تم یہ سب اس لیے کررہے ہو کہ وہ تمہاری بہن کی نند ہے ورنہ تم نے ہمیشہ مجھ سے فرینڈ شپ رکھی تھی اب اپنی بہن کے لیے تم مجھے چھوڑ رہے ہو۔" انا کا دل خراب ہونے لگا تھا۔

وہ کاشفہ کا نمبر نوٹ کرتے موبائل واپس ٹیبل پر رکھتے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ولید کو دیکھا وہ سو رہا تھا۔ اس نے لب بھینچ کر ٹی وی آف کیا تھا اور باہر نکلنے سے پہلے لائٹ آف کی تھی۔ لاؤنج کا دروازہ بند کرتے وہ واپس اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ بستر پر اس کا موبائل پڑا ہوا تھا۔ اس نے ذہن میں نوٹ شدہ نمبر سیل پر ڈائل کیا اور خاموشی سے دوسری طرف ہونے والی کال بیل سننے لگی تھی۔

❖❖......○○......❖❖

اس کی مصطفیٰ سے بات ہوئی تھی مصطفیٰ نے بتایا تھا کہ وہ کل لیٹ ہو جائے گا شاید صبح نہیں شام کو آئے۔ شہوار کا دل مصطفیٰ کی یہ بات سن کر ایک دم بجھ سا گیا تھا۔ تین چار دن ہو گئے تھے اسے گئے ہوئے اسے لگ رہا تھا کہ جیسے صدیاں بیت گئی ہیں اس نے مصطفیٰ سے کچھ نہیں کہا بس خاموش ہو گئی تھی۔

اس کا پچھلے دنوں سے بہت سارا حرج ہو چکا تھا وہ اپنی بکس لے کر بیٹھ گئی تھی۔ تین چار گھنٹے وہ اپنی بکس کے ساتھ دماغ کھپاتی رہی تھی۔ وہ سونے کا سوچ کر اٹھی تو اس کے موبائل پر میسج ٹون بجنے لگی۔ کتابیں سمیٹتے اس نے سیل دیکھا مصطفیٰ کا میسج تھا۔ مصطفیٰ کا نام دیکھ کر اس کے ہونٹ مسکرائے تھے۔

"کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں بس پڑھ رہی تھی۔" اس نے ریپلائی کیا۔

"کیا پڑھ رہی تھیں۔"

"اسٹڈی کر رہی تھی۔" اس نے کراؤن کے تکیے سے کمر ٹکاتے بڑے ریلیکس موڈ میں جواب دیا۔

کچھ پچھلے دنوں سے مصطفیٰ کی غیر موجودگی کا احساس اور کچھ آج ماں کی باتوں کا اثر تھا اس کا رویہ ایک دم بڑا

مفاہمت آمیز تھا۔

''میرا بہت سارا حرج ہو چکا تھا سوچا اسٹڈی کو بھی اب پراپر ٹائم دیا کروں۔'' اس نے ٹیکسٹ میسج کیا۔

''سبھی کی فکر ہے صرف میری ہی فکر نہیں ہے۔'' مصطفیٰ کا میسج آیا تو وہ خاموش ہوگئی اب بھلا جواب میں کیا لکھتی' کتابیں اٹھا کر اس نے سائیڈ پر رکھ دیں نماز وہ پڑھ چکی تھی سو وہ وہیں نیم دراز ہوگئی تھی۔

''ریپلائی تو کرو۔'' اس کی خاموشی پر دوسرا میسج آیا۔

''مجھے ڈسٹرب مت کریں آرام سے اسٹڈی کرنے دیں۔'' مسکرا کر ٹائپ کرتے اس نے سینڈ کیا۔

''او..... ظالم لڑکی..... کیا میں تمہیں ڈسٹرب کررہا ہوں؟'' ناراضی والی اسمائیلز تھیں وہ ہنس دیں۔

''تو اور کیا، دھیان سے پڑھنے ہی نہیں دے رہے۔'' وہ بھی ایک دم بہادر بنی تھی۔

''کبھی اتنے دھیان سے میری جان مجھے پڑھو نا۔'' عجیب سا میسج تھا وہ ایک دم سرخ پڑ گئی وہ کئی ثانیے تک موبائل کی اسکرین پر جگمگاتے لفظوں کو دیکھے گئی تھی۔ میسج ٹون ایک بار پھر بجی تو وہ چونکی۔

''کیا ہوا؟'' یک میسج پھر آ گیا تھا۔

''کیا مجھے پڑھنے کا موڈ نہیں۔'' ساتھ خوب صورت اسمائیلز تھیں۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''آپ تو اتنی دور بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو کیسے پڑھوں؟'' وہ جانتی تھی وہ کیا ٹائپ کررہی ہے لیکن اس وقت اس پر مصطفیٰ کا احساس مکمل طور پر حاوی تھا اس نے میسج سینڈ کردیا۔

''اف..... کیا ڈائیلاگ مارا ہے۔ دل تو کررہا ہے اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں پھر دیکھوں محترمہ شہوار صاحبہ مجھ کیسے پڑھتی ہیں۔'' شہوار کا رنگ ایک دم سرخ انار کی طرح دہکنے لگا تھا کافی دیر تک خاموشی رہی تھی۔

''اچھا بس اب مجھے نیند آ رہی ہے۔'' کچھ سوچتے اس نے ریپلائی کیا۔

''لیکن ابھی تو تم خود ہی کہہ رہی تھیں کہ پڑھ رہی ہو اور میں تمہیں ڈسٹرب کررہا ہوں۔'' جواب فوراً حاضر تھا۔

''لیکن اب نیند آ رہی ہے سونے لگی ہوں آپ بھی سو جائیں اللہ حافظ۔'' اس نے فوراً بات ختم کرنا چاہی۔

ابھی وہ سیدھی ہی ہوئی تھی موبائل بجنے لگا تھا اب کے مصطفیٰ کی کال تھی۔ وہ ایک دم سرخ پڑ گئی تھی۔ لرزتے ہاتھوں سے اس نے کال ریسیو کی اور خاموشی سے موبائل کان سے لگا لیا تھا۔

''شہوار۔'' مصطفیٰ نے پکارا۔

''جی۔'' وہ ایک دم بہت کنفیوژ ہوئی تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

''تم شرما رہی ہو؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ شہوار کو خوامخواہ برا لگنے لگا۔

وہ اتنی دور تھا کون سا قریب تھا جو وہ ایسے ری ایکٹ کررہی تھی کم از کم بات تو کرہی سکتی تھی۔

''نہیں تو۔'' اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

''اچھا میں سمجھا کہ شاید میرے ڈائیلاگز مارنے پر تم شرما رہی ہو، سوچا کال کرلوں علم تو ہو کہ کیسے شرماتی ہو تم، میرے سامنے تو تم ہمیشہ خونخوار بلی کی طرح ری ایکٹ کرتی رہی ہو سوچا یہ شرمانے والا ٹچ بھی نوٹس کروں کیسا لگ رہا ہے۔''

اف یہ مصطفیٰ اور اس کی باتیں وہ حقیقتاً شرمندہ ہوگئی تھی۔

''آپ مجھے تنگ کررہے ہیں۔'' وہ فوراً برا مان گئی۔

''واللہ..... اتنا بڑا الزام..... اتنے دور بیٹھے شوہر پر ایسا الزام لگا رہی ہو اب تو حسرت ہی ہے۔'' مصطفیٰ رات کے اس لمحے اس پرجوش تھا کہ شہوار کی تمام حساسیات یک دم فیل ہوگئی تھیں۔

''اچھا یہ بتاؤ مجھے مس کر رہی ہو؟'' وہ بالکل خاموش تھی اس کی خاموشی فیل کرتے مصطفیٰ نے ٹریک بدلا تھا۔ وہ اور کنفیوژ ہوگئی تھی۔

''نہیں۔'' اس نے خود کو سنبھالتے کہا تھا۔ مصطفیٰ ہنس دیا تھا۔ بڑی جاندار اور کھنکتی ہنسی تھی شہوار کا دل ایک دم بے انتہا شدت سے دھڑکنے لگا تھا۔

''جو جھوٹ بولتا ہے وہ سیدھا جہنم میں جاتا ہے۔ کبھی دل کی بات بھی کہہ دیا کرو۔'' مصطفیٰ نے چھیڑا۔

''میرا دل مکمل طور پر میرے کنٹرول میں ہے مجھے خوامخواہ پزل نہیں کریں۔'' وہ کون سا قریب تھا خود کو سنبھالتے چڑ کر بولی۔

''ذرا یہی ڈائیلاگ دل پر ہاتھ رکھ کر کہو نا۔'' مصطفیٰ کے لب و لہجے میں ایک دم ہزار ہا جذبوں کی گرماہٹ اور نرماہٹ در آئی تھی۔ وہ مکمل طور پر پزل ہوگئی تھی۔

''مصطفیٰ پلیز۔'' وہ ہنس دیا تھا پرجوش زندگی کی حرارت سے بھرپور ہنسی۔ شہوار کا دل جیسے بے قابو ہوگیا تھا۔

''تو پھر کہو نا ڈو یو مس می؟''

''مجھے نیند آرہی ہے، اللہ حافظ۔'' اس نے فوراً کال بند کرنا چاہی تھی۔

''بڑی ظالم ہو خیر واپس آ کر اچھی طرح خبر لوں گا اتنی دور تڑپتے سلگتے شوہر کے لیے دو لفظ بھی بولنے کو تیار نہیں، یار شوہر ہوں تمہارا تمہاری ذات پر پورا اختیار ہے میرا اب ایسی بھی کیا بے گانگی۔'' مصطفیٰ کا انداز ایک دم روٹھا روٹھا سا تھا۔

شہوار کا دل ایک دم بے چین ہوگیا تھا تاہم وہ لب کچلتے خاموش رہی تھی۔

''او کے کل واپسی پر بات ہوگی اپنا خیال رکھنا خوامخواہ کی کوئی بات نہیں سوچنا ٹھیک ہے۔'' اگلے ہی پل مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

وہ پریشان ہوگئی تھی مصطفیٰ کی سنجیدگی اس کے دل میں ایک دم بوجھ بڑھانے لگی تھی۔

''آپ خفا ہوگئے ہیں۔'' اپنی تمام انا کو پس پشت ڈالتے اس نے فوراً پوچھا۔

''تمہیں میری خفگی کی کوئی پروا ہے کیا؟'' سنجیدہ انداز تھا۔ وہ فوراً پریشان ہوگئی۔

''دیکھیں مصطفیٰ ایسے مت کریں آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کس مزاج کی ہوں آپ اس طرح ناراض ہو کر کال بند کریں گے تو میں ساری رات سو نہیں پاؤں گی۔'' وہ لاشعوری طور پر اتنا بڑا اظہار کر گئی تھی کہ دل میں مصطفیٰ کی خفگی کا احساس ایسا شدید تھا کہ اسے خود بھی پتا نہیں چلا تھا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔

''ارے...... پھر کہو ذرا کیا کہا ہے؟'' مصطفیٰ تو ایک دم نہال ہوگیا تھا۔ ''شہوار، کہو نا پھر سے؟'' وہ فوراً بے قرار ہوا تھا پھر پکارا تو شہوار چونکی تھی۔ شہوار کو ایک دم احساس ہوا تھا وہ کیا کہہ گئی ہے۔

''مجھے نہیں پتا اب مجھ سے بات نہیں کیجیے گا۔'' وہ ایک دم خود سے بھی خفا ہوگئی تھی فوراً کال بند کر دی تھی اتنی شرمندگی فیل ہونے لگی تھی اسے اب خود پر غصہ آرہا تھا نجانے مصطفیٰ نے کیا سوچا ہوگا۔ اگلے ہی پل مصطفیٰ کا میسج آ گیا تھا۔

''تھینک یو سو مچ سویٹ ہارٹ......لو یو......!'' ساتھ اسمائیلو تھیں خوب صورت بھرپور وہ اور سرخ ہوگئی تھی پھر میسج آیا تھا۔

''ہیو یو سوئٹ ڈریمز، مس یو۔'' وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس کے اس اظہار پر مصطفیٰ کس قدر خوش ہوا ہوگا مصطفیٰ کا سوچتے اس کے لبوں پر مسکراہٹ سمٹ آئی تھی۔

❖❖……○○……❖❖

وہ موبائل کان سے لگائے سن رہی تھی۔

"ہیلو! کون……!" نسوانی آواز پر وہ سنبھلی تھی۔

"کاشفہ بول رہی ہیں؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں…… لیکن تم کون؟"

"انا بات کررہی ہوں، ولید ضیا احمد کی کزن۔"

"او…… " دوسری طرف فوراً پہچان لیا گیا تھا۔

"ولید اور میری شادی کی بات چل رہی ہے لیکن اس سے پہلے میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتی ہوں تم نے اس دن پھولوں کی دکان پر جو کچھ کہا وہ کس حد تک سچ ہے۔" انا کا انداز سنجیدہ تھا۔

"ولید سے پوچھو۔ وہ بتائے گا ہمارے درمیان کیا کچھ تھا۔" دوسری طرف کے جواب نے انا کو ساکت کردیا تھا۔

"کیا کچھ تھا؟"

"ایک لڑکی کسی لڑکے کے لیے جان سے ہاتھ دھونے کی کوشش کیوں کرتی ہے۔" سلگتا انداز تھا۔ انا کو لگا اس کے جسم سے، جیسے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

"مجھے یہ بتاؤ ولید بھی تم سے محبت کرتا تھا یا نہیں۔" اسے اپنی آواز کسی گہرے کنوئیں سے آتی محسوس ہورہی تھی۔

"تمہارے درمیان میں آنے سے پہلے تک مجھے بھی یہی یقین تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔" الفاظ ایسے تھے کہ انا ایک دم بستر پر گرگئی تھی۔

"وہ اب تمہاری وجہ سے مجھے رد کررہا ہے لیکن اب میں کسی بھی صورت اسے نہیں چھوڑوں گی۔ بہت فیئر ہوکر ولید کی طرف بڑھی تھی اس کی خاطر میں اپنی فیملی اپنی سوسائٹی اپنا سرکل سب کچھ چھوڑنے کو تیار تھی اور اس نے مجھے چیٹ کیا۔ میں کئی بار اس کی طرف گئی۔ اس کے سامنے گڑگڑائی جب تم جیسی لڑکی متبادل مل رہی ہو تو پھر کون ماضی کی غلطیوں کو یاد رکھتا ہے۔" وہ بے انتہا نفرت سے کہہ رہی تھی۔

"ولید کو کہہ دینا اب اس کے برے دن شروع ہوچکے ہیں۔ میرے ساتھ دھوکہ کرکے اچھا نہیں کیا۔ کاشفہ لوگوں کے دلوں سے کھیلتی تھی لیکن کوئی اس کے دل سے کھیل جائے اور وہ چپ چاپ سہہ لے ایسا نہیں ہوگا۔ اب وہ بھی انجام کے لیے تیار رہے، ایک ایک کرکے اس کے سب رشتے اس سے چھینوں گی تم بھی دیکھنا اور وہ بھی دیکھے گا۔" نفرت و تنفر سے وہ کہہ رہی تھی ادھر کال بند ہوگئی تھی۔ انا کو لگا جیسے اس کا وجود بالکل ساکت ہوگیا ہے۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

عشق بے درد
انعم خان

ساقی کی اک صدا کے افسانے بن گئے
کچھ پھول ٹوٹ کر مرے پیمانے بن گئے
کاٹی جہاں تصورِ جاناں میں ایک شب
کہتے ہیں لوگ اس جگہ بت خانے بن گئے

''محبت نام اس ادھوری کہانی کا ہے جو انسان کے جیون میں، گویا لکھ دی جاتی ہے، جس کا آغاز تو کبھی کبھار بناء شور شرابہ کے ہو جاتا ہے مگر جوں ہی وہ کہانی آگے بڑھتی ہے اس کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے پھر افسانوں کی باتوں پر حقیقت اپنا آپ ظاہر کرنا شروع کرتی ہے تب اندر باہر کے موسم بدلتے ہیں۔ خوابوں کی دنیا خود بخود بکھر جاتی ہے کہ محبت کی کہانی اپنی نہج سے پہلے ہی کسی نہ کسی حادثے کے زیر اثر آئے اپنے مسافر کو ہجر کے کربناک سمندر کی بے رحم موجوں کے حوالے کر دیتی ہے اور یوں ہر بار بار بار محبت کی کہانی ادھوری رہ جاتی ہے......!'' نہایت نرم مگر یاسیت بھرا لہجہ ایک پل میں اس کی کیفیت اس کے اندر کا حال بیان کر گیا تھا جس سے برسوں پرانے زخم گویا پھر سے تازہ ہوئے تھے۔

''ہر بار...... بار بار......'' جبکہ علی اس کے دل میں اٹھتے طوفانوں کی اصلیت سے ناواقف محض اتنا ہی بولا بلکہ اس کے الفاظ کو حیرت سے دہرانے لگا تو یک دم آرش عباس بیگ نے اس کی طرف دیکھا پھر دل کی بدلتی مچلتی کیفیت کو یکسر نظر انداز کر کے مسکرایا۔

''آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟'' علی نے عجب نظروں سے اسے دیکھا۔

''یہ ہنسنے والی ہی تو بات ہے۔''

''مطلب......؟''

''کچھ نہیں...... تم نہیں سمجھو گے ابھی نادان ہو محبت کی تکلیف دہ باریکیوں سے انجان ہو اور میری دعا ہے کہ تم ان چکروں سے دور رہو ہمیشہ...... ورنہ میری طرح خبطی بن جاؤ گے۔'' وہ ٹالنے لگا۔ ساتھ ہی بڑی خوب صورتی سے بات بدلنی چاہی مگر علی کوئی اور بات کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

''آپ نے بہت دیر لگا دی دعا دینے میں۔'' پھر گویا ناقابل یقین انکشاف کر گیا۔

''مطلب......؟'' جس پر آرش چونکا۔

''مجھے محبت ہو گئی ہے۔'' مختصراً بتایا۔

''کس سے......؟'' وہ بے یقینی سے پوچھنے لگا۔

''اسے جانتا نہیں ہوں میں۔'' وہ بتانے لگا' لہجے میں خود بخود شیری سی گھل گئی تھی جسے آرش نے محسوس کرتے ہوئے بھی نظر انداز کیا۔

''کیا......؟'' اور متعجب نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ''پھر کیسی محبت......؟''

''شاید سچی محبت۔'' علی نے محض اتنا کہا۔

''تم ابھی سے پاگلوں والی بات کر رہے ہو۔''

''ابھی سے......'' علی حد درجہ چونکا۔

''ہاں...... مت سوچو محبت کے بارے میں' یہ سوائے روگ کے کچھ نہیں دیتی۔ ہر بار بار بار ہم جیسے اس محبت کے ہاتھوں تڑپتے ہیں۔ بہت ظالم چیز ہے یہ محبت' برباد کر دیتی ہے سب کچھ۔'' آرش یک دم جذباتی ہوا۔ علی نے قدرے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

''میں کیسے یقین کر لوں کہ محبت اس قدر ظالم ہوتی ہے؟'' پھر جان بوجھ کر سوال کیا اور اپنی بات جاری رکھی۔

''سب کے لیے تو یہ کبھی روگ ثابت نہیں ہوئی' کسی کو ہر

بار بار برباد نہیں کرتی پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ میں نے بھی محبت کی اور اس سے کی ہے جسے میں جانتا تک نہیں ہوں پھر بھی اس کا احساس میرے دل کو شانت کیے ہوئے ہے میں مان ہی نہیں سکتا کہ محبت ظالم ہوتی ہے۔" علی نے اچھا خاصا لیکچر دے ڈالا مقصد اس کے مخالف جانا ہرگز نہ تھا بلکہ اس کے اندر چھپے راز کو جاننا اسے کرب سے نکالنا تھا جسے کئی برسوں سے وہ خود پر حاوی کیے تڑپ رہا تھا مگر ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ بڑی مہارت سے دل کی تڑپ سہہ لیتا۔ آج بھی وہ اندر سے بے قرار تو ضرور ہوا تھا مگر علی کی جذباتی باتوں کے زیر اثر بالکل نہ آیا۔

"دیکھو علی! ابھی تمہاری ابتدا ہے انتہا کو تم جان ہی نہیں سکتے اور شاید تم ٹھیک کہتے ہو کہ ہر کوئی عشق کی آگ میں نہیں جلتا لیکن ہر کوئی عشق کے کسی نہ کسی موڑ پر بے بس ضرور ہوتا ہے پھر اس بے بسی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی نظروں میں گر جاتا ہے فنا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے ہی محبوب کا مجرم قاتل بن جاتا ہے۔" آخر میں اس کا لہجہ کپکپاہٹ کا شکار ہوا تھا علی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ شاید ضبط کی حدوں سے گزرتا اپنی بے بسی کا اظہار کر گیا تھا۔ ایسی بسی جو اس کی زندگی کا بدصورت کربناک حادثہ بن کر رہ گئی تھی۔

"محض محبت کے نام پر۔" توقف کے بعد وہ ٹوٹتے لہجے میں بڑبڑایا۔ "نفرت ہے مجھے محبت کے نام سے...... شدید نفرت۔"

"پر کیوں...... کوئی تو وجہ ہوگی۔" علی نے نہایت یاسیت و تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"یہ نا وجہ...... یہ محبت ہی تو وجہ ہے اسی کے ہاتھوں جان جاتی ہے بے چینی بڑھتی ہے۔ میری نفرت کی وجہ ہے محبت میرے محبوب کی موت کی وجہ ہے یہی محبت...... اسی کے ہاتھوں میں نے اسے کھویا جو مجھے میری زندگی سے بڑھ کر تھی۔ جس کے بعد میں مجبور ہو کر رہ گیا ہوں سکون سے جی سکتا ہوں نہ حرام موت مر سکتا ہوں ایسی ہے یہ محبت...... مت پڑو اس کے چکروں میں ورنہ خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔" وہ ہذیانی انداز میں گویا چلایا اور اپنی کہہ کر مزید وہاں نہ رکا باہر نکل گیا۔

علی آج نئے سرے سے اس کی ذات میں الجھا سوچوں میں ہلچل سی مچی ایک ہی پرانا سوال ذہن میں گردش کرتا اسے سوچنے پر مجبور کر گیا۔

"اتنی نفرت محبت کے نام سے کیوں ہے آرش عباس بیگ کو؟" وہ محض سوچ کر رہ جاتا کہ اپنے اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا پر اسے جواب چاہیے تھا۔

آرش عباس بیگ اپنی حالت کیفیت تڑپ کرب عشق کی تشنگی روح کی بے قراری ضمیر کی عدالت میں پچھتاوے اور محبوب سے جدائی کا ذمہ دار محبت کو سمجھتا تھا۔ اسی سے وہ خود کو مزید اذیت دیتا۔ اپنے خالی ہاتھوں میں نظر آتے خون سے اپنے مجرم ہونے کا تصور کرتا مگر آج تک اس نے اپنے ساتھ ہونے والے حادثے کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا جس کے رونما ہونے کے بعد وہ خود سے ہر ایک سے بیگانہ ہو گیا تھا۔

علی کی ملاقات تین سال قبل آرش سے ہوئی اور تب سے اب تک روزانہ ہوتی کبھی کبھار دونوں سارا سارا دن ساتھ رہتے۔ آرش علی کے اصرار پر اس سے ملتا اور علی پہلی ملاقات کے بعد سے اس کی ذات میں ایسا الجھا کہ پھر نکل نہ سکا۔ آرش کو لے کر اسے بہت تجسس تھا وہ اس کی آنکھوں میں چھائی ویرانی چہرے پر بکھری الجھنوں اور اکتاہٹ لب و لہجے میں اپنی ذات کے لیے بے زاری سے چونکا تھا۔ اس کی وجہ جاننا چاہتا تھا مگر آج تک وہ اس سب کی وجہ جاننے کی کوشش میں محض ایک بات کا اندازہ لگا پایا جس کا اکثر اوقات آرش عباس بھی تذکرہ کرتا اور وہ محبت تھی۔

آرش عباس بیگ کے دل میں محبت کے لیے بہت تلخی موجود تھی جس کے لیے علی بہت متفکر سا رہتا اور اب جبکہ علی خود محبت کا مسافر بن چکا تھا آرش کے دل میں موجود نفرت کی بابت اور اس حادثے کے متعلق جاننے کے لیے دن رات ایک کرتا اپنی آئندہ زندگی کا فیصلہ کرنے سے

پہلے تو ہر حال میں جاننا چاہ رہا تھا کہ کہیں کوئی حادثہ اس کے ساتھ بھی نہ ہوجائے۔

بہرحال آج کا دن بھی ایک ہی کشمکش میں ناکام گزرا۔

❁......❁......❁
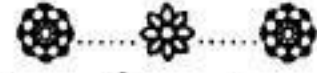
کوئی بھی چوٹ دل و دماغ پر اس وقت بُری طرح اثر انداز ہوتی ہے جب احساس میں شدت ہو جذبوں میں انتہا اور تشنگی کے خیال سے روح میں بے قراری کی لہر دوڑ رہی ہو۔ ورنہ ان سب کے بغیر دل صرف دھڑکتا ہے' سانسیں چلتی ہیں مگر صرف زندہ رہنے کے لیے اور آنکھیں خواب بننے لگتی ہیں اگر کوئی فسوں خیز لمحہ اندر کی دنیا بدل دیتا ہے اور بعض آنکھیں جو کبھی کسی حسین احساس کو محسوس کر کے نہیں چمکتیں وہ ہمیشہ سپاٹ رہتی ہیں بالکل اجاڑ' ویران اور بے نور سی...... مگر آرش عباس بیگ کی آنکھیں تمام رنگوں سے رنگنے کے بعد' خواب بنتے بنتے یک دم اپنی روش بدل گئیں' اپنی چمک کھو کر ایسی اجڑیں کہ اب بہ ہر وقت متورم سی جلتی رہتیں مگر اسے ذرہ برابر بھی پروا نہ تھی۔ علی کو وہیں چھوڑ کر وہ باہر نکل آیا تھا کہ اندر چلتے طوفان شدت اختیار کرنے لگے تھے' وحشتیں بڑھنے لگی تھیں' ملال اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا طویل لمبی سڑک پر اٹھتے چھوٹے چھوٹے قدم غیر ارادی طور پر تھے۔ اسے لگا جیسے وہ کانٹوں سے گزر رہا ہو' تپتے انگارے اس کی راہ میں حائل ہو یک دم وہ کراہ اٹھا۔

''کتنا بدنصیب ہوں میں...... کاش اسوہ تم نے مجھے معاف کردیا ہوتا۔'' زیرلب بڑبڑاتا انداز ولہجہ بے حد نادم و پچھتاوؤں میں گھرا تھا۔ وہ چلتے چلتے رک گیا پھر وہیں فٹ پاتھ پر بیٹھنے لگا۔

''میں نے تم سے سچا عشق کیا تھا مگر میری بدنصیبی کہ میری وحشت، میرا سچا عشق تمہیں نگل گیا...... میں مجرم ہوں تمہارا' واپس آؤ' مجھے میرے کیے کی سزا دو یا ایک بار صرف ایک بار کہہ دو کہ تم نے مجھے معاف کردیا پھر میں ہر اذیت سے اس سسکتی زندگی سے نجات پا کر خود فنا ہوجاؤں گا...... پلیز معاف کردو مجھے۔'' ندامت و شرمندگی سے چُور نگاہیں عرش پر ٹکائے وہ بالکل دیوانہ پاگل لگ رہا تھا' لجاجت بھری گزارش کرتا اس کا دل اسے پُرملول' غم زدہ کیے جا رہا تھا۔ اعتراف جرم سے بھی جس میں کمی نہ آئی تھی آنکھوں میں نمکین پانی جمع کیے وہ مسلسل اسوہ سے ہم کلام تھا۔

مگر افسوس...... وہ آرش عباس بیگ کی دسترس سے دور، بہت دور تھی۔

❁......❁......❁
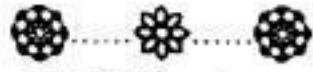
علی نے بریک پر پاؤں رکھا' گاڑی بڑے آرام سے ایک جگہ رکی اس نے رسٹ واچ پر نظر دوڑائی تو خاموش لب ہولے سے مسکرا دیئے۔ وہ آنے ہی والی تھی جسے روزانہ علی اسی جگہ کھڑے ہو کر بس دور سے دیکھتا۔ اپنے دل کو تسکین پہنچاتا البتہ کبھی اس کے قریب جانے کی سوچتا بھی نہ جو پچھلے کئی ہفتوں سے اس کے دل کے سکون میں ہلچل مچائے محبت کی خوشبو بکھیر رہی تھی اور یہ محبت یک طرفہ تھی۔

وہ لڑکی جس سے علی محبت کرنے لگا تھا اسے جانتا تک نہ تھا' نہ اس کا نام نہ پتا...... وہ روزانہ صبح آٹھ بجے وہاں سے گزرتی' علی ہمیشہ اسے دیکھنے کے ساتھ اس کے متعلق سوچتا' جانے وہ کس اسکول کالج میں پڑھتی تھی یا پڑھاتی تھی۔ صبح کی ٹائمنگ تو وہ جانتا تھا مگر وہ لڑکی واپس کس وقت آتی تھی اس کا علم علی کو نہیں تھا نہ اس متعلق کسی سے پوچھ سکتا تھا' علی کی خود کی جاب ٹائمنگ صبح نو سے شام چار بجے تک تھی سو کبھی ایسا کوئی موقع ہی نہ ملا جس سے علم ہو سکے وہ پوری طرح محو انتظار تھا۔

نظر بار بار رسٹ واچ پر ڈالتا' تقریباً پندرہ بیس منٹ معمول سے اوپر ہوچکے تھے مگر اس لڑکی کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا وہ متفکر سا گاڑی سے باہر نکلا' اردگرد کھوجتی نظریں دوڑانے لگا جبھی ہواؤں نے رخ بدلا وہ یک دم واپس گاڑی میں آ بیٹھا۔ وہ آ رہی تھی' برقعہ پہنے' کندھے سے بیگ لٹکائے' ایک ہاتھ سے چند کتابیں سنبھالے اور

دوسرے سے نقاب سنبھالے کالی گھنگھور پلکوں سے مزین خوب صورت آنکھیں جھکائے۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اب موڑ کاٹ کے گاڑی کی سمت بڑھی‘ علی نے فوراً سے پہلے نگاہوں کا زاویہ بدلا کہ کہیں اسے شک نہ ہوجائے۔ لڑکی بناء اسے دیکھے گاڑی کے قریب سے ہوتی گزر گئی‘ علی یک دم سیدھا ہوا‘ گردن گھما کر پیچھے دیکھا جبکہ اگلے چند سیکنڈ میں ہی وہ منظر سے اوجھل ہوچکی تھی۔

”کیا میں کبھی اپنی کیفیت کا اظہار کرسکوں گا؟“ علی اس کے جانے کے بعد خود سے ہم کلام ہوا‘ ساتھ ہی گاڑی اسٹارٹ کی۔

”پرائے دل..... میرا وعدہ ہے تجھ سے‘ یہ لڑکی تیری بے قراری نہ بڑھائے گی‘ تیرے جذبوں کو ضرور امر کرے گی۔“ پھر گویا خود کو تسلی دیتا دھیرے سے مسکرانے لگا۔

❁.....❁.....❁

اگلی صبح بادلوں نے سورج کو نکلنے‘ چمکنے کا موقع ہی نہ دیا اور خود آسمان کی وسعتوں میں گویا پھیل سے گئے اور ساتھ میں ہوا کو بھی شامل کرلیا۔ سو بدلتے موسم میں دونوں کے گٹھ جوڑ سے خوش گوار تبدیلی رونما ہوئی‘ تھوڑی بہت سردی کا احساس بھی جاگنے لگا‘ کچھ ہی دیر میں بارش ہونے کی قوی امید تھی۔

آرش عباس بیگ نے کھڑکی کے پٹ وا کیے تو ہوا کا ایک خوش نما سا جھونکا چہرے سے ٹکرا کر فضا میں بکھرا۔ وہ بناء کوئی تاثر ظاہر کیے‘ خالی نظروں سے باہر دیکھنے لگا جہاں اکا دکا افراد بارش کی آمد سے قبل اپنی منزل تک پہنچنے کی جستجو میں تھے۔ وہ خالی نظروں کے ساتھ خالی الذہن بھی تھا جبھی بادل زور سے گرجے تو اس نے نہایت ناگواری سے بھنویں سکیڑ کر انہیں گھورنا چاہا مگر اسی اثناء میں کوئی اور اسے اپنی طرف متوجہ کر گیا۔

”آرش عباس بیگ..... نفرت کرتی ہوں میں تم سے‘ تمہاری اس غلیظ حرکت نے میرے دل میں تمہارے لیے زہر بھر دیا ہے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی‘ کبھی بھی نہیں..... اپنے کیے پر تمہیں پچھتانا پڑے گا‘ مجھے جیتے جی مار دیا تم نے..... میں تو ابھی اسی وقت مرجاؤں گی‘ مگر تم چاہ کر بھی نہیں مرسکتے۔ میں قیامت کے دن خدا کے سامنے تم سے پوچھوں گی کہ آخر میں ہی کیوں؟ تمہیں

صدف زہرا حسنین

ڈیئر قارئین اور آنچل اسٹاف السلام علیکم! میرا نام صدف زہرا حسنین ہے 16 اکتوبر کو شہر راولپنڈی میں جلوہ افروز ہوکر اس کی رنگینوں میں مزید اضافہ کیا (آہم)۔ اس لحاظ سے میرا اسٹار لبرا ہے اب گھر والوں کا ذکر کروں‘ ہم دو بہنیں اور پانچ بھائی ہیں۔ میں سب سے بڑی ہوں اور عارفہ سب سے چھوٹی ہے۔ میں بی ایڈ کررہی ہوں اور عارفہ ابھی Prep II میں ہے۔ میرے بھائی نجابت‘ انوار‘ توصیف‘ ظفر اور بختیار سب مل کر ہم دونوں بہنوں کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ میں امی ابو سے بہت پیار کرتی ہوں لیکن اظہار نہیں کرتی۔ لباس میں مجھے لانگ شرٹ‘ ٹراؤزر اور فراک پسند ہے۔ رنگوں میں سرخ بہت متاثر کرتا ہے۔ کھانوں میں بریانی‘ مچھلی اور بھنڈیاں بہت پسند ہیں۔ کھیلوں میں کرکٹ پسند ہے اور جب پاکستان کا میچ ہوتا ہے تب دیکھتی ہوں‘ کرکٹر میں مصباح الحق فیورٹ ہے۔ اداکاروں میں شاہ رخ خان‘ فیصل قریشی‘ سمیع خان اور لڑکیوں میں کاجل‘ صبا قمر‘ سجل عائزہ خان فیورٹ ہیں۔ بارش بہت پسند ہے‘ بارش میں بھیگنا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ بہت حساس ہوں‘ خوبیوں میں انصاف پسند ہوں اور اچھی راز دار ہوں۔ پاکستان اور آرمی سے بہت محبت ہے۔ دوستوں میں شبانہ‘ طاہرہ بیسٹ فرینڈز ہیں‘ مس یو فرینڈز۔ پسندیدہ رائٹرز میں نازیہ کنول‘ سمیرا شریف‘ اقراء صغیر احمد‘ نمرہ احمد اور بھی بہت سی ہیں۔ ناولز میں ”پتھروں کی پلکوں پر“ اور ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ بیسٹ ہیں۔ میری ساری کزنز میری دوستیں ہیں‘ مس یو آل۔ آخر میں آنچل کی ترقی کیلئے دعائیں‘ ہمیشہ اپنے والدین کی ہر بات مانو انہیں دکھ نہ دینا پھر دیکھنا تمہاری زندگی کتنی حسین ہوجائے گی‘ اللہ حافظ۔

تمہارے جرم کی سزا دونوں جہانوں میں ملے گی۔ میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی‘ تم ہرگز معافی کے قابل نہیں ہو......“ یہ بازگشت‘ مقابل کا لہجہ‘ نفرت‘ تلخ انداز اپنے کانوں میں پڑتے ہی وہ اندر تک لرز اٹھا۔ گھبرا کر یہاں وہاں دیکھا مگر وہ خود موجود نہیں تھی ہمیشہ کی طرح آرش کا تعاقب کرتی یہ صرف آواز تھی۔

اسوہ کے آخری الفاظ...... تڑپا دینے والے الفاظ تھے۔ جن کے زیر اثر وہ پچھلے چار سالوں سے بے قرار سا اذیت کاٹ رہا تھا۔ اسوہ کے کہنے کے عین کے مطابق پچھتا رہا تھا اس جہاں میں اپنے جرم کی سزا پا رہا تھا۔ دوسرے جہاں جانے کا شدت سے انتظار کر رہا تھا‘ جہاں اسوہ سے اس کی ملاقات مقصود تھی مگر اسوہ نے سچ کہا تھا وہ اب چاہ کر بھی مر نہیں پائے گا یا شاید ابھی اس جہاں میں اس کی سزا پوری نہیں ہوئی تھی۔

”قیامت کے دن تمہارے سامنے میں بھی خدا سے پوچھوں گا کہ آخر میں ہی کیوں محبت کے ہاتھوں تمہارا مجرم بنا۔“ آرش کو لگا جیسے ذہن و دل پر منوں بوجھ آن گرا ہو۔ اس کی آنکھیں خود بخود بھر آئیں تو سر اٹھائے فلک پر نظریں گاڑھے خبطی دیوانوں کی طرح اسے کھوجنے لگا جو یہاں تھی ہی نہیں جو آرش کی دسترس میں ہی نہیں تھی۔

”ہجر کی ایسی آگ میرے دل میں جل رہی ہے اسوہ کہ اگر تم یہاں ہوتیں تو مجھے پچھتاؤں میں گرا دیکھ کر میری حالت زار پر ترس کھا کر ضرور معاف کر دیتیں مگر افسوس تم یہاں نہیں ہو...... کاش تم یہاں ہوتیں اور میں کسی بدصورت حادثے کا شکار ہو جاتا مگر تمہاری موت کا سبب نہ بنتا‘ تمہاری جگہ میں مر جاتا۔“ آرش اس سے مخاطب اس کے لیے رو دیا‘ ایک مرد ہو کر اپنی بے بسی پر رو دیا‘ اسوہ کی جوان اور اپنی وحشت سے سرزد حادثاتی موت پر رو دیا مگر افسوس اب اس رونے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ اپنے خالی ہاتھوں کو پُرملول تاسف بھری یاسیت زدہ نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

❁......❁......❁

موسم بے حد خوب صورت تھا‘ ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی‘ علی نے گاڑی اپنی مخصوص جگہ پر روکی اور گاڑی کے اندر ہی بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اس احساس کو محسوس کرتے ہوئے کہ اب اس کی چاہتوں و شدتوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ وہ ایک ایک لمحہ اس لڑکی کو سوچتا‘ اس کی تمنا کرتا‘ اس کا ساتھ چاہتا حتیٰ کہ وہ اپنی کیفیت سے حد درجہ بے قرار سا رہنے لگا تھا مگر اس بے قراری سے وہ ہرگز بھی تنگ نہ تھا۔ وہ اپنے محبوب کا ادھورا سا دیدار کرتا‘ محض اس کی جھکی آنکھوں کو دیکھتا تو یک دم پرسکون ہو جاتا ایسے کہ جیسے وہ جھکی آنکھیں زندگی کی پیامبر ہوں۔

لمحہ بھر میں وہ لڑکی خود کو برقعہ میں چھپائے پلکیں جھکائے اردگرد سے بالکل بے خبر اس کے قریب سے گزر جاتی مگر محض وہ ایک لمحہ ہی علی کے لیے جینے کی وجہ بن جاتا‘ جسے سارا دن سوچ کر وہ مسکراتا رہتا‘ مگر پچھلے کئی دنوں سے اس کی اندرونی کیفیت بدلنے سی لگی تھی۔

”کیوں......؟“ وجہ اسے معلوم نہیں تھی اور آج تو اس کی پریشانی و دیوانگی بھی بڑھی ہوئی تھی پورا ایک گھنٹہ گزرنے کے باوجود بھی اس کا انتظار‘ انتظار ہی رہا وہ نہ آئی جسے علی کے لیے آنا چاہیے تھا بار بار رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتا وہ بے تابی سے اردگرد دیکھتا رہا مگر بے کار...... آٹھ سے نو ہو چکے تھے‘ اس لڑکی کی کوئی خبر کوئی نشان نہ تھا۔

علی مایوس سا سر جھٹکتا گاڑی میں آ بیٹھا‘ آفس کے لیے بھی دیر ہو رہی تھی سو بادل نخواستہ گاڑی اسٹارٹ کی اور آفس کی طرف بڑھ گیا۔

❁......❁......❁

”آج سارا دن میں بے سکون رہا‘ میری آنکھیں بے چین رہیں‘ ذہن و دل بُری طرح الجھے رہے کیوں...... کیا اس لیے کہ آج میں محض اس انجان لڑکی کی آنکھیں نہ دیکھ سکا اگر ایسا ہے تو میرا آگے کیا بنے گا؟ ایسی حالت میں تو میں جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ شام کو علی سیدھا آرش کے پاس آیا‘ اپنی کیفیت بیان کی۔

''اسی لیے کہتا ہوں کہ مت پڑو ان چکروں میں۔''
جبکہ آرش جواباً اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا البتہ علی کی بے چینی ایک لمحے کو اسے اس کے ماضی میں لے گئی تھی جب وہ بھی کچھ ایسا ہی بے تاب سا تھا۔ بالکل یوں ہی اسوہ کے نظر نہ آنے پر بے چین سا الجھا ہوا اپنے دوست کو بتا رہا تھا۔
''یار میں تو مر جاؤں گا اسوہ کو دیکھے بغیر۔''
''نہ کر یار آرش! ایسا کیا ہے اس میں؟'' اس کے دوست فیضان نے بات ہنسی مذاق میں اڑائی۔
''میں نہیں جانتا پر اس کی آنکھیں میرے دل پر جادو سا کر گئی ہیں' نجانے اس کی آنکھوں میں کیسا طلسم ہے جو میرے دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔'' آرش جذباتی سا ہوا۔
''جادو...... کہیں وہ جادوگرنی نہ ہو۔'' جبکہ فیضان غیر سنجیدہ تھا۔
''بی سیریس فیضی......'' آرش خفا ہوا۔
''سوری یار! اگر وہ نہیں آئی تو میں کیا کروں البتہ تم انتظار کر سکتے ہو کل کا اور ایک بات مزید اگر سکون چاہتے ہو تو کوشش کرنا کہ تمہارا جادو بھی اس پر چل جائے۔''
فیضان کی بازگشت کانوں میں گونجی تو وہ سر جھٹک کر سیدھا ہوا اور علی کو دیکھا جو اس کا ماضی دہرا رہا تھا' دونوں کی محبت کی ابتدا بھی آنکھوں سے ہوئی تھی مگر وہ فیضان نہیں تھا جو علی کی کیفیت کا مذاق اڑاتا یا غلط سلط رائے دیتا۔
''نہیں یہ ممکن نہیں ہے آرش! اب تو میری زندگی کی ضمانت بن چکی ہیں اس کی آنکھیں۔'' علی کہنے لگا۔
''بات ابھی تک صرف آنکھوں تک ہے۔'' وہ پوچھنے لگا۔
''مطلب؟'' وہ حیران ہوا۔
''تم نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا؟''
''نہیں...... وہ برقعہ پہنتی ہے' پردے میں ہوتی ہے صرف اس کی جھکی آنکھیں......'' علی تھوڑا سا جھجک کر بولا' بات ادھوری چھوڑی۔
''اُف خدایا......'' آرش نے سرعت سے رخ دوسری طرف کیا دو قدم آگے چل کر کھڑکی کے پاس جا رکا' چہرہ خود بخود عرش کی طرف اٹھا تھا۔
''جھکی آنکھیں...... برقع...... پردہ...... سب وہی...... علی کی کیفیت میرا ماضی......'' وہ دل ہی دل میں بولا۔ دماغ گھومنے لگا' نسیں پھٹنے لگیں۔
''مگر پچھلے کئی دنوں سے میں الجھ سا گیا ہوں۔'' جبھی علی نے اس کی محویت کو توڑا' آرش نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر وہ بولا۔
''میرے دل کی کیفیت عجیب سی ہو رہی ہے' پتا نہیں کیوں' پر اب دل چاہتا ہے کہ اس سے بات کروں' اسے جانوں...... اس کی آواز کیسی ہے' وہ خود کیسی ہے؟'' علی کا لب و لہجہ احساس شدت سے مزید اس کی دیوانگی ظاہر کر رہا تھا۔
جبکہ آرش اس کی ایک ایک بات پر ہر ہر لحہ متعجب سا چاہتے ہوئے بھی اپنے ماضی میں کچھ ایسی ہی شدت کی جھلک دیکھنے پر مجبور سا ہوتا جا رہا تھا' علی کی باتیں' شدت کیفیت اسے اپنا آپ دہراتی نظر آ رہی تھیں۔
''نہیں علی! ایسا مت کرنا' خود کو روک لو' ابھی سے جذبات پر قابو کر لو ورنہ...... کچھ اچھا نہیں ہوگا۔'' جب ہی اسے باور کروایا۔
''کیا اچھا نہیں ہوگا؟'' علی کچھ نہ سمجھا۔
''اگر یونہی دل کی بات مانتے رہے تو خالی ہاتھ رہ جاؤ گے میری طرح دل کی کبھی مت سننا۔ دماغ سے کام لو' سزا جھیلنا آسان نہیں ہوتا' پچھتاوے جان لے لیتے ہیں۔'' وہ الجھ کے بولا۔
''کیسی سزا...... کیسے پچھتاوے......؟'' وہ حیران ہوا۔
''مت پوچھو مجھ سے ایسے سوال' میں تمہیں نہیں سمجھا سکتا پلیز میرے سامنے ایسی باتیں مت کیا کرو' تکلیف ہوتی ہے' مجھے۔ دل دکھتا ہے میرا پلیز......'' جواباً آرش خلاف توقع چلایا' علی حیران سا رہ گیا' ساتھ ہی شرمندگی سے بولا۔
''سوری آرش ویری سوری...... میں مزید کچھ نہیں

پوچھتا'' آئی ایم سوری.....''

''اٹس اوکے۔'' وہ یک دم سنبھل کر بولا۔ ''چائے لو گے؟''

''نہیں اب چلوں گا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''او کے' کل آؤ گے؟'' آرش نے استفسار کیا۔

''ہاں آنے کی پوری کوشش کروں گا' اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ.....'' الوداعی کلمات کے بعد علی چلا گیا جبکہ آرش عباس بیگ کافی دیر تک الجھا رہا' اپنی ذات سے ہٹ کر آج علی کے متعلق سوچتا رہا کیونکہ علی کا حال اسے اس کے ماضی کا آئینہ دکھاتا اور کم از کم جسے سوچنا یا برداشت کرنا اس کے لیے کسی اذیت سے کم نہ تھا کافی دیر بعد وہ جھنجلا کر سیدھا ہوا اور سر جھٹک کر گویا کسی بھی سوچ یا خیالات سے فرار پانے کی سعی کرنے لگا۔

❁.....❁.....❁
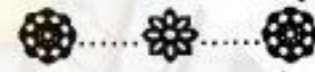
یادِ ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

''یار تو اس قدر پاگل ہوسکتا ہے' مجھے اندازہ نہیں تھا۔'' فیضان نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

''پلیز یار فیضان!'' وہ بے بسی سے اسے ٹوکنے لگا' ساتھ ہی ارد گرد دیکھا دونوں یونیورسٹی کے لان میں ایک کونا سنبھالے ہوئے تھے۔

''پہلے خود کو دیکھو' کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے اپنی۔''

''مجھے کیا ہوا؟'' آرش الٹا حیران ہوا۔

''چہرہ کیوں اجاڑ رکھا ہے تم نے' شیو بھی بڑھی ہوئی ہے آنکھیں بھی ویران اداس سی ہیں' کیوں آخر؟''

''ایک ہفتے سے میں نے اسوہ کو نہیں دیکھا' جانے کیوں وہ یونیورسٹی بھی نہیں آرہی۔ میرے دل میں عجیب وسوسے پل رہے ہیں۔'' فیضان اس کا بیسٹ فرینڈ تھا سو کبھی کچھ نہ چھپاتا' بے چارگی سے بتانے لگا جبھی فیضان محظوظ ہوکر یک مرتبہ پھر ہنسا۔

''تو یوں کہو کہ اس جادو گرنی کا جادو تمہیں بے سکون کیے ہوئے ہے۔''

''پلیز فیضان!'' آرش کو اس کا انداز پسند نہ آیا' سختی سے بولا۔

''سچ میں یار! عشق دماغ کا خلل ہے' وہ لڑکی جسے تم نے ٹھیک سے دیکھا نہیں جسے تم جانتے نہیں ابھی پہلے ہی قدم پر تمہیں امتحان میں ڈال گئی ہے آگے کیا بنے گا تمہارا یا یوں کرو جاکر کہہ دو اس سے' بتادو اپنے دل کا حال۔'' فیضان نے ہنسی مذاق میں بات ہی ختم کردی۔

''نہیں یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔'' جبکہ آرش ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

''پھر سوچنا چھوڑ دو اسے۔''

''یہ ممکن نہیں ہے۔'' وہ سرعت سے بولا کہ دل کو ایسی بات سننا تک گوارہ نہ تھی۔

''وہ میرے دل میں بسی ہے' میری زندگی کی امین ہے۔ پچھلے کئی دنوں سے میں الجھ سا گیا ہوں' میرے دل کی کیفیت عجیب سی ہورہی ہے۔ پتا نہیں کیوں پر میرا دل چاہتا ہے کہ اب اس کی سیاہ گہری آنکھوں کو گھنٹوں تک پڑھتا رہوں' اسے جانوں' جانے اس کی آواز کیسی ہے' وہ خود کیسی ہے؟''

''سچ میں؟'' فیضان آرش کی دیوانگی پر بے یقین سا تھا۔

''میں اسے ایک بار صرف ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔'' جبکہ وہ اپنی ہی کہہ رہا تھا۔

''تو مسئلہ کیا ہے؟''

''اس کا پردہ.....'' آرش برجستہ بولا۔

''اتار دو.....'' فیضان نے دوٹوک صلاح دی۔

''مگر.....'' وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس وقت اس کے مقابل اس کا وہ دوست کھڑا تھا جو اس کے نزدیک اس کا سب سے بڑا ہمدرد تھا اور فیضان آرش کے خود پر یقین سے بخوبی واقف تھا سو اسے ٹوک گیا۔

''اگر تم اسے چاہتے ہو تو اگر مگر نہیں..... اب عشق کے اس موڑ پر تمہیں اسے دیکھنا ضروری ہے' اپنے سکون کے لیے اسے دیکھنا کوئی جرم نہیں۔ کسی بھی طرح اس کا نقاب

اتار کر دیکھ لو اسے۔'' فیضان نے بڑی سہولت سے اسے رضامند کرنا چاہا۔

''اسے بُرا لگے گا۔'' آرش دلائل سننے کے بعد اتنا ہی بول سکا۔

''سوری بول دینا۔'' فیضان نے مشورہ مفت دیا' آرش سوچنے لگا فیضان کا مشورہ اور حل...... اور کافی دیر سوچنے کے بعد بالآخر وہ اثبات میں سر ہلا گیا کہ واقعی اپنے دل کی بڑھتی بے قراری' بے بس کرتی جارہی تھی۔ اسے سکون چاہیے تھا' قرار چاہیے تھا ورنہ شاید وہ صرف آنکھوں پر اکتفا کرنے سے پاگل ہوجاتا۔

''کاش......'' لمبی سانس خارج کرتا وہ ماضی کی بھول بھلیوں سے سر جھٹکتا اپنے حال میں لوٹا' گزری ایک ایک بات برسوں سے اس کے تعاقب میں تھی۔ اسے ہر ہر لمحہ بے قرار کیے اذیت میں گھیرے ہوئے تھی' وہ اپنے ماضی سے نجات چاہتا تھا مگر افسوس بہت کچھ چاہتے ہوئے بھی وہ کامیاب نہیں ہو پارہا تھا۔

''کاش فیضان میں تمہاری باتوں میں نہ آیا ہوتا۔'' حسرت بھرے لہجے میں دوست سے دل ہی دل میں مخاطب ہوتا آرش عباس بیگ درد کی شدت ضبط کرنے کے لیے آنکھیں موند گیا۔

❀......❀......❀
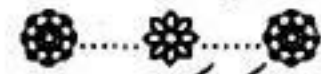
کل سے شروع ہلکی ہلکی بوندا باندی موسلا دھار بارش کا روپ اختیار کرچکی تھی' کالے سیاہ بادل آسمان کی وسعتوں میں پھیلی دن میں رات کا سا منظر پیش کررہے تھے۔ علی گاڑی سے نکل کر تقریباً دوڑتا ہوا میڈیکل اسٹور کے اندر داخل ہوا' مطلوبہ میڈیسن لی اور واپس مڑا لیکن گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اس کی نظر بالکل غیر ارادی طور پر اپنی بائیں جانب گئی تو ٹھٹک کر رکا' اگلے ہی لمحے اس کے ہونٹ خود بخود پھیلے۔

وہ لڑکی جسے دو دنوں سے اس نے نہ دیکھا تھا آج بالکل غیر متوقع طور پر سامنے تھی' البتہ وہ مکمل طور پر بارش میں بھیگ چکی تھی اور شاید کسی ٹیکسی کے انتظار میں تھی جو بار بار اردگرد متلاشی نظروں سے دیکھتی اپنے آپ میں سمٹی جارہی تھی ایسے میں علی نے دانستہ یا نادانستہ اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے۔

''ایکسکیوز می مس!''

''جی۔'' آواز پر لڑکی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''آپ چاہیں تو میں آپ کو گھر تک چھوڑ سکتا ہوں۔'' وہ اصل بات کی طرف آیا۔

''نہیں شکریہ' میں چلی جاؤں گی۔'' لڑکی نے فوراً معذرت کی۔ علی اس کے لہجے میں چھپی گھبراہٹ کو صاف محسوس کرگیا تھا۔

''گھبرایئے مت مس! میں کوئی آوارہ بدمزاج نہیں ہوں' آپ مکمل طور پر بارش میں بھیگ چکی ہیں آپ کو لفٹ لے لینی چاہیے۔ ٹیکسی جانے کب ملے اور ملے بھی یا نہ ملے۔ میں آپ کو بحفاظت آپ کے گھر تک چھوڑ دوں گا۔'' اپنے دل میں اس کے لیے جگہ ایک طرف فی الحال وہ نہایت مودب واخلاق سے بولا۔

اسی لیے لڑکی نے پہلے علی کو دیکھا پھر سوچا' فیصلہ کیا ٹیکسی ملنے نہ ملنے کا کچھ پتا نہیں تھا۔ اوپر سے شدید بارش' سیاہ بادل' دن بہ دن بگڑتے حالات سے وہ دل ہی دل میں خائف وسراسیمہ تھی اور جلدی گھر پہنچنا بھی ضروری تھا سو توقف کے بعد اثبات میں سر ہلاتی اس کی پیروی میں گاڑی میں جا بیٹھی۔

علی نے گاڑی اسٹارٹ کی مگر لاکھ چاہتے ہوئے بھی لڑکی کی طرف دوبارہ نہ دیکھ سکا البتہ بات کرنے کو بہت دل چاہا سو موضوع آغاز تلاش کرنے لگا جبھی نظریں ڈیش بورڈ پر رکھے شاپر پر گئیں تو الفاظ کے تانے بانے بننے لگا۔

''میڈیسن کس لیے' آپ کے گھر میں کوئی بیمار ہے کیا؟'' بات گو یا تھی تو بے تکی مگر شروعات کے لیے کافی تھی۔

''جی! میرے ابو بیمار ہیں۔'' لڑکی نے جواب دینے میں کوئی قباحت نہ جانی۔

''اوہ ویری سوری...... کیا ہوا ہے انہیں؟''

''ہارٹ پیشنٹ ہیں' پچھلے کئی دنوں سے ان کی طبیعت خراب تھی اور میڈیسنز ختم ہوچکی تھیں' جبھی اتنی تیز بارش میں آنا پڑا۔'' لڑکی نے بناء علی کو دیکھے سر جھکائے جواب دیا۔

''تو کسی بھائی وغیرہ کو بھیج کر منگوا لیتیں۔'' وہ بھی بالکل سامنے دیکھ رہا تھا۔

''میرا بھائی نہیں ہے' امی خود بیمار رہتی ہیں۔ ایک میں ہی گھر میں کماتی ہوں میڈیسنز ختم نہ ہوئی ہوتیں تو میں کبھی ایسے موسم میں گھر سے باہر نہ نکلتی اور میں معذرت خواہ ہوں کہ ناحق آپ کو تکلیف دی۔'' لڑکی بیٹھنے سے قبل عجیب وسوسے کا شکار ہوئی تھی مگر اب علی کی مناسب گفتگو کے پیش نظر قدرے ریلیکس ہو کر بات کر رہی تھی آخر میں اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں تکلیف کی کیا بات ہے بلکہ مجھے تو خوشی ہوئی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آسکا۔''

''شکریہ۔'' لڑکی نے شکریہ کے ساتھ بات سمیٹی۔

اب کہ علی خاموش رہا جبکہ اندر ڈھیروں ڈھیر سکون اترتا جا رہا تھا ہر بے قراری کو اس لڑکی کی سنگت میں قرار مل رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کیا اسے ہی محبت کہتی ہیں کیا یونہی دل کو چین ملتا ہے اور اگر اسے ہی محبت کہتے ہیں تو دل کا چین جائز ہے۔

علی کے لیے محبت کا احساس خوب صورت تھا' علی کا چہرہ انبساط کی چمک سے تمتما رہا تھا' وہ اندر سے بہت خوش تھا' اسی خوشی میں وقت گزرنے کا احساس نہ رہا۔ لڑکی سے پوچھ کر گاڑی اس کے گھر کے سامنے روکی بہت دل چاہا کہ اس کا نام پوچھے مگر ہمت نہ ہوئی سو دل کی حسرت دل میں ہی رہ گئی لڑکی نے اترنے سے پہلے شکریہ کے ساتھ ایک مرتبہ پھر معذرت کی اور لکڑی کے دروازے کو عبور کرتی اپنے چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئی۔ علی نے بغور اس کے گھر کی طرف دیکھتے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی اس سے نام تو نہیں پوچھ سکا تھا مگر دل ایک ذرا سی ملاقات پر ہی مطمئن سا شاد تھا اور اب تو اس کے گھر کا پتا بھی معلوم ہوچکا تھا' قدم آگے بڑھانے کے لیے راہ مل گئی تھی اسی لیے لب گنگنا اٹھے تھے۔

❀......❀......❀
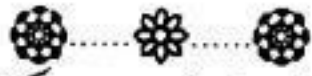
آرش عباس بیگ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

''آپ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟'' بالآخر اس نے پوچھا۔

''پتا نہیں۔'' آرش آواز پر ہوش میں آیا پھر بولا۔ ''بہت خوش لگ رہے ہو آج؟''

''ہاں آج میں بہت خوش ہوں۔'' وہ شاد تھا مسکرا کر بولا۔

''خوش ہونا اچھی بات ہے۔'' آرش نے محض اتنا ہی کہا۔

''میری خوشی کی وجہ نہیں پوچھیں گے؟''

''وجہ پوچھ کر کیا کرنا؟ کسی وجہ کے بغیر بھی تم خوش رہو میں تو یہی چاہوں گا کوئی غم تمہارے قریب نہ آئے۔'' وہ مخصوص انداز میں بولا علی نے بغور اسے دیکھا۔

''ایک بات...... کبھی خوشی کے لیے وجہ تلاش نہ کرنا' بعض اوقات سکھ کی تلاش دکھ دے جاتی ہے' انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ خوشی کے لیے ہر اس لمحے کو جیو جو تمہیں مل رہا ہو اپنی بساط سے آگے بڑھنا نقصان دہ ہوتا ہے۔'' آرش کیا سوچ کر یہ بولا تھا علی کچھ نہ سمجھا' اسی لیے سر جھٹکنے لگا۔

''آج میں بہت خوش ہوں' آج میں نے اس سے بات کی' اس لڑکی کی قربت میں رہا جس سے میری ہر خوشی منسوب ہے۔'' پھر خود ہی بتانے لگا۔ آرش عباس نے عجیب نظروں سے اسے گھورا۔

''تم کبھی باز نہیں آسکتے علی!'' لہجے میں خود بخود سختی در آئی تھی۔

''جی......'' وہ خاصہ چونکا تھا۔

''تم میری کسی بات کو اہمیت نہیں دیتے' کتنی بار تمہیں منع کیا ہے کہ مت پڑو محبت کے چکروں میں مگر نہیں تمہیں

خودکو برباد کرنے کا شوق ہے۔ عمر بھر کا روگ لگانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے کرو محبت اور دیکھ لو اس کا اذیت ناک انجام.....مگر پلیز مجھ سے آئندہ اس موضوع پر بات نہ کرنا' تکلیف ہوتی ہے مجھے' دل دکھتا ہے میرا..... میرے لیے کسی سزا سے کم نہیں ہے' یہ موضوع۔'' آرش یک دم بے قابو ہوتا چلا گیا پھر بولا' لب ولہجہ یاسیت میں ڈوبا تھا آخر میں علی کو وہ بہت بے بس دکھائی دیا البتہ ہمیشہ کی طرح وہ خود اگلے ہی لمحے نارمل ہو۔

''سوری آرش!'' علی سر جھکا گیا۔

''کیوں کرتے ہو میرے سامنے محبت کی باتیں؟'' آرش نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور گویا شکوہ کیا۔

''آپ کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں کہ جس سے دل کی بات کروں۔'' علی نے اسے نارمل دیکھ کر آہستگی سے کہا۔

''تمہارے دل کی بات میری روح تک کو بے چین کردیتی ہے۔''

''آخر کیوں.....؟''

''کیونکہ میرے لیے محبت کا لفظ کسی سزا سے کم نہیں۔''

''مطلب.....؟''

''محبت کا نام خوب صورت ہے مگر یہ خود خوب صورت نہیں ہے' ساری بدصورتی ہے بے بسی وحشت..... اس ایک لفظ میں چھپی ہے جو انسان کو اپنے خول میں قید کیے درندہ بنا کر ساری عمر سزا دیتی ہے' کسی کی جان لے لیتی ہے تو کسی کو زندہ لاشہ بنا دیتی ہے۔''

''نہیں آرش! ایسا نہیں ہوتا اگر انسان چاہے تو اپنے اختیار سے اس لفظ کی خوب صورتی کو پاسکتا ہے۔''

''محبت میں اختیار رہتا ہی کہاں ہے میرے دوست! اچھا برا سب بے اختیاری میں ہوتا ہے۔ قصوروار محبت ہوتی ہے اور بے اختیاری انسان کو مجرم بنا دیتی ہے۔'' محبت کے خلاف آرش کے لہجے میں تلخی تھی۔

''مجھے بھی تو محبت ہوئی ہے' میں بھی جانتا ہوں محبت کو اور سب کچھ میرے اختیار میں ہے میرا دل چاہتا ہے اسے دیکھنے کو تو میں اسے دیکھتا ہوں اس سے بات کرنا چاہتا تھا' کامیاب ہوا۔'' علی سے جب کوئی جواب نہ بن پایا تو اپنا قصہ چھیڑا۔

''یہ تمہارا اختیار نہیں قسمت ہے' فی الحال قسمت تم پر مہربان ہے تم نے اس لڑکی سے بات کی تو خوش ہو مگر یہ خوشی یقیناً چند دنوں کے لیے ہوگی اور پھر تمہیں حقیقت کا ادراک ہوگا۔ اپنی بے اختیاری کا علم ہوگا جب تمہارا دل اسے دیکھنا چاہے گا اس کا قرب مانگے گا مگر تم ناکام رہو گے پھر اپنی بے بسی کے ہاتھوں مجبور ہو جاؤ گے اتنا کہ محبت کی ظاہری خوب صورتی میں چھپی بدصورتی تمہارا دل مردہ کردے گی' تب تمہیں کوئی اختیار خود پر نہ رہے گا۔'' آرش نے اسے باور کروانا چاہا' علی نے بغور اسے سنا پھر کہا۔

''اچھا ہے محبت میں بے اختیار ہونا' کسی کے لیے کچھ بھی کرنا اور سچ بتاؤں تو آرش میرا دل چاہتا ہے کہ میں محبت کی نہج تک پہنچوں۔ محبت کو قریب سے صحیح معنوں میں جانوں' چاہے مجھے بے اختیار ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔''

''پاگل ہو تم مجھ سے بھی بڑے پاگل..... میں تو انجانے میں اس حال کو پہنچا مگر تم جان بوجھ کر برباد ہونا چاہتے ہو۔ مجھے بتانے سمجھانے والا کوئی نہ تھا اور تم ہو کہ سمجھنا نہیں چاہ رہے۔'' اب کہ آرش نے نرمی سے کہا' علی کو تقویت ملی۔

''میں سمجھنا چاہتا ہوں آرش بس آپ ایک مرتبہ مجھے ٹھیک طرح سے سمجھا کر تو دیکھیں۔'' سنجیدگی سے بولا۔ علی کی بات کا مفہوم آرش یک دم سمجھا مگر دھیان نہ دیا۔

''میرا ماضی جان کر کیا کرو گے؟''

''اپنی آئندہ کی زندگی کا فیصلہ کروں گا۔'' وہ صاف بولا۔

''فیصلے پر عمل شاید تمہارے لیے مشکل ہو۔''

''کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا اور اگر واقعی محبت تباہی کا دوسرا نام ثابت ہوئی تو یقین جانیں میں اپنے بڑھتے قدم روک لوں گا' بس آپ صرف مجھے اتنا بتادیں کہ آپ کے ساتھ ایسا کیا ہوا کہ آپ محبت کا نام سنتے ہی تلخ ہو جاتے ہیں۔'' علی نے راہ سیدھی دیکھ کر فائدہ اٹھانا چاہا مگر آرش

نے لاکھ چاہ کر بھی اگلے کئی لمحوں تک اس کا جواب نہ دے سکا' اپنے ماضی کو بیان نہ کرسکا' علی نے بہت دیر انتظار کرنے کے بعد خاموشی کو توڑا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا' مخاطب ہوا۔

"میری زندگی میں آبادی یا بربادی کا اختیار اب آپ کے پاس ہے آرش! چاہیں تو کچھ نہ بول کر مجھے برباد ہونے دیں یا سب بول کر مجھے اس اذیت میں گرنے سے بچالیں جس نے آپ کا سکون چھینا ہوا ہے۔" التجائیہ گزارش کرتا دھیرے سے وہ آرش کو اکیلا چھوڑ کر نکل آیا۔

❁......❁......❁
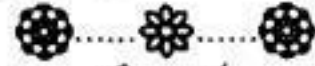
آرش کی طرف سے نکل کر وہ گھر چلا آیا' بارش رک چکی تھی اور وہ بارش رکنے سے قبل برستی بارش میں دعا مانگ چکا تھا بے بس ہونے سے قبل وہ رب کے حضور اسے پانے کی دعا کرچکا تھا کہ کہیں تشنہ نہ رہ جائے۔ اسے سکون چاہیے تھا' قلبی قرار' ذہنی تازگی کا طالب وہ کسی بھی کسک کا خواہش مند نہ تھا۔ علی جانتا تھا کہ بارش میں مانگی گئی دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں' سو اپنے اندر بڑھتے پھیلتے محبت کے طوفان سے کوئی نقصان ہونے سے قبل اس نے رب سے اپنی چاہت مانگ لی' اپنا قرار مانگ لیا...... اسے مانگ لیا جس کے بغیر جینا اس کے لیے ناممکن تھا۔ یہ اس کے پیار کی سچائی تھی جو بنا اس کے روپ سنگھار کو دیکھے اس کی سنگت کا متمنی تھا۔

دن یونہی دو چار ہوکر گزرتے گئے' آرش سے وہ تقریباً روزانہ ہی ملتا۔ اسے اپنا حال دل' ہر بدلتی کیفیت سناتا جسے آرش اب صرف خاموشی سے سنتا' جواباً کچھ نہ بولتا کہ دن بہ دن آرش کی اندرونی کیفیت اسے مزید ضمیر کی عدالت میں تنگ کرتی' شرمندہ کرتی جارہی تھی ایسے میں علی بھی خاموش ہوکر واپس چلا آتا۔

آرش کی محبت سے مخالفت اور اب گمبھیر خاموشی علی کے ذہن میں سوالات کا جھنڈ کھڑا کردیتی جن کے جواب نہ پاکر وہ جھنجلا سا جاتا تو اپنے پرانے دوستوں کے پاس چلا جاتا۔ ذہن کو ادھر ادھر کی باتوں میں محو رکھتا لیکن پچھلے کئی دنوں سے اس کی حالت میں بے بسی جھلک دکھائی دینے لگی' اس کے دل میں ایک خواہش جنم لینے لگی' وہ الجھ سا گیا۔ مگر سلجھاؤ کا کوئی طریقہ نظر نہ آیا تو بے بسی کی انتہا کو پہنچ کر آرش عباس بیگ سے رابطہ کیا۔

"میں بے بس ہوتا جارہا ہوں آرش! اب محض اس کی آنکھوں پر میرا دل اکتفا نہیں کررہا' میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں اسے پانا چاہتا ہوں۔" آرش نے علی کے الفاظ پر بے یقینی سے اسے دیکھا کیوں کہ یہ الفاظ بے شک علی کے تھے مگر کیفیت آرش جیسی..... ٹھیک آرش بھی اسی طرح بے بسی کی انتہا کو پہنچ کر فیضان کے پاس گیا تھا اور آج علی اس کے پاس آیا تھا۔

مگر وہ فیضان نہ تھا کہ کوئی بھی غلط مشورہ دیتا سو گمبھیر سوچ میں پڑ گیا' کئی لمحوں تک اس کی آنکھوں میں اترتی بے تابی کو پڑھتا' علی کی آنکھوں میں سچائی بھی تھی اور محبت کو پانے کی لگن بھی واضح تھی اور پھر وہ اگلے ہی لمحے فیصلہ کرگیا۔

"علی..... تم میں مجھے اپنا آپ نظر آتا ہے' اسی لیے ہمیشہ میں نے تمہیں روکا کہ کہیں میری طرح تم بھی ساری عمر پچھتاوے میں نہ گزار دو مگر آج میں نے تمہاری آنکھوں میں سچائی دیکھی ہے۔ تم اس لڑکی کے بغیر واقعی نہیں رہ سکتے اسی لیے..... اسی لیے آج میں اپنی خاموشی توڑ رہا ہوں' اپنے ماضی کی تلخ کہانی تمہیں سنانے جارہا ہوں تاکہ تم آرش نہ بن سکو۔ کوئی تمہاری وجہ سے خود کو موت کے منہ میں اتار کر تمہیں تڑپنے کے لیے زندہ نہ چھوڑ جائے' تمہاری آبادی' تمہارے سکون کے لیے آج میں تمام قفل توڑنے جارہا ہوں۔" آرش عباس بیگ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

علی نے فی الفور اپنی پریشانی کو پس پشت ڈالے اپنی ساری توجہ اس کی طرف مبذول کی' آرش نے ایک لمبی سانس خارج کی پھر ماضی کی بند کتاب کھولنے لگا۔

❁......❁......❁

اسوہ..... وہ لڑکی جس کی صورت آرش نے کبھی نہیں

دیکھی تھی حالانکہ دو سال سے وہ ایک ہی کلاس میں پڑھ رہے تھے مگر وہ برقعہ پہنتی تھی اسوہ کے علاوہ کلاس میں دو لڑکیاں اور بھی تھیں ایک تو کبھی کبھار ہی آتی جبکہ دوسری ہر وقت موبائل میں لگی رہتی۔ اسی لیے اسوہ لڑکیوں کے علاوہ اس لڑکی سے بھی کٹ کر رہتی نہ کسی سے بات کرتی نہ کسی کو دوست بناتی۔

آرش عباس بیگ دل پھینک ہرگز نہیں تھا مگر اسوہ کی یہ ادا اسے پسند تھی' ہمیشہ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا' لاکھ چاہنے کے باوجود بھی اس سے بات کرنے کی کوشش نہ کرتا بس دور سے اس کی آنکھوں کو دیکھتا رہتا کہ جانے انجانے میں اسے اسوہ سے محبت ہوگئی تھی۔ اسوہ کی آنکھوں میں عجب طلسماتی سحر تھا وہ کھنچا چلا جاتا۔ بہت دنوں تک ایسا ہوتا رہا پھر رفتہ رفتہ آرش نے محسوس کیا اس کی کیفیت بدلتے ہوئے شدت اختیار کرنے لگی تھی وہ الجھ سا گیا پھر بہت سوچنے کے بعد فیضان کے پاس گیا کہ اندر شدت سے پھیلتی محبت اسے بے بس کرنے لگی تھی۔

ایسے میں اسوہ بھی یونیورسٹی سے غیر حاضر رہنے لگی اور آرش جو اس کا عادی ہوچکا تھا اسے نہ دیکھ کر تڑپ سا گیا' اس نے فیضان کو بتایا کہ وہ اسوہ کی آنکھوں پر اکتفا نہیں کرسکتا۔ اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا تھا مگر اس کی خواہش کی راہ میں اسوہ کا پردہ حائل تھا جسے ہٹانے کا فیضان نے اسے طریقہ بتایا' پہلے تو وہ گھبرا گیا کہ ایسے کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر پھر مان گیا کہ وہ بہت بے بس ہوچکا تھا۔ دل میں بے قراری کا سمندر موجزن تھا' کئی دنوں تک اس نے اسوہ کا انتظار کیا پھر ایک دن اسوہ کلاس میں آئی۔

آرش اور فیضان اس وقت کلاس میں اکیلے تھے' فیضان کے مطابق موقع اچھا تھا سو وہ اسوہ کے داخل ہوتے ہی باہر نکل گیا۔ آرش نے اپنے اندر ہمت مجتمع کی اگر وہ محبت میں مجبور نہ ہوتا تو کبھی اپنی جگہ سے نہ اٹھتا مگر اسے اٹھنا پڑا۔ قلبی قرار کی خاطر اسوہ کی طرف بڑھا اور اگلے ہی لمحے سرعت سے اس کا نقاب اتار دیا' جبھی اس کے دل نے وقت تھم جانے کی خواہش ظاہر کی اس کے اطراف گویا فسوں پھیلنے لگا آنکھیں اسوہ پر جم سی گئیں وہ خوب صورت تھی بے حد خوب صورت' آرش کی سوچ سے زیادہ..... اپنی جھیل سی گہری آنکھوں سے زیادہ سندر......

آرش مبہوت سا اسے دیکھے گیا بنا آنکھیں جھپکائے' منہ کھولے ساتھ ہی بے اختیاری میں ہاتھ آگے بڑھا کر اسے چھونے کی کوشش کرنے لگا گویا کسی خواب سے حقیقت میں آنے کے لیے اس کی موجودگی و خوب صورتی کا یقین کرنے لگا مگر ایسا کرنے سے پہلے اس کی محویت ٹوٹی۔

"چٹاخ....." اسوہ نے پُر زور تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا جو اسے ہوش کی دنیا میں واپس لایا۔ جب تک اسوہ نے پھرتی سے چہرے پر نقاب ڈھانپ لیا تھا۔

"سوری....." اور آرش اپنی پری پلان بدتمیزی و بداخلاقی پر تھپڑ کھانے کے بعد جیسے شرمندہ سا ہوکر رہ گیا تھا مگر تب تک اسوہ بڑی تیزی سے وہاں سے نکل کر جا چکی تھی اس کے جاتے ہی فیضان دوبارہ کلاس میں آیا۔

"یار زیادہ آگے تو نہیں بڑھا' بڑے غصے میں گئی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا آرش نے قدرے حیرانگی سے اسے دیکھا مگر زبان سے کچھ نہ بولا۔

آرش کا دل وقتی طور پر تو مطمئن ہوچکا تھا مگر دو دن گزرتے ہی پھر سے اس پر بے بسی طاری ہونے لگی' وہ الجھتا جارہا تھا جبکہ اسوہ کئی دن یونیورسٹی سے غیر حاضر ہونے کے بعد دوبارہ سے آنے لگی۔ آرش نے اسے کھوجنے کی کوشش کی تو اپنے لیے اس کی آنکھوں میں پہلے جیسی اجنبیت سے ہٹ کر دنیا جہاں کی نفرت دیکھی تو تڑپ کر رہ گیا' شرمندہ الگ ہوا مگر دماغ سے کام نہ لیا۔ دل کی سنی اور پھر سے فیضان سے اپنا مسئلہ شیئر کیا۔

"نفرت کو محبت میں بدل دو۔" وہ اتنا ہی بولا۔

"کیسے؟"

"کسی بھی طرح۔" فیضان نے جواباً کندھے اچکائے۔ آرش اس کے غیر واضح جواب پر مطمئن نہ ہوسکا' مزید دن یونہی گزرے۔

البتہ دن بہ دن آرش کی سوچیں الجھتی جارہی تھیں اس کی کیفیت اسے پریشان و بے بس کیے جارہی تھی۔ اس کی آنکھوں نے اس کا چہرہ بھی دیکھ لیا تھا مگر اب اگلی خواہش نے اسے تڑپا کر رکھ دیا' محبت اسے مجبور کرنے لگی بے بس کرنے لگی' اس کا دل اسوہ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا اس کا قرب چاہتا تھا اسی لیے جب ایک دن اسے موقع ملا تو وہ سیدھا اسوہ کے پاس پہنچ گیا' وہ گھبرا سی گئی۔

"جانے دیں مجھے۔"

"میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں؟"

"مجھے کوئی بات نہیں کرنی آپ سے۔"

"میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔"

"مجھے نفرت ہے آپ سے۔"

"میرے جذبات سچے ہیں' آپ کی نفرت کو محبت میں بدل دیں گے۔"

"آپ کی چھچھوری حرکت کے بعد میں آپ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی' محبت تو دور کی بات ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"وہ سب میں نے مجبوری میں کیا تھا۔" آرش نے وضاحت دی۔

"جو بھی تھا پلیز آپ میرے سامنے سے ہٹیں کیوں میرا تماشہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔" اب کہ وہ بے چارگی سے بولی۔

"میں اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوں۔" آرش نے بجائے ہٹنے کے آہستگی سے کہا۔

اسوہ نے کوئی توجہ نہ دی' آرش کو اس کی بات سمیت نظرانداز کر کے جانے لگی تو آرش نے اس کا بازو تھام لیا اور اسے اپنے مقابل کیا۔

"پلیز....." وہ عاجز آچکی تھی آرش بھی کیا کرتا عشق میں مجبور تھا' اپنی بے بسی سے تنگ آچکا تھا۔

"شادی کروگی مجھ سے؟" جبھی اس سے استفسار کیا۔

"ہوش میں تو ہیں آپ؟ کیسی باتیں کررہے ہیں' جانے دیں مجھے۔" وہ دنگ سی آرش پر چلائی۔

"شادی کروگی مجھ سے.....؟" اس نے تاثر لیے بغیر اپنا سوال دہرایا اب کہ اسوہ نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑایا۔

"میں تو کیا آپ جیسے لڑکے سے کوئی بھی لڑکی شادی نہیں کرے گی۔" پھر تنفر سے طنزیہ کہتی پل بھر میں اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی' آرش اس کے صاف انکار پر تلملا اٹھا' کچھ اپنی بے بسی پر رنجیدہ بھی ہوا۔

مگر وہ آرش کی پہلی حرکت کے بعد شاید اس کے کریکٹر کو بہت گرا ہوا سمجھ چکی تھی اور سمجھتی بھی کیوں نہ اپنی حرکت پر بعد میں وہ خود بھی بے یقین سا خود پر غصہ بھی تھا۔

"فرسٹ ایمپریشن از دی لاسٹ ایمپریشن" یہ مقولہ سو فیصد سچ ثابت ہوا۔ اس کے بعد آرش نے ہر بار اسوہ سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ آرش کو بری طرح نظرانداز کرتی ایسے میں فیضان نے دوست سے ہمدردی ظاہر کی۔

"میں اس سے سچی محبت کرتا ہوں فیضان! اور وہ مجھ سے شدید نفرت..... میں اسے کھونا نہیں چاہتا' اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر وہ ہر مرتبہ سخت انکار کررہی ہے۔ میں بے بس ہو کر ہارنا نہیں چاہتا' تم ہی بتاؤ کیا کروں میں؟" آرش نے اسے سب بتایا' پھر پوچھا۔

اسوہ کے انکار نے اسے محبت میں واقعی بے بس کردیا تھا' بہت مجبور ہو کر وہ فیضان سے رابطہ کرتا تھا۔

"اسے اپنی طرف مائل کرو۔" فیضان نے اسے مشورہ دیا۔

"کیسے..... وہ تو میری بات بھی سننا پسند نہیں کرتی۔"

"بات تو کیا منت کرے گی وہ تمہاری..... خود تمہارے پاس آکر شادی کا کہے گی۔" فیضان نے پل بھر میں سب ترتیب دیا۔

"سچ میں ایسا ہوسکتا ہے؟" آرش کھل اٹھا سنتے ہی برجستہ پوچھا۔

"ہاں سچ میں میرے دوست! ایسا ممکن ہے۔" اس

نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تجویز دی جسے سن کر اول تو آرش نہ مانا لیکن فیضان نے اپنی تجویز پر مثبت دلائل دیئے کہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنی بے بسی کے ہاتھوں آرش کو مجبوراً ماننا پڑا کہ اسوہ کے بغیر زندگی کا تصور بھی اس کے لیے محال تھا۔

چند دن مزید اس نے بے قراری و بڑھتی جنگ کرتی بے بسی میں گزارے، پھر وہ دن آ گیا جب اس نے فیضان کے کہنے کے مطابق یونیورسٹی کے بعد اسوہ کو زبردستی گاڑی میں ڈالا اور اسے۔ فیضان کے پرانے گھر لے آیا' وہ جگہ بالکل ویران تھی اور آرش اپنی بے بسی کے ہاتھوں اس کی محبت میں اندھا اسے پانے کے لیے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار تھا۔ اسے کسی قسم کا کوئی خوف نہ تھا نہ ہی اسوہ کی چیخ و پکار کی پروا تھی' جس نے سارے رستے روتے ہوئے التجا کی کہ اسے چھوڑ دے جانے دے۔

''پلیز جانے دو مجھے......''

''ایسے کیسے جانے دوں' محبت کرتا ہوں تم سے۔ پانا چاہتا ہوں تمہیں۔'' جبکہ آرش پر وحشت سوار ہو چکی تھی اسے کمرے میں لا کر پھینکتے ہوئے جنونی انداز میں بولا۔

''خدا کے واسطے رحم کرو مجھ پر' میری بوڑھی ماں میری راہ دیکھ رہی ہوگی۔ کوئی نہیں ہے میری ماں کا میرے سوا' میں ان کا واحد سہارا ہوں۔ مت چھینو ان سے ان کا سہارا...... جانے دو مجھے پلیز......'' اسوہ اس کے قدموں میں گری آرش نے کندھوں سے پکڑ کر اسے اٹھایا۔

''جب تمہیں میری پروا نہیں تو میں کیوں کسی کی پروا کروں' شادی کرنا چاہتا تھا میں تم سے...... تم نہ مانی تو مجبوراً مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا' اب جب تمام پردے درمیان میں سے ہٹ جائیں گے پھر تم خود میرے پیچھے آؤ گی اور شادی کے لیے کہو گی۔''

ہوس مکمل طور پر آرش کو اپنے سحر میں لیے تھی اور وہ دیوانہ بنا، کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر محض فیضان کی کہی باتیں دہرا رہا تھا۔ فیضان نے اسے اسوہ کو بے بس کرنے کی جو تجویز دی تھی اس پر عمل پیرا تھا' کہتے ہی اس کی طرف بڑھا' نقاب تو اس کا کب کا اتر چکا تھا اب کہ آرش نے وحشت کی انتہا کو پہنچ کر اس کا اسکارف کھینچا۔

''پلیز آرش...... خدا کے لیے رحم کرو مجھ پر' مجھے بدنام رسوا کر کے تمہیں کیا ملے گا اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو پلیز جانے دو مجھے...... تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے میں تم سے شادی کے لیے تیار ہوں...... مگر پلیز مجھے ہاتھ مت لگاؤ۔'' وہ یک دم اپنی ہار تسلیم کر گئی' روتے ہوئے التجا کرنے لگی مگر تب تک اس کے دماغ نے کام کرنا

نوحہ غم

وہ بہار گلستاں کہاں رہ گئی؟
کیا چمن کا مقدر خزاں رہ گئی؟
لال جس جس کے مارے گئے ظلم سے
ہاتھ ملتی وہ ہر ایک ماں رہ گئی
سوچتا ہوں میں تنہائی میں بیٹھ کر
کیوں میری گل زمین بے اماں رہ گئی؟
آنگنوں میں گھروں کے چہکتے تھے جو
آج ان کی فقط داستاں رہ گئی
ایک خوشبو جو کل تیری پہچان تھی
وہ کہاں اے مرے گلستاں رہ گئی
ظلم اہل چمن پر وہ دیکھا کہ بس
گنگ ہوکر ہماری زباں رہ گئی
خون رلایا کرے گی ہمیں عمر بھر
یہ جو یادوں کی اک کہکشاں رہ گئی
روپ میں آدمی کے درندے ہیں یہ
آدمیت ہی ان میں کہاں رہ گئی
ظلم سے مار ڈالیں یہ چاہے جسے
کب تمیز طفل و جواں رہ گئی
صدقہ مصطفیٰ ﷺ رحم کر اب خدا
اک تیری ذات ہی مہرباں رہ گئی
دل پر تہذیب گزرا ہے وہ سانحہ
تا ابد میرے لب پر فغاں رہ گئی

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

چھوڑ دیا تھا۔

وہ اپنی بے بسی کے ہاتھوں انسان سے حیوان بن چکا تھا اس پر مکمل طور پر وحشت سوار ہو چکی تھی۔ اسوہ کی بات، شادی کے لیے اسوہ کا اقرار اسے سنائی ہی نہ دیا' وہ بنا اس کی حالت پر دھیان دیئے آگے بڑھا اور مضبوطی سے اس پر اپنی گرفت جمادی وہ کئی لمحوں تک پھڑ پھڑاتی رہی مگر بالآخر بہت سی ناکام کوششوں کے بعد تھک ہار کر رونے لگی' کچھ ہی دیر بعد آرش نے اسے آزاد کیا۔

اسوہ خود کو سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی' آرش فیضان کی تجویز پر کامیابی سے عمل پیرا ہونے کے بعد مسرور سا تھا جبکہ اسوہ پر پہاڑ ٹوٹے ہوئے تھے' لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ وہ مسلسل روئے جارہی تھی' اسے اپنی ذات سے گھن آنے لگی۔ شرمندگی سے آنکھیں میچے دل ہی دل میں مرجانے کی دعا کرنے لگی' جو آرش نے اس کے ساتھ کیا وہ اس کی برداشت سے باہر تھا' عزت گنوا کر سکون کھو بیٹھی' ذات کا بھرم خاک میں مل گیا تھا۔

آرش توقف کے بعد اس کی طرف مڑا تو اس کی حالت' کیفیت' رونا' دیکھ کر دنگ رہ گیا' تڑپ کر آگے بڑھا لیکن اسوہ نے فوراً اسے دھکا دیا اور اسی حالت میں بھاگ نکلی۔ آرش اس کے پیچھے لپکا' اسے آواز دی اس نے ایک نہ سنی نہ اسے مڑ کر دیکھا' مگر جیسے ہی..... جیسے ہی وہ مین گیٹ کراس کرکے باہر نکلی ایک زبردست چیخ اس کی سماعتوں سے ٹکرائی وہ فوراً سے پہلے باہر نکلا تو قدم جیسے لڑکھڑا سے گئے۔

اسوہ زمین پر خون سے لت پت پڑی تھی ایک تیز رفتار ٹرک اسے ٹکر مار کے جاچکا تھا۔ وہ حیران پریشان گھبرا کر آگے بڑھا زمین پر بیٹھا' اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔

''اسوہ..... اسوہ آنکھیں کھولو۔'' آرش نے تیزی سے اس کے گال تھپتھپائے اس نے بمشکل بند ہوتی آنکھیں ہلکے سے کھولیں۔

''ہٹو تم..... ہاتھ مت لگاؤ مجھے.....'' اور اس حالت میں بھی اس سے شدید نفرت کا اظہار کرنے لگی۔

''مرجانے دو مجھے.....''

''میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا اسوہ۔'' اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''تم نے مجھے جیتے جی ماردیا ہے۔''

''مجھے معاف کردو اسوہ! تمہاری حالت بہت نازک.....''

''چھوڑ دو مجھے.....'' اسوہ نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے حقارت سے اسے دیکھا۔

''میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا میں تمہیں ابھی ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا ہوں۔'' وہ کہتے ہی اسے اٹھانے لگا مگر وہ نہ ہلی۔

''نہیں.....'' تکلیف میں بھی بڑی تلخی سے انکار کیا۔

''پلیز اسوہ..... نادان مت بنو تم میری محبت ہو میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔'' وہ تڑپ کر بولا۔

''آرش عباس بیگ..... نفرت کرتی ہوں میں تم سے' تمہاری اس غلیظ حرکت نے میرے دل میں تمہارے لیے زہر بھر دیا ہے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' اپنے کیے پر تمہیں پچھتانا ہوگا۔ مجھے جیتے جی مار دیا تم نے' میں تو ابھی اس وقت مرجاؤں گی مگر تم چاہ کر بھی نہیں مر سکتے۔ میں قیامت کے دن خدا کے سامنے تم سے پوچھوں گی کہ آخر میں ہی کیوں..... تمہیں تمہارے جرم کی سزا دونوں جہانوں میں ملے گی' میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی..... تم ہرگز معافی کے قابل نہیں ہو۔'' اسوہ کے لہجے میں اس کے لیے نفرت ہی نفرت تھی' اس کے الفاظ نے آرش کو اندر تک لرزا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اس وقت صحیح معنوں میں بے بس ہوا تھا جب اسوہ نے آخری بار عجیب نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی بانہوں میں دم توڑا تھا وہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی بچا نہ سکا مگر اسوہ کے بے جان جسم پر بہتے آنسوؤں کو روکنے میں بھی ناکام رہا آرش کا عشق بے دردی مار گیا تھا اسے۔

وہ زور زور سے رونے لگا' اسوہ ریت کی مانند اس کی ہتھیلی سے پھسل چکی تھی وہ خالی ہاتھ رہ گیا تھا' علی نے لب بھینچے اسے دیکھا۔ آرش نے اپنے پوروں سے آنکھیں

صاف کرتے ہوئے لمبی سانس خارج کی پھر توقف کے بعد بولا۔

"میری نام نہاد محبت' بے بسی اور وحشت نے اسوۃ کی جان لے لی جسے پانے کے لیے میں نے فیضان کے کہنے پر اس کے ساتھ غلط کیا' وہ نادم ہو کر ذلت کی زندگی نہیں جینا چاہتی تھی اسے اذیت سے چھٹکارا مل گیا مگر مجھے اسی لمحے پچھتاؤں نے گھیر لیا۔ میں اذیت کی دلدل میں پھنستا چلا گیا' میری بے بسی مجھے لے ڈوبی۔ محبت پر سے میرا اعتبار اٹھ گیا' فیضان کی دوستی میرے لیے دشمنی سے بدتر ثابت ہوئی۔ میں نے اس سے تعلق توڑ لیا' میرا دل بے قراری سے مردہ ہوگیا' اسوۃ کی فریاد بددعا ہر وقت میرے کانوں میں گونجنے لگی' میں پاگل ہونے کو تھا...... محبت نے مجھے برباد کردیا...... محبت نے مجھے وحشت و بے بسی دی تھی...... محبت نے اسوۃ کی جان لے لی تھی...... محبت نے مجھے اکیلا کردیا تھا...... محبت نے مجھے اذیت و پچھتاؤں میں ساری عمر کے لیے ڈال دیا...... محبت میرے لیے روگ تھی...... محبت نے اسوۃ کی ماں کا سہارا اس سے چھین لیا تھا۔ محبت کی تباہ کاری نے اسوۃ کو مجھ سے چھین کر ایسی سزا دی کہ میں سنبھل ہی نہ سکا بس اسی دن سے مجھے محبت سے نفرت ہوگئی۔ اسوۃ کی محبت کے بعد میں نے اس سے بہت معافی مانگی' رب سے قرار مانگا' نمازیں پڑھیں مگر اللہ تعالیٰ جب تک اپنے بندوں کو معاف نہیں کرتا جب تک بندہ اپنے حق میں اپنے خطاوار کو معاف نہ کردے اور اسوۃ نے مجھے معاف نہیں کیا تھا۔ آج تک میں اس سے معافی مانگ رہا ہوں اپنے گناہ پر پچھتا رہا ہوں مگر میری بدنصیبی تو دیکھو کہ مجھے معاف کرنے والی اب اس دنیا میں ہے ہی نہیں اور میں ایک گناہ کرنے کے بعد خودکشی جیسا حرام فعل کر کے اذیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے قابل بھی نہ رہا' میں موت کا انتظار کر رہا ہوں کہ مجھے اسوۃ کے پاس جا کر اس سے معافی مانگنی ہے۔" آرش کے گالوں پر پھر سے آنسوؤں کی قطار بندھی تھی۔

"یہ تھی میری کہانی......" وہ آخر میں افسردگی و ملال سے بولا لہجہ بھاری ہو چکا تھا۔

محبت' بے بسی و وحشت کے ملاپ سے سرزد ہونے والی تباہی نے آرش کو مردہ سا کردیا تھا' شرمندگی و ندامت اسے اندر سے کھانے لگی تھی' علی تمام داستان سننے کے بعد کچھ بھی کہنے سے قاصر تھا۔

"اسی لیے میں تمہیں محبت کرنے سے روکتا رہا۔" آرش نے علی کو مخاطب کیا۔

"آئی ایم ویری سوری آرش! مجھے واقعی بہت دکھ ہوا ہے سب جان کر۔" وہ جواباً اتنا ہی بولا آرش کچھ نہ بولا' کئی لمحے خاموشی کی نذر ہوگئے۔

"مجھے بے بس ہونے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟"

دنیا

یہ دنیا ایک بس اسٹاپ، ایئرپورٹ اور ریلوے اسٹیشن کی طرح ہے جہاں مسافر آتے اور چلے جاتے ہیں لیکن یہاں کوئی بھی مستقل قیام نہیں کرسکتا۔

یہ ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا جھومنا، دریاؤں کا بہنا، چڑیوں کا گانا، دن کا اجالا، رات کی تاریکی، بارش کی ٹھنڈک، سورج کی تپش، یہ اپنوں کی محبت، دشمنوں کی دشمنی، رشتوں پر اعتبار سب کچھ اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

اس دنیا میں رونما ہونے والی بہت سی تبدیلیاں ہیں یہ دنیا ایک خواب سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔

گلشن شہزادی...... نیا لاہور

ہمارے حکمران

تضاد حالات کہوں
یا تقاضہ وقت کہوں
اس انقلاب کو میں کیا کہوں
کل جس نبی ﷺ کا خلیفہ رہتا تھا
راتوں کو گلیوں میں گشت پر
غریب چولہوں کی فکر میں
آج اس نبی ﷺ کا امتی بندوق تھامے کھڑا ہے
حکمراں کے تحفظ کے لیے......!

عائشہ صدیقہ...... چکوال

جب ہی علی نے کافی دیر سوچنے کے بعد استفسار کیا۔

"تمہارے جذبات و پیار میں کوئی کھوٹ نہیں میں مزید تمہیں محبت سے پیچھے ہٹنے کو نہیں کہوں گا ہاں مگر میں فیضان نہیں ہوں اسی لیے تمہیں ایک بہتر صلاح ضرور دوں گا کہ محبت میں بے بس ہونے سے قبل ہی باعزت طریقے سے اس لڑکی کے گھر رشتہ بھیج کر تمام فیصلہ اللہ پر چھوڑ دو وہ سب بہتر کرے گا اور اگر وہ لڑکی تمہارے نصیب میں ہوئی تو تمہیں ضرور ملے گی۔" آرش نے نیک نیتی سے اسے مشورہ دیا' وہ مطمئن سا اٹھ کھڑا ہوا آرش کے قریب آیا اسے گلے لگایا کہ آرش کے ماضی سے باآسانی وہ فیصلہ کر گیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ آرش!" پھر تشکر سے بولا اور بات جاری رکھی۔ 'جہاں آپ نے علی کو آرش بننے سے بچایا وہاں آپ نے ایک اور اسوہ کو ذلت و بدنامی سے بچا کر زندگی دے دی۔"

"خوش رہو۔" آرش نے اس کو دعا دی۔ علی دھیرے سے مسکراتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔

❁......❁......❁
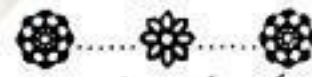
علی' آرش کے سکون کی دعا کرتا ہوا اسی وقت سیدھا اپنے گھر ماں باپ کے پاس گیا' انہیں اس لڑکی کے متعلق بتایا۔ اپنی خواہش ظاہر کی اپنی محبت کا بتایا' اول تو انہوں نے انکار کیا مگر پھر علی کے اصرار و خواہش کے آگے انہیں ماننا پڑا' سو اگلے ہی دن وہ ان کے گھر رشتہ لے کر گئے۔

لڑکی کا نام مومنہ تھا' اکلوتی تھی' باپ بیمار تھا۔ ماں کی طبیعت بھی زیادہ تر خراب ہی رہتی تھی اور وہ گھر کی واحد کفیل تھی' ایک اسکول میں پڑھا کر گھر چلا رہی تھی ایسے میں علی جیسے امیر کبیر سلجھے ہوئے نیک لڑکے کا رشتہ آنا کسی نعمت سے کم نہ تھا۔ انکار کا بھی کوئی جواز نہیں تھا سو بیمار ماں باپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے حامی بھر لی اور اگلے دو ماہ بعد شادی کی تاریخ دے دی۔ آرش کے کہنے پر علی نے باعزت طریقے سے مومنہ کا رشتہ مانگا' سب کچھ بنا دشواری کے آسانی سے انجام پایا' اسے اپنی محبت مل رہی تھی وہ بہت خوش تھا۔

اس امید کے ساتھ کہ جلد ہی اس کی یک طرفہ محبت بے بس ہونے سے قبل دو طرفہ ہو جائے گی۔

❁......❁......❁

آرش عباس بیگ' علی کے نکاح میں شرکت کے بعد سیدھا قبرستان چلا آیا' اسوہ کی قبر صاف کی' فاتحہ پڑھی اور پھر معمول کی طرح باتوں کا سلسلہ شروع کیا۔

"آج برسوں بعد میں پُرسکون ہوا ہوں اسوہ! بہت مطمئن ہوں میں آج کہ جیسے میرے ہر گناہ کی تلافی ہوگئی ہو' علی نے باعزت طریقے سے نکاح کر کے اپنی محبت کو پالیا۔ وہ خوش تھا' بہت خوش تھا...... محبت واقعی خوب صورت ہوتی ہے اگر اسے خود پر سوار نہ کیا جائے۔ کاش علی کی طرح کوئی مجھے بھی بتانے یا سمجھانے والا ہوتا' مجھے اپنی بدنصیبی سے زیادہ تمہاری موت کا دکھ ہے' میں تمہارے بغیر بھی خوش رہ ہی نہیں سکتا بلکہ کوئی بھی اپنی محبت کے بغیر خوش نہیں رہ سکتا۔ اسی لیے میں نے اپنے تئیں ایک اور آرش کو اسوہ کی موت کا ذمہ دار ہونے سے بچانا چاہا کہ شاید میرا یہ اقدام تمہیں پسند آجائے اور تم مجھے معاف کر دو' اپنی اذیت و سزا کے ختم ہونے اور تم سے ملاقات کا شدت سے انتظار کروں گا۔" وہ دل ہی دل میں اسوہ سے مخاطب تھا۔

آج ضمیر پر کسی قسم کے بوجھ کا احساس بھی اسے شرمندہ کرنے کے لیے موجود نہ تھا' وہ اندر سے بالکل پُرسکون و مطمئن تھا۔ اسے قوی امید تھی کہ اپنے ساتھ ہونے والی محبت کے تمام نشیب و فراز دکھ درد سے اسے جلد ہی اسوہ کی طرف سے معافی کا عندیہ مل جائے گا آخر میں پھر فاتحہ پڑھتا وہ واپس پلٹ گیا۔ جبھی نیلگوں آسمان پر دن بھر تپتے سورج کو بادلوں نے اپنی اوٹ میں لے لیا' آرش نے عرش کی طرف دیکھا تو لب دھیرے سے مسکرائے۔

شاید اسی وقت اسوہ نے بادلوں کی آمد سے آرش کو معافی کا پیغام دے دیا تھا۔

❁

آرزو یہ ہے کہ ان کو ہر نظر دیکھا کریں
ہم ہی ان کے سامنے ہوں وہ جدھر دیکھا کریں
اک طرف ہو ساری دنیا، اک طرف صورت تیری
ہم تجھے دنیا سے ہو کر بے خبر دیکھا کریں

کہنے کو وہ ایک چھوٹی سی بات تھی مگر اتنی خوب صورت اور اہم کہ اسے پیارے بھرے رومانٹک انداز میں اتنے ہی خوب صورت لفظوں کے ساتھ درخشاں کے کانوں میں انڈیلنے کے لیے فہد کب سے اس کی تاک میں تھا اور وہ تھی کہ گھڑی کی سوئیوں کو منہ چڑاتی گھر بھر میں پھرکی کی طرح گھومتی پھر رہی تھی۔ یہاں سے وہاں‘ وہاں سے یہاں...... آج اسی بات کے لیے فہد نے چھٹی کی تھی‘ بات جتنی اہم تھی اتنے ہی خوب صورت انداز میں وہ اسے کہنا چاہتا تھا مگر وہ ہاتھ آتی تب نا‘ وہ تو تھرکتا مچلتا پارہ تھی۔ کسی جگہ ٹھہرتی‘ تھمتی ہی نہ تھی اس پر اس کی قینچی کی طرح کتر کتر چلتی زبان‘ الامان......

صبح کے اولین وقت میں فہد نے دودھ والے کی کال بیل پر اسے تیز تیز قدموں سے گیٹ تک جاتے دیکھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈسٹ بن تھا جو انہی وقتوں میں گیٹ پر رکھنا ہوتا تھا فہد کی نظریں اس کی نازک پشت پر ڈولتی لانبی ریشمی چوٹی سے الجھ کر رہ گئیں۔

’’آ رہی ہوں بھئی...... آ رہی ہوں۔ گھنٹی پر انگلی رکھ کر بھول ہی جاتے ہیں‘ ذرا عقل‘ تمیز نہیں ہے...... ارے بھئی صبر تو کرو آ گئی۔‘‘ اس نے ڈسٹ بن گیٹ سے باہر رکھ کر دوسرے ہاتھ سے دودھ کی تھیلی تھامی تھی اور جانے دودھ والے نے کیا کہا کہ ایک بار پھر اس کی بک جھک جاری ہو گئی۔

’’لو...... ابھی پانچ تاریخ آئی نہیں ہے اور تمہیں پیسوں کی پڑ گئی؟ ابھی جاؤ‘ بچوں کو اسکول سے دیر ہو جائے گی‘ کل حساب کرنا۔‘‘

’’بی بی! کل بھی مجھے اسی وقت آنا ہے۔‘‘

’’تو اتوار کو کر لینا۔‘‘ عجلت بھرا عاجز انداز۔

’’اتوار تو بڑی دور پڑی ہے بی بی جی!‘‘ بات درخشاں کے دماغ میں سما گئی۔ وہ جھنجلاتی ہوئی مڑی اور بڑبڑاہٹ مسلسل جاری تھی۔

"مہینے کی ابتدائی تاریخیں بھی عذاب ہوتی ہیں' بار بار گھنٹیاں بجتیں ہیں' پرس کھلتا ہے' بجلی اور گیس کے بل' راشن گروسری...... اسکول ٹیوشن کی فیسز بھگتاؤ تو دودھ اخبار' کیبل والے سر پر آن سوار ہوتے ہیں۔" اس نے کچھ سرخ اور سبز نوٹ پرس سے نکال کر دودھ والے کے ہاتھ پر دھر دیے۔

"ابھی یہ رکھو رات بجٹ کا رجسٹر چیک کرلوں تو کل صبح پکا حساب کرلینا۔" اگلے ہی پل اس نے مین گیٹ بند کردیا تھا۔

"ہر روز جتنی صبح اٹھ جاؤ مگر تھوڑی بہت تاخیر لازمی ہے۔" اس کا رخ بچوں کے کمرے کی طرف تھا۔ فہد مسکراتا ہوا غڑاپ سے واش روم میں گھس گیا۔

لوگ کہتے ہیں درخشاں بولتی زیادہ سنتی کم ہے جبکہ خود فہد کا خیال تھا کہ وہ سننے کے لیے بھی کہاں دستیاب ہے اور اس کی ملامت...... اللہ بچائے' جو کوئی اس کے ہاتھ لگتا دو چار کھری کھری ضرور سنتا۔

دوسرے مرحلے پر درخشاں کی آواز کچن سے بلند ہورہی تھیں' فہد کو فریش ہونے میں کچھ وقت لگا اور اس کے بعد اسے فی الفور چائے کی طلب ہوتی تھی۔ سو وہ کچن کے دروازے پر تھا' ایک چولہے پر کیتلی میں چائے کھول رہی تھی' دوسرے پر انڈے فرائی کرنے کے لیے فرائنگ پین میں تیل کڑکڑا رہا تھا۔ ٹوسٹر میں ٹوسٹ اچھل کر درخشاں کی نظر کرم کے منتظر تھے جو کنگھا بالوں میں پھنسائے سات سالہ بینا کے بالوں کو بینڈ سے کس رہی تھی۔

"کتنی بار سمجھایا ہے اب تم بڑی ہوگئی ہو' تین بہن بھائیوں سے بڑی ہو' اپنے کام خود کیا کرو۔ ان کا بھی خیال کیا کرو مگر نا جی' ابھی تو خود اپنی پونی نہیں بنا سکتیں۔ دوسروں کی خبر گیری کیا خاک کروگی؟ یہ لو بن گئی پونی' اب جا کر زین کی خبر لو وہ دوبارہ تو بستر میں نہیں گھس گیا؟ چاروں بیگز اپنے روم سے اٹھا کر باہر لاؤنج میں رکھو اور ہاں مانی کے بیگ کا اسٹریپ رات کو ڈھیلا ہو رہا تھا پاپا سے کہنا ذرا کس دیں۔" اس نے اپنے مگن انداز میں فہد کی جانب نظر ہی نہ کی تھی' وہ آیا تو تھا موقع پا کر اس سے اپنے دل کی بات کہے مگر اس کا معروف و مگن انداز دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دیا۔ اس نے ٹوسٹر میں نئے ٹوسٹ گھسیڑے' جھٹ پٹ انڈا توڑ کر گرم تیل میں ڈالا اور کھولتی چائے میں دودھ انڈیلنے لگی۔ فہد نے ایک وارفتہ نظر اس پر ڈالی۔ یوں محو سی وہ دل میں اتری جا رہی تھی' گھنی دراز پلکیں' صبیح چہرہ جس کے گرد پنک دوپٹے کا ہالہ بنائے وہ بلا کی معصوم و مقدس نظر آرہی تھی کہ یکدم ہی فہد کو اس پر ڈھیروں ڈھیر پیار آ گیا۔

"صدقے جاواں۔" اس کے اندر سے اک نعرۂ مستانہ گونجا تھا' وہ خاموشی سے بینا کا ہاتھ تھامے لاؤنج تک آ گیا۔ بچوں کو تیار کرنے تک درخشاں لاؤنج کے وسط میں دھری ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا لگا چکی تھی۔ ناشتا وقت پر مگر افراتفری کے ساتھ تھا' وین آ گئی۔ چلو جی چھٹی ہوئی' فہد کا خیال تھا کہ اب مطلع صاف رہے گا مگر ہائے ری قسمت......!

بچے سدھارے تو ماسی آ گئی اور درخشاں کی مغز ماری ایک بار پھر جاری ہوئی۔

"آ گئیں تم' آج سورج کہاں سے نکلا جو وقت پر پہنچ گئیں؟ پہلے لاؤنج سمیٹو پھر کمروں کا رخ کرنا۔ بچوں کی تیاری میں سارا گھر میدان جنگ بن جاتا ہے اور سنو خبردار جو برتنوں کو ہاتھ بھی لگایا تو...... میں خود کچن اور ڈائننگ سمیٹ لوں گی۔" وہ تیز تیز بولتے ہوئے پھرتی سے ڈائننگ ٹیبل سے برتن اٹھا رہی تھی۔

فہد نے لاؤنج کے ایک گوشے میں پڑے صوفے سے پشت ٹکا کر سگریٹ سلگا لی تھی۔

کبھی کبھی وہ سوچتا اگر درخشاں نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟ شاید وہ اسی طرح تنہا کسی گوشہ میں بیٹھا سگریٹ پھونکتا نظر آتا۔ یہ ساری ہنگامہ خیزی' رونق میلہ اور پھیلاؤ' سب اسی کے دم قدم سے تو ہے۔ وہ جس مشاقی و

مہارت سے اس کے گھر بچوں اور خاندان کو لے کر چلتی، جیسے اپنی ذات بھی کہیں پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

درخشاں اس کی زندگی کا لازم جز تھی، شاید اس کے بناء وہ ادھورا ہی رہ جاتا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ لو میرج دو طرح سے ہوتی ہے اک وہ جو عورت کی کسی بھی کوالٹی پر دل ہار کر مرد زمانے بھر سے لڑ کر یا سہل طریقے سے اسے اپناتا ہے، وہ عورت خوش قسمت ترین کہلائی جاسکتی ہے۔ دوسری وہ جو باہمی رضامندی کے تحت، کچھ یا زیادہ عرصہ کی میل جول یا ربط کے دوران تشکیل پاتے جذبوں کے اختتام پر وجود میں آتی ہے۔

درخشاں کا شمار خوش قسمت ترین عورت میں سے تھا، فہد نے اسے کسی دوست کی شادی کی تقریب میں دیکھا تھا اور بالآخر تھوڑی بہت کوشش کے بعد حاصل کرلیا تھا۔ یہ اور بات، کہ اس کی کوششوں سے درخشاں شادی ہونے تک لاعلم رہی تھی۔

درخشاں ماسی کے سر پر سوار گھر بھر کی صفائی کے لیے ہلکان تھی، درمیانی وقفہ میں کچن میں جھانکتی۔ فریج میں کھٹ پٹ کرتی رہتی تھی، یقیناً لنچ کی تیاری جاری تھی۔ سگریٹ مسل کر وہ اخبار منہ سے لگائے بھانت بھانت کی آوازیں سنتا رہا۔

''نذیراں...... ارے بھئی ٹھیک سے جھاڑو دو میل مٹی رہ گیا تو بچوں کو چھینکیں لگ جاتی ہیں۔ ارے کہاں گھس گئیں، ابھی بیڈ کے نیچے کی صفائی نہیں ہوئی تم سے، ابھی تو سارے گھر کی صفائی پڑی ہے۔''

''ارے سنتی ہو پونچھا دوبارہ دھو کر لاؤ، فرش پر نشان رہ جائیں گے۔'' وہ بولتی اسے نچا نچا کر لاؤنج سے باہر ہانک کر لے گئی تھی۔

''دھڑام......'' اگلے ہی پل اسٹور سے اک دھماکا نما آواز پر فہد کا دھیان ٹوٹا تھا، پچھلے دنوں گھر میں کچھ کنسٹرکشن کا کام ہوا تھا۔ اسٹور روم میں کئی بلاکس ایک کے بعد ایک دھرے تھے۔ آواز پر فہد کا ذہن سب سے پہلے اسی طرف گیا تھا پھر اگلے ہی لمحہ

صبر کرنے کا وقت

صبر اپنے وقت پر ہوتا ہے مدت گزر جانے کے بعد تو ہر ایک کو صبر آ ہی جاتا ہے وہ صبر باعث اجر نہیں ہوتا صبر وہی باعث اجر ہوتا ہے جو ارادہ اور اختیار سے مصیبت کو دبانے کے لیے کیا جائے حدیث شریف میں ہے کہ ایک بڑھیا کا جوان بیٹا مر گیا نبی کریم ﷺ ادھر سے گزرے بڑھیا واویلا کررہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبر کرو وہ آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی جواب دیا کہ ہاں تمہارا جوان بیٹا مر گیا ہوتا تو پتا چلتا آپ ﷺ چل دیے کسی نے کہا اللہ کے رسول محمد ﷺ تھے۔ وہ بڑھیا دوڑی دوڑی آئی اور کہا اب میں صبر کروں گی آپ ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ: صدمہ اور رنج پہنچتے ہی آدمی صبر کرے تو موجب اجر ہوتا ہے۔

مدیحہ شبیر...... شاہ نکڈر

میں وہ اسٹور روم کے دروازے پر تھا جہاں پشت موڑے درخشاں، ماسی پر برس رہی تھی جو نادم انداز میں اپنا سر سہلا رہی تھی۔

''ذرا عقل نہیں ہے تمہیں، ہزار بار کہا ہے کہ اپنی آنکھیں کھلی رکھا کرو، الماری سے ایک ڈبا اتارنے میں ہی اپنا سر پھوڑ لیا، ابھی اگر رپٹ جاتیں تو بلاک پڑتا سر پر، بھیجا باہر آجاتا، خیر زیادہ تو نہیں لگی؟''

فہد نے سکھ کی سانس لیا اور یہ سانس ابھی درمیان ہی میں تھی کہ آپا کا فون آگیا۔ امی کو شام تک کے لیے ہسپتال میں ایڈمٹ کرلیا گیا تھا، عنقریب ان کا آپریشن متوقع تھا۔ شام تک تمام ٹیسٹ رپورٹس آنے کے بعد آپریشن کی تاریخ دے کر فارغ کردینا تھا۔ آپا نے صرف اطلاع دی تھی مگر درخشاں کو ایک نئی فکر لگ گئی۔ آپا کا کھانا، امی کے لیے سوپ، ہسپتال ان کے گھر سے قریب تھا، دوپہر کے لیے ہانڈی وہ چڑھا چکی تھی۔ صفائی کے دوران کچن میں گھس کر کھٹ پٹ

کرتی رہی تھی۔ گھنٹہ بھر میں سوپ‘ سالن تیار ہوگیا‘ درخشاں نے فریز کیے کچھ کباب بھی تل کر ساتھ کیے‘ جھٹ پٹ روٹیاں پکائیں۔ آپا کب سے اس کے ہاتھ کے کھانے کی فرمائشیں کررہی تھیں‘ امی اپنی مستقل سکونت آپا کے پاس ہی رکھتی تھیں کہ چاؤ اور ارمانوں سے بیاہ کرلانے والی دو بدترین بہوؤں سے چوٹ کھائے بیٹھی تھیں۔ درخشاں گو کہ ایک حساس و نیک دل لڑکی تھی‘ وہ ہر ممکن ساس کا دل ہاتھوں میں رکھنے کی کوشش کرتی مگر بہوؤں پر سے امی کا اعتماد اٹھ چکا تھا۔ درخشاں پر تو پھر بھی من چاہی کی مہر تھی۔

درخشاں نے ٹفن اسے پکڑا کر چلتے وقت ایک اور نوید دی تھی کہ بچوں کو اسکول سے لیتے ہوئے لوٹنا ہے۔ اسکول سے فون آیا تھا‘ وین خراب ہوگئی ہے۔

’’لو جی کرلو گل‘ یعنی یک نہ شد دو شد۔ ہائے او ربا! کیری مناں...... کیری نہ مناں......‘‘ اسے جانا تھا اور وہ نکل ہی پڑا۔ فہد کا بس نہ چل رہا تھا کہ گھڑی کی سوئیوں کو نوچ کر پھینک دے جو ہر وقت درخشاں کو انگلیوں پر نچاتیں۔ راستے بھر اسے افسوس ہوتا رہا‘ ناحق چھٹی کی‘ اس سے بہتر تھا کہ آفس ہی چلا جاتا۔ ایک میسج کردیتا‘ درخشاں جب فارغ ہوتی‘ پڑھ لیتی مگر......

ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغر

ابھی تو سارا دن تھا اور دل کے بہلانے کو یہ خیال بہت ہی اچھا تھا‘ اسی خیال نے اسے مسرور رکھا۔ اس کی واپسی جلد ہی ہوگئی کیونکہ ہسپتال میں بچوں کو اسکول سے لینے کا بہانہ کام آیا۔ بچوں کے لوٹنے کے کچھ دیر بعد ان کے چینج اور لنچ سے فارغ ہوکر آرام تک کے وقفہ میں درخشاں تقریباً فارغ ہی ہوتی تھی۔ واش ہوئے کپڑے پریس کرکے ہینگ کرتی یا بیڈروم ہی میں یہاں‘ وہاں کام ڈھونڈ ڈھونڈ کر کرتی رہتی۔ بچوں کا ٹیوٹر چار بجے آتا تھا اور فہد کا خیال تھا کہ تب تک کے وقتوں میں راوی چین ہی چین لکھتا ہے سو اس وقت سے کچھ پہلے بالآخر فہد نے درخشاں کو جا ہی لیا۔ وہ حسب توقع بیڈروم کی الماری کھنگال رہی تھی‘ اس نے شکر منایا کہ چاروں آفت کے پرکالے کہیں نظر نہ آرہے تھے مگر درخشاں کو بھلا کہاں فراغت تھی۔

’’ارے فہد! کہاں گم ہیں آپ؟ ذرا گھر کی پروا نہیں ہے آپ کو۔ یہ نہیں کہ چھٹی کی ہے تو دو چار گھر کے دھندے ہی بھگتا دیں مگر نا‘ آپ کو اخبار‘ ٹی وی یا سگریٹ سے فرصت ملے تب نا‘ کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں‘ ذرا ایک چکر مارکیٹ کا لگا لیجیے‘ ڈنر کے لیے۔‘‘

’’ارے یار! ڈنر کو گولی مارو‘ آج ہم کھانا باہر کھائیں گے واپسی میں‘ میں تمہیں گجرے دلواؤں گا اور......‘‘ وہ میدان صاف پاکر اس کے قریب کھسکا مگر درخشاں کو پتنگے لگ گئے۔

’’ہائیں‘ دماغ تو درست ہے‘ کبھی تو عقل کی بات کرلیا کریں‘ ابھی کتنی پے منٹس باقی ہے‘ بجٹ منہ چڑا جائے گا۔‘‘

’’ارے یار! کبھی کبھی تم بھی بجٹ کو منہ چڑا دیا کرو‘ کم از کم آج تو......‘‘ مگر وہاں سنتا کون تھا۔

’’آئے ہائے...... کم عقلی کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان خود اپنی کہی بات بھول جاتا ہے۔ یاد نہیں مہینہ کے آخر میں فضیلت آپا کی بیٹی کی شادی ہے ہوٹل بازی کریں گے تو تنگ پڑ جائیں گے۔ ابھی ساری تیاری باقی ہے۔‘‘ فہد کو یاد آیا‘ خود اسی نے اس ماہ ہاتھ روک کر خرچ کی صلاح دی تھی۔

’’اچھا‘ تو پھر ڈنر کے بعد آئس کریم ہی کھالیں گے‘ واپسی میں میٹھے پان اور......‘‘

’’لو بھلا‘ وہ کس خوشی میں......؟‘‘ اور خوشی کی وجہ وہ بات تھی جس کے لیے فہد صبح سے ہلکان تھا۔ درخشاں کی بات کا جواب کال بیل نے دیا‘ اس بار دروازے پر ٹیوٹر تھا‘ انہیں اندر لاکر بٹھایا تو کیبل والا وارد ہوا۔ اسے چلتا کیا تو مانی دامن گیر تھا۔ اسے بلیک بورڈ پر لکھا

نورین شاھد

السلام علیکم! شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ کیسے مزاج ہیں آپ سب کے؟ میں بھی بالکل ٹھیک ہوں (ارے میں کون ہوں) جی میرا نام ہے نورین شاہد اور میرا تعلق رحیم یار خان سے ہے اپنے والدین کی پہلی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے میں 30 جون کی تپتی رات میں ٹھنڈک کا احساس بن کر دنیا میں آئی' میرے دو بھائی اور چار بہنیں ہیں' پہلے نمبر پر میں پھر نوشین' بلال' مہرین' ابرار' فاریہ اور جویریہ میں تھرڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں' بی ایس سی کر رہی ہوں۔ میرے ابو اور امی بہت اچھے ہیں' اللہ انہیں لمبی عمر اور صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین۔ جی تو مجھے کالا' سفید' فیروزی رنگ پسند ہے' کھانے میں پلاؤ' کسٹرڈ' چائے' گلاب جامن پسند ہیں۔ چوڑیاں (کسی اور کے پہنے ہوئے) اچھی لگتی ہیں۔ مہندی لگانا پسند ہے صرف تھوڑی بہت لگانی آتی ہے' شلوار قمیص اور لمبا دوپٹا پسند ہے' مجھے سورج کو طلوع و غروب ہوتے دیکھنا' چاند کو دیکھنا' کہانیاں پڑھنا' ٹیرس پر کھڑے ہو کر دور تک دیکھنا' لان میں بیٹھ کر چائے پینا' سرسبز گھاس پر ننگے پاؤں چلنا بہت پسند ہے۔ میں ایف ایم بہت زیادہ سنتی ہوں' خاص طور پر ایف ایم 105 کے آر جے خرم' مصور عباس' دعا اور فضا آپی' عثمان حبیب' حمید کنول' صدیق کنول' وسیم ارشد اور ایف ایم 99 کے اسد چوہدری اور سارینہ بہت پسند ہیں۔ ایف ایم میں کام کرنے کا بہت شوق ہے اور جلد یہ خواب پورا ہو جائے گا میرے دوست بہت کم ہیں' دوست بنانا نہیں آتے مجھے ویسے میری بیسٹ فرینڈ ماریہ اور تہمینہ ہیں۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو خامیاں ہیں کہ غصہ بہت زیادہ آتا ہے جلدی چڑ جاتی ہوں' نماز ریگولر نہیں پڑھتی' خودغرض لوگ پسند نہیں ہیں۔ خامیاں تو بتادیں اب خوبیاں تو بقول امی اور نوشی کوئی بھی نہیں ہے ویسے میں بہت حساس ہوں اور پتا نہیں بندہ اپنے منہ مٹھو بنے اچھا نہیں لگتا۔ میں نیوز بہت سنتی ہوں اینکرز میں عائشہ بخش اور محمد جنید پسند ہیں' سنگرز میں عاطف اسلم' راحت فتح علی خان' ثریا گھوشال' مہدی حسن' نور جہاں بہت اچھے لگتے ہیں۔ ایکٹرز میں محمد علی' زیبا' وحید مراد' ایشوریا' مادھوری پسند ہیں' ایک پیغام آپ سب کے نام۔ "اپنے روٹھے ہوئے دوست کو بار بار مناؤ کیونکہ ہیروں کی مالا ٹوٹ کر بھی ہیروں کی رہتی ہے۔" اللہ حافظ۔

صاف نظر نہیں آتا تھا اسے آنکھیں ٹیسٹ کروانے کے لیے، لے کر جانا تھا یوں فٹ بال کی طرح گھومتے فہد کا موڈ اتنا خراب ہو چکا تھا کہ اب اس خوب صورت بات کا حسن ہی ضائع ہو جانا تھا۔ دل پر پتھر رکھتے ہوئے اس نے گاڑی نکالی تھی' درخشاں کے کام ختم ہوتے تو وہ اس پر نظر کرتی اور درخشاں کے بقیہ کاموں کی لسٹ کوئی فہد سے سنتا۔ زین نے بریانی کی فرمائش کی ہے' مانی کی آنکھوں کا مسئلہ' ٹیلر سے کپڑے لینے ہیں' رائتے کے لیے دہی...... یہ وہ...... اس نے کئی چیزوں کی فہرست بھی چلتے چلتے اسے تھمادی تھی' ڈنر کا پروگرام تو رد ہو ہی چکا تھا۔ اب رہی وہ خوب صورت بات' تو اب اس کے لیے رات تک کا انتظار کرنا تھا

جب درخشاں گھر بھر کے دھندے بھگتا کر سونے سے کچھ دیر پہلے اسے میسر ہوتی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ واپسی میں درخشاں کا من پسند خوش نما آئس کیک لیتا ہوا گھر جائے گا مگر کار کا ٹائر برسٹ ہو گیا' وہ چینج کیا تو ایندھن منہ چڑا رہا تھا۔ ٹیلر سے اس کی منہ ماری ہو گئی' جانے کس شاپ پر وہ ایک شاپنگ بیگ بھول گیا اس نے کار کو دو چار بار اسٹارٹ کر کے سی این جی کی قطار میں کھڑا کیا تھا' واپسی تک فہد کا موڈ اچھی طرح غارت ہو چکا تھا اور اس نے ٹھان لی تھی کہ اب اسے ایک لفظ بھی نہیں کہنا ہے مگر درخشاں کو وہ بات یاد تھی......!

❀......❀......❀
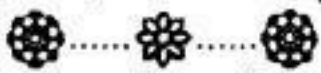
آج کا دن اس کی پوری حیات پر حاوی تھا' اسی

لیے اسے ہمیشہ اس دن کا انتظار رہتا تھا گزشتہ آٹھ سالوں میں وہ کبھی اس دن کو فراموش نہ کرسکا تھا۔ آج چودہ فروری تھی‘ محبت کا دن اور ان کی شادی کی سالگرہ بھی۔ محبت کے دن پر وہ محبت کے بندھن میں بندھے تھے اور یہی وہ بات تھی جسے خاص الخاص انداز میں وش کرنے کے لیے وہ دن بھر درخشاں کے آس پاس منڈلاتا رہا تھا۔ گزشتہ سال درخشاں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اب کبھی اس دن کو نہیں بھولے گی مگر آج دن بھر کے اس کے انداز و تیور بتاتے رہے تھے کہ اسے خاک یاد نہیں۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بھول گئی ہے‘ رات میں جب وہ سب بچوں کے یونیفارمز پریس کرکے بیگز تیار کرنے کے بعد فہد کے لیے گرم دودھ کا گلاس لے کر آئی تو وہ بیڈ پر بیٹھا ٹی وی چینل سرچ کررہا تھا گو کہ اس نے کچھ نہ کہنے کی ٹھان لی تھی مگر درخشاں کو وہ ادھوری بات یاد تھی اور اس کے استفسار پر نہ کرتے بھی خود سے اس کی بے پروائی کا شکوہ تو کر ہی بیٹھا۔

''واہ...... کون کہتا ہے کہ مجھے ذرا بھی آپ کی پروا نہیں‘ صبح آفس کے لیے آپ کے کپڑے پریس ہیں۔'' اس سے پہلے کہ وہ فہد کی بات سے وابستہ دیگر فرائض گنواتی۔ فہد نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔

''میری مراد اس سینے میں کلبلاتے‘ مچلتے‘ تڑپتے دل کے ارمانوں سے ہے۔''

''آہ......'' وہ ہمیشہ کی طرح برا مان گئی۔

''فہد! اب ہمارے بچے بڑے ہورہے ہیں۔''

''تو کیا ہم بوڑھے ہوگئے ہیں؟''

''اوہو...... یہ میں نے کب کہا؟''

''تو پھر مان لیجیے کہ آج پھر آپ آج کا......'' فہد کی بات درمیان میں تھی کہ سائیڈ ٹیبل پر اس کا موبائل شور مچانے لگا۔ دونوں کا دھیان و نظر ایک ساتھ بھٹکے تھے مگر درخشاں پھر اسے دیکھنے لگی۔

''اسے بجنے دیجیے...... آپ کہیے۔''

''فون کہیں امی کا نہ ہو۔'' فہد کا اندیشہ بجا تھا‘ درخشاں کو اٹھنا پڑا۔ فون واقعی امی کا تھا‘ ان کی ٹیسٹ رپورٹس کے بعد ڈسچارج کرکے آپریشن کی تاریخ دے دی گئی تھی۔ آپریشن 16 فروری یعنی دو دن بعد تھا‘ آج 14 فروری ہے ان کی شادی کی سالگرہ کا محبت بھرا دن۔ درخشاں کے دماغ کی جیسے کسی نے کھڑکی کھول دی تھی‘ وہ سر تھام کر دھپ سے اس کے نزدیک بیٹھ گئی۔ فہد دلچسپی سے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتا رہا تھا۔

''اب کہنا‘ ہائے اللہ میں تو بھول گئی۔'' اس نے مزا لیا۔

''فہد! میں کتنی بُری ہوں نا۔''

''اونہوں...... اتنی بُری بھی نہیں‘ ایک اچھی خاتون خانہ‘ بہترین ماں اور بہو مگر بے پروا بیوی۔'' فہد نے شرارتاً اس کی ناک دبائی۔

''فہد! اس گھر کے جھمیلے......''

''جی ہاں‘ اور اس گھر کے جھمیلوں میں الجھ کر آپ اس معصوم گھر والے کو بھول ہی جاتی ہیں پارہ صفت بیگم صاحبہ!'' دیوار گیر گھڑی نے بارہ بجنے کا اعلان کردیا اور درخشاں کا تاسف۔

''ہائے اللہ‘ کتنی جلدی وقت گزر گیا۔''

''جی نہیں‘ آپ ایک بار پھر بھول رہی ہیں‘ ہمارے بیڈروم کی گھڑی پندرہ منٹ آگے چلتی ہے۔''

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیئے اور پھر فہد نے وہی خوب صورت بات درخشاں کے کانوں میں کہی تھی کہ تم میرے زندگی ہو۔

مجھے حکم ہے اذاں
اُم مریم

خودی کا سرِ نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ
اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم ہے اذاں لا الہ الا اللہ

ڈیئر قارئین السلام علیکم!

دعا ہے اللہ ہمیشہ آپ پر مہربان ہو آمین۔

اللہ کے فضل و کرم سے میں رب العزت کی مشکور ہوں عاجز ہوں کہ جس نے اس ناول کے ذریعے آنچل میں مسلسل پچیس ماہ تک مجھے آپ کے ہمراہ رکھا۔ آپ کی رائے میرے لیے بہت قیمتی اور خاص رہی ہے۔ وہ بھی جو آنچل کے خطوط کے ذریعے مجھ تک پہنچی اور جو میری محترم ریڈرز بہنوں نے ساتھ ساتھ فون کے ذریعے مجھ تک پہنچائی۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' آپ پڑھ چکے حتمی رائے اگلے ماہ بھی مجھ تک پہنچ جائے گی اللہ نے چاہا تو۔ آج آپ سے مخاطب ہونے کا مقصد آپ کا اسپیشل تھینکس کہنا ہے آپ کی اس ناول کی پسندیدگی پر آنچل اسٹاف خاص طور پر قیصر آپی اور طاہر بھائی کو بھی جن کا تعاون رہا کہ میں اپنی اس تحریر کو مزید نکھارنے کے لیے اسے دوسری مرتبہ لکھنے کی خواہش پوری کرسکی۔

آج اس طرح آپ سے مخاطب ہونے کا ایک اور مقصد بھی ہے قارئین کرام اور وہ یہ کہ عین ممکن ہے اس طرح میں آپ سے آخری مرتبہ مخاطب ہوں تو وجہ میرے کیریئر کا اختتام ہے۔ 20 اپریل 2013 کو جب میں یہ سطور لکھ رہی ہوں تو میرے پاس سلسلے وار صرف ایک ناول بچا ہے۔ دو سال بعد آپ اس خط کو پڑھ رہے ہوں گے تو میری شدید خواہش ہے اللہ اس آخری ناول کے لیے بھی کوئی بہت اچھا اور بہترین سبب پیدا فرمادے اور یوں میں پوری خوش اسلوبی کے ساتھ اس کام سے کنارہ کش ہوجاؤں اس فیصلے کو لیتے ہوئے میرے اندر کوئی خلش کوئی کسک نہیں ہے۔ میں مطمئن ہوں میں جانتی ہوں اللہ نے مجھے اس سفر میں اس سے کئی گنا بڑھ کر عطا فرمایا ہے جتنا میں نے چاہ اور خواہش کی تھی۔

آنچل میں طویل تحریر کی صورت میں چھپنے کی خواہش بھی اللہ نے پوری کردی ہے احسان ہے مالک کا میرا آخری ناول ''ہم مصطفوی ﷺ ہیں'' تصوف کے موضوع پر ہوگا۔ میری تحریر کتابوں کی صورت آپ کو میری کمی بھی محسوس نہیں ہونے دے گی مجھے یقین ہے میں ان لوگوں کی مشکور ہوں جنہوں نے میری تحریروں کو پڑھا اور پسند کیا ان کی اور زیادہ مشکور ہوں جنہوں نے مجھے محض برداشت کیا۔

اپنی تحریروں کے ذریعے میرا شعوری مقصد اصلاح رہا ہے اگر اس کوشش میں ایک فیصد بھی کامیابی حاصل ہوئی تو قلم اٹھانے کا مقصد پورا ہوگیا ہے میری آپ سے التماس ہے آپ فاطمہ، عباس، وقاص یا ابراہیم نہیں ہیں آپ لاریب بھی نہیں ہیں مگر پھر بھی خود کو سنوارنا ضروری ہے کہ ہم ٹھوکر کھا کر سنبھلیں؟ ہمیں ویسے بھی اپنی اصلاح کا بیڑا اٹھالینا چاہیے۔ یاد رکھیے تبلیغ بعد کا مرحلہ ہے پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں بھی یہ ارشاد ربانی ہوتا ہے، جس کا مفہوم ہے۔

''اور تم دوسروں کو جو حکم دیتے ہو خود نہیں کرتے ہو۔''

میری آپ سے گزارش ہے کہ زندگی میں ایک بار قرآن پاک کو ترجمہ سے ضرور پڑھیں۔ جہاں رہیں خوش

رہیں میرے والدین بھائی بہنوں کے ساتھ ملک کی سلامتی کے لیے دعا ضرور کیجیے، والسلام

ام مریم

❀……❀❀……❀
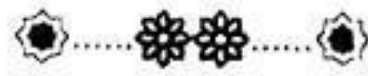
(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عباس پر چلائی جانے والی گولیوں کا نشانہ فاطمہ بنتی ہے جبکہ اسے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا دیکھ کر عباس اپنے اوسان کھو بیٹھتا ہے۔ فاطمہ کو اپنی زندگی سے دور ہوتے دیکھ کر عباس کو شدید زیاں کا احساس ہوتا ہے جب ہی اس کا دل فاطمہ کی محبت میں چور اس کی زندگی کے لیے دعاگو بن جاتا ہے۔ فاطمہ ہوش میں آنے کے بعد عباس کی وارفتگیوں کو بالکل نظر انداز کردیتی ہے۔ دوسری طرف عباس اپنی بوکھلاہٹ میں ابراہیم احمد کے سامنے عریشہ کی بات کر بیٹھتا ہے جبکہ ابراہیم احمد اس معاملے کو فی الحال ملتوی کردیتا ہے۔ دوسری طرف سکندر کا تلخ رویہ لاریب کو گھائل کیے دیتا ہے۔ اسے لاریب کی تمام باتوں کے پیچھے کوئی اور مقصد نظر آتا ہے جبکہ لاریب کے منہ سے اپنے لیے محبت کا سن کر سکندر بھڑک اٹھتا ہے۔ جبکہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو اور سکندر کا جاہلانہ انداز فراز کے علم میں آجاتا ہے جب ہی وہ سکندر کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ سکندر فراز کی باتوں پر عمل کرنے کا عزم کرتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہی صالحہ اپنے مکروفریب کے جال میں سکندر کو الجھادیتی ہے جبکہ وہ اس انتہائی عمل پر شدید ردعمل کا مظاہرہ کرتے صالحہ پر ہاتھ اٹھاتا ہے گھر والے تائی اماں اور صالحہ کی فطرت سے آگاہ ہوتے ہیں۔ جبکہ لاریب کو بدگمان کرنے میں تائی اماں یہ کرنے میں کامیاب رہتی ہیں۔ لاریب اس صورت حال میں گھر چھوڑ کر ایمان کے پاس چلی آتی ہے اور دوسری طرف ایمان کی زبانی سکندر کی حمایت کا سن کر مجبوراً اسے واپس آنا پڑتا ہے جبکہ لاریب کی بدگمانی سکندر کو مزید شکست سے دوچار کردیتی ہے۔ فاطمہ کی طبیعت رفتہ رفتہ ٹھیک ہونے لگتی ہے لیکن اب وہ کسی طور بندوں کی محبت میں اپنے رب کی محبت کو بھلا دینا نہیں چاہتی یہی وجہ ہے کہ وہ عباس کو یکسر نظر انداز کرتی ہے دوسری طرف عباس اپنے گزشتہ رویوں کی فاطمہ سے معافی مانگتے نئی زندگی شروع کرتا ہے۔ عباس عریشہ کی موت میں خدا کی مصلحت سمجھتے خدا کی رضا میں راضی ہوجاتا ہے۔ لاریب اماں کے کہنے پر فاطمہ کی عیادت کے لیے آتی ہے جب ہی اس کا سامنا عباس سے ہوجاتا ہے۔ دوسری طرف سکندر بھی عباس کی طرف پہنچ جاتا ہے جبکہ سکندر کو وہاں دیکھ کر لاریب شدید خوف وخدشات میں گھر جاتی ہے۔ عباس کا یکسر بدلا ہوا انداز سکندر کو بہت متاثر کرتا ہے۔ دیو کوئی وی اسکرین پر عالم دین کی حیثیت سے وعظ کرتے دیکھ کر فاطمہ شدید حیرت کا شکار ہوتی ہے۔ اس کی نئی شناخت ہارون کے نام سے سامنے آتی ہے جبکہ فاطمہ خوشگوار حیرت میں مبتلا رہتی ہے۔ لاریب کے منہ سے خوش خبری سن کر سکندر ایک مرتبہ پھر اس سے بدگمان ہونے لگتا ہے۔ اس کو لاریب کا اپنی ذات پر شک کرنا بالکل پسند نہیں آتا جبکہ لاریب اپنے شک کو محبت سے تعبیر کرتے اپنے دل کا تمام احوال سکندر کو بتادیتی ہے۔ عباس کے ہاں جانے پر بھی وہ صفائی دیتے اماں کو لے جانے کا ذکر کرتی ہے جبکہ لاریب کے منہ سے تمام حقیقت جان کر سکندر کی دل کی کیفیت بھی بدلنے لگتی ہے جب ہی وہ سابقہ تمام رویوں کو بھلا کر ایک نئی زندگی کے آغاز کا فیصلہ کرتے ہیں ایسے میں لاریب پوری سچائی سے اپنے سابقہ رویوں کی معافی مانگ لیتی ہے جبکہ لاریب کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت کے رنگ دیکھ کر سکندر بھی لاریب کی محبت پر ایمان لے آتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀……❀❀……❀
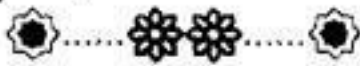
''اللہ تبارک وتعالیٰ ''یاایھا الذین امنو'' کہہ کر جن بندوں کو مخاطب فرمارہا ہے آخران میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ رب کائنات انہیں براہ راست مخاطب فرمارہا ہے۔ جبکہ وہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے پیغمبر، نبی، رسول معبوث کرتارہا ہے۔ اہلِ ایمان کو مخاطب کرنے کا مطلب

ہوا ایمان ہی وہ جوہر ہے جس نے بندے کو اس کا اہل کیا
کہ اللہ تبارک وتعالیٰ براہِ راست مخاطب ہو کر اس کی
رہنمائی فرما رہا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ سب پہلے یہ
سمجھا جائے کہ "ایمان" کیا ہے اور ایمان کے لغوی معنی
ماننے، اطمینان کرنے، تسلیم کرنے کے ہیں۔

امام راغب اصفہانی کے نزدیک اس کا مطلب زبان
سے اقرار کرنا، دل سے تسلیم کرنا اور اپنے عمل سے ظاہر کرنا
ہے۔ ایمانی اصلاح میں ایمان کفر کی ضد ہے۔ قرآن حکیم
کی آیات کے مطابق اسلام اور ایمان دو الگ الگ مفہوم
ہیں قرآن حکیم سے ایمان کی تفصیل معلوم کرنے سے پہلے
ہم اسلام سے رجوع کریں گے کیونکہ ایمان لانے کے
لیے دین اسلام کا قبول کرنا ضروری ہے۔"

ابراہیم احمد خطاب کررہے تھے ہزاروں کے مجمع پر اس
وقت سکوت کا ایسا عالم طاری تھا کہ گویا سانس لینے کی آواز
بھی سنائی دے سکے۔ عباس کے داہنی جانب وقاص حیدر
جبکہ بائیں طرف سکندر حیات موجود تھا۔ سکندر کے ساتھ
شرجیل پھر فرزند نظر آرہا تھا۔ یہ ایسا پلیٹ فارم تھا جہاں دلوں
کے بغض وعناد بھلا کر کوئی آگاہی دین کے شوق میں کشاں
کشاں چلا آیا تھا۔ ہر کسی کی توجہ کا مرکز ڈائس کے پیچھے نظر
آتا ابراہیم کا چہرہ تھا جس کے آگے بے شمار مائیک تھے۔

"قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر بنی نوع انسان
کے مذہب کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ شروع سے
انسانوں کا مذہب "اسلام" ہی رہا ہے۔ جیسا کہ سورۃ آل
عمران میں حکم ہوا ہے۔

"بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صرف ایک ہی
نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے وہ یہ
کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی
ہی بندگی و غلامی اختیار کرے۔ اس کی بندگی و اطاعت میں
اپنی طرف سے کوئی اختراع و ایجاد نہ کرے اللہ تعالیٰ نے
اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو ہدایت بھیجی ہے اس پر کمی
بیشی کے بغیر اس طرح عمل کرنا اس کا نام اسلام ہے اور
بندوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی عبادت و
اطاعت کے لیے اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ عبادت
اختیار نہ کریں۔

"اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پہلے سے
بھی اور اس قرآن میں بھی سورۃ الحج 78 اس آیت
مبارکہ کے مخاطب وہ تمام افراد ہیں جو آغاز تاریخ انسانی
سے توحید، آخرت، رسالت اور کتب الٰہی کو ماننے والے
رہے ہیں۔

دعوت حق کو ماننے والی ملت پہلے بھی نوحی، ابراہیمی،
موسوی، یا مسیحی نہیں کہلاتی تھی بلکہ ان کا نام بھی مسلم یعنی
اللہ کے تابع و فرمان ہی تھا اور آج بھی مسلم اللہ کے تابع و
فرمان اور مسلمان کہلاتے ہیں۔ ہر مذہب نے حسب
ہدایت الٰہی سلامتی کی راہ کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے
اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اس کوشش کی
تکمیل ہوگئی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں رب کائنات نے
یوں ارشاد فرمایا۔

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور
تم پر اپنی نعمت کو پورا کردیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو
میں نے پسند کیا۔" سورۃ المائدہ 3

اس آیت مبارکہ میں تمام مسلمانوں اور تمام اہل ایمان
کو یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ نبی آخری الزماں حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کا پہنچایا ہوا دین یعنی اسلام آج مکمل
ہوگیا۔ اس اعلان الٰہی کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ دین جس کی
ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جو مختلف اقوام اور
مختلف ادوار سے ہوتا ہوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل
ہوا اور اپنی تکمیل کو جا پہنچا۔

دین کو مکمل کردینے سے مراد اس نظام الٰہی کی تکمیل
ہے جس سے انسانوں میں اللہ کی بندگی اور اس عارضی
جائے قیام یعنی دنیا میں اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے
ایک مکمل نظام فکر، ایک مکمل نظام حیات سے باہر جانے
کی ضرورت پیش نہیں آتی۔" ابراہیم نے کچھ توقف کیا
تھا اور ہاتھ اٹھا کر اس نوجوان کو اشارے سے منع کیا جو

مجمع سے اٹھ کر اپنے سیل فون پر اس کی مووی بنانے میں مصروف تھا۔

"ہمارے مذہب میں تصویر بنانے، بنوانے اور چھاپنے کی سختی سے ممانعت ہے۔" اس نے نرمی و رسان سے آگاہ کیا تو نوجوان خفت زدہ نظر آیا جبھی مووی کیمرہ آف کیا۔ سیل فون جیب میں رکھتا اپنی جگہ پر واپس جا بیٹھا مگر فراز ٹھٹک سا گیا تھا اس کے چہرے پر واضح تغیر نظر آنے لگا۔ اسے یاد آیا وہ کیسے مووی میں کام کرنے کے جنون میں مبتلا تھا کتنا اچھا ہوا اللہ نے اسے اس گمراہی کے راستے پر چلنے ہی نہ دیا۔ کیا ضروری تھا وہ بھی دیگر لوگوں کی طرح ٹھوکر کھا کر زخم خوردہ ہو کر اللہ کی جانب راغب ہوتا ہدایت اگر بغیر کسی نقصان کے مل جائے تو اور بھی غنیمت ہے۔ اس نے تشکر سے سوچا اور آسودگی سے مسکرانے لگا۔

"عباس بھائی کہتے ہیں اللہ نے اگر ہمیں ہدایت سے نوازنا ہو تو پھر وہ خود ہی اپنے بندوں کے فیصلوں کا نگہبان بن جایا کرتا ہے۔ برائی سے روک دیتا۔ اچھائی کی طرف راغب کرنا اسی کا کام بن جاتا ہے اور یہ ایک عظیم خوش بختی ہے کسی بھی انسان کی۔" اس کے اندر طمانیت کا احساس مزید گہرا ہونے لگا اس نے پھر سے اپنی توجہ ابراہیم احمد کی جانب مبذول کی جو واعظ کا سلسلہ وہیں سے جوڑ چکا تھا جہاں چھوڑا تھا۔

"اب یہیں یہ سمجھنا ہے کہ دین یا مذہب اور اسلام ہے کیا مذہب کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کامل اور اس کی عبادت خالص ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ میں ہم سے کہلوایا جا رہا ہے۔

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔"

تمام مذاہب میں عبادت کا جو بھی طریقہ رائج ہو ان میں مخاطب اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی کیا جاتا ہے۔ دراصل سب مذاہب کی اصل اساس اللہ تعالیٰ کی ہی ذات واحد ہے۔ اس میں ردو بدل بعد کی بات ہے۔ اس میں حذف و اضافہ بعد میں لوگوں نے حسب منشا کر کے مذہب کی شکل ہی بدل ڈالی۔ حضرت عثمانؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ

"جو شخص اس حال میں مرا کہ اسے اس بات کا یقین تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔"

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا تو درکنار کسی اور کو اللہ کی صفات میں شریک کرنے کو خود "قرآن مجید" نے ظلم عظیم قرار دیا ہے شرک کو اس لیے ظلم کہا گیا ہے کیونکہ اس طرح انسان خود پر ظلم کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن جاتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اور خلیفہ کے مرتبے پر فائز کیا ہے۔ یہ اس کی اپنے بندوں سے بے پناہ محبت و شفقت کی دلیل ہے۔ اگر ہم احکام الٰہی سے کسی بھی طرح کی بغاوت یا انحراف کرتے ہیں تو خود سے اپنے آقا و مالک اپنے خالق سے بغاوت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہی ظلم عظیم ہے۔ قرآن حکیم میں تمام جن وانس کی تخلیق کی غرض وغایت اور ان کا مقصد حیات اللہ کی عبادت و اطاعت ہی بتایا گیا ہے۔

ایک مومن جب اسلام کی اس دعوت حق کو قبول کرتا ہے تو وہ ایک ایسی دنیا میں قدم رکھتا ہے جو امن کی دنیا ہے۔ جو سلامتی وفلاح کی دنیا ہے۔ جس میں کوئی حیرانی و پریشانی نہیں ہے۔ جس میں کوئی گمراہی و فساد نہیں ہے۔ یہاں ہر ذی روح کی تمام موجودات کے ساتھ ہم آہنگی ہے ایمان ایک ایسا عالم ہے جہاں نفس انسانی کے خفیہ ترین امور و پوشیدہ ترین گوشے بھی اطمینان وسکون پاتے ہیں اور اجتماعی زندگی بھی پرسکون و مطمئن ہوتی ہے۔ سلامتی کے جس نظام میں مومن داخل ہوتا ہے۔ اس سے بندے اور اس کے رب کے مابین تعلق کا صحیح تصور ملتا ہے۔ یہ نصاب مالک و بندے اور اس کائنات کے ساتھ اس کے تعلق اور ہر ہر چیز کا حکمت کے ساتھ پورا ہونا ثابت کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائناتی نظام کو ایسا بنایا ہے کہ یہ سب کا سب اور اس کی ہر ہر چیز انسان کی فلاح و بہتری

کے لیے۔ ہے اور محمد حیات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر فرمایا ہے اس لیے اس کی آسائش و آرام کی ہر ہر چیز کو اس کے تابع بنایا تاکہ وہ پوری یکسوئی سے اطاعت و بندگی میں مصروف رہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تو نہایت مہربان نہایت شفیق ہے۔

گناہوں کو معاف کرنے والا...... توبہ قبول کرنے والا...... مصیبت زدوں کی پکار سننے والا ان کی مصیبتوں کو دور کرنے والا۔

وہ ذات باری تعالیٰ ہی ہے جس کے سایہ رحمت میں مسلمان مانوس و مامون رہتا ہے اللہ فرماتا ہے۔

''اے ایمان والو، شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برے کاموں کا ہی کہے گا اور اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی پاک و صاف نہ ہوتا لیکن اللہ جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے اور اللہ سب سننے والا جاننے والا ہے۔'' النور

اس کا لہجہ خوش الحان اور انداز پر تاثیر تھا۔ سکندر یک ٹک اسے دیکھتا رہا۔ اس کی سنہری اور کشادہ پیشانی جو سجدے کے واضح نشان سے دمکتی تھی یہ نوجوان اپنے اندر بلاشبہ کوئی انوکھی کشش رکھتا تھا اس کے منہ سے نکلی حق کی بات اس باعث بھی اچھی لگتی تھی کہ وہ باعمل نظر آتا تھا۔ ابراہیم احمد کے خطاب کے بعد دیگر علما نے بھی خطاب کیا اور آخر میں دعا ہوئی۔

''آج تمہاری اہم میٹنگ تھی۔'' فراز نے اسے یاد دلایا سکندر نے کاندھے اچکا دیے تھے۔

''یاد ہے مجھے۔'' وہ الوداعی انداز میں سب سے مل رہا تھا جب وقاص نے بھی اپنی چوڑی ہتھیلی اس کی جانب مصافحہ کی غرض سے بڑھائی۔

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے سکندر۔'' سکندر نے مصافحہ بھی جبراً کیا تھا چہرے کے ناگوار تاثرات اس اگلی فرمائش پر گہرے ہوتے چلے گئے۔

''مجھے تم سے ہرگز بھی کوئی بات نہیں کرنی۔'' اس کا جوابی لہجہ اہانت آمیزی کی تلخی سے بھرپور تھا۔ عباس جو کچھ فاصلے پر کسی سے بات چیت میں مصروف تھا سکندر کی بلند بے لحاظ آواز پر چونک کر متوجہ ہوگیا۔

''اوں ہوں سکندر حیات، بری بات ہے، بہت۔'' اس نے نرمی سے ٹوکا اور دونوں کے قریب آ گیا۔ پھر اپنا ہاتھ نرمی و رسان آمیز انداز میں سکندر کے شانے پر رکھا۔

''ابھی ہمیں کس بات کی تاکید کی جا رہی تھی۔ بات سننے میں کیا حرج ہے بھلا؟'' اس کا انداز دباؤ ڈالتا ہوا تھا نہ ہی مجبور کرنے والا اور برتری جتلانے والا اس کے برعکس اس میں عجیب نرمی و رسان کے ساتھ ساتھ انوکھا وقار تھا جو قائل کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو۔ سکندر انکار کی پوزیشن میں نہیں رہا وقاص نے تشکرانہ نگاہ سے عباس کو دیکھا جو مسکرا کر اسے دیکھتا پلٹ کر وہاں سے ہٹ گیا۔

''مجھے معافی ہی مانگنی تھی تم سے سکندر، جس وقت میں نے تمہیں ہر وہ نازیبا بات کہی تب میں کسی بہت بڑی غلط فہمی و گمراہی سے دوچار تھا مگر اب شرمندہ ہوں۔ دیکھو تم بھی جانتے ہو ناں کہ اللہ بھی اس وقت تک مجھے معاف نہیں کرے گا جب تک میں تم سے معافی نہ مانگ لوں۔''

وہ کتنا عاجز نظر آ رہا تھا۔ کتنا بے بس، سکندر نے الجھنے میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا۔ کچھ عرصے سے اپنے بدلے ہوئے انداز و اطوار سے وہ حیران کر رہا تھا اسے مگر سکندر نے کبھی خاص دھیان ہی نہ دیا اور اس کی سابقہ حرکتوں کے باعث ہمیشہ کترا کر گزر گیا تھا اس سے یہاں تک کہ یہ نوبت بھی نہیں آنے دی تھی جس کا موقع اسے ابھی مل گیا تھا۔

''توبہ اور معافی وہی ہوتی ہے وقاص صاحب جو دائمی ہو۔'' اس کا لہجہ صاف طنزیہ تھا وقاص کا جھکا ہوا سر کچھ اور جھک گیا۔

''میں اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ اے اللہ میرے دل کو اب کبھی نہ پھیرنا بعد اس کے جبکہ تو نے مجھے ہدایت بخش دی ہے اور میرا خاتمہ بالخیر بالایمان فرمانا آمین۔''

اس کا بھرایا ہوا مدھم لہجہ تھا مگر سکندر کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر گیا تھا۔ وہ پوری آنکھیں وا کیے خدا کی قدرت

کے اس مظاہرے کو ششدر سا دیکھے جا رہا تھا یہ وقاص تھا وہی.....؟ جو غرور و تکبر کا مجموعہ ہوا کرتا تھا۔ اللہ نے اس پر عنایت کی انتہا کر دی وہ سراپا تبدیل ہوا سامنے کھڑا تھا۔ سکندر کو بے انتہا بے حساب ندامتوں نے آن لیا۔ اب بھلا وہ کون ہوتا تھا اسے نہ معاف کرنے والا وہ بولا تو اس کی آواز پر بھی خفیف سی لرزش تھی اس کے دل پر اتری کپکپاہٹ کی طرح۔

"میں نے بھی تمہیں معاف کیا وقاص اللہ بھی تمہیں معاف فرمائے میرے لیے بھی دعا کرنا ہدایت بلاشبہ ہر کسی کا نصیب نہیں بنا کرتی۔ اللہ مجھ پر بھی اپنی خاص عنایت فرمائے، آمین۔" وہ اس کا کاندھا تھپک رہا تھا اس کے ہاتھوں میں بھی لرزش تھی اس کے دل اس کی آواز کی طرح بھلا کون جانتا تھا۔ وہ ان چند لمحوں میں تغیر کے کیسے عمل سے گزر گیا تھا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁
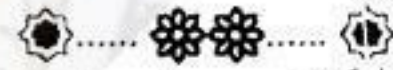
دروازہ کھلنے کی آواز پر فاطمہ نے بے اختیار گردن موڑ کر دیکھا مگر عباس کو اندر آتے پا کر اس نے تیزی سے رخ بدل لیا تھا۔ اس بات کو سرے سے نظر انداز کیے لمحہ بھر کو ہونے والے نگاہ کے تصادم نے عباس کے ہونٹوں پر دوستانہ اور پرخلوص مسکان بکھیر دی تھی۔ جو خالصتاً اس کے لیے تھی مگر وہ اب پیچھے نہ پلٹ کر دیکھنے کا ہی تہیہ کر چکی تھی۔

"السلام علیکم! فاطمہ طبیعت کیسی ہے اب؟" عباس کا لہجہ و انداز مربیانہ تھا۔ اس کے باوجود جب وہ کمرے میں داخل ہوا فاطمہ ملازمہ پر برسنے میں مصروف تھی وہ آخر دیا کو وہاں سے کیوں نہیں لے جاتی۔

"یہ چپ ہی نہیں ہو رہی ہے میم، آپ کے پاس آنے کی ضد لگا رکھی ہے۔" فاطمہ نے عباس کا سلام اور سوال دونوں نظر انداز کیے تھے اور اپنی سرد نظروں کو ملازمہ پر جمایا۔

"کتنی بار کہا ہے تم سے، جب میں نماز پڑھ رہی ہوں بچوں کو دور رکھا کرو مجھ سے، ڈسٹربنس ہوتی ہے۔" اس کے لہجے کی بے لحاظی اور کھردرا پن میں مجال ہے عباس کی موجودگی محسوس کرنے کے باوجود فرق آیا ہو بلکہ عباس کو ایک لمحے کو لگا یہ اسے ہی خصوصیت سے جتلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جبھی عباس حیدر کے پرکشش وجیہہ چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر رہا تھا۔

"آپ جائیں یہاں سے سیما، اسامہ کا دھیان رکھیے گا پلیز۔" عباس نے آگے بڑھ کر خود دیا کو لیا اور اسے نرمی سے مخاطب کیا۔

"آپ اطمینان سے نماز پڑھ لیں فاطمہ، مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" ملازمہ کے جانے کے بعد وہ دیا کو کاندھے سے لگائے تھپکتے ہوئے تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ فاطمہ نے ایک نگاہ اس کے سنجیدہ نظر آتے چہرے کو دیکھا اور کوئی تاثر دیے بغیر جائے نماز بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئی۔ عباس دیا کو لے کر کمرے سے نکل کر ٹیرس پر ٹہلتا رہا۔

"آپ کو جو بھی بات کرنی ہے، نماز پڑھ چکی ہوں میں۔" اس کے لہجے میں معمولی سی ہی تبدیلی تھی بے نیازی و رکھائی کا البتہ وہی عالم تھا۔ عباس نے سوئی ہوئی دیا کو جھک کر بستر پر لٹا دیا۔ سیدھا ہونے سے قبل ایک نظر اسے دیکھا آتشی گلابی سوٹ میں ہم رنگ دوپٹہ نماز کے اسٹائل میں لپیٹے شعاعیں بکھیرتے رنگ و روپ اور جکڑ لینے والی جاذبیت کے ہمراہ وہ اتنی من موہنی لگ رہی تھی مگر اس کو تکتی عباس کی نظروں میں ستائش کی بجائے تفکر نظر آ رہا تھا۔ اسے ایک بار پھر تاخیر کا ملال گھیرنے لگا۔ اتنی تاخیر کہ اس بیلے کی نازک کلی کا انتظار شاید مرجھا گیا تھا۔

اس کی نظروں نے فاطمہ کو جزبز کر دیا۔ اس نے بے اختیار اپنی پلکیں جھکا کر ہونٹ بھینچے وہ اسے کیسے کہتی کہ

مجھے معاف کر میرے ہم سفر تجھے چاہنا میری بھول تھی
کسی راہ پر جو اٹھی نظر تجھے دیکھنا میری بھول تھی
کوئی نظم ہو یا کوئی غزل کہیں رات ہو یا کہیں سحر
وہ گلی گلی وہ شہر شہر تجھے ڈھونڈنا میری بھول تھی
میرے غم کی کوئی روا نہیں مجھے تجھ سے کوئی گلہ نہیں

میرا کوئی تیرے سوا نہیں یہی سوچنا میری بھول تھی
اس کی آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کرتی بھی بے بس ہونے لگی تھی۔ کتنا مشکل تھا یہ سب، بہت کھٹن، اس کا رونے کو دل کرنے لگا۔

''بازو کا زخم کیسا ہے اب؟ موومنٹ تو ٹھیک سے ہوتی ہے نا؟'' عباس نے اس کی جانب پیش رفت کی اور اس کے مقابل صوفے پر آ بیٹھا۔ فاطمہ کے چہرے کی رنگت میں تبدیلی آئی۔ پہلے وہ خود میں سمٹی پھر یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس پل وہ خود سے ہی سب سے زیادہ خائف تھی۔ جانتی تھی عباس کی مزید کوئی پیش رفت اسے ہرا دے گی؛ وہ اس شخص کے سامنے کہاں ٹھہر سکتی تھی۔ وہ اب اللہ کے آگے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔ یہ بچاؤ ضروری تھا۔ مگر اس وقت وہ دھک سے رہ گئی جب عباس نے بہت نرمی و ملائمت سے اس کی کلائی تھام لی تھی۔

''بہت خفا ہو فاطمہ؟ آئی ایم سوری مجھے اسی موضوع پر تم سے کچھ کہنا ہے۔'' اس کے لمس اور نظروں کی طرح اس کا لہجہ بھی نرم اور لو دیتا ہوا تھا۔ فاطمہ کو اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہونے لگی۔ گوشت پوست کا بدن گویا موم مجسمہ تھا جو اس ساحر کی تپش کے آگے ہر لمحہ گھلتا جا رہا تھا۔ عجیب بدحواسی بھری مشکل آپڑی تھی اس نازک مرحلے پر۔

''مجھے بھی آپ سے کچھ کہنا ہے، خیر آپ بتایئے؟'' لرزتی پلکوں کو اٹھا کر ایک نظر اسے دیکھتے، فاطمہ نے جان لڑا دی تھی لہجے کی کپکپاہٹ پر قابو پانے میں، عباس نے اس کے ہاتھ چھڑانے اور پھر سے فاصلہ بڑھانے کو گہری نظروں سے دیکھا اور چہرے پر دانستہ کوئی تاثر نہیں آنے دیا۔

''مجھے تم سے معذرت کرنی ہے فاطمہ اپنے رویے پر اپنی بدسلوکی کی جن دنوں یہ سب ہوتا رہا تم جانتی ہو میں کس درجہ پریشان اور ذہنی طور پر بکھرا ہوا تھا۔ اسی اضطرابی کیفیت کے زیر اثر اکثر تم سے مس بی ہیو بھی کرتا رہا جو مجھے بہر حال زیب نہیں دیتا تھا۔'' اس نے لمحہ بھر کا توقف کیا اور گہرا سانس بھر کر خود کو ڈھیلا چھوڑتے خفت زدہ نظر اس پر ڈالی۔

''دراصل جن دنوں تم سے عریشہ کی ملاقات ہوئی وہ بہت ڈسٹرب تھی کچھ باتوں کو لے کر تمہیں میرے ساتھ دیکھنا اور ساتھ کام کرتے پانا اس کی برداشت کا بہت بڑا امتحان تھا وہ بہت پوزیسیو تھی میرے معاملے میں پھر تمہاری بے تحاشہ اور غیر معمولی خوبصورتی بھی اسے خائف کرنے میں اہم کردار ادا کرتی تھی۔'' عباس نے لمحہ بھر کا توقف کر کے اس کے چہرے کو دیکھا جو سپاٹ تھا سر جھکا ہوا وہ کچھ بھی نتیجہ اخذ کرنے میں ناکام رہا تھا۔

''مجھے اس کے خدشات پر غصہ آتا تھا۔ اس کے خدشات میرے نزدیک غیر اہم اور بے بنیاد تھے۔ اس باعث متعدد بار ہماری تلخ کلامی بھی ہوئی، فاطمہ...... عریشہ کی ڈیتھ کے بعد ناگزیر سہی جب مجھے تم سے شادی کرنا پڑی تو مجھے لگنے لگا تھا میں عریشہ کے ساتھ شدید قسم کی بے وفائی کا مرتکب ہو چکا ہوں۔ تمہارے ساتھ شدید رویے کے پیچھے یہی سوچ کارفرما تھی۔ تم کہہ سکتی ہو مجھے ان دنوں خود پر اپنے جذبات و احساسات پر بالکل اختیار نہیں رہا تھا۔ لیکن اب مجھے اپنی غلطی کے ساتھ اپنی زیادتی کا بھی احساس ہو چکا ہے اور......!''

''اٹس اوکے، مجھے آپ سے قطعاً کوئی شکایت نہیں ہے۔'' فاطمہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ عباس جو اسے بغور دیکھ رہا تھا آہستگی سے مسکرایا۔

''اگر شکایت نہیں ہے تو پھر خفا کیوں رہتی ہو مجھ سے؟'' اس کا انداز جتلاتا ہوا نہیں تھا۔ صلح جو تھا چھیڑتا ہوا اپنائیت آمیز بھی۔ اس کے باوجود فاطمہ کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آسکا۔

''میں خفا نہیں ہوں کسی سے بھی آپ سے تو بالکل نہیں کیوں کہ میں سمجھتی ہوں یہ سب احساس وہاں ہوتے ہیں جہاں محبت ہو، جہاں رشتوں کی اہمیت ان کی ضرورت کا احساس باقی ہو۔ ہمارے رشتے میں کبھی بھی ایسا کوئی مان کوئی استحقاق قائم ہی نہیں ہوا۔ میں نے مان لیا کہ وہ جذبہ میری حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا۔'' وہ کہہ رہی تھی اور

عباس جیسے گم صم ہوتا جا رہا تھا۔ معاً وہ چونکا اور جیسے ایک دم سے اس کے دونوں ہاتھ بے قرار سے انداز میں تھام لیے۔

''ایسا نہیں ہے فاطمہ، تم غلط سوچتی ہو ہمارے رشتے میں مان اور استحقاق قائم نہیں ہوا مگر ہو تو سکتا ہے نا، بلکہ میں کرنے کا خواہش مند بھی تو ہوں۔ میری بات سنو فاطمہ میں پوری دیانت داری سے آج اعتراف کرتا ہوں کہ تمہاری ہمراہی میرے لیے بہت بڑا فخر ہے تم اتنی ہی باوقار اور مکمل لڑکی ہو میں بھی پہلی نظر میں ہی تم سے متاثر ہوا تھا۔ تمہاری دلکشی تمہارا رکھ رکھاؤ تمہارے انداز و اطوار سے تمہاری بے تحاشہ خوب صورتی سے بھی۔ تم کسی بھی مرد کا خواب ہو سکتی تھیں فاطمہ میرا بھی آسانی سے تب ہی ہو جاتیں اگر تب میری زندگی میں عریشہ نہ آ چکی ہوتی۔ وہ تمہارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی۔ وہ ایک عام سی لڑکی تھی۔ عام سی سوچیں اور خیالات رکھنے والی صرف ظاہر پر جان دینے والی مگر اس کا کیا ہوتا کہ مجھے صرف اسی سے محبت تھی۔ ساری دنیا سے بھی زیادہ اہم اس کی موجودگی اور غیر موجودگی میں مجھے کبھی کوئی اور عورت بھلی لگ ہی نہ سکی اور لگ بھی نہیں سکتی تھی۔ بس دل کا تقاضا اور خواہش ہی صرف عریشہ سے منسوب تھی۔ پھر اسے کھونے کا مرحلہ دیوانگی کی آخری حدیں تھیں۔ تمہارا اس سے موازنہ کروں تو میں خود حیران ہوتا ہوں حیرانی تو یہ بھی ہے کہ میں آج بھی اسے اپنے دل میں موجود پاتا ہوں میں جانتا ہوں میں تمہیں اذیت دے رہا ہوں مگر یہ دل آج بھی پر ملال جیتا اور غم کی مار سہتا ہے لیکن فاطمہ تمہاری الگ جگہ الگ مقام ہے میرے دل میں۔ میں نے جیسے جیسے تمہیں سمجھا تمہیں جانا تب مجھے اندازہ ہوا۔ کیا تم اتنی گنجائش بھی نہیں رکھتی فاطمہ کہ اس غبی کی میری کوتاہیوں سے صرف نظر کر کے میرے ساتھ ایک نئی زندگی شروع کر سکو؟ میں تمہیں تمہارا مقام تمہارے حقوق پورے انصاف کے ساتھ فراہم کروں گا۔ میں تم سے اتنی محبت کروں گا فاطمہ کہ تم سب تلخیاں بھلا دو گی۔'' وہ کہہ رہا تھا وہ آس مندانہ نظروں سے اسے دیکھ بھی رہا تھا وہ جس کی طرف خود فاطمہ نے ہمیشہ آس اور امید سے دیکھا تھا اور تھک گئی تھی وہ..... جس کی آنکھوں میں فاطمہ کے لیے کبھی کوئی جذبہ نہ ابھرا تھا ہاں مگر نفرت و بغض اور اہانت کے جذبوں کے سوا۔ اس نے سنا تھا وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے وقت کو پلٹتے آج دیکھ بھی لیا تھا۔ آج صرف وہ بے بس نہیں تھی عباس بھی اس کے ساتھ خواہش و طلب کی اس کٹھن سرحد پر کھڑا تھا۔ اس کا دل بھر آیا اس کی آنکھیں بھی بھر آئیں اس کا دل چاہا اس شخص کو اپنا آپ دان کر دے وہ تو ازل سے دیوانی تھی اس کی مگر یہ زندگی کا ایسا مقام تھا جہاں اسے ہارنا نہیں تھا۔ ایک بار پھر اس شخص کی جیت کا سامان کر کے ازلی و ابدی بربادی اپنے دامن میں نہیں سمیٹنی تھی۔

''میں سمجھتی ہوں اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے عباس صاحب میں واپس انڈیا جانے کا فیصلہ کر چکی ہوں میرا نہیں خیال آپ مجھے روکنے کا کوئی حق رکھتے ہیں مجھے پوری امید بھی ہے کہ آپ کو اپنے بچوں کے لیے کوئی اور بہت اچھی گورنس میسر آ جائے گی۔'' اس نے جیسے تیسے بھی سہی مگر اپنی بات مکمل کر لی۔ اپنا مدعا اس تک پہنچا دیا۔ اس نے اس پل دانستہ عباس کی جانب نہیں دیکھا۔ اس نے کہا تھا وہ اپنا دل اپنے پیروں تلے کچل ڈالے گی اس نے ایسا کر لیا تھا اس نے سوچا تھا اللہ کے مقابلے میں وہ کبھی عباس کو اب جیتنے نہیں دے گی اس نے اپنی سوچ پر عمل کر کے دکھا دیا تھا۔ اس نے نگاہ پھیر لی۔ ہر احساس ہر اذیت سے دانستہ روئی کی مانند دھنک کر بکھرتی روح سے۔

لہولہان ہو کر تڑپتے بلکتے دل سے

ریت سے بھرتی نگار ہوتی آنکھوں سے بھی

رگ رگ میں دوڑتی نارسائی کی دائمی وحشی احساس سے بھی

اس نے کسی کا خیال نہیں کیا۔ بہت جی لی تھی وہ اپنی خواہش خاطر اس پر کچھ اللہ کا بھی حق تھا۔ اسے بہرحال مزید اپنے رب کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا تھا۔

ایک قربانی ابراہیمؑ نے دی تھی۔ ایک قربانی اسے بھی تو دینا چاہیے تھی۔ انہوں نے اپنی سب سے قیمتی سب سے عزیز ترین ہستی کو اللہ کی راہ میں قربان کرڈالا تھا آج وہ بھی سمجھ سکتی تھی اس کا شمار مسلمانوں میں ہوا ہے۔

اب اسے کبھی ہارون کے سامنے اپنا آپ ہیچ نہیں لگ سکتا تھا۔ اس نے بلآخر خود کو مسلمان ثابت کرکے دکھادیا تھا۔ وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلی تو زمین اس کے قدموں تلے گویا دلدل تھی۔ آسمان جیسے اس کے سر کے اوپر سے اٹھ گیا تھا۔ مگر اسے ہمت ہی تو نہیں ہارنی تھی۔ اسے ثابت قدم ہی تو رہنا تھا۔ جبھی اس نے پلٹ کر عباس حیدر کے قوت گویائی سے سلب ہوجانے والے تاثرات کو نگاہ بھر کے بھی نہیں دیکھا۔ وہ پتھر کی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ ابھی وہ اتنی کامل کہاں تھی وہ اپنی ریاضت زائل ہوجانے فیصلہ بدل جانے کے خیال سے ہی تو شدید خائف تھی۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁
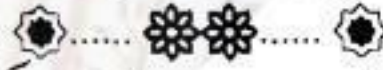
"آپ کا فون ہے مسز......!" لاریب کچن میں ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ جب سکندر جینز پر بنیان پہنے اندر داخل ہوا۔ ہاتھ میں اس کا سیل فون تھا لاریب نے ابلتے قہوے کے نیچے آنچ دھیمی کرکے ٹوسٹر سے سلائس نکال کر دوسرا اڑالا اور خود تیزی سے انڈا اچھینٹنے لگی۔

"باجو کیسی ہیں؟"

"الحمدللہ بالکل ٹھیک تمہاری البتہ فکر ہورہی تھی۔ طبیعت کیسی ہے؟ وومیٹنگ میں کوئی فرق پڑا؟" ایمان کے لہجے وانداز میں بڑی بہن سے زیادہ ماں کی سی شفقت ومحبت تھی۔ لاریب بے ساختہ مسکرائی۔

"جی، جی بالکل آپ زیادہ پریشان نہ ہوا کریں زارون اور شرجیل، بھائی بابا جان سب ٹھیک ہیں؟"

"کرم ہے اللہ کا زارون یاد کرتا ہے تمہیں میں نے اسے بتایا اس کا چھوٹا بہن بھائی آنے والا ہے۔" ایمان کے لہجے میں اس کے حوالے سے شرارت رچی بسی تھی۔ لاریب کی رنگت گلابی ہونے لگی۔ اس نے فریج سے دودھ کا پیکٹ نکالنے کے بہانے سکندر سے فاصلہ بڑھایا جس کی جسارتیں بڑھ رہی تھیں۔ اس نے جوڑے میں لپٹے اس کے بال کھول دیے تھے۔

"سکندر تو ٹھیک ہے نا تمہارے ساتھ؟" ایمان کے لہجے میں محسوس کیا جانے والا تفکر تھا۔

"باقی سب تو ٹھیک ہے لیکن محترم رعب بہت جماتے ہیں مجھ پر دیکھیں ناشتہ مجھ سے بنواتے ہیں باقاعدہ آرڈر کرکے۔" وہ مصنوعی آہ بھر کر بولی۔ سکندر نے کانوں کو ہاتھ لگائے پھر فون کے نزدیک منہ کرکے چیخا۔

"ہرگز نہیں یہ خود بناتی ہیں ضد کرکے کہتی ہیں محبت کا حق ادا کرنے دیں۔" ایمان ہنسنے لگی جبکہ لاریب اس کے یوں منہ پھاڑ کر اندر کی بات اگل دینے پر بے تحاشہ سرخ ہوگئی۔

"اگر وہ تم پر رعب جما بھی لے تو خیر ہے یاد کرو تم نے بھی دبا کر رکھا ہے اسے۔" ایمان کے ٹوکنے پر لاریب نے سرد آہ بھری۔

"پرانے ہی بدلے چکا رہے ہیں جناب، بس انداز محبت اپنا رکھا ہے تاکہ میں شکایت بھی نہ کرسکوں۔" اس نے منہ پھلایا ہشاش بشاش خوب صورت کھنکتا لہجہ اس کی مکمل آسودگی کا گواہ تھا ایمان کو بے پناہ تقویت ملی۔

"اللہ پاک تم دونوں کو ہمیشہ یونہی شاد وآباد رکھے، آمین۔" ایمان نے ایسی ہی دعاؤں کے ساتھ فون بند کردیا تھا۔ سکندر اسے ناز بھری نظروں سے گھورنے لگا۔

"کچھ اور شکایتیں لگالینی تھیں میری۔"

"آپ کو کیا بھئی، میں اپنی بہن سے جیسے مرضی بات کروں۔" لاریب نے کاندھے اچکائے گویا اسے اور زیادہ تاؤ دلانا چاہا مگر سکندر مسکراہٹ دبائے اسے شوخ بے حد روشن نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ وہ نروس ہوئے بغیر نہیں رہی۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

یہ عادتیں یہ تبسم یہ مست نگاہیں
حجاب اوڑھو کہیں کوئی اور پاگل نہ ہوجائے

سکندر کا لہجہ سرگوشی سے مشابہ تھا۔ لاریب اتنا

MEDICAM
Whiteness
in 14 days
*No Side Effects
MEDICAM
BLEACH CREAM
MEDICAM
MEDICAM
BLEACH CREAM
Skin Whitening Cream

جھینپی تھی کہ بے اختیار اس کے کاندھے پر مکا دے مارا۔ تب تک لاریب کو گمان بھی نہیں تھا کہ اگلے چند گھنٹوں میں وہ سکندر کی مذاق میں کہی گئی بات کو اتنی سنجیدگی سے لے لے گی۔ اگر وہ قیمتی الفاظ اس کی سماعتوں میں اتر کر اثر نہ چھوڑ جاتے۔

لڑکیاں سمندر کی ریت کی طرح ہوتی ہیں۔ عیاں پڑی ریت، اگر ساحل پر ہو تو قدموں تلے روندی جاتی ہے اور اگر سمندر کی تہہ میں ہو تو کیچڑ بن جاتی ہے لیکن وہ ذرا جو خود کو ایک مضبوط سیپ میں ڈھک لے وہ موتی بن جاتا ہے۔ جوہری اس ایک موتی کے لیے کتنے ہی سیپ چنتا ہے اور پھر اس موتی کو مخملیں ڈبوں میں بند کر کے محفوظ تجوریوں میں رکھ دیتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی جوہری اپنی دکان کے شوکیس میں اصلی جیولری نہیں رکھتا مگر ریت کے ذرے کے لیے موتی بننا بھی آسان نہیں ہوتا۔ وہ ڈوبے بغیر سیپ کو بھی نہیں پاسکتا۔ یہی مثال عورت کی ہے۔ اللہ نے عورت کو پردوں میں ڈھکی ہوئی چیز بنایا ہے۔ وہ اپنے آپ کو عیاں کر کے خود کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا لیتی ہے۔ قرآن حکیم کی آیت کا مفہوم ہے۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے اوپر اس طرح پھیلا لیں کہ ان کی زینت ظاہر نہ ہو۔"

خطیب کی آواز اس کو ہر لمحہ فاصلہ پر جاتی محسوس ہو رہی تھی۔ ہاتھ میں موجود ٹی وی کا ریموٹ اس کی کمزور ہوتی گرفت سے پھسل کر گود میں گر گیا اور سماعتیں سائیں سائیں کرنے لگیں۔ بات ساری دل کی ہوتی ہے اگر دل گداز ہے تو اثر ہے اگر دل میں گداز نہیں تو کسی شے کا اثر لینا ممکن ہی نہیں صد شکر اسے گداز دل عطا ہوا تھا۔

اس نے جانا قدرت کے مرتب کردہ نظام اور اس کے قوانین میں ہی بقا اور سلامتی کے سارے راز محفوظ ہیں اگر وہ انہی مرتب کردہ قوانین کو اپناتی تو کبھی بھی عباس حیدر کے طلسمی سحر سے جل کر خاک نہ ہوئی ہوتی۔ نہ وقاص حیدر اس کی دلکشی کا اسیر ہو کر اس کی زندگی کو مشکل بنا تا کتنی عجیب تر بات ہے۔ انسان خود ہی اللہ کے احکامات سے روگردانی کرتا ہے اور خواری و ذلت نصیب بننے پر شاکی بھی اس کا ہوا پھرتا ہے۔ اپنی کوتاہی اپنی گمراہی اپنی بے حجابی سے آگاہی حاصل کیے بنا اور قرآن پاک میں اللہ فرماتا ہے۔

"بہت کم ہیں جو شکر ادا کرتے ہیں۔"

اس کا دل ایک ایک بات پر ایمان لاتا گھل کر آنسو بننے لگا اور جب وہ پہلی بار سکندر کے ہمراہ حجاب اوڑھ کر گھر سے نکلی تو سکندر نے خوشگوار ریت میں مبتلا ہو کر مسکرا کر اسے دیکھا۔

"میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

"لیکن میں نے مذاق نہیں کیا اللہ کے احکامات کو بے پروائی اور مذاق کا نشانہ بننا بھی نہیں چاہیے۔" جواباً وہ کتنی سنجیدہ تھی اور سکندر کی آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی تو تھی ہی توقیر اور ستائش بھی اتر آئی اور حویلی میں ہونے والے وقاص سے سامنے نے لاریب کو اتنا بے مزہ نہیں کیا تھا۔ جتنا سکندر کا اس سے مصافحہ کر کے خیریت دریافت کرنے نے کر دیا لاریب کے خیال میں اس وقت انتہا ہوئی تھی جب وقاص نے اسے بھی مخاطب کیا۔

"میں اپنے سابقہ تمام رویوں پر شرمندہ ہوں لاریب پلیز مجھے معاف......!" اس کا ہر بار یہی سوال ہوتا تھا وہ عاجز ہوتی تھی وہ مشتعل ہوئی تھی جبھی قدم بڑھا دیے تھے کہ اپنا ہاتھ سکندر کی گرفت میں محسوس کر کے چونک اٹھی۔ سکندر نا صرف متوجہ تھا بلکہ اس کی نرم نگاہوں میں وقاص کو معاف کر دینے کا بھی تقاضا تھا لاریب چند لمحوں کو کچھ بول نہیں سکی۔ اب کیا کرتی وہ؟ سکندر کے کہنے پر معاف کر دیتی اسے یہ ضروری تھا۔

"میں تمہیں اللہ کے لیے معاف کرتی ہوں وقاص حیدر لیکن بہتر ہے آئندہ تم میرا راستہ کبھی نہ روکنا۔" اس نے پرسان انداز اختیار کیا اور آگے بڑھ گئی۔ وقاص کی جھکی نظریں سکندر کے چہرے پر اٹھیں جن میں تشکرانہ چمک تھی۔ سکندر کچھ کہے بغیر اس کا کاندھا تھپکتا لاریب کے پیچھے چلا گیا۔

''کہا تھا نا میں نے آپ سے، مسٹر بہت رعب جماتے ہیں مجھ پر ابھی ابھی کا کارنامہ سن لیں وقاص کو زبردستی معافی دلوائی ہے۔'' وہ اندر آیا تو لاریب کو چلبلا کر ایمان سے کہتے سنا۔ سکندر نے سرد آہ بھری اور دھپ سے اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

''اسے رعب نہیں، عاجزانہ التجا کہا جاسکتا ہے مادام، ویسے بھی اگر ہم مذہب کو اختیار کریں تو اسے مکمل طور پر اپنانا چاہیے نہ کہ جز بز جتنا من بھائے۔'' اس کا انداز ناصحانہ تھا۔ ایمان نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تو لاریب خفیف سی ہوگئی۔

''معاف کرنا خدائی وصف ہے لاریب اور اللہ معاف کرنے والوں کے درجات کی بلندی کا وعدہ کرچکا ہے۔'' وہ بے حد نرمی سے کہتا گیا اور لاریب کی خفت بڑھنے لگی۔

''اللہ پاک مجھے معاف فرمائے اور دین میں داخل ہونے کی توفیق بخشے آمین۔''

''ثم آمین۔'' سکندر نے صدق دل سے کہتے اضافہ کیا تو تینوں ہی مسکرادیے۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁
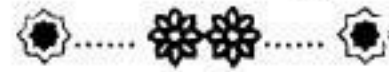
''مما بھوک لدی۔'' جس وقت زینب نے ہلکی سی دستک دے کر اندر قدم رکھا، بستر پر سوتی ہوئی دیا نے ہی سب سے پہلے اس کی توجہ حاصل کی تھی۔

''اوہ میری جان، بھوک لگی ہے آؤ خالہ کے پاس۔'' اس نے لپک کر معصوم پیاری ننھی سی بچی کو بازوؤں میں بھر کر اس کے آنسوؤں سے بھیگتے رخساروں کو چٹا چٹ چوم لیا۔ تب ہی نگاہ فاطمہ پر جا پڑی تھی جو اس کی آواز سن کر وارڈ روب سے سر نکال کر متوجہ ہوئی تھی اور اسے روبرو پا کر گویا فاطمہ کے زرد چہرے پر بجھتی آنکھوں میں ہلکا سا زندگی کا احساس پھر سے جاگا تھا۔

''کیسی ہو فاطمہ؟ میں معذرت خواہ ہوں دوبارہ تمہاری عیادت کو نہیں آسکی۔ مجھے لگتا ہے طبیعت ابھی بھی ٹھیک نہیں ہے، بہت کمزور ہورہی ہو۔'' فاطمہ لپک کر جس بے تابی، بے قراری سے اس کے گلے لگی۔ زینب اس قدر شرمندگی سے بولنے لگی تھی وہ یاسیت و دلگیری سے مسکرائی۔

''مما پاس جانا، مما پاس۔'' بچی فاطمہ کو قریب پاتے ہی مچل اٹھی زینب نے مسکراتے ہوئے بچی کو فاطمہ کی جانب بڑھایا تو فاطمہ نے جیسے بادل ناخواستہ ہی بچی کو لیا تھا۔

''آپ کیسے ہو اسامہ بیٹے؟'' زینب فاطمہ کو انٹر کام کی جانب جاتے دیکھ کر کارپٹ پر کھلونوں میں مگن اسامہ کے پھولے گال پیار سے چھو کر مسکائی تھی بچہ مسکرایا اور جھینپ کر نظریں بدل گیا۔

''سیما فوراً یہاں آکر بچوں کو لے کر جاؤ۔'' انٹر کام پر سیما سے رابطہ بحال کرنے سے قبل فاطمہ نے دیا کے رونے کے متعلق پروانہ کرتے ہوئے اسے صوفے پر بٹھا دیا تھا۔ ملازمہ کو مخاطب کرتے بھی اس کا لہجہ درشت تھا۔ زینب کچھ حیرانی کے عالم میں اسے تکنے لگی۔

''کتنی مرتبہ کہا ہے بچوں کی کیئر کرنا سیکھو، مگر تم دن بدن ہڈ حرام ہوتی جارہی ہو۔ لے جاؤ دونوں کو یہاں سے اور خانساماں سے چائے کا کہہ دینا۔'' ملازمہ کی جھاڑ کے بعد وہ زینب کی سمت متوجہ ہوئی تو اسے حق دق پا کر جانے کس احساس کے زیر تحت نظریں چرالیں۔

''بی بی جی بچے آپ کے پاس سے......!''

''یہ بہانہ بہت فضول ہے، سمجھیں جاؤ یہاں سے۔'' وہ حلق کے بل چیخی تھی۔ ملازمہ کا رنگ اڑ گیا۔ وہ خائف ہوتی روتے بسورتے بچوں کو لیے تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ زینب تو بھونچکی بیٹھی رہ گئی۔ یہ سب کچھ اس کے لیے جتنا حیران کن تھا اس سے کہیں بڑھ کر تکلیف کا باعث تھا۔

''تمہارے زخم کیسے ہیں اب فاطمہ؟'' زینب خاصی تاخیر سے بولی تو اس کا لہجہ از حد مدہم اور بجھا ہوا تھا۔

''ہوں کچھ بہتر تم نے بہت عرصے بعد چکر لگایا زینی۔'' وہ دانستہ مسکرائی تھی۔ زینب اسے خالی نظروں سے تکنے گئی۔

(فاطمہ ایسی کیوں ہورہی ہے، کیا یہ بھی وہی عام سی روایتی سوچ رکھنے والی لڑکی نکلی، جو بچوں کو سیڑھی بنا کر اپنے

مطلوب تک پہنچی اور پھر...... نہیں یہ وہم ہے میرا۔ فاطمہ ایسی بالکل نہیں، میں اس کی ان راتوں کی بھی گواہ ہوں جب انہی بچوں کی ہلکی سی تکلیف پر یہ ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیا کرتی تھی۔ اگر پیش نظر تب عباس کی محبت تھی تو اب بھی وہ محبت دم نہیں توڑ سکتی) اس نے اپنی ہر سوچ کو جھٹلا کر خود کو تسلی سے نوازا۔

"ہاں دراصل زندگی میں بہت کچھ تیزی سے تبدیل ہوا فاطمہ کہ میں چاہنے کے باوجود وقت نہیں نکال سکی۔" زینب کے چہرے و انداز میں کچھ ایسا انوکھا تاثر تھا کہ فاطمہ چونک کر اسے تکنے لگی تھی۔

"میں سمجھی نہیں؟" وہ الجھن کا شکار لگتی تھی۔ زینب نرمی سے مسکرانے لگی۔

"یک ہفتہ قبل بہت سادگی سے میرا نکاح ہوگیا ہے فاطمہ، میں تمہیں لازمی بلواتی مگر تمہاری طبیعت کے پیش نظر ایسا نہیں کیا۔" فاطمہ پہلے جتنی حیران تھی پھر اسی اندر خوشگوار تاثر اس کے صبیح چہرے پر پھیلتا چلا گیا تھا۔

"امیزنگ بہت مبارک ہو آپ کو، ارے آپ مٹھائی کے بغیر چلی آئیں۔" وہ چہکی زینب جھینپ گئی۔

"مٹھائی ضرور لاتی مگر محمد ہارون نے منع کردیا ان کی خواہش ہے فاطمہ کہ آج رات کا کھانا تم اور عباس بھائی ہمارے ساتھ کھاؤ۔" زینب کی شرمیلی مسکان نے اس کے نرم لودیتے خدوخال کے حسن کو اجاگر کرکے کیسا سحر انگیز تاثر دے دیا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کون ہارون، ہمارے دُلہا بھائی؟" وہ شریر مسکان کے ساتھ بولی۔ زینب کے گلابی گال دہک اٹھے تھے۔

"ہاں وہی فاطمہ مجھے ایک اور بات بتانی تھی تمہیں ہارون ماضی کے وہی "ڈیو" ہیں جو تمہاری مما کے اسٹیپ سن تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ماشاء اللہ سے مذہبی اسکالر ہیں پاکستان آنے کے بعد انہوں نے بڑی دقتوں سے مجھے ڈھونڈا اور نکاح کا پیغام دیا۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی فاطمہ مگر ہارون کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں انہوں نے امی اور بابا کے ساتھ مل کر مجھے قائل کرکے ہی دم لیا۔ میں نے بھی اس امر کو اللہ کا فیصلہ سمجھتے ہوئے قبول کیا ہے۔" زینب تفصیلات بتارہی تھی اور فاطمہ کی کیفیت عجیب تر ہوتی چلی جارہی تھی۔

"آپ نے پوچھا نہیں وہ آپ سے کیوں شادی کررہا ہے۔" وہ اس انکشاف سے نکلی تو حیرت بھرا سوال کیے بغیر نہیں رہ سکی۔ زینب آہستگی سے ہنس دی تھی۔

"پوچھا تھا فطری بات ہے مجھے بھی یہی خیال آیا تھا کہ وہ ازالہ کرنا چاہتے ہوں گے۔" اسے جواب دیتی زینب جیسے انہی لمحوں میں گم ہونے لگی۔ جب اس نے ہارون اور امی بابا کے اصرار کے بعد یہی سوال کچھ ردوبدل سے ہارون احمد سے کیا تھا۔

"انڈیا میں جو کچھ ہوا ہارون صاحب اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں تھا میں جانتی ہوں اور اس حادثے کو میں قبول کرچکی ہوں آپ ان میرڈ ہیں بہتر ہوگا کسی کنواری لڑکی سے شادی کرلیں۔" زینب نے پردے کے پیچھے سے اپنی والدہ کی موجودگی میں بات کی تھی۔

"آپ ایسا ہرگز نہ سوچیں زینب کہ میں کسی ازالے کی نیت سے آپ سے شادی کا خواہاں ہوں میں تو نومسلم ہوں جبکہ آپ اللہ کے فضل وکرم سے علم کی دولت سے مالا مال ہیں میرے لیے یہ بندھن ہرگز اعزاز یا کسی سعادت سے کم نہیں ہوگا اگر مجھ جیسے عام انسان کو آپ کی سنگت نصیب ہوجائے۔ آپ کے انکار کی صورت ظاہر ہے میں آپ کو فورس نہیں کرسکتا نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ ساری عمر شادی نہیں کروں گا ہاں یہ ضرور ہے کہ مجھے آپ کا انکار بہت ہرٹ کرے گا میں سمجھوں گا آپ نے مجھے اس قابل نہیں سمجھا۔" جواب ایسا نپا تلا تھا کہ زینب کے روئیں روئیں میں عاجزی و انکساری بکھرتی چلی گئی اس نے جانا یہ اللہ کا فیصلہ ہے اس کے لیے اسے اللہ کے فیصلے سے بھلا کیونکر انحراف ہوسکتا تھا۔ استخارہ میں واضح اشارہ ملنے کے بعد اس نے انکار نہیں کیا تھا۔ عثمان کی رفاقت میں اس نے جتنا حسین وقت گزرا تھا۔ اس کی یاد پھر سے ہارون احمد کی سنگت میں تازہ ہوکر مجسم ہونے لگی۔ ہارون احمد کا رکھ رکھاؤ

تحمل ورسان اور عبداللہ کے لیے محبت کچھ بھی تو عثمان سے مختلف اور الگ نہیں تھا اور بے شک اللہ ہی بہتر سے بہترین سے نوازنے والا ہے۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی ہے یہ جان کر میں ضرور آؤں گی دیو..... میرا مطلب ہے ہارون کو مبارک باد دینے اچھا ہے یہاں سے جانے سے قبل اس سے بھی مل لوں گی۔" فاطمہ کے آخری فقرے نے زینب کو ٹھٹکا کے رکھ دیا۔

"تم کہیں جارہی ہو فاطمہ، مگر کہاں؟" یہی وہ سوال تھا جو فاطمہ کے سارے ضبط اور حوصلے بہا کر لے جایا کرتا تھا مگر جواب تو دینا تھا زینب کی نظروں کا سوال کتنی بے قراری لیے ہوئے تھا الجھن سے بھرا ہوا۔

"انڈیا، ممی کے پاس۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"واپس کب تک آؤ گی؟ بچوں کو ساتھ لے کر نہیں جاؤ گی کیا، کہیں اس لیے تو انہیں خود سے دور نہیں رکھ رہی ہو؟ تمہاری ممی تو ٹھیک ہیں نا فاطمہ، ہارون احمد نے تو مجھے ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔" وہ اب حیران ہورہی تھی۔ گویا اس اچانک فیصلے کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہو۔

"میں اب بھی واپس نہیں آؤں گی زینب، تم ٹھیک کہتی ہو میں بچوں سے فاصلہ بڑھارہی ہوں۔" بات کے مکمل ہونے سے بھی پہلے اس کے آنسو بے تابانہ مچل کر گالوں پر اتر آئے تھے۔ یہ سچ تھا وہ زینب سے کوئی بات نہیں چھپا سکتی تھی۔ پھر دل پر بوجھ بھی اتنا تھا کہ حد نہیں، وہ اس بوجھ میں ضرور کمی چاہتی تھی۔ زینب اس کی بات کے جواب میں ششدر تھی۔ جبکہ فاطمہ زاروقطار روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں اپنی نظروں میں گر چکی تھی۔ میں جانتی تھی میرا رب مجھ سے راضی نہیں ہے۔ اس مجنونانہ سفر میں اندھا دھند بھاگتی اللہ کو میں مکمل طور پر فراموش کرگئی تھی۔ حالانکہ اللہ نے آگہی کی خاطر ہی تو مجھے تمہارا ساتھ دیا تھا۔ تم ہر ہر موقع پر اس کے احکامات مجھ تک پہنچاتی تھیں مگر میرے تو دل پر مہر اور آنکھوں پر پردہ تھا۔ میں سمجھتی اور جانتی بھی تو کیسے؟" وہ سسکیوں اور ہچکیوں کے درمیان رندھی ہوئی آواز میں بولی تھی۔ زینب نے تحیر آمیز الجھن زدہ نظروں سے اسے دیکھا مگر ٹوکا نہیں۔ وہ اس کی ساری بات سن لینا چاہتی تھی۔

"پھر اسی رب نے مجھے آگاہی بھی بخش دی زینب، جس نے بہت پہلے طے کررکھا تھا کہ اس نے مجھ سے کب کیا کام لینا ہے۔ میں نے دیو کو ہارون کے روپ میں دیکھا تو میری آنکھوں کا بھی پردہ سرک گیا۔ اندھیرے چھٹے اور روشنیاں جگمگانے لگیں۔ میں نے جانا زینب صرف میں ہی گھاٹے میں تھی صرف میں..... ورنہ باقی سب تو رحمان کی پکار پر لبیک کہہ رہے تھے عباس کی محبت..... اس کی سحر انگیز قربت کی چکا چوند نے میری آنکھیں ہی چندھیا ڈالی تھیں مگر میں خود کو مزید فریب نہیں دینا چاہتی۔ تم نے ہی مجھے بتایا تھا نا زینب کہ جب تک ہم اپنی سب سے قیمتی اور محبوب چیز اللہ کی راہ میں صدقہ نہیں کریں گے ہمارا ایمان کامل نہیں ہوگا۔ میرے پاس عباس سے بڑھ کر کچھ بھی قیمتی نہیں تھا خرچ کرنے کو قربان کرنے کو۔" وہ خاموش ہوئی تو اس کی ہچکیاں بڑھنے لگیں۔ زینب نے گہرا سانس کھینچا پھر اس کے لرزتے ہاتھ پر اپنا ہاتھ نرمی سے رکھا اور اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"بلاشبہ تمہارا جذبہ قابل قدر ہے فاطمہ مگر تم دین کو اب بھی پوری طرح سے نہیں سمجھ سکی ہو۔ اپنی حالت کو دیکھو کیا ضرورت ہے بھلا خود پر اتنا جبر کرنے کی۔" زینب کے الفاظ ایسے تھے کہ فاطمہ نے تڑپ اٹھنے کے انداز میں اسے دیکھا۔ وحشی دل کچھ مزید ہراساں ہوکر دھڑکا بے چینی بے تابی و اضطراری کیفیت میں اس نے آنسو چھلکاتی سرخ آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا۔

"میں کچھ نہیں زینب؟" اس کا دل دھک دھک کررہا تھا اور جواب میں زینب نے بے حد محبت سے اس کا گال تھپتھپایا۔

"مطلب یہ ہے فاطمہ کہ اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ عباس اور بچوں کو چھوڑ کر تم راہبانہ زندگی کی

جانب ہی قدم بڑھا رہی ہو۔ بلکہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے پہلو تہی کی مرتکب بھی ہو رہی ہو۔ جو اس رشتے میں بندھ جانے کے بعد اللہ نے تم پر لازم کردیے۔ یہ قربانی نہیں ہے حقوق العباد سے چشم پوشی ہے۔ میں حیران ہوں تمہیں عباس بھائی نے کچھ نہیں کہا؟ فاطمہ اسلام تو بہت پیارا دین ہے مکمل ضابطہ حیات اس میں جائز اور حلال خواہشوں سے منہ موڑنے کا کہیں بھی حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہاں ایک ایسا عالم ہے جہاں نفس انسانی کے خفیہ ترین امور اور پوشیدہ ترین گوشے بھی اطمینان و سکون پاتے ہیں اور اجتماعی زندگی پرسکون و مطمئن ہوجاتی ہے۔ سلامتی کے جس نظام میں تم داخل ہوئی ہو اسلام قبول کرکے فاطمہ اس میں تمہارا اور اللہ کے مابین تعلق کا صحیح تصور ملتا ہے۔ یہ نصاب اللہ اور تمہارے ساتھ اس دنیا کے ساتھ ہر ہر چیز کا حکمت کے ساتھ پورا ہونا ثابت کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات کے نظام کو ایسا بنایا ہے کہ یہ سب اور اس کی ہر ہر چیز انسان کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔ قرآن حکیم کی آیت کا بھی یہی مفہوم ہے کہ۔

''تم سکون حاصل کرتے ہو اپنے جوڑے سے۔'' فاطمہ اللہ نے ہر شے کے جوڑے پیدا کیے ہیں۔ تمہارا جوڑ عباس تھا یہ حکم خداوندی ہی ہے عباس کے حقوق تم پر فرض ہوئے حدیث کا مفہوم ہے۔

''اگر بیوی شوہر کے بلاوے پر انکار کرے تو ساری رات رحمت کے فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔'' اندازہ کرلو تمہارا طریقہ کار کتنا غلط تھا اور یہ بچے..... فاطمہ یہ بہت معصوم ہیں اور تمہاری توجہ و محبت کے محتاج بھی اللہ نے ان کی تمام ذمہ داریاں تمہیں سونپ دی ہیں ماں بنی ہو تم ان کی ان کے حقوق ادا کرنا تم پر فرض ہے اور اللہ نے عورت کو مرد کی طرح باجماعت مسجد میں نماز کا حکم نہیں دیا اللہ جانتا ہے عورت کی ذمہ داریوں کو، عورت کو گھر سنبھالنا بچے پالنا ہے جبھی اس مالک نے سہولت عطا فرمادی۔ مسجد جانے کی بھاگ دوڑ سے بچا کر گھر میں اطمینان سے، نماز کی ادائیگی کا حکم عطا فرمایا۔ ان بچوں کی دیکھ بھال، شوہر کی فرمانبرداری اور اس کی موجودگی و غیر موجودگی میں اس کے مال و عزت کی حفاظت دیانتداری سے کرتے ہوئے پانچ وقت کی نماز اور جتنا سہولت سے ہوسکے قرآن پاک پڑھ لوگی فاطمہ تو وہ ہی تمہارے لیے بہترین عبادت ہوگی۔ اللہ کا وعدہ ہے وہ اپنے بندوں پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ پھر آخر تم کیوں اضافی بوجھ لادنا چاہتی ہو خود کو ریلیکس کرو فاطمہ اور دین کو سمجھنے کی کوشش بھی۔'' زینب کا لہجہ ویسا ہی تھا اثر انگیز دل موہتا ہوا اور ٹھہراؤ لیے ہوئے۔ فاطمہ مسحور بیٹھی تھی۔ دل کا بوجھ یکلخت سرک گیا تھا۔ اس نے بھیگتی نم آنکھوں میں غیر یقینی بھر کے زینب کو دیکھا۔

''تم سچ کہہ رہی ہو ناں؟ اللہ ایسا کرنے پر مجھ سے خفا تو نہ ہوگا، میں عباس سے محبت کرتی رہوں اللہ اس بات پر خفا تو نہ ہوگا؟'' اس کی آواز میں پھر سے خدشات لرزنے لگے زینب بے اختیار مسکرا دی۔

''ہرگز نہیں فاطمہ میں نے کہا نا یہ قوانین اللہ کے ہی مرتب کردہ ہیں اللہ اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کے بعد شوہر کی اطاعت و محبت کو عورت پر لازم کرتا ہے۔ اللہ کے حقوق کے بعد شوہر کے حقوق اہم ترین ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو فاطمہ دنیا کے اندر دین نہیں مگر دین کے اندر دنیا ضرور ہے۔ کوئی شخص اللہ کو منانے کی غرض سے پہاڑوں میں جانکلا اور عبادات میں مشغول ہوگیا۔ اپنے پاس ایک خشک ٹہنی گاڑھ لی اس کا خیال تھا جب یہ ہری ہوجائے گی تو سمجھ لوں گا اللہ مجھ سے راضی ہوا برسا برس بیت گئے مگر اللہ کے راضی ہونے کی خوش خبری نہیں ملتی تھی۔ ایک روز عبادت میں مشغول تھا کہ کسی مصیبت زدہ کی پکار پر دل میں خیال آیا اس کی مدد کرنی چاہیے اور چل پڑا مقصد میں کامیابی کے بعد لوٹا تو یہ دیکھ کر حیرت و خوشی کی انتہا نہ رہی کہ خشک ٹہنی ہری ہوچکی تھی۔ سویٹ ہارٹ اس واقعہ سے بھی سبق ملتا ہے اللہ دنیا میں اپنے بندوں کو بھیج کر ان کی آزمائش کرتا ہے اگر صرف عبادت کی جائے اور دنیا کو ترک کردیا جائے یعنی حقوق العباد سے چشم

پوشی تو اس میں بھی رضائے الٰہی کا اشارہ نہیں ہے کامیاب و کامران وہی ہے جو دونوں میں توازن رکھے ہاں یہ بھی فراموش نہیں کرنا کہ اللہ کی محبت پر کسی اور محبت کو غالب نہیں آنا چاہیے۔ فرض نمازوں کی ادائیگی ضروری ہے نفلی عبادات سے بہتر مخلوق اللہ کی خدمت و مدد ہے۔'' زینب کے ایک ایک لفظ نے فاطمہ کے ذہن کے ہر تاریک گوشے کو گویا جگمگا ڈالا تھا۔

''اور ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اگر تو نے نہ بخشا ہمیں اور نہ ہم پر رحم فرمایا تو ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے..... اے ہمارے رب نہ پھیرنا ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں عطا فرمایا اپنے پاس سے رحمت اور ہم پر رحم فرما بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔'' زینب کتنی عاجزی سے دعا مانگ رہی تھی اور فاطمہ کا دل پوری آمادگی سے آمین کی مہر لگا رہا تھا۔ کیسا قرار اترا تھا اس کے اندر ہر الجھن ہر پریشانی کا آج مکمل خاتمہ ہو گیا تھا اس کے آنسو پھر سے بہنے لگے مگر وہ جانتی تھی یہ تشکر کے آنسو ہیں۔

دل خدا کے حضور سجدہ ریز تھا۔ بلاشبہ اللہ سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں بے شک اسلام سے بڑھ کر کوئی اور مذہب مکمل ضابطہ حیات نہیں رکھتا۔ اس کا دل گواہی دیتا جا رہا تھا۔ اللہ کے حضور سجدہ شکر بجا لاتا ہوا۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁
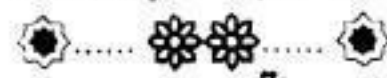
''صالحہ یاد کر رہی تھی سب کو میں نے سوچا ملا لاتی ہوں حالانکہ یہاں کوئی سیدھے منہ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا مگر میری بچی کا دل ہی اللہ نے محبت کی مٹی سے بنایا ہے۔'' تائی ماں کی آمد پھر سے ہو چکی تھی اور گویا لاریب کو ہی سنایا جا رہا تھا۔ لاریب گہرا سانس بھرتی شاکی نظروں سے سکندر کو دیکھنے لگی جس نے اس کا ہاتھ دبا کر آنکھوں ہی آنکھوں میں گویا یہ برداشت کرنے کی خاموش التجا کی تھی۔

''یار ریلیکس رہا کرو نا تم۔'' وہ چائے بنوانے کو اٹھی تو سکندر جو ب تک تائی ماں سے خوش اخلاقی سے بات چیت کرنے میں مصروف تھا کچھ دیر بعد ہی اس کے پیچھے آیا تھا۔ لاریب نے اسے عاجز نظروں سے دیکھا۔

''کیا کہوں میں آپ سے کل ایسا گھٹیا الزام لگایا آنے والے دنوں میں کوئی اور ڈرامہ۔''

''تمہیں مجھ پر اعتماد ہے نا لاریب پھر......!'' سکندر پر مجال ہے اثر ہوا ہو، لاریب اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''میں کوئی مزید نقصان نہیں سہہ سکوں گی سکندر، ماضی میں جو ہوا وہی کافی ہے۔'' اس کا اشارہ ایمان اور سکندر کے والدین کے ساتھ تاؤجی اور تائی ماں کا سلوک تھا۔

''لیکن لاریب لازمی تو نہیں جوان کا نصیب تھا وہ ہی ہمارا بھی ہو۔''

''یعنی آپ انہیں وار کرنے کا پھر سے موقع فراہم کر رہے ہیں۔'' اس کا انداز روٹھا ہوا تھا۔ سکندر مسکرا دیا۔

''نہیں میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی پیروی کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے ہمیں تعلق اور رشتوں کو جوڑے رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔'' بات ایسی تھی کہ اس کے بعد لاریب اپنی بات سامنے رکھنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتی تھی۔ البتہ بے بسی سے اتنا ضرور کہا۔

''چاہے وہ جتنے مرضی دکھ دیں۔''

''یہ ان کی فطرت ہے لاریب ہمیں وہ کرنا ہے جس فطرت پر اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ جس کی ہمیں توفیق بخشی۔ الحمدللہ اللہ نے ہمیں فہم عطا فرمائی ہے، ہم برائی کا بدلہ اچھائی سے دے کر اچھائی سے برائی کا خاتمہ کیوں نہ کریں۔ بدلہ لے کر تو ہم کوئی کارنامہ انجام نہیں دیں گے۔'' سکندر کے پاس ہر بات کا کھملانہ جواب موجود تھا۔ لاریب کو چپ ہونا پڑا مگر اس کے خدشات غلط نہیں تھے کہ اس رات تائی ماں نے اپنی آمد کا گھناؤنا مقصد ظاہر کر دیا۔ دودھ میں انہوں نے زہر ملا کر سکندر کو ختم کرنا چاہا تھا۔ یہ ان کی چالاکی اور بہت مہارت سے چال چلنے کی سازش تھی کہ بیٹی کو بھی اس میں شامل کرنا ضروری نہ سمجھا گلاس تیار کر کے انہوں نے رکھا ہی تھا کہ پیٹ میں اٹھتے مروڑ نے انہیں واش روم تک جانے پر مجبور کر دیا اور اس

صورت حال سے بے خبر صالحہ نے کمرے میں آکر دودھ کا گلاس اٹھا لیا وہ دودھ کی شائق تھی اور ہمیشہ بہت رغبت سے پیتی تھی مگر اس گلاس کو پیتے ہوئے اس کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس کی یہ خواہش آخری بار پوری ہو رہی ہے۔

زہر اتنا تیز تھا کہ جب تک تائی ماں واپس کمرے میں آئیں صالحہ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے بھی کئی منٹ بیت چکے تھے۔ انہوں نے پتھرائی ہوئی سکتہ زدہ آنکھوں سے اپنی مردہ بیٹی کو دیکھا جس کے منہ سے جھاگ بہہ رہی تھی اور جسم ہر لمحہ نیلا پڑتا جارہا تھا۔ یہ سکتہ ٹوٹا تو ان کی ہذیانی چیخوں نے اتنے بڑے بنگلے کے در و دیوار لرزانے شروع کردیے تھے۔

❂ ...... ❀❀ ...... ❂

فاطمہ نے دیا کو تھپکتے ہوئے وال کلاک پر نگاہ ڈالی نو بج کر پینتالیس منٹ ہوچکے تھے اسامہ ابھی تک جاگ رہا تھا فاطمہ کو ابھی عشا کی نماز ادا کرنی تھی۔ آج اسے معمول سے بھی کچھ تاخیر ہوئی تھی تو وجہ دیا کی طبیعت کی خرابی تھی۔ ابھی کچھ دیر قبل ہی وہ احسان بابا کے ساتھ دیا کو ڈاکٹر کے پاس سے لے کر آئی تھی۔

ابراہیم احمد بھی ساتھ تھے اور فاطمہ کے اطمینان دلانے پر ہی واپس گئے تھے۔

''بیٹے آپ بھی سو جاؤ اب۔'' اس نے اٹھتے ہوئے دیا پر چادر درست کی جو سو چکی تھی۔ اسامہ گھر بھر کے کشنز کارپٹ پر ڈھیر کیے ان پر قلا بازیاں لگانے میں مصروف تھا ماں کی پکار پر وہ بسورا تھا اور اپنا کھیل جاری رکھا۔ فاطمہ نے جھک کر اسے پیار کیا اور مسکرا دی۔

''بہت مزہ آیا۔'' اس نے اسامہ کو یقین دلایا تھا اسامہ چہکا اور خود بھی بے حد پیارے انداز میں چٹا چٹ اس کا گال چوم لیا اور ننھی منی دونوں بانہیں پھیلا کر کھلکھلایا تھا۔

''بوت مجا آیا۔'' فاطمہ نہال ہوا ٹھی تھی اور اسے بانہوں میں بھر کے والہانہ قسم کا پیار کیے گئی۔ زندگی میں کتنی ترتیب کتنا حسن آگیا تھا اس نے کتنے دکھ سے سوچا تھا یہ راہیں بہت کٹھن اور دشوار ہیں مگر آج وہ پورے یقین سے کہتی تھی ان راہوں سے بڑھ کر دلکشی و طمانیت اور کہیں نہیں تھی اللہ کے راستے ہی سیدھے راستے تھے اور آسودگی سے بھرپور بھی۔ اس نے گہرا سانس بھر کر اس احساس کو دل سے محسوس کرنا چاہا۔

''پپا تب (کب) آئیں دیں (گے) مما۔'' اسامہ اس کی بانہوں میں مچلا تھا فاطمہ کا دل بہت زور سے دھڑکا اس ستم گر کا تذکرہ بھی اس کے دل اور خون کی رفتار کو کئی گنا بڑھا دیا کرتا تھا۔

''بہت جلد آئیں گے جانو، ان شاء اللہ۔'' اس کا چہرہ حیا سے گلابی پڑنے لگا۔ اس روز جب اس نے عباس کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تھا وہ کتنا حیران و پریشان ہوگیا تھا اور اپنے طور پر اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی کم و بیش وہی باتیں جو بعد میں زینب نے بھی کہی تھیں اس سے لیکن تب وہ اتنی بدگمان تھی عباس سے کہ اسے لگنے لگا تھا وہ انا پرست انسان اسے اللہ کے راستے سے روک کر اپنی محبت کے جھوٹے دام میں پھانس کر رکھنا چاہتا ہے۔ جبھی تو اس نے کوئی بات بھی ڈھنگ سے اس کی نہیں سنی تھی اور عباس اس کے تاثرات سے ہی سمجھ گیا تھا جبھی مزید اصرار نہیں کیا۔

''ایز یو وش فاطمہ میں آپ سے اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق اور آزادی نہیں چھینوں گا نہ میں جبر کرنا چاہوں گا آپ پر، مگر یہ بات کبھی نہیں بھولنا کہ اس گھر کے ہی نہیں عباس حیدر کے دل کے دروازے ہمیشہ تمہیں اپنے لیے کھلے ملیں گے۔ میں اور میرے بچے اور یہ گھر تمہارے بغیر ادھورے رہیں گے۔'' اس نے اپنی بات کتنی آسانی کتنی سہولت سے کہہ دی تھی مگر فاطمہ کے اندر سرسراتی وحشت کا کہاں کوئی کنارہ تھا۔

(بھول جاؤ عباس حیدر، بھول جاؤ کہ اب تم مجھے ٹریپ کرلو گے میں اس سحر سے نکل آئی ہوں تمہارے اور میرے راستے اب جدا ہی رہیں گے)

وہ بھاگ کر دوسرے کمرے میں آگئی تھی اور روتی رہی

تھی۔ اسے یاد تھا کبھی وہ وقت تھا جب وہ ان اشعار کی عملی تفسیر تھی۔

(میں تیری تلاش میں نکلوں یا اپنی تلاش میں جاؤں میری عقل، دل اور نظر سب کے سب تیرے کوچے میں کھو گئے ہیں)

اور اس نے تب یہ بھی جانا تھا کہ گم ہوئی چیزیں ڈھونڈنا ہرگز آسان کام نہیں۔ صحیح معنوں میں وہ خوار ہوئی تھی۔

زندگی کے ماہ و سال میں صرف وہی لمحے اس کے دل و نظر میں ٹھہر گئے تھے جب اس سے سامنا ہوا تھا جب اسے دیکھا تھا باقی زندگی تو اکارت تھی بے کار تھی۔ اسے کھویا تو یہ کالی رات جیسا وقت ٹھہر گیا۔ وہ حیران پریشان ہر شے کو خالی نظروں سے تکتی خود بھی خالی ہوتی رہی۔

کیسی ہوگئی تھی اس کی زندگی۔ کوئی دن اہم تھا نہ کوئی موسم خاص۔ اس کی تمنائیں ہی مرگئی تھیں جیسے کوئی احساس ہی دکھ کے سوا باقی نہ رہ گیا ہو۔ کسی سکھ کا دور تلک سایہ نظر نہ آتا تھا کھونے کے عمل کا دکھ ہی اتنا شدید تھا جو اسے پاکر بھی تمام نہ ہوسکا۔

''اللہ گواہ ہے میں نے اللہ کے لیے عباس کو چھوڑا ہے۔'' اپنے ساتھ ساتھ وہ در و دیوار کو بھی یہ یقین سونپنا چاہتی تھی آنسو پھر بھی جانے کیوں دیوانہ وار بہے چلے جاتے تھے وہ بار بار ہچکیاں بھرتی تھی۔

میں نے جان لیا یہ سفر شروع ہی اس لیے ہوا تھا کہ اللہ نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔ عباس تو ایک ذریعہ تھا ایسا عارضی ٹھکانہ جہاں کچھ عرصہ ستانے کے بعد مجھے بالآخر آگے بڑھ جانا تھا ہاں اگر دنیا میں جنت مل جائے تو پھر مزید سفر سے کیا غرض۔ کچھ رویے کچھ فاصلے اس لیے بھی ہوتے ہیں کہ ہمیں نیند سے جگایا جائے اب تو جاکر مجھے محبت کا فلسفہ سمجھ میں آیا ہے۔ وہ بار بار خود کو برحق اور صحیح باور کرائے جاتی تھی لیکن پھر اللہ نے ہی زینب کے ذریعے سے۔ پھر اسے درست دین سے آگاہی بخشی تو جیسے بے کلی کو سکون میسر آیا تھا۔ ہر وحشت ہی قرار پا گئی۔

فاطمہ کا دل ایمان سے لے آیا تھا حرف با حرف سچائی تھی حکمت تھی فطرت تھی اس نے جان لیا اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اب اسے عباس حیدر کا انتظار تھا جو اس روز سے کسی تبلیغی جماعت میں گیا ہوا تھا اور جسے خبر نہیں تھی فاطمہ کے کسی بھی نئے فیصلے کی۔

''انہیں پتا لگے گا تو کیسا لگے گا؟'' وہ سوچتی اور لجا جاتی۔ عباس کی قربتوں کے متعلق سوچ کر ہی اس کے وجود میں سنسنی دوڑنے لگتی تھی۔

کیسا آسودگی سے لبریز اور کیف آگہی احساس تھا مکمل طور پر اس شخص کو پالینے کا اس کے اطراف میں دور دور تک خوشبوئیں بکھر جاتیں ستارے جگمگانے لگتے۔

❀ ❀❀ ❀
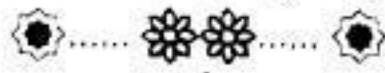
سکندر لاج میں ہر سو سوگواری اور یاسیت کے بادل منڈلاتے تھے صرف تائی ماں کی ہی نہیں تاؤ جی کی بھی حالت تشویشناک تھی وہ بات جو کسی پر بھی عیاں نہیں تھی غم و اشتعال اور صدمے کی شدت میں مبتلا تائی ماں بین ڈالتی ہوئی خود اپنی زبانی بیان کرتی رہی تھیں۔

جس وقت جنازہ اٹھ رہا تھا ان کے حواس پر ایک ہیجان طاری ہوتا چلا گیا تھا۔ جبھی انہوں نے غم سے نڈھال تاؤ جی کا گریبان پکڑ کر طوفانی جھٹکے دیے تھے۔

''تم نے کہا تھا مجھے، تم نے...... سکندر کو زہر دے کر کام مکانا، وہ نہیں مرا، میری بچی مرگئی، دیکھو...... دیکھو وہ جارہی ہے مجھے چھوڑ کر تم نے مار ڈالا اسے۔'' وہ خود اپنے بال نوچ رہی تھیں گال پیٹتی تھیں اور وہ سب کچھ کہہ رہی تھیں جو بقائمی ہوش و حواس کبھی منہ سے نہ نکالتیں۔

''اگر کارنامہ انجام دے ہی لیا تھا تو کم از کم بیٹی کو بھی راز میں شریک کرلیتی دودھ اس نے خود کیسے پی لیا سالوں پہلے اس کے ماں باپ کو راستے سے ہٹایا آج تک بھانپ نہیں نکلی مگر تو......!'' تاؤ جی کے ہذیانی انداز و لہجے نے بھی ثابت کردیا تھا کہ یہ کیفیت رنج و غم صرف تائی ماں کے ہی حواس سلب نہیں کر گئے لاڈلی اکلوتی بیٹی انہیں بھی ذہنی طور پر وقتی سہی مفلوج ضرور کرگئی تھی۔ ان کی آنکھوں سے لہو

ٹپکتا تھا اور شناسائیت کا کوئی رنگ ڈھونڈنے پر نہیں ملتا تھا۔ چہرے پر ایسی وحشت تھی کہ ایک نگاہ ان پر ڈالنا بھی امتحان تھا جیسے۔

اور ان انکشافات کی زد پر آئی لاریب چہرے پر اضطراب، وحشت اور گھبراہٹ سجائے ہراساں تھی۔ اسے سمجھ نہیں آتی تھی سکندر کے بچ جانے پر شکر ادا کرے، یا صالحہ، تائی ماں وغیرہ کے انجام پر آنسو بہائے۔ تاؤ جی اور تائی ماں اپنے اعمال کی سزا بھگت رہے تھے کہ وہ اوپر والا بہرحال بہترین منصف ہے، بہت بڑا محتسب ہے یہ مقام عبرت تھا مگر اس کے باوجود اس پل سکندر، شرجیل اور فراز سمیت سب یاسیت کا شکار تھے۔

تائی ماں کی ذہنی حالت کے پیش نظر انہیں مستقل سکون آور ادویات کے زیر اثر سلایا جا رہا تھا مگر جب بھی جاگتیں، ہسٹریائی انداز میں چیختیں اور صالحہ کو آوازیں دیتی تھیں۔ تاؤ جی ایسے چپ تھے جیسے سکتے میں آگئے ہوں۔ سوئم کے بعد زندگی دھیرے دھیرے معمول پر آنے لگی تھی مگر تائی اماں اور تاؤ جی کی حالت و کیفیت کا عالم ہنوز تھا۔

''انہیں میں لے جاتی ہوں اپنے ساتھ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو۔'' تاؤ جی اور تائی ماں جن کی حیثیت بے کار فالتو پرزوں کی سی ہوگئی تھی ایمان نے ایسے میں خوش اسلوبی سے ان کی ذمہ داری قبول کرنی چاہی تو سکندر نے ٹوک دیا تھا۔

''نہیں ایمان یہ لوگ یہیں رہیں گے۔ میں نہیں چاہتا اپنا گھر چھوڑ کر کہیں اور انہیں عزت نفس مجروح ہونے کا خوف ستائے۔ مجھے امید ہے لاریب تمہیں اعتراض نہیں ہوگا میرے فیصلے سے میں مستقل طور پر ان کی خدمت پر ملازم مامور کر دوں گا۔'' سکندر کے لہجے میں رسان بھی تھا ٹھہراؤ بھی اور فیصلہ کن انداز بھی۔ لاریب نرمی سے مسکرادی تھی۔

''آپ فکر نہ کریں انہیں مجھ سے ہرگز کوئی تکلیف اور پریشانی نہیں ہوگی، ان شاء اللہ۔'' لاریب کے جواب نے فراز کے چہرے پر تفاخرانہ مسکان بکھیر دی۔ اس نے جتلائے انداز میں سکندر کو دیکھا گویا کہہ رہا ہو میں کہتا تھا نا تو بہت خوش نصیب ہے ہر لحاظ سے۔

''آپ کا شکریہ زوجہ مگر میں تم پر یہ بار نہیں ڈالنا چاہتا۔ مجھے پورا یقین ہے تم یا اریبہ بھابی بھی ان لوگوں سے اکتاہٹ یا بےزاری محسوس نہیں کرو گی۔ میں نے اپنے سگے والدین کو نہیں دیکھا میرے لیے تاؤ جی اور تائی ماں کی حیثیت اپنے والدین کی ہے۔'' اس کے الفاظ نے اماں اور بابا کے چہرے پر روشنی پھیلا دی تھی۔ یہ اللہ کا فضل اور ان کی بہترین تربیت کا اثر تھا کہ آج سکندر پر ہر کوئی فخر کرسکتا تھا۔

''آپ فکر نہ کریں سکندر بھائی ان شاء اللہ آپ کو ہم سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔'' اریبہ کی تسلی پر سکندر نے نرمی سے اس کا سر تھپکا اور رسان سے مسکرا دیا۔

''مجھے معاف کردو بیٹی تم پر ظلم کرنے والوں میں شامل رہی ہوں اللہ مجھے معاف فرمائے اور سکندر بیٹے آپ بھی مجھے معاف کردو ماضی میں جو کچھ ہوا اس میں زیادہ نہ سہی تھوڑا میرا بھی حصہ رہا ہے۔'' مما تائی ماں کے انجام سے اتنی خائف تھیں کہ پیروں میں گر کر معافی طلب کرتی تھیں۔ ان کا کمزور وجود خزاں زدہ پتے کی مانند کانپتا تھا۔ سکندر اور ایمان نے گڑبڑا کر انہیں سنبھالا تھا۔

''ایسی بات کرکے ہمیں گناہ گار نہ کریں مما آپ اللہ سے معافی طلب کریں ہمارے دل میں ہرگز آپ کے لیے کوئی کدورت نہیں ہے۔'' ایمان نے انہیں گلے لگا کر ان کے آنسو پونچھے تھے مگر صورت حال یہ تھی کہ جتنا وہ انہیں تسلی دیتی آنسو صاف کرتی وہ اس قدر بکھرتیں اس شدت سے آنسو بہتے تھے۔ انہیں قرار آتا تھا نہ سکون۔

''مجھے اپنے ساتھ لے چلو بیٹا، میں یہاں رہی تو لازمی بھابی بیگم کی طرح پاگل ہو جاؤں گی۔'' وہ ایمان کے ہاتھ پکڑ کر سسکی تھیں شرجیل نے بڑھ کر انہیں ساتھ لگا لیا۔

''میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اعزاز کی بات نہیں ہے مما کہ آپ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیں آپ چلیے ہمارے ساتھ پپا آپ بھی چلیں گے ناں۔'' شرجیل نے

خاموش کھڑے باپ کو مخاطب کیا جن کے چہرے پر زہر خند پھیل گیا تھا۔

”میں ابھی اتنا لاچار اور فقیر نہیں ہوا اولاد کے در پر جا پڑوں دو وقت کی روٹی کی راہ تکنے کو.....اونہہ۔“ انہوں نے تنفر سے کہا اور پیر پٹختے وہاں سے چلے گئے۔ شرجیل نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا تھا اور جھک کر ماں کے ہاتھوں پر بوسہ لیا۔

”آپ فکر نہ کریں مما ہم پپا سے ملنے آتے رہیں گے۔“ ایمان نے مما کی ڈھارس بندھائی تھی وہ پھیکے انداز میں مسکرائیں، یہ سچ ہے ہدایت جیسی انمول نعمت بھی ہر کسی کا نصیب نہیں بنا کرتی پتا نہیں پپا کا شمار بھی ان چنے ہوئے لوگوں میں ہوتا تھا یا......!“

عباس حیدر کو فون کے ذریعے صالحہ کے انتقال کی خبر مل چکی تھی۔ جبھی واپسی پر وہ گھر آنے کے بجائے پہلے سکندر کے ہاں گیا تھا۔ تعزیت اور عشا کی نماز کی ادائیگی کے بعد گھر لوٹا تو وجود میں فاطمہ کے فیصلے کے تمام تر سمجھوتے کے باوجود یاسیت کا احساس گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ فون پر بچوں سے بات ہوئی یا ملازموں سے اسے فاطمہ کے چلے جانے کی اطلاع کسی نے نہیں دی تھی۔ شاید وہ اس کی واپسی کے بعد یہ قدم اٹھانا چاہتی تھی۔

احسان بابا اور دیگر ملازمین کے سلام کا جواب دیتا وہ اپنے بیڈ روم میں آ گیا تھا ارادہ فریش ہونے کے بعد بچوں سے ملنے کا تھا مگر اندر داخل ہوتے ہی اسے خوشگواریت کے احساس نے چھو لیا۔ دونوں بچے صاف ستھرے تھے اور بیڈ پر سو رہے تھے۔ فاطمہ البتہ اسے نظر نہیں آئی اس نے گہرا سانس بھرا اور کوٹ اتار کر ایک طرف رکھا۔ پھر بچوں کو جھک کر پیار کیا تھا جبھی اس کی نگاہ کچھ فاصلے پر جائے نماز پر سجدے میں سر رکھے فاطمہ پر پڑی تو دل آسودگی و طمانیت کے انوکھے و دلفریب احساس سے ہمکنار ہوتا چلا گیا۔

فاطمہ کا خشوع و خضوع اور بے خبری قابل رشک تھی۔ عباس کی نگاہیں گاہے بگاہے اس پر اٹھتی تھیں پھر شدید تھکان غالب ہوئی اور اگلے چند لمحوں میں وہ غنودگی میں چلا گیا۔ فاطمہ نے نماز مکمل کی۔ دعا مانگی اور اٹھتے ہوئے جیسے ہی رخ پھیرا عباس کو موجود پا کر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

ایک بے اختیار قسم کی شرمیلی مسکان نے اس کے شنگرفی لبوں کا احاطہ کر لیا تھا۔ جائے نماز تہہ کر کے رکھتے اس نے مدہم آواز میں سلام کیا تھا۔ مگر جواب ندارد۔ وہ حیران رہ گئی اور دھیان سے اسے دیکھا غضب کی مردانگی سمیٹے لمبا چوڑا شاندار وجیہہ تندومند سراپا۔ نیم وا آنکھیں ذرا سے کھلے ہونٹ اور ہلکے خراٹے وہ اسے سوئے ہوئے

شہزادی کومل

آنچل اسٹاف اور قارئین السلام علیکم! جناب کیا حال چال ہے، پچھلے چار سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں اب سوچا انٹری دوں تو جناب کو شہزادی کومل کہتے ہیں۔ تاریخ پیدائش 4 اپریل ہے، اسٹار پر یقین نہیں کرتی۔ دوست بنانا اچھا لگتا ہے، آنچل میں دو فرینڈ ہیں ایک سلمٰی گوری خان اور مائی کیوٹ سویٹ سسٹر جاناں! یہ میری دوست کم بہن زیادہ ہے۔ بارش پسند نہیں، آئیڈیل شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اگر ہم سب ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں تو دنیا و دین و آخرت میں بھی سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں۔ ٹی وی بہت کم دیکھتی ہوں، سبزیوں میں کدو، کریلے، بھنڈی پسند ہے اور چاول بھی بہت پسند ہیں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں میں تیسرے نمبر پر ہوں، میں اپنے بھائیوں سے بہت پیار کرتی ہوں۔ نازی آپی، عشنا کوثر، سمیرا شریف طور پسند ہیں۔ اچھائیاں اور برائیاں تو ہر انسان میں ہوتی ہیں مجھ میں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اور عذاب قبر سے بہت ڈر لگتا ہے، اپنی مما سے بہت ڈرتی ہوں۔ عمرہ کرنے کا بہت شوق ہے، اللہ ہر مسلمان کو عمرہ کی سعادت نصیب فرمائے، آمین۔ اریبہ شاہ، کرن وفا، نیناں شاہ کو بہت بہت سلام، او کے جی اللہ حافظ۔

شیر کے ہی مشابہہ لگا تھا۔ فاطمہ اسے تکتی رہی اور یونہی تکتے آنکھوں میں اترتی نمی کے باعث اس کا وجیہہ و خوبرو چہرہ اس کی نظر میں دھندلانے لگا تھا۔

کچھ کہے بغیر وہ جھکی اور بے حد محبت اور نرمی سے اس کے پیر جوتوں اور موزوں سے آزاد کرنے لگی۔ ہلکی نمی لیے سنگ مرمر جیسے سفید مضبوط پیروں پر فاطمہ کے موٹی ہاتھوں کی گرفت سخت پڑنے لگی۔ آنکھ سے بہتے شفاف موتیوں نے ایک بار پھر اس دل کے شہنشاہ پر نذرانہ عقیدت لٹانا شروع کیا تھا۔ اگلے لمحے اسے جانے کیا ہوا، بری طرح سے سسکتی ہوئی اس کے پیروں پر اپنا چہرہ رکھ چکی تھی۔

عباس کی غفلت مٹانے کا باعث اس کے لرزتے نم ہونٹوں کا لمس ہی تھا جسے اپنے پیروں پر محسوس کرکے وہ چونکا تھا اور خمار آلود گلابی ڈوروں والی آنکھیں کھول کر کسی قدر اچنبھے سے گردن اٹھائی اور جیسے فاطمہ کو اس حیران کن پوزیشن میں پا کر بھونچکا ہو کر رہ گیا۔

''فاطمہ......!'' وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور اسے شانوں سے تھام کر اٹھانا چاہا مگر وہ روتی ہی رہی تھی اور گویا اس کے پیروں سے سر نہ اٹھانے کا تہیہ کر چکی تھی۔ عباس کا اضطراب بڑھا تو اس نے زبردستی اسے اٹھا کر اپنے مقابل صوفے پر بٹھالیا۔

''کیوں رو رہی ہیں فاطمہ، کچھ بتائیں تو مجھے۔'' وہ کتنا پریشان تھا وہ کتنا حیران نظر آتا تھا جبکہ فاطمہ کی ہچکیاں اور سسکیاں نہ تھم رہی تھیں۔

''مجھے معاف کردیں...... میں نے بہت بدتمیزی کی آپ سے۔'' اس کے رونے میں شدت آئی، عباس ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

''مم...... میں غلط فہمی کا شکار تھی عباس، مجھے لگتا تھا میں اللہ کو ناراض کردوں گی۔'' آنسوؤں اور آہوں کے درمیان وہ ایک ایک بات بتا گئی۔

''اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کبھی آپ کی شان میں گستاخی کرتی بھلا؟'' اس نے آنسوؤں سے جل تھل آنکھیں اور چہرا اٹھا کر کتنی معصومیت سے اس کی تصدیق چاہی تھی۔ عباس نے مسکراہٹ دبا کر فی الفور سر کو نفی میں ہلایا۔

''مجھے بھی یقین تھا کہ اگر یہ لڑکی مجھے نظر انداز کررہی ہے تو اس کے پیچھے کوئی اہم ہستی ہوسکتی ہے ورنہ میری فاطمہ مجھے کبھی ہرٹ نہیں کرسکتی۔'' عباس نے نرمی و محبت سے کہتے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔ فاطمہ جھینپ سی گئی اس کی توجہ اس کی قربت، اس کا لمس ابھی پوری طرح جیسے سر چڑھ کر بولا تھا۔ وہ دہک کر مشک بو ہی نہیں ہوئی تھی گویا سرتاپا رنگوں میں نہانے لگی۔

''بہت تھک گئے ہیں آپ؟ میں کھانا گرم کرتی ہوں۔'' آواز اس کے حلق سے پھنس کر نکلی تھی جو اس کے حجاب اس کی گھبراہٹ کی گواہ تھی عباس پہلی بار یوں اپنائیت تمام تر توجہ اور استحقاق آمیز انداز میں اتنا قریب تھا۔ یہ گھبراہٹ اور راہ فرار کی کوشش عین فطری سی تھی جسے عباس نے سمجھا تھا اور انجوائے کیا تھا۔

''میں بالکل بھی نہیں تھکا ہوا بلکہ تمہیں اتنے پیارے روپ میں دیکھ کر بہت فریش ہوچکا ہوں۔'' فاطمہ کی لانبی پلکیں حیابار انداز میں لرزاٹھیں اور تن بدن میں اس کی توجہ کے ارتکاز کے باعث سنسنی دوڑتی چلی گئی تھی۔

''میں بہت بری ہوں عباس خود کو اس مرتبے کے قابل نہیں پاتی۔ میں نے بہت تنگ کیا آپ کو۔'' وہ ایک بار پھر جانے کیا کچھ یاد کرکے روئی۔

''پلیز فاطمہ مجھے بہت خاص سمجھنا چھوڑ دو یہ درجہ، یہ مقام تمہیں اللہ نے دیا ہے۔ اللہ بہتر ہے درجات طے کرنے والا ایک بات اور مجھے اپنی بیوی بار بار روتی ہوئی بالکل اچھی نہیں لگ رہی۔ یار کچھ دن میری اماں کے ساتھ گزار کر ان سے شوہر کی اتنے دنوں بعد واپسی پر استقبال کا کوئی اچھا سا طریقہ ہی سیکھ لیتیں۔ اگر تم مان گئی ہو تو آج ہماری گولڈن نائٹ ہوگی۔'' اس کی سرعت سے بہتی آنکھوں کو ایک جذب سے ہونٹوں سے چھو تا وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر شریر انداز میں ہنسا تھا۔ فاطمہ کو جیسے ہی اس

کی بات سمجھ آئی وہ حیا سے دوہری ہوتی چلی گئی، اگلے پل اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔ عباس نے مسکراہٹ دبا کر اس جھینپی اور بے حد حسین فطری حجاب کے حصار میں گھری لڑکی کو دیکھا تھا اور ہنستے ہوئے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹانے چاہے۔

''زیبی صحیح کہتی تھی تمہاری یہ شرم و حیا اتنی خوب صورت ہے کہ میں چاہوں بھی تو ان قاتلانہ اداؤں کے حصار سے باہر نہیں جاسکتا۔'' فاطمہ محبت و مان بھری گرفت میں اس رشتے کے احساس کے تحت بوکھلائی تو تھی ہی اس بات پر حیرانی کا غلبہ ایسا چھایا جس نے اسے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھنے پر مجبور کردیا تھا۔

''آ...... آ...... آپ......!'' کتنی حیرانی و غیر یقینی تھی اس کے چہرے پر عباس بھرپور انداز میں مسکرایا۔

''میں اتنا بھی غافل نہیں تھا تم سے جتنا تم سمجھتی رہی ہو، بلکہ سچ تو یہ ہے فاطمہ کہ میں شروع دن سے ہی تم سے غافل نہ ہوسکا۔ وہ توجہ اگر محبت کی نہیں بھی تھی تب بھی کچھ تو ایسا تھا کہ میں عام لوگوں کی طرح تمہیں فراموش نہ کرسکا۔''

فاطمہ کچھ نہیں بولی، وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اس کی بھرپور زندگی میں اسی اظہار کی کمی تھی جیسے وہ بھی آج اللہ نے پوری کردی تھی۔ وہ کس کس نعمت کا شکر ادا کرتی۔ عطا فرمانے والے نے تو اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے تھے اس پر وہ مسحور تھی وہ سراپا عاجز تھی۔

''آپ فریش ہوجائیں میں کھانا لاتی ہوں۔'' اس نے خود کو اس کی طلسمی قربت سے نکالنا چاہا مگر عباس آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔

''کھانے کے بہانے جان چھڑانا چاہتی ہو مجھ سے؟'' اس کا انداز چھیڑتا ہوا تھا۔ اس کے باوجود فاطمہ کی آنکھوں میں اس کے چہرے پر ایک ہیجان سا در آیا تھا۔

''ایسا کیوں سوچا آپ نے؟ آپ جانتے ہی نہیں ہیں عباس آپ کا ساتھ کتنا قیمتی اور انمول ہے میرے لیے۔'' عجب مدھ بھرا اور بے خود انداز تھا اظہار کا۔ فاطمہ

مشاہدات

یادیں: انسان کی بہترین دوست ہیں جنہیں دنیا کی کوئی طاقت جدا نہیں کرسکتی۔

زندگی: مانگا ہوا تحفہ ہے جسے واپس کرنا اذیت ناک خیال ہے۔

چاند: رات کا وہ خاموش مسافر ہے جو خود تو اندھیروں میں سفر کرتا ہے مگر دوسروں کے لیے قدم قدم پر نور بکھیرتا ہے۔

انتظار: بے قراری کا دوسرا نام ہے اور انتظار کی لذت سے وہی لوگ آشنا ہوتے ہیں جو شب الم سے لے کر طلوع سحر تک اس میں جلتے ہیں۔

امید: ایک ایسی ٹھنڈی اور سکون بخش وادی ہے جو اپنے پرسکون دامن میں انسان کو پناہ دے کر اسے مایوسی کے اتھاہ سمندر میں ڈوبنے سے بچاتی ہے۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال

نے اس کے چہرے کو اپنے نازک مومی ہاتھوں کے پیالے میں لے کر یقین دہانی سونپی تھی۔ عباس اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا کتنی آسودگی اور سرشاری اتر آئی تھی اس کے اندر۔

''تھینکس فار دس آنر، داد دوں خود کو اپنی ذہانت پر کہ تم سے اتنی آسانی سے اظہار کرالیا۔ ایسے تو جتنا تم شرمائی ہو قیامت تک بھی شاید ممکن نہ ہوتا۔'' وہ ہنستا ہوا گویا اپنے کارنامے کو بیان کررہا تھا۔ فاطمہ پہلے جھینپی پھر خفت سے سرخ پڑتی تیزی سے اس سے الگ ہوگئی۔ حجاب آمیز کوفت اور ناراضی کا عکس اس کے خدوخال کو انوکھی دلکشی بخشتا گویا جگمگا کے رکھ گیا تھا۔

''میں کھانا لاتی ہوں۔''

''ایسے نہیں فاطمہ، پہلے مسکراؤ۔'' عباس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا فاطمہ کے چہرے پر خود بخود حجاب آلود مسکان کا سنہرا عکس بکھرتا چلا گیا۔ وہ گریزاں تھی شرما رہی تھی۔ جبھی اپنا ہاتھ اس کی گرم جوش پر تپش گرفت سے نکالنا چاہا عباس کھل کر مسکرایا اور کسی قدر شوخ انداز

میں گویا ہوا تھا۔

چراؤ نظریں، چھڑاؤ دامن
بدل کے رستہ بڑھاؤ الجھن
تمہیں دعاؤں سے پھر بھی میں نے
جو پالیا تو کیا کرو گے؟

فاطمہ کانوں کی لوؤں تلک بے تحاشا سرخ پڑتی چلی گئی۔ عباس کی مسکراہٹ اور شرارت نے بھی اس کی اسی کیفیت کے باعث طول پکڑا تھا۔

''میرے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوش بختی کی علامت ہوسکتی ہے میرے مولا کہ تو نے فاطمہ کی ہدایت کا ذریعہ مجھے بنایا ہے۔ مجھے اب ہرگز بھی تیری رضا سے اختلاف نہیں۔ اگر دکھ تو نے دیا تھا تو صبر واستقامت اور پھر بھرپور زندگی بھی تیری ہی عطا ہے۔'' لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ وضو کرنے واش روم میں چلا گیا۔ فاطمہ کے ساتھ نئی زندگی کے آغاز سے قبل وہ اپنے مالک کا شکر بجالانا خود پر لازم سمجھتا تھا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁
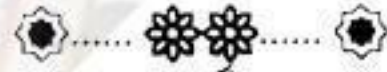
''لاریب دوڑ لگاؤ گی میرے ساتھ؟'' حسب معمول وہ علی الصبح چہل قدمی کو باہر نکلے ہوئے تھے جب کلمہ طیبہ کا ورد کرتی لاریب نے سکندر کی بات پر حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

سکندر نے کچھ توقف کیا اور ہمہ تن گوش لاریب کو دیکھ کر نرمی سے مسکرایا تھا۔

''یونو ایک مرتبہ بلال بھائی نے عباس حیدر سے پوچھا تھا تم نے اپنی بیوی سے دوڑ لگائی۔ ان کے جھینپنے اور خجل ہونے کے انداز سے ہی میں جان گیا تھا ایسا نہیں ہوا میں نہیں چاہتا مجھ سے سوال کیا جائے تو ایسی ہی شرمندگی سے میں بھی دوچار ہوں اس لیے دوڑ تو تمہیں میرے ساتھ لگانا پڑے گی۔'' اس کے انداز میں حکم تھا نہ جبر اس کے برعکس مان تھا، استحقاق تھا، محبت تھی۔ لاریب جھینپ کر رہ گئی۔ سکندر نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا پھر اس کے سراپے پر بھرپور اور معنی خیز نگاہ ڈالی تھی۔

''اس بار تو پکی بات ہے میں ہی تم سے جیتوں گا۔'' اس کا بوجھل سرگوشیانہ لہجہ لاریب کو اس کے فقرے کی معنی خیزیت سے آگاہ کرتا خفت وحجاب سے لبریز کر کے رکھ گیا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم، گو۔'' سکندر نے کہا اور دونوں ہی ایک ساتھ ہنستے ہوئے بھاگے تھے۔ اسی پارک کے دوسرے کونے پر عباس حیدر فاطمہ کے ہمراہ تھا۔

''مجھے واقعی بہت شرمندگی ہوئی تھی فاطمہ جب میں بلال بھائی کے اس سوال کا مثبت جواب نہیں دے سکا تھا۔ میرا خیال ہے میری بیوی کو اتنا تو میرا خیال ہوگا کہ اگلی بار شرمندگی سے دوچار نہیں ہونے دے گی اور اس پیاری سنت کی ادائیگی میں میرا ساتھ نبھائے گی۔'' وہ مسکرا کر کہتا اس کی تائید چاہ رہا تھا۔ فاطمہ کی ریشمی لانبی جھکی لرزتی پلکوں پر سب حسین رنگ حجاب کے رنگ تھے۔ عباس کی محبتوں کی بارشوں میں بھیگنے کے بعد وہ اب کہاں نگاہ بھر کے دیکھنے کی تاب رکھتی تھی۔ اس شخص نے تو ایک رات میں ہی سابقہ تمام کوتاہیوں کے ازالے کردیے تھے۔ اس کی وارفتگیاں یاد کر کے وہ حجاب اور حیا تب سے سمٹتی تھی۔ پلکوں پر جیسے منوں بوجھ دھرا تھا اور دل اس مالک کائنات کے حضور سربسجود تھا۔

''پہلے میری ایک بات سن لیں بلکہ پلیز مجھے اجازت دیں تاکہ میری یہ خواہش پوری ہوسکے۔''

''کون سی خواہش؟'' عباس نے نرمی سے استفسار کرتے اس کا نرم روئی کے گالے جیسا ہاتھ پکڑ لیا۔

''جب میں قرآن پاک کو مکمل پڑھ لوں گی تو آپ اس کا علم پھیلانے کی مجھے اجازت دیں گے۔ حدیث کا مفہوم ہے نا 'بہترین لوگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں وہ خود قرآن سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں'۔ میں بھی یہی مرتبہ یہی سعادت پانے کی خواہش رکھتی ہوں۔'' اس کے لہجے میں لجاجت تھی عباس کھل کر مسکرادیا۔

''میں روکنے کی جرأت کروں ایسا وقت خدا نہ لائے اللہ سے دعا ہے اللہ تمہیں یہ سعادت نصیب

فرمائیے، آمین۔"

"ثم آمین۔" فاطمہ نے جذب سے کہا اور بھرپور طمانیت سے مسکرانے لگی۔

"اب دوڑیں؟" عباس کے مسکرا کر پوچھنے پر فاطمہ سر کو اثبات میں ہلانے لگی۔ اگلے لمحے دونوں بھاگ رہے تھے مسکراتے ہوئے، آسودہ مطمئن مطلوبہ جگہ پر پہنچنے سے قبل مخالف سمت سے آتے لاریب اور سکندر کے سامنے دونوں کو رکنے پر مجبور کردیا۔ چاروں کے درمیان سلام دعا کا تبادلہ ہوا تھا۔ عباس اور سکندر نے باہم قدموں کو بڑھایا تو وہ کچھ پیچھے رہ جانے والی لاریب کے مقابل آگئی تھی۔ جس نے عباس کی موجودگی کے باعث چہرے کو چادر کے نقاب میں چھپالیا تھا اس کی تقلید میں فاطمہ نے بھی یہی عمل دہرایا۔ اسے اس پل زینب کے الفاظ یاد آگئے تھے۔

"عورت چاند کی طرح نہیں ہونی چاہیے جسے ہر کوئی بے نقاب دیکھے بلکہ مسلمان عورت سورج جیسی ہونی چاہیے جسے دیکھنے سے پہلے ہی آنکھیں جھک جائیں۔"

"آپ ٹھیک ہیں لاریب؟" فاطمہ نے خود اس کی جانب پیش رفت کی تو لاریب مسکرانے لگی۔

"الحمدللہ، اللہ پاک کا ہر لحاظ سے احسان ہے، آپ کیسی ہیں؟"

"مجھے ہر بار ملاقات پر ایسا لگا جیسے آپ خفا ہیں مجھ سے اور....." لاریب کے نرم اور صلاح جو انداز نے ہی آج فاطمہ کو یہ سوال کرنے کا حوصلہ دیا تھا جواباً لاریب رواداری سے مسکرانے لگی تھی۔

"مجھے افسوس ہے کہ شعوری یا لاشعوری طور پر میرے عمل سے آپ کو تکلیف پہنچی جبھی معذرت چاہتی ہوں، اللہ نے چاہا تو آپ کو آئندہ ایسی شکایت کبھی نہیں ہوگی۔" وہ مسکرائی اور فاطمہ جھینپ گئی تھی۔

"آپ آئیے نا لاریب کسی دن ہمارے گھر۔" فاطمہ کی پرخلوص پیشکش پر لاریب نے سر کو اثبات میں ہلایا۔

شیور وائے ناٹ، بلکہ آپ کی کافی ڈیو ہے، جو آپ کے شوہر نامدار نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے ہمیں پلانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔" لاریب کے انداز کی بے تکلفی و دوستانہ اپنائیت نے نا صرف فاطمہ کو مطمئن کیا بلکہ اس سے چند قدم آگے چلتے عباس کے ذہن و دل سے بھی آج جیسے پہلی بار بھاری بوجھ سرکا دیا تھا کہ اس کی وجہ یہی تھی جو طمانیت جو آسودگی آج عباس نے لاریب کے انداز میں محسوس کی تھی وہ اس سے قبل ناپید تھی۔

(اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ یہ بات جاننے میں مجھے بہت وقت ضرور لگا مگر صد شکر جان گئی ہوں مجھے آج ہرگز کوئی شکوہ نہیں ہے تمہیں کھونے کا عباس سکندر جو اللہ کا منتخب کردہ تھا۔ میرے لیے مجھے دل و جان سے قبول ہے)

خود سے کچھ فاصلے پر چلتے عباس کو جھکی نظروں سے ایک نظر دیکھ کر لاریب نے سوچا تھا اور سکندر کے ہمراہ

غزل

ہاتھ سہلاتے ہوئے بہن بولی
چاند تکتی ہے تو ساری رات ادی
آنکھیں مٹکاتے ہوئے میں نے کہا
خود کو ہی دیکھتی ہوں اس پار ادی
دیکھنے کو تو دور لگتا ہے
جونہی چلتی ہوں تو چلتا ہے ساتھ ادی
گھڑی، دو پل جو لوگ سوتے ہیں
کھلتے ہیں ان پر عجب اسرار ادی
جیسے دن رات کو بدلتا ہے
راز ہوتے ہیں یونہی فاش ادی
وجود اس کا تو اک طلسم ہے
اور جادو وہ کیا جو آئے ہاتھ ادی
کہاں قیام کا متحمل ہے وہ
یہی نسبت ہے اس سے خاص ادی
میری منزل نہیں ٹھکانہ اس کا
وہ جان لے گا کبھی یہ بات ادی

انتخاب: شائستہ خان...... بصیر پور

اپنے الگ راستے پر ہولی۔ عباس نے قدموں کو روک کر فاطمہ کو اپنے ہمراہ کیا اور مسکرا کر اسے روشن آنکھوں سے دیکھا۔ فاطمہ کی جھکی پلکیں اس توجہ پر پھر لرزنے لگیں۔

''وہ کہہ رہی تھیں وہ ضرور آئیں گی میرے ہاتھ کی کافی پینے۔'' عباس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''تم نے کہا تھا فاطمہ تمہیں رونمائی کے گفٹ کی ضرورت نہیں مگر میں تمہیں یہ گفٹ دینا چاہتا ہوں جانتی ہو وہ کیا گفٹ ہے؟'' فاطمہ نے چلتے ہوئے تھم کر اسے دیکھا۔ پھر سر کو اثبات میں ہلاتے اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں جگنوؤں کے قافلے اترنے لگے تھے۔

''عمرہ کے ٹکٹ، ہم دونوں اماں جان اور بابا جان کے ہمراہ بیت اللہ شریف کی حاضری کو اگلے ہفتے جارہے ہیں ان شاء اللہ کیسا لگا یہ گفٹ جان عباس۔'' اس کے متبسم لہجے میں دلکشی کا رنگ اتر رہا تھا فاطمہ نے عقیدت مندانہ نم نظروں سے اسے دیکھا اور عاجزانہ انداز میں انکساری سے مسکرائی تھی۔

''اپنی خوش بختی کا مجھے یقین تو آرہا تھا حیدر مگر اب جیسے اس پر تصدیق کی پختہ مہر ثبت ہوگئی ہے جزاک اللہ۔'' وہ سراپا مشکور تھی عباس نے اس کا سر تھپکا اور قدم گھر کی جانب بڑھا دیے۔

''فاطمہ تمہیں اس بات پر کوئی اعتراض تو نہیں کہ میں تبلیغی مصروفیات کی بنا پر تمہیں پراپر ٹائم نہیں دے پاؤں گا اور بچوں کی ذمہ داریاں بھی تمہیں ہی نبھانی پڑیں گی۔'' فاطمہ نے بغیر کسی ردوکد کے پورے اعتماد کے ساتھ سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''نہیں حیدر، انشاء اللہ کبھی بھی نہیں یہ زندگی عارضی پناہ گاہ ہے اور سب سے اہم ہے وہ کام جس کی توفیق اللہ رب العزت نے آپ کو بخشی ہے۔ یہ حکم اللہ ہے اس سے روگردانی میں نجات ممکن نہیں۔'' اور عباس نے ایسے ایمان افروز جواب پر مطمئن ہو کر سرشار ہوتے اس کا ہاتھ تھام کر بوسہ ثبت کیا تھا۔ وہ دونوں یونہی ایک دوسرے کی ہمراہی میں آگے بڑھ رہے تھے۔ جبکہ فضا میں گونجتی آواز ہر لمحہ پورے ماحول پر چھائی جارہی تھی۔

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ
یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

عباس نے سنا اور خود بھی اپنی آواز کو اس آواز کے ساتھ شامل کرلیا اس پر ایک جذب کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔

یہ مال و دنیا یہ رشتہ پیوند
بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ
یہ نغمہ فصل و گل کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

اب فاطمہ بھی عباس کے ساتھ مل کر دہرا رہی تھی دونوں کے انداز میں عقیدت بھری ہوئی تھی۔

ٹھوکر کھا کر ہی مگر وہ اپنی پیدائش کے مقصد کو پہچان کر اشرف المخلوقات کے درجے کو پاگئے تھے۔ وہ درجہ جو اللہ نے اپنے بندے کو خاص طور پر عطا فرمایا ہے مگر اسے نبھاتا کوئی کوئی ہے کہ بلاشبہ اللہ کو مان لینا اصل بات نہیں کیونکہ اللہ اپنی شان اور قدرت سے خود کو منوا ہی لیتا ہے۔ اصل بات تو اللہ کو منا لینے میں ہے انہوں نے اللہ کو منانے کی کوشش کی تھی اب ان کی یہی خواہش دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اللہ کے احکامات کو دنیا میں پھیلا دیتے تاکہ مقصد انسانیت پورا ہو سکے۔

(**ختم شد**)

زندگی کتنی مشکل ہوتی اس بات کا اندازہ کرتے ہوئے عمر احمد جھرجھری لے کر رہ جاتا۔

''ماہ رخ! آج بڑے بھیا نے فون کیا تھا کہہ رہے تھے کہ تمہیں چند روز کے لیے گھر چھوڑ جاؤں۔'' آلو پالک کے سالن سے مکمل انصاف کرنے کے بعد عمر احمد نے آج ہفتے بعد ماہ رخ کو مخاطب کرکے بات کی تھی۔

''میں احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی' میرے نان نفقہ کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ہے ناں' کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ مجھ سے تنگ آگئے ہیں۔'' قدرے جتاتی نظریں عمر احمد کو پچھتاوا دلا گئیں کہ اس نے اسے مخاطب ہی کیوں کیا تھا۔

''وہ میکہ ہے تمہارا۔'' عمر احمد اس کے بھائیوں کے دکھ کو اچھی طرح سمجھتا تھا' اپنی لاڈلی کو بیاہ دینے کے بعد وہ اس کے لیے اتنے پرائے ہوئے تھے کہ چند بار ہی ان کے گھر وہ گئی تھی وگرنہ تو وہی اس کی محبت میں کھنچے چلے آتے۔ مہینے کے چار ہفتوں میں چاروں بھائی ایک ایک چکر لگا لیتے۔ ماہ رخ ان کی عزت کرنے اور ان کی بیویوں' بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کے دوران کبھی ان سے گلہ نہ کرتی بس موٹی موٹی حسین آنکھیں اداسی میں گھری ساری داستان کہہ جاتیں اور پتا بھی نہ چلتا کہ اس کے بھائیوں کے سینے میں بہن کا درد دکھ پہلے سے بڑھ جاتا۔

''میکہ......لوگوں کا کہنا ہے کہ ماں مرجائے تو میکہ نام کا رہ جاتا ہے اور میری ماں بچپن میں ہی چلی گئی۔ نام کے میکے نے، بیاہ کر فرض ادا کردیا' اب کون سا میکہ' کون سی کشش مجھے اس دہلیز پر محسوس کرنی چاہیے۔'' اپنے لفظوں میں چھپے درد پہ آپ ہی تڑپ گئی۔

''ماہ رخ! نہیں اتنا مت تڑپاؤ بس کردو پلیز۔'' اس کے سفید ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں عمر احمد نے کہا تو لبالب پانیوں سے بھری آنکھیں چھلک پڑیں۔

''آپ کی خدمت گزاری میں کبھی کمی آئے تو شکایت کردیجیے گا جو ناممکن ہوا سے ممکن بنانے میں اکثر گھاٹا ہی ہوتا ہے اور زندگی کے اتار چڑھاؤ میں اگر میں چاہتی ہی نہیں کہ کسی سایہ دار درخت کے نیچے ستالوں تو آپ کیوں مجھے چھاؤں میں گھسیٹ رہے ہیں۔ جلنے دیں مجھے' دھوپ مجھے جلاتی ہے اور اثر انہیں ہوتا ہے جو مجھے خود اس دھوپ میں کھڑا کرنے کی وجہ بنے۔'' ماہ رخ کی باتیں عمر احمد کو زخمی کرگئیں وہ برتن سمیٹ کر کچن میں جاچکی تھی لیکن عمر احمد کو ماضی کے اوراق پلٹنے پر مجبور کرگئی تھی۔

......☆☆☆......

عمر احمد اپنی ماں کا لاڈلا' خوب صورت وجیہہ نوجوان اپنی ایمانداری اور صاف گو طبیعت کے باعث ہر کسی کو متوجہ کرلیتا تھا اس کی یہی ایمانداری' ماہ رخ کے بھائیوں کو متاثر کرگئی اور اپنی اکلوتی بہن کے لیے انہوں نے اس کا انتخاب کرلیا۔ عمر احمد کی شادی سے چند دن قبل اس کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ بکھرے بکھرے سے عمر احمد کو ماہ رخ نے شادی کے بعد مکمل توجہ اور محبت سے سمیٹ لیا۔

چند ماہ ہنسی خوشی گزرے' عمر احمد سرکاری محکمے میں ایک کلرک تھا ماہ رخ سے پہلا اختلاف اس کی ایمانداری کی وجہ سے ہوا اور یہ اختلاف رفتہ رفتہ زندگی کی ہر خوب صورتی کو نگلتا گیا' خوشیوں کے دن کب تلخ ہوگئے پتا ہی نہ چلا۔ ماہ رخ نے اس سب صورت حال کا ذمہ دار اپنے بھائیوں کو گردانا اور یوں بھائیوں کی لاڈلی ان کو خون کے آنسو رلانے پر مجبور کرگئی۔

ماہ رخ چاہتی تھی کہ عمر احمد رشوت لے کر گھر کی ضروریات کو پورا کرے اور ایسا وہ اس لیے چاہتی تھی کیونکہ وہ رشوت کو امیر بننے کی سیڑھی سمجھتی تھی جس پر چڑھ کر ہر سرکاری ملازم (اس کی نظر میں) امیر بنتا ہے یہ سوچ اس کی کالج فرینڈ عندلیب نے اس کے ذہن میں ڈالی تھی۔ عندلیب کا بڑا بھائی اپنی نوکری سے غیر مطمئن ہونے کے سبب رشوت لے کر اخراجات پورا کرتا تھا اور گھر کا نقشہ تو بہت خوب سنورا ہوا تھا۔

ماہ رخ کی نظر میں اگر عندلیب کا بھائی رشوت لے کر

عیش وآرام کی زندگی اپنے گھر والوں کو دے سکتا ہے تو اس کا شوہر کیوں نہیں اور عمر احمد نے اس کی سوچ کو ہر موڑ پر رد کردیا جس کی وجہ سے ماہ رخ اس سے ہر وقت چڑی رہتی۔ اسے زچ کیے رکھتی' اسے کسی نہ کسی طریقے سے قائل کرنے کی کوشش کرتی رہتی لیکن عمر احمد کا ایمان کسی بھی لمحے نہ ڈگمگایا تھا۔

بھائیوں کی نظر میں عمر احمد ایک سچا کھرا اور ایماندار بندہ تھا' ان کی بہن صحیح ہاتھوں میں جائے گی اس لیے اس سے ماہ رخ کی شادی کردی بعد میں انہیں احساس ہوا کہ ان کی سوچ اپنی بہن سے کتنی مختلف ہے' وہ زندگی کو پیسے کے لیے جینا چاہتی تھی۔ اس کے نزدیک ایمان اور ایمانداری ڈھول میں ان کتابوں تک محدود ہوکر رہ گئی عملی زندگی میں جس نے بھی ایمانداری کو اپنایا' ہے۔ خواری اور ناکامی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اپنی بیوی کی اس سوچ پر عمر احمد جتنا افسوس کرتا یقیناً کم ہوتا' زندگی ان الجھی ڈوروں میں الجھتی اپنے دامن میں کئی خاردار یادیں سمیٹے گزر رہی تھی۔

''ابو آپ نے زندگی میں کسی ایسی شخصیت کو دیکھا جو دنیا اور دنیا داری سے دور ایک الگ جہاں بسانے کا خواہاں ہو۔''

ماضی کی حسین یادوں میں بھٹکتے عمر احمد کو اس کی بڑی بیٹی عائشہ احمد نے پکارا تو وہ حال میں لوٹ آیا۔ ''ابو بتایئے ناں!'' عائشہ کے ساتھ ساتھ عاصم احمد اور طاہر احمد نے بھی جاننے پر اصرار کیا تو بالآخر اسے اپنے ماضی کی چند باتیں شیئر کرنی پڑیں۔

''میری یونیورسٹی فیلو ناز صدیقی! وہ سب سے الگ تھی۔' بچوں نے جہاں دلچسپی دکھائی وہیں سبزی کاٹتے ماہ رخ کے ہاتھ چند لمحوں کے لیے تھم سے گئے۔ بے اختیار کھوجتی نظر اٹھی اور کسی بھی نتیجے پر نہ پہنچنے پر' کام لوٹ آئی' کندھے اچکا کر ماہ رخ پھر سے کام میں بظاہر مشغول ہوگئی مگر کان اپنے شوہر کی اگلی بات کے منتظر تھے۔

''مطلب کیا ہوا اس بات کا؟'' عاصم احمد کا پرسوچ لہجہ عمر احمد کے لبوں پر مسکان لے آیا۔
''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کے ابو سے بہت امپریس تھی ورآپ کے ابو کی ایمانداری پر تو گویا مرمٹی تھی' اگر میری شادی تمہاری امی سے نہ ہوتی تو یقیناً میرا انتخاب وہی ہوتی۔'' ماضی میں کھوئے عمر احمد کے الفاظ ماہ رخ کو سرتا پا جلا گئے۔
''ہاں تو کر لیتے ناں شادی اس سے' بے چاری شادی کے بعد اپنے نام کے برعکس دکھائی دیتی ناز سے بے نیاز.....'' ماہ رخ سے رہا نہ گیا فوراً جواب دے ڈالا حالانکہ آج تک آپس کی چپقلش کو دونوں میاں بیوی نے خود تک محدود رکھا تھا۔
''نہیں ماہ رخ! وہ ایسی نہیں تھی' میری شادی کی خبر سن کر آج تک میرے سامنے نہیں آئی۔ اب تو ذہن پر بھی ہلکے ہلکے نقوش باقی ہیں۔'' ماہ رخ کی بدگمانی کسی حد تک عمر احمد کے الفاظ سے دور ہوگئی کیونکہ وہ جانتی تھی اس کا شوہر جھوٹ نہیں بولتا۔
''امی آپ کو بھی کبھی کوئی ایسا شخص ملا جو آپ کی کسی خوبی کو سراہتا ہو۔'' طاہر احمد نے ماہ رخ کی جانب بحث کا رخ کیا۔
''اس کی خوبیاں بھی کسی کھاتے میں نہیں لگتیں۔'' عمر احمد نے کلس کر سوچا۔
''ہے ناں۔'' ماہ رخ نے جوش ومسرت سے کہا تو بچے حیرانی سے اسے تکنے لگے۔
''کون.....'' عمر احمد نے پہلو بدلتے ہوئے استفسار کیا۔
''وہ میرے پڑوس میں رہتا تھا' آفتاب شاہ نام تھا اس نے مجھے پرپوز بھی کیا تھا۔ میں نے اپنی قسمت کا فیصلہ بھائیوں کو سونپ دیا اور ان کی پسند تم لوگوں کے سامنے ہے۔'' انگلی کا اشارہ عمر احمد کی جانب کرتے وہ پھیکی ہنسی ہنس دی۔
''اچھا ہوا جو اس کی شادی تم سے نہیں ہوئی' بچت ہوگئی اس کی' مگر سو فیصد گھاٹا میرا مقدر بن گیا۔'' عمر احمد اب اس کی طرح دو بدو جواب دینے لگا تھا شاید خاموش رہنے اور کڑھنے جلنے سے بہتر اسے یہی لگا تھا کہ جو جیسا دے اسے اسی کے انداز میں لوٹاؤ اندر کا حبس جب بڑھ جاتا ہے تو اکثر نتائج بھیانک روپ میں سامنے آتے ہیں بظاہر یہ چھوٹی سی چھیڑ چھاڑ محض کے وقت گزاری لگ رہی تھی۔ کون جانتا تھا اس گھر کے حالات اب کون سا رخ بدلیں گے۔
''ماہ رخ میری بچی' کاش تم ہمیں معاف کردیتیں۔'' بڑے بھیا گھر آئے تو ان کی بوڑھی آنکھیں ایسی برسیں کہ ماہ رخ بھی اپنی جگہ تڑپ کر رہ گئی۔
''ایسا مت کہیں بھیا! میں آپ سے ناراض ہوتی تو آپ سے کلام کیوں کرتی۔'' ان کے قدموں میں بیٹھتی وہ سر جھکا کر آنسو بہانے لگی۔
''تیرے نہ آنے سے جو درد ہوتا ہے اس کا حساب نہیں' تیرا ہر بھائی دوسرے بھائی سے زیادہ دکھی اور اداس ہے۔ ایک بہن ہے اور وہ بھی اتنی ناراض ہے کہ اگر کسی کے سر پر موت آگئی تو آخری لمحوں میں ان کی شہزادی بہن ان کی پاس نہیں ہوگی بس کر جھلی! معاف کردے اپنے بھائیوں کو۔ اپنی دانست میں کیے گئے فیصلے کے غلط ہونے کا ادراک جب ہوا تب بہت دیر ہوچکی تھی۔'' بڑے بھیا کے بندھے ہاتھ ماہ رخ کو لمحوں میں پگھلا گئے۔
''بھیا! مجھے گناہ گار مت کریں' میں تہہ دل سے آپ کو اور اپنے باقی بھائیوں کو معاف کرتی ہوں' گھر آنے کا فیصلہ اتنی جلدی نہیں ہو پائے گا۔ اپنی بہن کو اتنا چھوٹا مت کریں کہ اپنی ہی نظروں میں گر جائے۔'' ان کے بندھے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر وہ سسکی تو بڑے بھیا تڑپ کر رہ گئے۔ ان کی بیوی بچوں کے لیے جہاں یہ سین نیا تھا وہیں عمر احمد اور اس کے بچے بھی مطمئن سے ہوگئے۔
''بس کر جھلی! اتنا رونا ٹھیک نہیں' چل منہ ہاتھ دھو کر آ'

تیری بھابی تیری پسند کے چاول چھولے پکا کر لائی ہے بھئی اس کی محنت کو سراہنا تیرا اولین فرض ہے۔'' کافی دیر تک اپنے بھیا کی گود میں سر رکھ کر وہ روتی رہی اور ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑے رکھا جیسے اب اگر وہ ہاتھ چھوٹ جاتے تو پھر کبھی نہ مل پاتے۔ بڑے بھیا نے پیار سے سر پر چپت رسید کی تو وہ بھی اپنی بھابی کی محنت کا خیال کر کے اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔

بڑے بھیا کے علاوہ بھی بھائی جب بھی آتے گھر سے کھانا پکوا کر لاتے اور یوں ہفتے کے ہفتے اس کو کھانا پکانے کی ٹینشن ختم ہو جاتی اور وہ اپنے بھائیوں کے گھر کے پکے لذیذ کھانوں سے مکمل انصاف کرتی تھی۔

❁.......❁.......❁

''عائشہ کی داخلہ فیس بھرنی ہے' کچھ انتظام ہوا یا نہیں؟'' عمر احمد جن سوالوں سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا سب بے کار گئیں۔ ماہ رخ نے بچوں کو ان کے کمرے میں سلا کر آنے کے بعد سب سے پہلے یہی سوال کیا تھا۔

''ابھی تو کچھ نہیں ہوا جب انتظام ہو جائے گا میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔'' عمر احمد کے لہجے میں اکتاہٹ محسوس کر کے ماہ رخ کو غصہ آ گیا۔

''آپ سمجھتے کیوں نہیں' کتنی بار کہا ہے زیادہ نہیں تو اتنا تو ہاتھ مار لیا کریں جس سے گھر کے اخراجات با آسانی پورے ہو سکیں مگر نہیں' نام نہاد ایمانداری اور خودداری پر ضرب لگے گی۔'' ماہ رخ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''چاہتی کیا ہو تم؟ میں یہ سب کر کے آخرت کے لیے آگ خرید لوں' تم جیسی عورتیں عذاب سے کم نہیں ہوتیں۔ مجھے تو ان لوگوں پر رشک آتا ہے جو بیوی کو اللہ کا انعام کہتے ہیں۔ میرے لیے تو یہ انعام وبال جان بن گیا ہے۔'' ضمیر کی عدالت اسے آج تک بھی غلط کرنے پر مجبور نہ کر سکی تھی مگر ماہ رخ نے اٹھتے بیٹھتے لفظوں کے جو نشتر چبھونے شروع کیے تھے عمر احمد ان تیروں سے اب لہولہان ہونے لگا تھا۔ خون جب رسنے لگے تو تڑپ ہوتی ہے' ور ماہ رخ کے دیئے گئے زخموں سے خون رسنے لگا تھا جو عمر احمد کی روح کو زخمی کر گیا تھا۔

''ہاں اب تو آپ یہی کہیں گے' تھک جو گئے ہیں مجھے برداشت کر کر کے.....'' ماہ رخ نے بھی اونچی آواز میں عمر احمد کو جواب دیا تھا۔

''برداشت..... یہ لفظ بہت چھوٹا ہے پتا ہے تم کیسی ہو لالچی' طمع پرست' پیسے کی پجارن' زندگی کے مفہوم سے نابلد جاہل عورت ہو اور تم جیسی عورت کو برداشت کرنے پر مجھے خراج تحسین پیش کیا جانا چاہیے۔'' ہر چیز ہر عمل کی ایک حد ہوتی ہے اور عمر احمد کے حوصلے کی حد ختم ہو گئی تھی تبھی غصے اور طیش کے باعث ماہ رخ کو لمحوں میں آسمان سے زمین پر لا پٹخا۔ حقیقت کا آئینہ اتنا ہی صاف اور شفاف ہوتا ہے جتنے عمر احمد کے الفاظ تھے۔ ماہ رخ نے غم و غصے اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تھا جس نے پل میں اسے دو کوڑی کا کر دیا تھا۔ بھیگے رخساروں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے اس نے ایک اہم فیصلہ کر ڈالا۔

''کل صبح میں اپنے بھائیوں کے پاس چلی جاؤں گی' لینے مت آیئے گا۔'' نجانے کیوں دل کو لگا کہ عمر احمد اس کے اس فیصلے پر اسے روکنے کی کوشش کرے گا' منانے کا راستہ ڈھونڈے گا مگر وہ لمحے اب کبھی نہیں آ سکتے تھے کیونکہ اس کی بات سن کر عمر احمد نے جاندار سا قہقہہ لگا کر اسے دیکھا تھا۔

''بہت اچھے' یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ میں تمہیں لینے آؤں گا مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ سر سے ٹلی بلا کو پھر سے سر پر بٹھا لوں۔ کبھی نہیں..... کبھی چاہو گی تب بھی نہیں آؤں گا۔'' اس سے بڑھ کر ماہ رخ کی توہین اور کیا ہو سکتی تھی کہ ماہ رخ کا شوہر اس کو دھتکار چکا تھا' سرخ چہرے پر انگنت آنسو لکیر بناتے زمین بوس ہو گئے۔

صبح کو عمر احمد نے ماہ رخ کو مخاطب کیا اور نہ ہی ماہ رخ نے ایسی کوئی کوشش کی چپ چاپ سامان لے کر کمرے

سے باہر نکلی تو دل بے اختیار تڑپ اٹھا۔ بچوں کے کمرے میں جا کر باری باری تینوں کو پیار کیا اور چادر سنبھالتی کمرے سے باہر چلی آئی۔

عمر احمد نے اسے چپ چاپ چھوڑا اور گھر کے دروازے سے ہی واپس پلٹ گیا' ماہ رخ نے لمبی سانس لے کر دروازے کے اندر قدم بڑھا دیئے۔ بچوں کو اس نے ہر بات سچ بتادی' عائشہ کے آنسو تھم نہیں رہے تھے جوانی کی دہلیز کو چھوتی بیٹی کو یوں بے یارومددگار چھوڑ کر عمر کے اس حصے میں میکے کی چوکھٹ پر جا کر بیٹھنا کسی بھی لحاظ سے درست نہیں تھا۔ یہ حماقت بھرا فیصلہ جہاں ماہ رخ کے غلط قدم کی طرف اشارہ کرتا تھا وہیں بچوں کے سامنے سر جھکائے عمر احمد کی غلطی کو بھی ظاہر کرتا تھا اگر وہ تلخ نہ ہوتا تو حالات شاید نہ بگڑتے۔

لفظ ''شاید'' اکثر پچھتاؤں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس لفظ میں جتنی حسرت معلوم ہوتی ہے اس سے بھی کئی گناہ زیادہ اس لفظ کو ادا کرنے والا اپنے اندر یاسیت محسوس کرتا ہے۔ لفظ بھی وہی ہوتا ہے انسان بھی وہی ہوتا ہے بس درمیان میں پچھتاوا آجاتا ہے اور ایسا ہی پچھتاوا عمر احمد کو بھی محسوس ہو رہا تھا۔

''ابو آپ کیوں گلٹی فیل کررہے ہیں' اتنے سال آپ کو بدلنے میں ضائع کرنے کی بجائے امی اپنے آپ کو بدلتیں تو فائدے میں رہتیں' آپ نے اچھا کیا یا غلط یہ وقت پر چھوڑ دیں۔'' عاصم احمد نے اپنے ابو کو سر جھکائے دیکھا تو ان کی ہمت بڑھائی' نم پلکیں اٹھا کر اس نے اپنے تینوں بچوں کو دیکھا تھا جن کے چہروں پر دکھ یا ملال ہرگز نہ تھا' عمر احمد کے دل سے بھاری بوجھ اتر گیا۔

عائشہ نے گھر سنبھال لیا' اسکول سے واپس آنے کے بعد تینوں بہن بھائی گھر کے کام کاج کرتے' زندگی چند دنوں میں عمر احمد کے لیے ایک بہت بڑی خوش خبری لے آئی۔ عمر احمد کے سابقہ ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے اس کی تنخواہ دگنی کردی گئی' آفس کا عملہ اس کے کام سے خوش تھا۔ اس کی پریشانیوں کے پیش نظر ایک درخواست اعلیٰ حکام کو دی گئی جس کو منظور کرلیا گیا۔ عمر احمد کے پیر زمین پر ٹک نہیں رہے تھے' ماہ رخ کا خیال آتے ہی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''ماہ رخ ایمان کا تقاضا یہ تو نہیں کہ بے ایمانی کریں' ایمان ہمیں کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ چور دروازے بزدل اپناتے ہیں' کامل یقین اس خدا پر ہو تو وہ کبھی بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔'' ماہ رخ کی پرچھائیں سے مخاطب ہوتے عمر احمد کے آنسو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں محو تھے۔

عائشہ کا داخلہ ہوگیا' دن بے شک وہی تھے' حالات بدل چکے تھے' بچے اب کبھی ہوٹل سے کھانا منگوا لیتے۔ عمر احمد کی زندگی میں ماہ رخ کے چلے جانے سے جو خلا ہوا تھا وہ رفتہ رفتہ بھرنے لگا۔ ایک دن عمر احمد کو ناز صدیقی مل گئی وہی سادگی' وہی معصومیت ناز صدیقی کے چہرے پر تھی جو برسوں پہلے اس کی شخصیت میں وقار کا سبب بنتی تھی' عمر احمد نے لمحوں میں اسے پہچان لیا۔

''یہ تینوں میرے بچے ہیں۔'' اپنے بچوں کی طرف دھیان جاتے ہی عمر احمد نے ناز صدیقی سے ہونق بنے بچوں کا تعارف کرایا۔ برسوں بعد اس کا یوں اچانک مل جانا عمر احمد کے لیے بہر حال باعث مسرت تھا۔ عائشہ کی نظروں میں جہاں ستائش تھی وہیں عاصم اور طاہر نے بھی گریس فل سی ناز صدیقی کی تعریف میں کنجوسی نہ برتی اور یوں ایک ہی ملاقات میں وہ بچوں سے اچھی خاصی مانوس ہوگئی۔

''آنٹی آپ کے کتنے بچے ہیں؟'' طاہر نے ناز صدیقی کے بچوں سے ملنے کی خاطر سوال پوچھا تو عائشہ کی کسی بات پر مسکراتی ناز صدیقی کی آنکھوں میں یک لخت پانی جمع ہوگیا۔

''مم...... میری شادی نہیں ہوئی......'' آئس کریم پارلر کی میز کے گرد بیٹھے سبھی نفوس ناز صدیقی کی اس بات پر حیرتوں کی زد میں آگئے۔ عمر احمد نے میز کی سطح کو گھورتی اس کی آنکھوں میں پانی کے قطرے جمع ہوتے دیکھ لیے

تھے اس لیے جلدی سے بات پلٹ دی۔

"ہاں بھئی تم تعلیم کو فوقیت دینے والی لڑکی ہو شادی کو تم نے کسی کھاتے میں ڈالا ہی کب تھا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں' تعلیم مکمل کر کے میں اپنے آبائی شہر چلی گئی' پیسہ جمع کرنے میں چند سال لگے اور چند سال اس پیسے کو بڑھانے میں صرف ہوگئے شادی کا خیال فرصت ملنے پر آتا اور میں نے خود کو کبھی اتنی فرصت نہیں دی کہ شادی کے بارے میں سوچتی۔ اب تمہاری طرح تو نہیں ہوں کہ بس جی جو کچھ مل رہا ہے اسے لوں اور باقی کسی اور کے لیے چھوڑ دوں۔" ناز صدیقی کا اشارہ اس کی نامکمل تعلیم اور ایک چھوٹی سی نوکری کی طرف تھا' عمر احمد کے والد کی وفات کے بعد بیمار ماں کی کفالت کی ذمہ داری جیسے ہی عمر احمد کے کندھوں پر آئی تعلیم ادھوری چھوڑ کر نوکری کے لیے بھاگ دوڑ شروع کردی اور چند مہینوں میں ہی کلرک منتخب ہوگیا۔ ناز صدیقی نے اسے بہت سمجھایا کہ وہ تعلیم مکمل کرلے' پرائیوٹ پڑھ لے مگر اس نے اس کی ایک نہ سنی' ناز صدیقی نے ایگزام کے دنوں میں اس کی شادی کی خبر سنی تھی اور اس کے بعد ہر اس راستے کو خود پر بند کردیا جو عمر احمد پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ آج اگر وہ اس شہر میں کام کے سلسلے میں نہ آتی تو یقیناً کبھی بھی عمر احمد سے نہ ملتی شاید تقدیر کو یہی منظور تھا کہ اتنے سالوں بعد وہ اس کو دیکھ کر لمحہ بھر کو پچھتائی تھی۔

شادی نہ کرنے کی وجہ صرف مصروفیات ہی نہ تھیں' عمر احمد کے لیے دل میں چھپی وہ محبت تھی جس کا اظہار اس نے کبھی خود سے بھی نہیں کیا تھا مگر اس کی خوش گوار زندگی کو دیکھ کر نجانے کیوں اسے اپنے اندر کچھ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا جس کا احساس ہر گزرتے لمحے میں زیادتی کا باعث بن رہا تھا۔ وہ وہاں ان سب کے درمیان بیٹھ کر خود کو آزمائے جارہی تھی کہ وہ کتنا ٹوٹ سکتی ہے' کتنا برداشت کرسکتی ہے۔

شام گہری ہورہی تھی بچوں سے پھر ملنے کا وعدہ کر کے وہ اپنے کرچی کرچی ہوتے وجود کو بمشکل گھسیٹتی وہاں سے اٹھ گئی۔ اپنی برداشت آزمانے کے چکر میں اپنے اندر کو زخمی کر کے وہ اور بھی بے سکون ہوگئی تھی۔

❁.....❁.....❁

ماہ رخ کے شب و روز بھابیوں سے خدمت گزاری کراتے گزر رہے تھے' بھائیوں نے بہت چاہا کہ وہ لوٹ جائے۔ عمر احمد نے ان کو کبھی بھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ وہ ان کی بہن کے اس فیصلے سے ان سے ناراض ہے' جب فرصت ملتی وہ خود ان کے مشترکہ آفس چلا آتا جو کبھی بھائیوں کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا' کبھی بھائی شرمندہ شرمندہ سے ملتے اور یہ شرمندگی چند منٹوں میں ختم بھی ہوجاتی جب عمر احمد ان سے گفتگو کرتا۔

"ہم اپنے بھانجوں' بھانجی سے ملتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہم سب انہیں ممتا سے دور کرنے کی وجہ ہیں۔"

"ارے نہیں' آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟" عمر احمد نے دھیمی سی مسکان کے ساتھ انہیں احساس شرمندگی سے آزاد کیا تو وہ بھی نتیجتاً دھیمے سے مسکرائے تھے۔

"عمر بیٹا......" بڑے بھیا نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے اندر کے اضطراب کو دبایا۔

"جی بڑے بھیا......" عمر احمد ہمہ تن گوش ہوا۔

"تم جانتے ہو ماہ رخ جب ضد پر آتی ہے تو کئی سال اس ضد کے پیچھے برباد کردیتی ہے۔" ماہ رخ کو گھر چھوڑے سال سے اوپر ہوچکا تھا۔ اس نے بڑے بھیا کی تمہید پر ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

"جانتا ہوں۔" عمر احمد نے سعادت مندی سے جواب دیا تو بڑے بھیا کی بوڑھی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے اپنی بہن کی طرف سے اس ہیرے کی ناقدری پر۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے لیے یہ تکلیف دہ امر ہوگا' شاید تم غلط بھی سمجھو لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم دوسری شادی کرلو۔" جتنا تحمل کا مظاہرہ بڑے بھیا کر رہے تھے

انہیں پتا تھا بیٹی سے بڑھ کر پیاری بہن کے شوہر کو دوسری شادی کے لیے کہنا واقعی مشکل ترین عمل تھا باقی بھائیوں کی حالت بھی ان سے مختلف نہ تھی۔

''آپ ......ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں' میں اپنے بچوں کو سوتیلی ماں کے لفظ سے بھی دور دیکھتا ہوں اور آپ...... نہیں میں ایسا قہر ان پر ہرگز نہیں ڈھانا چاہتا۔ میری ایمانداری ماہ رخ کی نظروں میں ایک ڈھکوسلہ بن کر رہ جائے گی' میں ایسا نہیں کرسکتا۔'' عمر احمد جانتا تھا کہ اگر اس نے انہیں بتا دیا کہ ماہ رخ اٹھتے بیٹھتے اسے ایمانداری پہ کچھ نہ کچھ سناتی رہتی تھی تو انہیں دکھ پہنچتا اور اگر عمر احمد ان کی بات کو مان لیتا تو اس کی ایمانداری ماہ رخ کی نظروں میں ایک دکھاوا بن کر رہ جاتی۔

''دیکھو بیٹا! عائشہ جوان بچی ہے' کسی پرشفقت وجود میں جوان بچی کو پناہ نہ ملے تو وہ بھٹک سکتی ہے۔ دنیا کی رنگینیاں کہیں ہماری بچی کی سوچ میں حسرتوں کے خلا نہ بھر دیں جنہیں پُر کرنے کے لیے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو جائے۔'' لفظوں کے پیراہن میں عمر احمد تک جو پیغام پہنچایا گیا اس نے اسے اندر تک دہلا دیا۔

''بیٹا اگر کچھ نہ بھی ہو تب بھی دنیا تہمت لگانے میں دیر نہیں کرتی' بیٹی جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہوتی ہے' کامیابی پانے کے لیے جس طرح ہم اپنی اہم اسناد کو مکمل سیفٹی دیتے ہیں تاکہ وہ اسناد آنے والے وقت میں ہمیں بلندیوں تک پہنچادے اس طرح بیٹی بھی ایک ایسا سرٹیفکیٹ ہوتی ہے۔ اگر یہ سرٹیفکیٹ غلط ہاتھوں میں چلا جائے تو دنیا اور آخرت مٹی ہوجاتی ہے۔'' عمر احمد غائب دماغی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

جوان بیٹیوں کے باپ کندھے کیوں جھکا کر چلتے ہیں اس بات کا مفہوم اچھی طرح عمر احمد کو سمجھ آ گیا تھا بھی ان کے آفس سے نکلتے ہوئے وہ ایک بوجھ محسوس کررہا تھا اپنی ذات پر ادراک بھلے دیر سے ہوا تھا مگر وقت اب بھی اس کی مٹھی میں تھا۔

''ابو آپ کے لیے کھانا لاؤں؟'' گھر میں پہنچ کر وہ عجیب بے بسی میں جکڑا کمرے میں چلا گیا۔ عائشہ نے دروازے پر دستک دے کر پوچھا تو جیسے وہ ہوش کی دنیا میں لوٹ آیا۔

''نہیں بیٹی! مجھے بھوک نہیں ہے' اندر آ جاؤ۔'' عائشہ اندر آ گئی۔ عمر احمد چارپائی پر بیٹھا عائشہ کو پرشفقت نظروں سے دیکھنے لگا محبت وشفقت سے تکتی نگاہیں اللہ کے حضور شکر ادا کرنے لگیں۔

''ابو آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' فکرمندی سے اس کا حال پوچھتی عائشہ نہیں جانتی تھی کہ آج اس کے باپ نے کس خزانے کی چابی کا راز پالیا ہے آگہی کے کن مراحل سے گزر چکا ہے۔

''عائشہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ماں کو منا لاؤں' تم تھک چکی ہو ناں گھر سنبھال کر؟'' عمر احمد کا انداز ہلکا پھلکا تھا' عائشہ سمجھ نہ سکی۔

''کام ہی کتنا ہوتا ہے......'' عائشہ گھر کے بھی کام ایک ایک کرکے گنوانے لگی' عمر احمد اس کے بھولپن پر مسکرا کر رہ گیا۔

''واقعی بیٹیاں جنت میں لے جانے کا سبب بنتی ہیں اور میں اس سبب کو کبھی بھی نہیں کھوسکتا۔'' عمر احمد نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کرتے ہوئے عائشہ کو گلے لگالیا جو اپنے ابو کی اس عجیب وغریب کیفیت کو ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

❁......❁......❁

''آخری بار کہہ رہا ہوں گھر چلو......ورنہ میں......''

''کیا ورنہ میں ہاں...... دوسری شادی کرلیں گے' کرلیں میں بھی دیکھتی ہوں کون عقل کی اندھی تم سے شادی کرتی ہے۔'' عمر احمد کے جملے کو بیچ سے اچکتی ماہ رخ بدتمیزی سے گویا ہوئی۔ آپ سے تم تک کا سفر لمحوں میں طے کرلیا۔

''ہاں میں کرلوں گا شادی......'' کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں عمر احمد نے فیصلہ سنایا۔

''میری شرط آج بھی وہی ہے' رشوت لے کر گھر کے

اخراجات پورے کرو، گر نہیں ہوتا تو ٹھیک ہے۔"

"ہماری بیٹی جوان ہے، گھر میں اکیلی ہے۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔" عمر احمد نے آخری حربہ آزمایا مگر وہ بھی بے کار گیا۔ دل میں ڈھیروں دکھ سموئے اس نے ماہ رخ کے بھائیوں کو دوسری شادی کرنے کا فیصلہ سنا دیا وہ سب اس متوقع صورت حال کے لیے پہلے ہی تیار تھے سو انہوں نے اسے بخوشی اجازت دے دی، اس اجازت دینے کے بعد ماہ رخ کے بھائی کتنے تڑپے تھے وہی جانتے تھے۔

❁......❁......❁

"تم نے شادی کیوں نہیں کی؟" اگلے دن چھٹی کر کے وہ ناز صدیقی کے شہر چلا آیا، رات بھر نیند کو رخصت کیے وہ ناز صدیقی کو اپنے بچوں کی ماں کی حیثیت سے سوچتا رہا اور بالآخر صبح کو وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ ناز صدیقی ہر لحاظ سے اس کی بیٹی کی پرورش بہتر خطوط پر کر سکتی ہے یہی سوچ اسے ناز انڈسٹریز کی مالکن کے سامنے رکھنی تھی۔

"تمہارے، جیسا ایماندار بندہ ملنا آسان کہاں ہے اور تمہیں پتا ہے، کہ مجھے ایک ایماندار شخص سے شادی کرنی ہے۔" پُر وقار سی ناز صدیقی نے ایسا انداز اپنایا کہ دل کی حسرتیں دل میں ہی دم توڑ گئیں۔

"ایماندار سے یا...... عمر احمد سے؟" عمر احمد کا انداز شوخی لیے ہوئے تھا، ناز صدیقی کا انداز نارمل رہا مگر الفاظ ڈھیروں شرم دلا گئے۔

"بتاؤ ناں......" عمر احمد بدستور مسکرائے جا رہا تھا جبکہ ناز صدیقی اچھی خاصی پزل ہو گئی۔

"ایماندار سے......" دل کی تمام تاویلوں کو روند کر اس نے آہستگی سے جواب دیا تھا، اس کے ہر انداز سے گھبراہٹ جھلک رہی تھی۔ عمر احمد کی نظروں کا حصار الگ پریشان کیے جا رہا تھا۔

"مگر میرا دل اس ناز انڈسٹریز کی مالکن نے ابھی ابھی لے لیا ہے، سمجھ لو اتنی دولت دیکھ کر بے ایمان ہو گیا ہوں، شادی کرو گی مجھ سے؟" ناز صدیقی کی دھڑکن جیسے عمر احمد کی سماعتوں تک پہنچ گئی وہ دل جو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اقرار سونپ دو۔ عمر احمد نے کتنے آسان الفاظ میں اس کے دل کی خواہش کو پورا کر دیا تھا، بے یقینی شکر گزاری اور حیرتوں کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ناز صدیقی نے اسے دیکھا تھا۔

"سچ کہہ رہا ہوں......" اس کی کیفیت سے حظ اٹھاتا وہ قدرے جھک کر گویا ہوا اس کی آنکھوں میں رقص کرتی شرارت سے ناز صدیقی جھینپ سی گئی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا، تم شادی شدہ ہو اور ایسی باتیں تین بچوں کے ابا کو سوٹ نہیں کرتیں۔" خوش فہمی کے سمندر میں ہلچل سی مچی اور حقیقت اپنی تمام تر سچائیوں سمیت ناز صدیقی کو مایوسیوں میں دھکیل گئی۔

عمر احمد نے ساری حقیقت ناز صدیقی کے سامنے رکھ دی، ناز صدیقی والدین کی اکلوتی بیٹی تھی، چھوٹے سے کاروبار نے اس کی محنت سے آج جو روپ دھارا تھا بے شک وہ سب اس کے والدین کی دعاؤں کا ثمر تھا۔ ناز صدیقی نے والدین سے مشورہ کرنے کے بعد کسی بھی حتمی فیصلے پر پہنچنا تھا سو کچھ وقت مانگ لیا اس کے ساتھ پُر تکلف سا لنچ کرنے کے بعد عمر احمد گھر واپس آ گیا۔

جلد ہی رشتے کی بات خاندان میں پھیل گئی، ماہ رخ کو تو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا کہ اس کے کم حیثیت شوہر کو اتنی بڑی بزنس وومن شادی کے لیے ہاں کر سکتی ہے۔ اس رشتے کے چرچے زبان زد عام ہونے لگے، ماہ رخ کے لیے کچھ نظروں میں ترحم ہوتا تو کچھ میں رشک۔ وہ ان سب باتوں سے بے نیاز اپنی دنیا میں مست تھی اور مست ہی رہتی اگر ایک دن عندلیب بازار میں اسے نہ ملتی۔

آسمانی کلر کی چادر میں اپنے وجود کو مکمل طور پر ڈھانپے یہ وہ عندلیب ہرگز نہیں لگ رہی تھی، جو فیشن کرنے میں اتنی ماہر تھی کہ ہر دوسری لڑکی فیشن سے متعلق معلومات اسی سے لیتی نظر آتی۔ اس کی ادائیں اس کی بے نیازیاں وقت کی بے رحم دھول میں کہیں دور از کر

چلی گئی تھیں۔ عندلیب نے بتایا تھا کہ وہ اب بھی اسی گھر میں رہ رہی ہے اور ماہ رخ نے جلد اس کے گھر آنے کا وعدہ کرلیا۔

دل ہیں عندلیب کی طرف سے سینکڑوں خدشات لیے جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک نئی خبر اس کی منتظر تھی۔ عمر احمد نے نئے سال کی صبح کو نکاح کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا اور ان سب کو مدعو بھی کرلیا تھا۔ ماہ رخ کے چہرے پر کسی بھی قسم کا کوئی ردعمل نہیں تھا' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں آئی تو ایک لفافہ اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر دھرا تھا۔

''بھابی یہ کیا ہے.....؟'' بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں اور وسوسوں کے بیچ اس نے کمرے کے باہر سے گزرتی چھوٹی بھابی کو دیکھ کر استفسار کیا۔

''پتا نہیں' ڈاکیہ دے کر گیا ہے' فاطمہ نے لیا تھا۔'' چھوٹی بھابی نے اپنی دیورانی کا نام لیا اور کمرے ہیں چلی گئی۔

''کہیں طلاق.....'' ماہ رخ کے پورے بدن میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ کافی دیر تک خود کو سنبھالنے کے بعد وہ لفافہ کھولنے لگی جو بھی تھا وہ عمر احمد کی زندگی سے نکلنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی اور اگر ایسا ہوجاتا تو وہ آنے والے سال میں خالی دامن اور خالی ہاتھ رہ جاتی۔

''پیاری ماہ رخ جی السلام علیکم! میں ناز صدیقی آپ سے ادنیٰ سی درخواست کرتی ہوں کہ پلیز لوٹ آئیے۔ میں اپنا سب کچھ آپ کے شوہر کے نام کررہی ہوں اور اس طرح آپ کی پریشانیاں بھی دور ہوجائیں گی' وہ گھر آپ کا ہے اور آپ کا رہے گا بس اس گھر کے درودیوار سے مجھے مانوس ہونے دیں۔ آپ کے بچے آپ کی راہ تک رہے ہیں' نئے سال پر نئے وعدے لے کر بھلے میں آپ کی شوہر کی زندگی میں داخل ہوگئی ہوں مگر یہ طے ہے کہ جو جگہ آپ کی ہے وہ آپ کے لیے ہمیشہ رہے گی۔ اس گھر میں اور گھر کے مکینوں میں لوٹ آئیے۔

آپ کی چھوٹی بہن

ناز صدیقی''

ماہ رخ چکرا سی گئی ''ناز صدیقی'' ذہن پر یہ نام بار بار دستک دینے لگا اور عمر احمد سے کی گئی وہ گفتگو ماہ رخ کو پوری جزئیات کے ساتھ یاد آ گئی جب اس نے کہا تھا کہ اگر اس کی شادی اس سے نہ ہوتی تو ناز صدیقی سے ہوتی۔ ذہن و دل میں آندھیاں سی چلنے لگیں' اپنا سر تھام کر وہ وہیں بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

ماہ رخ پر جیسے ہی سوچ کے در وا ہوئے ہر شے واضح اور صاف نظر آنے لگی۔ سب کچھ جیسے ختم ہونے لگا۔

❁.......❁.......❁

آخر کار سال کا آخری دن بھی آن پہنچا' جب سے ماہ رخ کو اپنی غلطیوں کا ادراک ہوا تھا نجانے کیوں اسے لگنے لگا تھا کہ اس کے بھائی' اس کی بھابیاں عمر احمد کو یہ قدم اٹھانے سے باز رکھیں۔ آخر کو یہ ان کی اکلوتی بہن اور بھابیوں کی نند کی ازدواجی زندگی کا سوال تھا۔ دل میں موہوم سی امید تھی مگر ساری کی ساری امیدیں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں۔ گھر میں آج ایسی ہلچل مچی تھی جیسے دلہن اس گھر میں آنے والی تھی' ماہ رخ کا دل اس منظر سے غائب ہوجانے کو شدت سے چاہنے لگا۔

چادر اوڑھ کر جیسے ہی وہ گھر سے باہر جانے لیے نکلی دل میں خیال آیا کہ ابھی اسے روکنے کی کوشش کریں گے۔ عمر احمد کے اس فیصلے کے خلاف کچھ نہ کچھ بولیں گے پر وہاں تو کسی کو اس کی پروا تک نہ تھی' کسی نے کوئی نوٹس ہی نہ لیا۔ بجھے دل اور اداسی سے وہ عندلیب کے گھر چلی آئی' تنہائی اور جلنے کڑھنے سے بہتر تھا کہ کوئی ہم خیال مل جاتا اور اس وقت عندلیب سے بہتر اور کون ہوسکتا تھا جو اس کے دکھوں کا مداوا کرتا۔

''ماہ رخ تم بیٹھو میں ذرا کپڑے دھولوں۔ بھابی میکے گئی ہیں' آتے ہی پوچھیں گی کپڑے دھلے یا نہیں' تم ذرا انتظار کرلو۔'' اور جب تک عندلیب واپس آئی ماہ رخ گھر کی ہر شے سے ٹپکتی اداسی سے اور بھی اداس ہوگئی۔

''یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے اپنا اور یہ تمہارا

گھر.....؟" عندلیب کے آتے ہی ماہ رخ نے اس اجڑی اجڑی سی عندلیب کو دیکھا اور گھر کے متعلق بھی استفسار کیا تھا یہی تو وہ گھر تھا جسے ایک بار دیکھنے کے بعد وہ احساس کمتری میں مبتلا عمر احمد سے بھی ایسے گھر، آسائشات کی توقع کر بیٹھی تھی جس کا نتیجہ بہر حال عمر احمد کو کھونے کی صورت میں مل رہا تھا۔

"جہاں حرام کا پیسہ آئے وہاں سے برکت منہ موڑ لیتی ہے۔ سمجھ لو اس گھر سے برکت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روٹھ گئی۔" عندلیب کی بات ماہ رخ کی سمجھ دانی میں نا بیٹھی تو وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ماہ رخ رشوت خوری نے میرے بھائی کو نگل لیا، وہ کسی گینگ کے ہتھے چڑھ گیا اور راتوں رات غائب ہوگیا۔ تھوڑی سی غلطی پر جب نہ سدھرا جائے تو بڑی غلطیاں جنم لیتی ہیں اور ان غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ رشوت خوری غلط ہے، بھیا نہ سمجھے اور یوں پیسے کی لالچی طبیعت دلدل میں دھکیلتی چلی گئی۔" عندلیب کے الفاظ و انداز میں گھلی پچھتاوے کی حسرتیں ماہ رخ کو شرمندہ کر گئیں۔

"کیا تمہارے بھیا کے بعد اس گھر کی یہ حالت ہوئی؟"

"ہاں..... تمہیں پتا ہے ماہ رخ قیامت کے روز رشوت خوروں کا انجام کیا ہوگا؟" عندلیب نے ماہ رخ سے پوچھا تو ندامت سے اس کا سر جھک گیا۔ "حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر ہوا، وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا پھر اگر وہ راشی نہ تھا اور اس کے تمام فیصلے حق پر مبنی تھے تو وہ آزاد کردیا جائے گا لیکن اگر وہ راشی تھا اور لوگوں سے مال لے کر فیصلے حق کے خلاف کرتا تھا تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا (طبرانی)۔" ماہ رخ! رشوت لینے والے کسی بھی نتیجے کی پروا کیے بنا اپنی فیملی کو آرام وآسائش دینے کے متعلق سوچتا ہے نہیں جانتا کہ آگے وہ اکیلا اس فعل کا انجام بھگتے گا۔ میری دادی کہا کرتی تھیں "کھائے گلا جائے دم کلا" (کھائے فیملی اور قبر میں جائے صرف اکیلا) آج سمجھ آتا ہے کہ وہ ایسا

حلیمہ بی بی

سب سے پہلے آنچل کے تمام اسٹاف، رائٹرز اور پڑھنے والوں کو میرا پیار بھرا اسلام۔ مابدولت کو حلیمہ بی بی کہتے ہیں، میں 9 فروری 1991ء کو ضلع چکوال کے گاؤں منڈے میں پیدا ہوئی، ہم پانچ بہنیں ہیں، میرا نمبر تیسرا ہے۔ مجھے اپنی بہنوں اور والدین سے بہت پیار ہے۔ اب آتے ہیں اپنی پسند نہ پسند کی طرف، ہمیں تعلیم کا بہت شوق ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ابو کی وفات کے بعد ہم میٹرک سے آگے تعلیم حاصل نہ کرسکے۔ اسٹار ہمارا دلو ہے، ناموں میں مسکان اور صنم نام بہت پسند ہیں، رنگوں میں بلیو، بلیک اور ریڈ کلر بہت فیورٹ ہے میرا۔ مشغلہ لکھنا، پڑھنا اور ڈائریاں اکٹھی کرنا۔ کپڑوں میں ساڑھی اور فراک پسند ہے، پھلوں اور سبزیوں میں سب ہی پسند ہیں، شہر کراچی اور مری پسند ہے۔ پسندیدہ ڈائجسٹ آنچل، فیورٹ پھول گلاب، موسموں میں برسات اور بہار کا موسم پسند ہے۔ دن اتوار کا، وقت رات کا اور منظر بارش اور ڈوبتے سورج کا پسند ہے۔ پسندیدہ کہانیوں میں راحت وفا کا "محبت دل پہ دستک" فرحت اشتیاق کا "ہمسفر" اور "ان کہی" کہانی پسند ہے اور شاعر احمد فراز میرے فیورٹ ہیں۔ ریڈیو شوق سے سنتی ہوں اور قرآن پاک کی سورۃ رحمٰن بہت پڑھتی ہوں۔ مجھے اپنے پیاروں سے بچھڑنے سے ڈر لگتا ہے اور جہاں تک بات ہے خوبیوں اور خامیوں کی تو خوبی یہ ہے کہ سب کو جلدی معاف کردیتی ہوں اور ہر بات کی اچھی امید رکھتی ہوں اور بری عادت یہ ہے کہ دوسروں سے بہت سی امیدیں وابستہ کرلیتی ہوں جو اکثر ٹوٹ جاتی ہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں اللہ آپ سب کو خوش رکھے آمین اللہ حافظ۔

کیوں کہتی تھیں۔'' بھیگی پلکیں ماہ رخ کی ندامت میں کئی گنا اضافہ کرگئیں۔

''ماہ رخ! کیا نئے سال میں ہم میں سے کوئی ایک بھی شخص ایسا ہوگا جو اس فعل کو چھوڑنے یا پھر کبھی بھی نہ کرنے کا عہد کرے گا؟'' عندلیب کی سوالیہ نظریں ماہ رخ کو ہڑبڑا گئیں۔

''کسی اور کا پتا نہیں..... میں ضرور نئے سال کی نئی صبح کو خود سے عہد کروں گی۔'' دل میں مصمم ارادہ کرتی وہ اس کی صورت کو تکتی رہ گئی۔ نور اور نور والوں کی پہچان کسی کسی کو ہوتی ہے اور آج ماہ رخ نے نور اور نور والی دونوں حالتوں کو پہچان لیا تھا۔ گھر واپسی کے دوران وہ دل ہی دل میں نئے سال کو خوش آمدید کرنے کی تیاری کرنے لگی۔

نئے سال کی نئی صبح جیسے ہی طلوع ہوئی' نماز فجر ادا کر کے تلاوت قرآن سے فراغت کے بعد ماہ رخ صبح صبح اپنے گھر چلی آئی' راستے بھر اس کے بھتیجے نے اس کے کان کھائے۔

''بوا' وہاں شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں..... بوا آپ کو دکھ ہوگا' وغیرہ وغیرہ۔'' مگر ماہ رخ نے گھر جا کر ہی دم لیا۔

گھر میں مچی افراتفری کو یکدم بریک لگ گئے' ہر کوئی ساکت سا ہوگیا۔

''امی آپ آگئیں.....؟'' طاہر احمد نے بھاگتے ہوئے جوش سے کہا اور اس سے لپٹ گیا۔ بھائیوں اور بھابیوں کے چہرں پر بھی بہار لوٹ آئی۔

''اگر تمہارا مطالبہ وہی ہے تو.....''

''نہیں میرا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔'' عمر احمد کی بات کاٹ کر ماہ رخ نے جلدی سے کہا۔

''چلو اچھا ہوا..... اب یہ شادی کا جھنجٹ سمیٹو اور ہماری بہن کا ہاتھ تھام لو۔'' تیسرے نمبر والے بھائی نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔

''نہیں بھیا! میں نے غلطی کی ہے سزا ملنا تو حق بنتا ہے۔'' ماہ رخ کی بات پر سبھی کے چہروں پر حیرت کے تاثرات نمودار ہوئے۔

''میں اس نکاح کی آپ کو اجازت دیتی ہوں' ناز صدیقی جب جب میرے سامنے آئے گی مجھے یہ احساس تب تب ہوگا کہ میں نے غلطی کی تھی اور غلطی کا خمیازہ بھگت کر خود کو کسی بھی بڑی غلطی سے باز رکھوں گی۔'' ماہ رخ کی شرمندگی نے عمر احمد کے دل سے ساری کثافتوں کو دھو دیا۔

''ماہ رخ بیگم تم چاہو تو میں یہ فیصلہ بدل دوں۔''

وہ آخر کو اس کے بچوں کی ماں تھی وہ کیسے اسے دکھی دیکھ سکتا تھا۔

''نہیں..... آپ اسے میری طرف سے نئے سال دیا گیا تحفہ سمجھ لیں۔ عہد کرتی ہوں آپ کو کبھی غلط کام کرنے پر نہیں اکساؤں گی۔''

''کاش یہ عہد ہر بیوی کرلے' نجانے کتنے شوہر بیویوں کے کہنے پر اس طرح کی غلطیاں کرتے ہیں جو اُن کی دنیا اور آخرت برباد کردیتی ہیں۔'' عمر احمد نے تہہ دل سے دعا کی تو ماہ رخ نے بے اختیار آمین کہا تھا۔

نئے سال کی صبح نئے عہد لے کر طلوع ہوئی تھی' یہ صبح برائیوں سے پاک تھی۔ ایسی برائیاں جو ہمارے معاشرے کی اچھائیوں پر حاوی ہوتی جارہی ہیں یہ عہد صرف ماہ رخ کے نصیب میں نہیں آیا ہم چاہیں تو ہم بھی عہد کرسکتے ہیں خود سے' اپنے آپ سے' اپنے ضمیر سے۔

آؤ ہم نئے سال میں عہد کریں۔

مٹا کر سب برائیاں
نئی داستانیں تحریر کریں
ظلم و جبر' غم کی فریادیں
سب ماضی میں کہیں کھو جائیں
ملک کی فضا کو اے' ہم وطنو!
ہم نے سنوارنا ہے' ہم نے پاک کرنا ہے
آؤ نئے سال میں ہم یہ عہد کریں

❀

دل روتا ہے آنکھوں کے سمندر نہیں روتے
ہم موسمِ باراں میں بھی کھل کر نہیں روتے
کہساروں کے دل پگھلے تو دریا ہوئے جاری
اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ دریا نہیں روتے

"آپی...... آپی کہاں ہیں آپ؟" حنا نے کالج سے آتے ہی بیگ لاؤنج میں رکھی ٹیبل پر دھرا اور کمروں میں جھانکنے لگی۔

"افوہ...... کیا آفت آ گئی ہے لڑکی! میں اِدھر ہوں کچن میں۔" عائشہ جو کچن میں سالن بھوننے میں مصروف تھی، چھوٹی بہن کی آواز پر آنچ دھیمی کرکے برآمدے میں آ کھڑی ہوئی تو اوپر کے پورشن کی جانب سیڑھیاں چڑھتی حنا پلٹ کر سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے آئی اور عائشہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"صبر کرو، پہلے سکون سے سانس لے لو۔" عائشہ نے ایک بار پھر بہن کو ٹوکا جس کا سانس بُری طرح پھولا ہوا تھا۔

"سوری آپی! بات ہی ایسی تھی کہ رہا نہیں جا رہا تھا اور ویسے بھی آپ کو پتا ہے کہ جب تک میں آپ کو ساری باتیں نہ بتادوں، مجھے سکون نہیں ملتا۔" حنا کو یوں ہی تمہید باندھنے کی عادت سے تھی۔

"تم نہیں سدھرنے کی، اب بول بھی دو کیا بات ہے میرا سالن جل کر خاک ہو جائے گا تو امی مجھے سولی پر چڑھا دیں گی اور پھر میں تمہیں۔" عائشہ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے حنا کو گھورا۔

"اچھا نا آپی! آپ نے خود ہی تو روکا تھا، وہ اصل میں ہمارے کالج میں کوکنگ چینل والے آئے تھے پھر انہوں نے مختلف گروپس بنوا کر چھوٹا سا کوئز پروگرام کیا تو اس میں جو بھی ونر لڑکیاں تھیں، انہیں اپنے فیملی فیسٹیول کے فری پاسز دیئے ہیں۔ آپ کی ٹیلنٹڈ بہن بھی مقابلہ جیتی تو مجھے بھی پاس ملا ہے۔ اب امی تو گھٹنوں کے درد کی وجہ سے ہرگز نہ جائیں گی۔ پاپا کو تو اپنے آفس کے کاموں سے فرصت نہیں اور عامر بھائی کے بھی ایگزامز ہو رہے ہیں ورنہ تو وہ خود بڑے شوق سے لے جاتے اب میں اکیلی تو جانے سے رہی تو آپ چلیں گی نا میرے ساتھ؟" اس نے عادتاً تفصیل بیان کرکے سوالیہ نظروں سے عائشہ کو دیکھا تو اس نے نگاہیں پھیر لیں کچن کا رخ کیا اور ہنڈیا کا ڈھکن کھول کر سالن کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"تمہیں پتا ہے کہ مجھے ایسی چیزوں میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں تم بلاوجہ مجھے مت گھسیٹا کرو، تمہیں جانا ہے تو

اپنی کسی دوست کے ساتھ چلی جاؤ۔“
”آپی پلیز کوئی بھی دوست آپ کا نعم البدل نہیں ہوسکتی جو مزہ آپ کے ساتھ آئے گا وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں پلیز میری خاطر۔“ حنا باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی۔
”حنا! مجھے فورس مت کرو میرا ان سب چیزوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔ بھیڑ بھاڑ سے الجھن ہوتی ہے مجھے۔ تم سب کچھ جانتی ہو پھر بھی......“ عائشہ نے بے بسی سے ہونٹ کاٹے اپنی چھوٹی بہن کا دل توڑنا اسے بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی جو ہر شے سے اچاٹ اور بےزار ہوچکا تھا۔
”جانتی ہوں آپی اور سمجھتی بھی ہوں آپ کی کیفیات‘ اسی لیے تو کوشش کرتی ہوں مگر آپ میری کسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیتیں۔ کیوں کررہی ہیں آپ اپنے اور ہم سب کے ساتھ یہ ظلم۔“ حنا نے محبت سے عائشہ کے ہاتھ تھامے تو اس کی آنکھوں میں نہ چاہتے ہوئے بھی نمی اتر آئی جسے چھپانے کے لیے اس نے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے سنک کو بلاوجہ دھونا شروع کردیا۔
”یوں بڑوں جیسی باتیں نہ کیا کرو۔ سالن دم پر ہے تم فریش ہوجاؤ تاکہ میں کھانا نکالوں۔“ عائشہ نے بے شک رخ پھیرلیا تھا مگر اس کی بھرائی ہوئی آواز حنا سے پوشیدہ نہ تھی مگر اس نے بہن کا بھرم قائم رکھا اور کچن سے باہر چلی گئی۔

❁......❁......❁
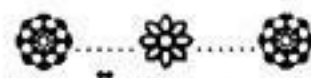
عائشہ اور حنا گو کہ دونوں بہنیں تھیں اور آپس میں خوب محبت بھی رکھتی تھیں تاہم دونوں کی سوچ اور مزاج قطعاً مختلف تھا۔ عائشہ حنا سے پانچ سال بڑی تھی‘ عمر کے باعث مزاج میں در آنے والی بردباری کے ساتھ وقت کے بدلتے تیوروں نے اسے خشک اور کچھ تنک مزاج بھی بنا دیا تھا۔ بہت حساس طبیعت کی مالک تھی مگر اسے اپنا پندار بہت عزیز تھا سو اپنے جذبات واحساسات کو چھپانے کے لیے خود پر آدم بےزاریت کا خول چڑھالیا تھا۔ عائشہ کی منگنی چار سال قبل حماد سے طے ہوئی تھی اور وہ اس کی امی کے دور پرے کے رشتہ کی خالہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حماد باپ کی وفات کے بعد گھر کا واحد سرپرست تھا اس کے کاندھوں پر ماں کی کفالت کے ساتھ دو بہنوں کی شادی بیاہ کی ذمہ داری بھی عائد تھی۔
وطن میں روزگار کے حصول کا مناسب ذریعہ نہ ملنے پر وہ باہر چلا گیا تاکہ ماں بہنوں کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کے لیے بھی کچھ کرسکے‘ اس کی خواہش اور کوشش کے سبب بڑی بہن کی شادی تو دھوم دھام سے ہوگئی۔ چھوٹی بہن کو کوئی شکایت نہ ہو یہ سوچ کر حماد نے اور محنت شروع کردی اور فی الحال ملک واپس آنے کا ارادہ ترک کردیا کیونکہ ایک تو آنے جانے کے اخراجات‘ دوسرا اپنوں کو چھوڑ کر جانے کی تکلیف وہ دوبارہ نہیں سہنا چاہتا تھا۔ عائشہ کے گھر والے داماد کی مرضی کے آگے خاموش ہوگئے کیونکہ اور کوئی دوسرا چارہ تھا بھی نہیں۔ بڑے بھیا عامر مطمئن تھے کہ اچھا ہی ہے وہ فرائض سے نمٹ جائے تو پرسکون ہوکر نئی زندگی کا آغاز کرسکے مگر عائشہ کے لیے انتظار کی طویل سے طویل تر ہوتی گھڑیاں کسی عذاب سے کم نہ تھیں۔ حنا اپنی ماں جائی کی دلی کیفیت سمجھتی تھی‘ وہ چھوٹی ہونے کے باوجود عائشہ کو زندگی کا مثبت رخ دیکھنے کی ترغیب دیتی۔ اسے چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے لطف کشید کرنے کے لیے اکساتی مگر عائشہ زندگی میں آئے اس خم کا سیدھا نہ کرپاتی مگر حنا اپنی کوششیں جاری رکھتی کیونکہ اپنوں کو اپنے پیاروں کو اکیلا تو نہیں چھوڑا جاتا۔

❁......❁......❁

”السلام علیکم! اسماء باجی‘ کیسی ہیں آپ‘ بڑے دن بعد آئیں؟“ حنا ٹرے میں چائے اور دیگر لوازمات لیے کمرے میں داخل ہوئی۔
”وعلیکم السلام! ٹھیک ہوں بس مصروف ہوں آج کل‘ تم سناؤ کیسی جارہی ہے پڑھائی؟“ اسماء نے حنا سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ وہ عائشہ کی کالج فرینڈ تھی گھر قریب تھا تو کالج کے بعد بھی دوستی ابھی تک قائم تھی۔
”پڑھائی تو زبردست جارہی ہے‘ آپ کو پتا ہے

کنامکس میرا فیورٹ مضمون ہے اوپر سے میں انٹیلی جنٹ بھی تو اتنی ہوں۔" حنا نے فرضی کالر جھاڑے تو اسماء مسکرادی۔

"آپ سنائیں کہاں غائب ہیں؟ منگنی کرکے آپ تو غائب ہی ہوگئیں۔ دلہا بھائی نے پردہ کرنے کا آرڈر تو نہیں دے دیا۔" حنا پھر شوخ ہوئی تو اسماء جھینپ گئی۔

"ارے نہیں یہ بات نہیں اصل میں آرڈر دیا تو ہے مگر پردے کا نہیں جلد شادی کا۔ میں بس تیاریوں میں ہی مصروف ہوں دو ماہ رہ گئے ہیں میرے تو ہاتھ پیر پھولے جارہے ہیں اور موصوف کہتے ہیں کہ بس اب رہا نہیں جاتا دوری ناقابل برداشت ہے۔" اسماء کو یوں ہی خود کی اور خود سے متعلقہ چیزوں کی بڑائیاں بیان کرنے کی عادت تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی جو "میں" میں کرکے خود کو نمایاں رکھتے ہیں اور اپنے "میں پن" کی وجہ سے انہیں دوسروں کے احساسات وجذبات کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں ہوتی۔ اسماء خوب جانتی تھی کہ عائشہ کی شادی تاخیر ہورہی تھی پھر بھی اس نے اپنی منگنی بگھارنا ضروری سمجھا کیونکہ دراصل وہ آئی ہی اسی لیے تھی وگرنہ منگنی اپر کلاس میں ہونے کے باعث اس کے نخرے کچھ بڑھ گئے تھے۔ حنا کا دل تو چاہا کہ اسماء کو خوب کھری کھری سنادے کہ آپ کیسی دوست ہیں جسے اپنی سہیلی کے جذبات کی پروا نہیں مگر اس طرح کہہ کر وہ خود کو اور عائشہ آپی کو بے وقعت نہیں کرنا چاہتی تھی اور ویسے بھی گھر آئے مہمان کو عزت واحترام دینا اس کی تربیت کا حصہ تھا۔

"تمہاری منگنی کو ابھی تین ماہ ہی تو ہوئے ہیں نا۔" عائشہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھی۔

"ہاں اور کیا' مگر موصوف کہتے ہیں کہ تین ماہ' تین برس لگنے لگے ہیں۔" اسماء نے پھر اپنی اہمیت جتائی۔ جانے وہ بے خبر تھی یا نہیں مگر حنا کو خوب خبر تھی کہ عائشہ کے دل کی دھڑکنیں کیسے تھمنے کو ہیں' تو اس نے جلدی سے موضوع بدلا۔

"اسماء باجی یہ چائے لیں نا ٹھنڈی ہورہی ہے اور بتائیں آصف بھائی' عالیہ بھابی اور آپ کا کیوٹ بھتیجا کیسا ہے؟ اب تو اسکول جانے لگا ہوگا' کہاں داخل کروایا؟" اور واقعی ٹاپک بدل گیا' اسماء اب اپنے بھتیجے اور اسکول کی تعریف میں زمین آسمان ایک کرنے میں مگن ہوگئی اور عائشہ یک ٹک اپنی پیاری بہن کو دیکھے گئی جو اسماء کا دھیان بٹا کر اسے اپنی طرف متوجہ کرچکی تھی۔

❁ ❁ ❁
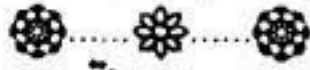
آج سردی روز سے زیادہ تھی' سب ہی لوگ کھانا کھانے کے فوراً بعد اپنے کمروں میں گھس کر رضائیوں میں دبکے ہوئے تھے۔ حنا مونگ پھلیوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ٹی وی پر فلم دیکھنے میں مصروف تھی جبکہ عائشہ روز کی طرح کسی ناول کے مطالعے میں غرق تھی۔

"توبہ ہے آپی! کیسے پڑھ لیتی ہو تم یہ موٹے موٹے ناول۔" حنا نے آدھے گھنٹے سے کتاب میں سر دیئے ہوئے عائشہ کو مخاطب کیا۔

"بالکل ایسے جیسے تم یہ اوٹ پٹانگ فلمیں دیکھتی ہو' خاموشی سے فلم دیکھو مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ ٹیمپو ٹوٹتا ہے تو مزہ خراب ہونے لگتا ہے۔" عائشہ نے قطعیت سے کہتے ہوئے نظریں دوبارہ ناول پر مرکوز کردیں اور حنا نے کندھے اچکاتے ہوئے ٹی وی پر نظریں گاڑدیں۔

تم بن جیا جائے کیسے
کیسے جیا جائے تم بن
صدیوں سے لمبی ہیں راتیں
صدیوں سے لمبے ہوئے دن
آجاؤ لوٹ کر تم
یہ دل کہہ رہا ہے آجاؤ لوٹ کر تم

فلم کا ٹائٹل سونگ کمرے میں گونج رہا تھا' حنا اداکاروں کی پرفارمنس دیکھنے میں گم تھی کہ عائشہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"بند کردو اسے پلیز' مجھے نیند آرہی ہے۔" عائشہ نے حنا کو کہتے ہوئے خود بھی کتاب بند کرکے سائیڈ پر رکھی اور

سرتاپا خود کو رضائی میں چھپالیا۔ حنا نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کردیا اور گہرا سانس بھرتے ہوئے رضائی کو دیکھا جس میں چھپا وجود اس سے پوشیدہ تھا مگر دبی دبی سسکیوں کی آواز اس تک صاف پہنچ رہی تھی۔ اس نے بمشکل خود پر ضبط کیا اور دل سے اپنے رب سے فریاد کرنے لگی۔

''تُو تو اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے مولا! ہم پر بھی اپنے کرم کی بارش کردے مولا!'' اور لائٹ آف کرکے خود بھی آنکھیں موند لیں۔

❁......❁......❁
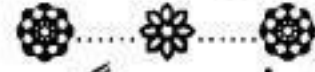
''امی پلیز میں نہیں جاؤں گی' میرے سر میں درد ہے۔'' عائشہ نے اسی اکتاہٹ سے کہا جو اب اس کے مزاج کا حصہ بنتی جارہی تھی۔

''تم دوائی لے لو لیکن چلنا تو تمہیں ہر حال میں ہے۔ یہ ایرے غیرے کی نہیں' ہمارے اپنے سگے رشتہ داروں کی شادی ہے۔ تمہیں اپنی تائی کے مزاج کا نہیں پتا کیا' کیسے ذرا ذرا سی بات پر آنکھیں چڑھا لیتی ہیں اور پھر وردہ تمہاری فرسٹ کزن ہے' اسے کس قدر افسوس ہوگا۔ دس جاننے والے ہوں گے' کس کس کو جواب دوں گی کہ صاحبزادی کا موڈ نہیں بنا آنے کا۔'' امی سخت برہم تھیں وہ جانتی تھیں کہ وہ ہر بار کی طرح بہانہ بنارہی ہے۔ لوگوں کے سوالات سے بچنے کے لیے اس نے خود کو گھر میں قید کرلیا ہے کیونکہ ملنے والا ہر دوسرا تیسرا شخص اس سے اس کی خیریت دریافت کرنے سے پہلے یہ ضرور پوچھتا۔

''کیا ہوا عائشہ تمہاری شادی نہیں ہوئی ابھی تک؟'' اور پھر خود ہی جواب بھی دے دیتا۔ ''ارے بھئی کہیں دوسری شادی نہ کرلی ہو' باہر جانے والوں کی ایسی ہی کہانیاں سننے میں آتی ہیں۔'' اور وہ بے چارگی و یاسیت کی تصویر بنی دل ہی دل میں بین کرتی رہتی۔ اب تو اسے لوگوں کی نگاہوں کی معنی خیزیوں سے بھی خوف آنے لگا تھا۔ وہ کسی طور ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''امی پلیز! آپ کی طرح میرے پاس بھی لوگوں کے سوالوں کے جواب نہیں۔ مجھ سے نہیں برداشت ہوتی لوگوں کی چبھتی ہوئی تمسخرانہ نگاہیں۔'' عائشہ روہانسی ہونے لگی تو امی نے اپنی لختِ جگر کو سینے سے لگالیا۔ ماں کی نرم گرم آغوش پاکر گویا عائشہ کو دل کا غبار نکالنے کا موقع مل گیا۔ نمکین پانی آنکھوں کے راستے من کا بوجھ بھی اپنے ساتھ بہا کرلے گیا' دل و دماغ سے بوجھ سرک جائے تو ہوش حواس زیادہ مثبت اور فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ عائشہ کے ساتھ بھی یوں ہی ہوا' امی نے ہزار بار سمجھائی ہوئی بات ایک دفعہ پھر سمجھائی۔

''عائشہ...... میری گڑیا! لوگوں کا تو کام ہی باتیں بنانا ہے' ہم دنیا میں رہتے ہیں تو اس دنیا کے لوگوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور یہی مضبوط سچے اور باہمت انسان کی آزمائش ہے کہ وہ دل پر حاوی ہوکر اپنے جذبات چھپا کر مسکراتے چہرے اور کھلی آنکھوں سے دنیا اور اس کی حقیقت کو فیس کرے پھر بیٹی خدانخواستہ نہ تمہارا رشتہ ٹوٹا ہے نہ حماد کوئی بے وفا اور ہرجائی مرد ہے کہ تم یوں سوگ کی چادر اوڑھ کر ماتم منانے لگو۔ یہ تو وقت کی کرنی ہے' اللہ کی مرضی ہے بیٹی! اب تم ہی سوچو اگر عامر' حماد کی جگہ ہوتا اور وہ اپنے ماں باپ اور گھر والوں کے فرائض سے نگاہ چرا کر اپنا گھر بسانے کا سوچتا تو تب ہم ہی اسے جورو کا غلام کہتے۔ اپنا دل وسیع رکھو عاشی! وہ اگر آج ایک ذمہ دار بیٹا اور بھائی بنا ہوا ہے تو یقینی طور پر کل ایک ذمہ دار شوہر بھی ثابت ہوگا۔ چلو اب دیر ہورہی ہے جلدی سے تیار ہوجاؤ' میں بھی ذرا کپڑے نکالوں۔'' امی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں اور کمرے سے چلی گئیں۔ حنا اس کے پاس چلی آئی اور انگلیوں کے پوروں سے اس کے رخساروں کی نمی کو صاف کرنے لگی۔

''آپی یہ قیمتی آنسو اپنی رخصتی کے لیے بچا رکھو اور کیا تمہیں یقین نہیں کہ نکاح' پیدائش اور موت کا وقت اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے۔ بھلا کن فیکون کے امر کے آگے انسان کی مرضی کا کیا عمل دخل۔'' حنا کے آخری جملے پر عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر یک دم مسکرانے لگی اور اس کا گال چوم لیا۔

"اللہ تم جیسی محبت کرنے والی بہن سب کو دے مجھ سے چھوٹی ہو کر بھی تم کس قدر سمجھ دار ہو سدا خوش رہو آمین۔"

"آئی لو یو آپی! آپ بس ہمیشہ یونہی ہنستی رہا کریں اور چلیں اب جلدی سے تیار ہو جاتے ہیں ایسا نہ ہو کہ امی ڈنڈا ہی لے کر آ جائیں۔" حنا نے شرارت سے کہا تو عائشہ ایک بار پھر ہنس پڑی اور حنا اپنی آپی کے لیے چپکے چپکے اپنے رب سے خوشیوں کی بھیک مانگنے لگی۔

❀......❀......❀
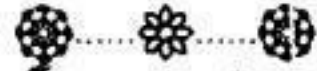
"حنا کی بچی جلدی کرو شام ڈھلنے لگی ہے سردی بڑھ رہی ہے۔" عائشہ نے جیولری شاپ میں گھسی حنا کے کانوں میں سرگوشی کی تو اس نے میرون بڑے سے نگوں والی امی ٹیشن رنگ اس کے آگے کردی۔

"دیکھیں ذرا کیسی لگ رہی ہے؟"

"ہاں اچھی ہے اب جلدی کرو۔ تم اپنی شادی کی تیاری کر رہی ہو یا کالج فنکشن کی۔ غضب خدا کا پہلے دو گھنٹے بوتیکس میں سوٹ ڈھونڈنے میں لگا دیئے اور اب پچھلے دو گھنٹے سے میچنگ جیولری ڈھونڈنے کے چکر میں اپنے ساتھ ساتھ میرے پیر بھی تڑوا دیئے۔" عائشہ کا موڈ بے حد خراب ہو رہا تھا۔ حنا اسے ضد کر کے اپنے ساتھ شاپنگ مال لے آئی تھی کہ اس کے کالج کے سالانہ فنکشن میں پہننے کے لیے نیا سوٹ لینا ہے۔ امی تو گھٹنوں کے درد کے سبب بازار وغیرہ جانے سے کتراتی تھیں اس لیے مجبوراً عائشہ کو ساتھ آنا پڑا۔

سردی کے سبب دونوں دوپہر کا کھانا کھاتے ہی نکل پڑی تھیں مگر دن چھوٹا ہونے کے سبب اور کچھ حنا کے مطمئن نہ ہونے کے سبب ہر شاپ پر جھانکنے کے باعث ساڑھے پانچ بج گئے۔ عائشہ کو فکر تھی کہ اندھیرا ہونے سے پہلے ہی گھر پہنچ جائیں عائشہ کی سختی کے باعث حنا نے جلدی جلدی دکاندار کو پیسے دیئے اور شاپرز اٹھا کر شاپ سے باہر آ گئی۔ عائشہ نے اسے گھورا تو اس نے سوری کہہ کر کندھے اچکا دیئے۔ عائشہ سر جھٹک کر خارجی دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ حنا نے اسے روکا۔

"آپی بہت زبردست بھوک لگ رہی ہے قسم سے لگتا ہے بے ہوش ہو جاؤں گی اوپر ذرا دس منٹ کے لیے فوڈ کورٹ چلیں کھائیں گے نہیں بس پارسل کروالیں گے پلیز...... پلیز۔" حنا نے کچھ اس انداز سے کہا کہ عائشہ مان گئی۔ بھوک تو اسے بھی لگ رہی تھی اور گھر پہنچنے پر فوراً تو کچھ ملنا تھا نہیں۔ رات کا کھانا تقریباً آٹھ بجے تک تیار ہوتا تھا یہی سوچ کر اس نے مجبوراً اثبات میں سر ہلا دیا دونوں نے اپنے قدم فوڈ کورٹ کی طرف بڑھا دیئے اچھا خاصا رش تھا۔

"آپی! آپ یہاں بیٹھیں یہ شاپرز میں یہاں رکھ رہی ہوں میں ذرا کافی لے آؤں تھکن ہو رہی ہے ناں۔" وہ عائشہ کو ایک خالی ٹیبل پر بٹھا کر خود کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔

عائشہ نے شاپرز سائیڈ میں رکھے اور کرسی کی پشت گاہ سے سر ٹکا دیا چند منٹوں کے سکون کی غرض سے آنکھیں بند کرلیں۔

"السلام علیکم!" جانی پہچانی مگر مدتوں بعد سنی آواز اسے بُری طرح چونکا گئی اور اس نے مڑ کر دیکھا تو لگا کہ وہ گرنے کو ہے۔

"سنبھل کر...... یہ لو پانی پیو۔" حماد سامنے کھڑا اسے پانی پیش کر رہا تھا۔

"آ...... آپ...... یا خدایا یہ خواب ہے کہ حقیقت۔" اس کا سر چکرانے لگا۔

"بالکل حقیقت...... یقین کرلو کہ تمہاری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔" حماد نے اس کے یخ بستہ ہاتھوں کو تھاما۔ عائشہ کی آنکھیں تیزی سے نم ہونے لگیں۔

"عاشی پلیز! لوگ دیکھ رہے ہیں یار! آنسو پونچھو۔" عائشہ نے فوراً ٹشو ہاتھ میں لے لیا۔

"مم...... مگر آپ یہاں کیسے...... آپ تو ابھی سال بھر اور......" عائشہ کی حیرت ہنوز قائم تھی۔

"یہ سب حنا کا کارنامہ ہے بہت چاہتی ہے وہ تمہیں اس نے مجھے میل کی تھی اور تمہاری اداسی و یاسیت کا بھی بتایا

تھا اور اسی نے مشورہ بھی دیا کہ بے شک میں اپنی ذمہ داریاں نبھاؤں مگر تم سے نکاح کرلوں اور ساتھ رکھوں۔ سچ پوچھو تو میں بھی اب تھکنے لگا تھا' اکیلے سب کچھ کرتے کرتے۔ یہ احساس بھی امی نے دلایا کہ ایک سے بھلے دو' بس اس لیے میں آ گیا۔ بہت اچھے دل کی مالک ہے، حنا۔'' حماد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''جی ..... اور شکریہ یہ بات آپ نے انہیں بتادی' نہیں تو یہ مجھے ہمیشہ ڈانٹتی ہی رہتی۔'' حنا بھی ٹرے لے کر آدھمکی۔

''تم باز نہیں آؤ گی۔'' عائشہ جھینپ گئی۔

''دیکھ لیں حماد بھائی! نیکی کر اور دریا میں ڈال' اب آپ یہ امانت پکڑیں اپنی اور ساتھ میں یہ کافی انجوائے کریں۔ میں ذرا اپنا برگر پارسل کروالوں۔'' حنا نے عائشہ کی کرسی کے پاس رکھے شاپرز حماد کو پکڑوائے تو عائشہ حیرت سے دونوں کو تکنے لگی۔

''شکریہ سالی جی! اگر آپ نہ ہوتیں تو یہ سارے سرپرائزز ایک ساتھ دینا میرے لیے تو قطعی ناممکن تھا۔'' حماد نے مسکراتے ہوئے شاپرز تھامے۔

''میں کچھ نہیں' یہ سب کیا ہے؟ حنا تم نے جھوٹ بولا۔'' عائشہ نے حنا کو گھورا۔

''آپی جی محبت اور جنگ میں سب جائز ہے' کیوں حماد بھائی!'' حنا نے شرارت سے کہا تو حماد ہنس دیا۔

''بالکل درست فرمایا آپ نے' بھئی تمہاری بہن واقعی سمجھ دار ہے۔ اگر ایک بار بڑوں کو میری آمد کا علم ہوجاتا تو ہمارا اس طرح ملنا تو ناممکن ہی تھا پھر میرا تمہیں دیکھنے اور ملاقات کرنے کا خواب' خواب ہی رہ جاتا' سو تھینکس آ ٹو یو سالی جی!''

''مینشن ناٹ دلہا بھائی! آخر انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔'' حنا نے فرضی کالر جھاڑے' اتنے میں عائشہ کا موبائل بج اٹھا۔

''امی کا فون ہے۔'' عائشہ اسکرین پر کالنگ نمبر دیکھ کر گھبرا گئی۔

''مجھے دیں۔'' حنا نے موبائل اس کے ہاتھ سے لیا۔

''السلام علیکم امی! جی جی بس ہم آدھے گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں' ذرا ٹریفک جام ہے یہاں' اچھا اسماء آپی آئی ہیں۔ کیا کارڈ اتنی جلدی چھپ گئے؟ اچھا..... اوہ یہ تو بہت بُرا ہوا' او کے اللہ حافظ۔'' حنا کے چہرے کے اتار چڑھاؤ نے عائشہ کو مزید گھبراہٹ میں مبتلا کردیا۔

''کیا ہوا خیریت؟'' حماد کے لہجے میں بھی تشویش تھی۔

''کچھ نہیں' وہ آپی کی دوست اسماء باجی کی دو ماہ بعد شادی تھی' ان کے منگیتر کا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا تو وہ آئی ہوئی ہیں۔ شادی کینسل ہوگئی تو کافی رو بھی رہی ہیں' انتظار کررہی ہیں۔ آپی کی قریبی دوست ہیں' میں آتی ہوں پھر چلتے ہیں آپی!'' حنا اب کہ تفصیل بتا کر رکی نہیں' فوری طور پر مڑ گئی۔

''عائشہ عجیب تضاد کیفیت میں گھر گئی ایک طرف خوشی کی خبر تھی تو دوسری جانب ایک افسوسناک اطلاع۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے ری ایکٹ کرے' تب ہی حماد نے شاپرز میں سے میرون والی رنگ نکالی اور عائشہ کا ہاتھ ایک بار پھر تھام لیا۔

''عائشہ زندگی تو نام ہی غم اور خوشی کے امتزاج کا ہے' ہمیں دونوں کو ہی فیس کرنا پڑتا ہے۔ خوشی ہمیشہ رہتی ہے نہ غم' اب دیکھو نا دسمبر ہماری زندگیوں سے چلا ہی گیا نا..... جنوری کی ابتدا ہوچکی ہے خزاں کے خاتمے کے بعد بہار ہی آئی ہے ناں.....'' حماد نے عائشہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دھیرے سے انگوٹھی اسے پہنائی تو وہ سرشار ہوگئی اور کانوں میں گونجتی بازگشت نے اسے مسکرانے پر مجبور کردیا۔

''نکاح' پیدائش اور وفات..... خالصتاً اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے' بھلا کن فیکون کے امر کے آگے انسان کی مرضی کا کیا عمل دخل۔''

ستارہ سحر

سیدہ غزل صدیقی

رات کے خواب سنائیں کس کو، رات کے خواب سہانے تھے
دھندلے دھندلے چہرے تھے پر سب جانے پہچانے تھے
ہم کو ساری رات جگایا جلتے بجھتے تاروں نے
ہم کیوں ان کے در پر اترے کتنے اور ٹھکانے تھے

خنک ہوا کے سرد جھونکوں نے اسے سخت اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ صبح کے چھ بج رہے تھے چار سو چھائی دھند کی وجہ سے اسے گاڑی چلانے میں سخت دشواری پیش آرہی تھی۔ وہ جلد سے جلد مشہور و نامی گرامی آسٹرالوجسٹ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا وہ اس وقت سخت جھنجلایا ہوا تھا وہ ایسا ہی تھا بہت جلد باز عجلت میں فیصلے کرنے والا بلکہ اسے تو فیصلہ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا نہ ہی اس کے پاس اتنا حوصلہ تھا کہ وہ خود سے کوئی فیصلہ کر پاتا اور اگر کبھی بھولے بھٹکے سے وہ کوئی فیصلہ کر بھی لیتا تھا تو اپنے عزیزی آسٹرالوجسٹ سے رائے لینا ضروری سمجھتا تھا نجانے کیوں اسے ان ستاروں کی دنیا سے دلچسپی رکھنے والوں پر بھروسہ تھا بجائے اپنے رب کی رضا کے۔ وہ اس وقت شدید پریشان تھا۔ اس کا بزنس سخت خسارے میں جا رہا تھا ایسا کیونکر ہو رہا تھا یہی سوچ کر وہ مزید پریشان ہوگیا تھا جبکہ اس کے خیال میں اس نے اپنے بزنس و زندگی سے متعلقہ ہر فیصلہ نجومی و آسٹرالوجسٹ کی رائے سے مل کر طے کیا تھا وہ انہی سوچوں میں گم گاڑی چلا رہا تھا کہ ڈیش بورڈ پر رکھا سیل فون بجنے لگا۔

"اف اس مصیبت کو بھی ابھی بجنا تھا۔" اس نے گاڑی کی اسپیڈ آہستہ کرنے کے بجائے مزید بڑھاتے ہوئے سیل فون اٹھایا تھا سامنے دھند کی وجہ سے شیشے کے اس پار کا منظر بھی صاف طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا اس سے پہلے کہ وہ کال ریسیو کرتا اس کی گاڑی سامنے سے آتی گاڑی سے بری طرح ٹکرائی تھی اور پھر اس کے اردگرد اندھیرا چھا گیا تھا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے پاؤں کو پٹیوں میں جکڑا ہوا اور خود کو اسپتال کے کمرے میں موجود پایا چند سیکنڈ لگے تھے اس کو ایکسیڈنٹ سے پہلے کا منظر یاد کرنے میں اس نے غصے سے اپنی مٹھیوں کو بھینچا تھا۔

"اس آسٹرالوجسٹ نے تو ایسا کچھ نہیں بتایا تھا کہ میرے ستارے آج کل خراب چل رہے ہیں یا پھر میرا کوئی ایکسیڈنٹ ہوگا پھر کیسے یہ سب ہوگیا اور میرا بزنس اف خدا......!" وہ اب بھی ان ہی نام نہاد آسٹرالوجسٹ کے بارے میں سوچ رہا تھا کچھ سوچ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ پلیز آرام سے لیٹے رہیں۔ ڈاکٹر نے آپ کو آرام کرنے کا کہا ہے۔" اس کی عزیز از جان

بیوی مریم جو کب سے پریشانی میں مبتلا اپنے محبوب کی اس حالت پر اشک بار تھی اسے اٹھتے دیکھ کر اس کے پاس چلی آئی۔

"مریم میں اٹھ کیوں نہیں پا رہا ہوں کیا ہوا ہے میرے پاؤں میں، بتاؤ مجھے میرا جانا بہت ضروری ہے تم جانتی ہونا۔" مریم نے گہری سانس خارج کی پھر نہایت محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کچھ نہیں آپ پریشان مت ہوں، چھوٹا سا آپریشن ہوگا پھر سب صحیح ہوجائے گا۔ میں نے بات کی ہے ڈاکٹر سے آپ ریلیکس رہیں۔" مریم کی بات مکمل ہوتے ہی نمیر کے چہرے پر سیاہی پھیل گئی تھی ایک کے بعد ایک مصیبت نے اسے تھکا ڈالا تھا۔ اس نے کرب سے آنکھیں موند لی تھیں۔ حقیقت سے نظریں ملانا اسے سخت مشکل لگ رہا تھا۔

❁.....❁.....❁

"تمہارا اسٹار کیا ہے؟" جب وہ نویں جماعت میں تھا تو اس کے ٹیچر نے اس سے یہ سوال کیا تھا۔

"سر آئی ایم اسکورپین۔" گول گول آنکھیں گھماتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا۔

"واؤ، زبردست جب ہی تو میں کہوں تم اتنے ذہین کیوں ہو عقرب اسٹار کے لوگ بہت ہی ذہین اور جذباتی ہوتے ہیں اور لکی بھی تم دیکھنا تم بہت ترقی کرو گے۔" یکدم ہی سر کے لہجے و آنکھوں میں اس کے لیے ستائش ہی ستائش تھی اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس کے کچے ذہن میں ستاروں کے حوالے سے دلچسپی کی ایک لہر جاگی تھی اسے سب اللہ نے نوازا تھا مگر اس وقت اسے یہ سب صرف اپنے اسٹار کا کمال لگ رہا تھا۔ وہ بہت لکی ہے یہ بات اس کے ذہن میں گانٹھ کی طرح بندھ گئی تھی اسی دن سے اس نے اپنے اسٹار کے بارے میں معلومات جمع کرنا شروع کردی تھیں۔ وہ جیسے جیسے بڑا ہو رہا تھا اس کی شدت پسندی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا وہ اپنے ماں باپ آزر احمد رائمہ آزر کی اکلوتی اولاد نرینہ تھا۔ بہت زیادہ امیر نہ سہی لیکن ان کا تعلق ایک کھاتے پیتے اور خوش حال گھرانے سے تھا آزر کا کپڑے کا چھوٹا سا کاروبار تھا جو انہوں نے اپنا ایک گھر اور بیوی کے زیورات بیچ کر شروع کیا تھا والد اور والدہ کئی سال پہلے ہی ذہتھ ہوچکی تھی ایک بہن تھی جو شہر سے باہر مقیم ہونے کی وجہ سے سالوں میں ہی چکر لگاتی تھی وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا نمیر نہ صرف پڑھائی میں اعلیٰ مقام پیدا کرتا جا رہا تھا بلکہ اسٹارز کے حوالے سے اس کی شدت پسندی بھی جنون کی شکل اختیار کرچکی تھی۔ یہ بات آزر اور رائمہ دونوں کے لیے کافی پریشانی کا باعث تھی اور تو اور اب تو وہ کام بھی اپنے لکی ڈے کے حساب سے کرنے لگا تھا۔ رائمہ نے اسے کتنی بار سمجھایا تھا۔

"بیٹا تم اتنا ٹائم ضائع کرتے ہو ان سب میں یہ سراسر گناہ ہے نماز پڑھو قرآن پڑھو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے میں دیکھ رہی ہوں کہ تم دن بدن نماز سے غفلت برت رہے ہو یہ ٹھیک بات نہیں ہے بیٹا۔" رائمہ کی ڈانٹ و نصیحت بھی اس نے ہر بار کی طرح چٹکیوں میں اڑائی تھی پھر وقت کے ساتھ ساتھ نمیر کے پاس ماں باپ کے لیے وقت کی کمی ہوتی گئی۔ رائمہ نے تو اپنا تعلق اللہ سے مزید بڑھایا تھا۔ اب ان کا زیادہ تر وقت نمیر کی ہدایت و سلامتی کی دعاؤں میں گزرنے لگا تھا۔ نمیر کے ایم بی اے کرتے ہی آزر صاحب ہارٹ اٹیک سے اس دنیا کو داغ مفارقت دے گئے تھے ان کی وفات نے رائمہ کو مزید تھکا ڈالا تھا اب کاروبار نمیر نے سنبھال لیا تھا۔ رائمہ کو اب نمیر کی شادی کی جلدی تھی ایسے میں ان کی نگاہ انتخاب آزر کی بہن کی بیٹی مریم پر ہی ٹھہری تھی۔ انہوں نے فوراً نمیر سے رائے لی تھی اور نمیر کا جواب سن کر وہ حیرت سے اس کا منہ تکتی رہ گئی تھیں۔

"اچھی بات ہے ماما اسکورپین ہوں اور وہ سرطان ہم دونوں کا اسٹار میچ کرتا ہے تو اور سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔" ان کا لائق فائق بیٹا شریک حیات کے معاملے میں بھی اسٹار کو اہمیت دے رہا تھا۔

انہوں نے گہرے دکھ اور ملال سے اسے دیکھا تھا پھر

اٹھ کر چلی گئی تھیں انہیں اس بات کی خوشی تھی کہ نمیر مریم سے شادی کے لیے مان گیا ہے۔ دوسری طرف یہ امید تھی کہ مریم جیسی نیک اور سلجھی ہوئی لڑکی ہی اسے بدل سکتی ہے یوں ان دونوں کی شادی بھی ہوگئی تھی اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا مریم بھی نمیر کی حرکتوں سے پریشان ہونے لگی تھی نمیر کا بزنس کافی ترقی کرنے لگا تھا اور وہ ان ترقیوں کا سہرا صرف اپنے اسٹار کو دیتا تھا مریم نے بہت کوشش کی اسے راہِ راست پر لانے کی مگر وہ اس کی بات چٹکیوں میں اڑا دیتا تھا اب جیسے جیسے نمیر کے پاس پیسا آ رہا تھا اس کا تعلق بڑے بڑے آسٹرالوجسٹ دنجومیوں سے بڑھتا جا رہا تھا رائمہ اور مریم دونوں ہی اس کے جنون سے ڈرنے لگی تھیں۔ ڈر اس بات کا تھا کہ وہ اللہ سے دور چلا گیا تھا۔ مریم امید سے تھی نمیر باپ بننے جا رہا تھا اس خبر نے رائمہ کو خوشی سے سرشار کر ڈالا تھا مگر نمیر کی بات نے مریم کو گہرے غم و دکھ سے دوچار کیا تھا۔

''افوہ، یہ بچہ ابھی اس دنیا میں آیا نہیں کہ مجھے بزنس میں اتنا بڑا نقصان ہوگیا جب آجائے گا تو پتا نہیں کتنا نقصان کرائے گا۔'' ظالم سفاک لہجے نے اسے توڑ ڈالا تھا پھر اس نے نمیر سے کوئی بات نہیں کی تھی پھر کچھ دن بعد اب یہ نمیر کا ایکسیڈنٹ رائمہ اور مریم کو نڈھال کر گیا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

حد نگاہ تک پھیلی ویرانی و سناٹے اور گہری تاریکی نے اس کے اعصاب میں بجلی سی دوڑا دی تھی۔ دور دور تک روشنی کا نام و نشان تک نہ تھا۔

''اف یہ کہاں پھنس گیا میں گاڑی کو بھی ابھی خراب ہونا تھا۔'' نمیر نے دل ہی دل میں گاڑی کو کوسا تھا پھر گاڑی سے باہر نکل کر گاڑی کا جائزہ لیا تھا۔

''ڈیمٹ، یہاں تو دور دور تک کوئی مکینک بھی نہیں ملے گا۔'' ہاتھ کا مکا بنا کر اس نے گاڑی پہ مارا تھا اس نے اب پیدل چلنا شروع کر دیا تھا کہ شاید کوئی مکینک مل جائے رات کافی گہری ہوچکی تھی دور دور تک کوئی روشنی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اسے شروع سے ہی اندھیرے سے دہشت ہوتی تھی اس لیے وہ ہمیشہ ہی روشنی میں سونے کا عادی تھا۔ اس وقت اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کہیں سے بھی روشنی لا کر یہاں اجالا کر دے جیسے جیسے وہ آگے جا رہا تھا اسے بہت ڈر لگنے لگا تھا موبائل فون کی ٹارچ لائٹ بھی اب جواب دینے لگی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے بڑھتا اسے اپنے پیر پر کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس نے جیسے ہی ٹارچ اپنے رائٹ پیر پر ماری اس کے پسینے چھوٹنے لگے تھے بہت بڑا ایک سانپ اس کے پاؤں سے چمٹا اسے ڈسنے کو تیار تھا۔ مارے خوف کے اس کی ایک دل خراش چیخ ویرانے میں گونجی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کہ وہ صرف ایک خواب تھا آج ہی اسے اسپتال سے ڈسچارج ملا تھا اس کے آپریشن کی ڈیٹ تین دن بعد کی تھی سو اس نے اسپتال میں رہنا پسند نہیں کیا مگر جب سے وہ گھر آیا تھا اس کا دل گھبرا تا جا رہا تھا اور اب یہ خواب وہ سچ مچ اب تھک سا گیا تھا خوف سے آنکھیں بند کر کے اس نے بمشکل سونے کی کوشش کی تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁

''جب قیامت واقع ہوگی جس کا واقع ہونا جھوٹ نہیں ہے (وہ بہت سے لوگوں کو) پست کر دے گی (اور بہتوں کو) اونچا کر دے گا جب زمین پر خوب زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار کی طرح ہوجائیں گے۔'' (سورۃ الواقعہ آیت نمبر 1 تا 4)

''کیا تمہیں اپنے رب کے وعدے پر بھی یقین نہیں ہے، نمیر کیا تم اس قدر اپنے رب سے دور ہوگئے ہو کہ تمہیں اس کے عذاب سے بھی ڈر نہیں لگتا جو کچھ تم نے مجھے اپنے بارے میں بتایا ہے میں بہت پریشان اور غم زدہ ہوگیا ہوں کہ تم کس قدر گمراہ ہوگئے ہو۔'' ایک مہینے کے آرام کے بعد اس نے گھر سے باہر کی دنیا دیکھی تھی۔ ضروری بزنس امور میں رائے لینے اور اپنی پریشانیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے اور مشہور آسٹرالوجسٹ کی پیش گوئیوں کے غلط ثابت ہونے پر اس سے استفسار کرنے کی غرض سے

اس کی جانب آیا تھا کہ وہاں دروازے پر اسے اس کے وہی فیورٹ ٹیچر مل گئے تھے جنہوں نے اس کے اسٹار کی اس کی ذہانت کی تعریف کی تھی لمبی داڑھی اور رعب دار شخصیت اب بھی ویسی ہی تھی ہاں داڑھی کا اضافہ ہوگیا تھا اس نے فوراً انہیں پہچان کے دعا سلام کی تھی جواباً وہ قریبی واقع اپنے روحانی سینٹر میں اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے انہیں ازحد حیرت ہوئی تھی کہ ان کا بہت ہی ذہین وفطین اسٹوڈنٹ یوں نجومیوں وآسٹرالوجسٹ کے پیچھے اپنا وقت اور پیسہ برباد کر رہا ہے ان کے بارہا پوچھنے پر نمیر نے اپنے تمام حالات ان کے سامنے رکھ دیے تھے۔

"مگر سر آپ ہی تو ہمیشہ کہتے تھے کہ تم اسکورپین ہو تم بہت ذہین ہو بس جب سے ہی مجھے یہ لگنے لگا کہ میں اسٹار کی وجہ سے ہوں، جو ہوں۔" سر جھکائے اس نے وضاحت کی تھی۔

"میری اس غلطی نے تمہیں گمراہ کردیا خدا مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا بیٹا مگر میں نے تمہیں کبھی ایسا نہیں کہا کہ تم ان کو اپنے اوپر حاوی کرلو ایک وقت تھا جب مجھے ان اسٹارز پر یقین تھا۔ مگر میں نے کبھی غلط راستہ اختیار نہیں کیا۔ کیا تمہیں نہیں پتا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "تم غیب کی خبریں بتانے والوں کے پاس نہ جایا کرو۔" یہاں تک کہ اللہ خود اپنے قرآن کریم کی سورۃ الجن کی آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷ میں ارشاد فرماتا ہے کہ۔

"وہی غیب جانتا ہے تو وہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ پیغمبر کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اس کے آگے پیچھے نگہبان مقرر کردیتا ہے۔" کیا تم قرآن کو بھی جھٹلاؤ گے بولو اللہ نے تمہیں ہر نعمت سے نوازا مگر تم نے اس کا شکر ادا نہ کیا فرض عبادات سے منہ موڑ لیا تو پھر وہ تمہیں کیوں عذاب سے دور رکھے گا اور یہ جو تم رزق کی تنگی کا رونا رو رہے ہو مجھے بتاؤ کبھی صدقہ دیا ہے زکوۃ دی ہے اپنے رزق سے۔" سر آج اس کو راہِ راست پر لانا ہی چاہتے تھے ان کی آنکھوں میں غم تھا۔

"نہیں، کبھی نہیں۔" نہایت دھیمی آواز میں سر جھکا کر اس نے اعتراف جرم کیا تھا۔

"تو پھر خود سوچو کیوں نہ نقصان ہوگا بزنس میں ابھی بھی وقت ہے نمیر راضی کرلو رب کو نماز پڑھو اپنی ماں کی خدمت کرو بیوی کو خوش رکھو وہ بھی پریشان ہوں گی تمہاری حرکتوں سے گمراہی کی وجہ سے ہی تم بے چین رہتے ہو اور ابھی ایکسیڈنٹ ہوا ہے موت کو تو قریب سے دیکھ بھی چکے ہو زندگی کا بھروسہ نہیں ہے۔" اسے گلے لگا کر انہوں نے اسے سمجھایا تھا نجانے کیا تھا ان کی نصیحت میں کہ وہ اپنے آنسوؤں پر قابو ہی نہ رکھ سکا اور اپنی گمراہیوں پر روتا چلا گیا۔

"تم جانتے ہو کل بارہ ربیع الاول ہے ہر سو چراغاں ہو رہا ہے، ہم لوگ کتنے بدنصیب ہیں کہ صرف چراغاں کرکے بیٹھ جاتے ہیں اپنے نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو ان کے پیغام کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اسی لیے تباہ وبرباد ہوگئے ہیں، اسی لیے میں نے یہ مدرسہ اور روحانی سینٹر کھولا ہوا ہے تاکہ لوگوں کو صحیح راہ ہی دکھا سکوں۔" اب وہ اسے اپنے کام سے آگاہ کر رہے تھے پینتالیس سالہ اس شخص کی آنکھوں میں جوش وجذبہ تھا محبت تھی اپنے رب سے اپنے رسول ﷺ سے۔

"کیا میں بھی یہاں روز آسکتا ہوں سر، مگر ابھی اجازت چاہوں گا۔" گھڑی پر نظر دوڑا کر اس نے اجازت چاہی تھی۔

"بالکل ضرور مجھے خوشی ہوگی تمہیں یہاں دیکھ کر۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے اسے دعاؤں سے نوازا تھا۔

برسوں پہلے جو ان سے غلطی ہوئی تھی آج اس کا ازالہ کردیا تھا انہوں نے وہاں سے باہر نکلتے ہوئے نمیر نے پیچھے مڑ کر اس جگہ کو دیکھا تھا اسے اب جلد از جلد گھر جانا تھا تاکہ اپنے رب کے روبرو ہوکر معافی مانگ سکے ابھی تو اسے ماں اور مریم سے بھی معافی مانگنا تھی باپ بننے کی نعمت کا شکر ادا کرنا تھا اس نے مسکراتے ہوئے آسمان کی جانب دیکھا تھا جہاں ڈوبتا سورج اپنے ساتھ ساتھ اس کی گمراہیاں بھی لے ڈوب رہا تھا اسے یقین تھا کہ کل کا سورج اس کے لیے نور رحمت اور توبہ لے کر نکلے گا اس کا دل اپنے رب کی رحمت پر مطمئن ہوچلا تھا۔

❁

نہ سماعتوں میں تپش گھلے نہ نظر کو وقفِ عذاب کر
جو سنائی دے اسے چپ سکھا، جو دکھائی دے اسے خواب کر
میرے صبر پہ کوئی اجر کیوں، میری دوپہر پہ کوئی ابر کیا
مجھے اوڑھنے دے اذیتیں، میری عادتیں نہ خراب کر

خواہش تھی تو عجیب ہی لیکن تھی اتنی شدید کہ روز بروز میرے اندر جڑ پکڑتی جارہی تھی خاص طور پر جب جب میں انعم بھابی کی خواہش پوری ہوتے دیکھتی میری اندر کی خواہش بھی حسرت کا روپ دھارنے لگتی۔ ہاں تو خواہش یہ تھی کہ کاش میں جاہل ہوتی' ان پڑھ ہوتی۔ لفظوں' حرفوں' حکمتوں سے ناآشنا ہوتی بالکل انعم بھابی کی طرح...... یہ خواہش میرے اندر انعم کی شادی...... نہیں بلکہ میری اپنی شادی کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ انعم میرے چاچو کی بیٹی اور الف ب سے ناآشنا تھی۔ ہمارا اپنے چاچو سے ملنا ملانا کم تھا ویسے بھی پاپا اپنی جاب اور ہم سب بہن بھائی اپنی اپنی پڑھائی میں اس قدر مگن ہوتے کہ کہیں آنے جانے کا وقت بہت کم نکال پاتے یوں رشتہ داروں سے ہماری ملاقاتیں کئی سالوں بعد چند لمحوں کے لیے ہوتیں۔ شادی سے پہلے انعم سے میری دو چار واجبی سی ملاقاتیں ہوئیں تھیں پھر جنید سے اس کی شادی ہوگئی۔ جنید ان کی فیملی فرینڈز میں سے تھا بمشکل انٹر پاس جنید کسی پرائمری اسکول میں نائب قاصد تھا۔ میں نے انعم کی شادی پر ہی اس فیملی کو دیکھا تھا خاصے ڈیسنٹ لوگ تھے۔ انعم یقیناً خوش قسمت تھی آج کل کے دور میں جب ایم اے پاس لڑکیاں گھر بیٹھی رشتوں کے انتظار میں بوڑھی ہورہی ہیں وہیں انعم وقت پر اور نسبتاً اچھی فیملی میں گھر بار کی ہوگئی تھی۔

انعم کی شادی کو دو سال ہوچلے تھے ہمارا اتنا آنا جانا چونکہ نہیں تھا سو ادھر اُدھر سے اس کے اپنے گھر خوش ہونے کی خبریں ملتیں اور پھر جنید سے چھوٹے برہان کا میرے لیے رشتہ آ گیا میں ایم کام کے پیپرز سے فراغت کے بعد کچھ اور کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ نہ صرف برہان کا رشتہ آیا بلکہ ان لوگوں نے بہت جلدی بھی مچائی ہوئی تھی۔ انعم نے تو خاص طور پر پاپا کو کال کرکے آنکھیں بند کرکے اس رشتے کے لیے

حامی بھرنے کا کہا۔ برہان نجی کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر تھے' تعلیم بھی اچھی خاصی تھی۔ پاپا نے رسمی طور پر سوچنے کا کہا اور چاچو سے مشورہ کرکے رشتے کے لیے حامی بھرلی۔ برہان کو اگرچہ انعم کی شادی پر میں نے دیکھ رکھا تھا مگر مجھے خاص شکل یاد نہ تھی نہ ہی شکل پھر سے دیکھنے کی آرزو' مجھے پاپا مما پر مکمل بھروسہ تھا۔ محض تین ماہ کے قلیل عرصے میں میں بیاہ کر برہان کے سنگ چلی آئی۔ پہلے دو تین ماہ تو دعوتوں' ملاقاتوں اور ہنی مون میں گزر گئے اور راوی گھر بیٹھے چین لکھتا رہا پھر سسرال اور خاص طور پر انعم بھابی کی اصلیت سامنے آنے لگی۔ انعم بھابی کو بات منوانا آتی تھی اور اپنی منوانا بھی...... وہ رو پیٹ کر شور ڈال کر بھڑاس نکال کر جو چاہے منوالیتی اور میری دفعہ میں ایک ہی بات کہی جاتی تم تو پڑھی لکھی ہو ناں...... اور برہان نے تو پہلے دن ہی مجھے باور کروادیا تھا کہ آنسو لاکھ عورت کا ہتھیار سہی لیکن اسے سخت چڑ تھی' سورونا دھونا ان سے بالکل برداشت نہیں ہوتا تھا۔

انعم بھابی بھی اپنی کسی ضد کی خاطر رورہی ہوتیں تو برہان اندر مجھے سنا رہے ہوتے سو اپنا یہ ہتھیار میں نے اندر کہیں دفن کردیا تھا ناقابل استعمال کا ٹیگ لگا کر' گھر کی بیشتر ذمہ داریاں بھی مجھ ہی پر ڈال دی گئیں میں پڑھی لکھی جو تھی۔

صفائی ستھرائی کے لیے تو ملازمہ آجاتی تھی مگر کھانے کی کلی ذمہ داری میری تھی' کہنے کو تو یہ ایک ہی کام تھا مگر میں دن بھر ہلکان ہوئی رہتی۔ صبح سب کو الگ الگ ان کی پسند کا ناشتا بنا کر دینا' حقیقتاً مجھے تھکا دیتا۔ بھاگ بھاگ کے ہلکان ہوجاتی' صبح اٹھتے ہی سسر کو چائے دینا' ساس کو وضو کروا کے جائے نماز بچھا کر دینا پھر میں خود نماز پڑھتی' برہان کے کپڑے نکال کر رکھتی۔ دیور کے کپڑے پریس کرتی تب تک ساس نماز و اذکار سے فارغ ہوچکی ہوتی انہیں چائے پاپوں کے ساتھ دیتی۔ دیور جی کو ہر روز پراٹھا چاہیے ہوتا' سسر جی کو پراٹھا رات کے بچے سالن کے ساتھ اور ساتھ میں کچھ میٹھا بھی چاہیے ہوتا تھا اور پھر سے چائے ابھی یہ سب نپٹا ہی رہی ہوتی کہ برہان کی آوازیں آنا شروع ہوجاتی تھیں۔ کبھی میچنگ ٹائی نہیں تو کبھی جرابیں اور ناشتا بھی ہر روز مختلف کبھی پراٹھا اچار' دہی کبھی کھچڑی شوربے کے ساتھ تو کبھی دلیہ یا بریڈ ہاف فرائی' اوپر سے ان کے نخرے الگ' پراٹھا موٹا ہے' انڈے میں نمک زیادہ ہے۔ شرٹ ٹھیک پریس نہیں اگر کبھی یہ سب ٹھیک ہو بھی تو میرے حلیے میں کوئی نہ کوئی نقص نظر آجاتا۔ ہاتھ ٹھیک سے نہیں دھوئے پیاز کی بدبو آرہی ہے' آٹا لگا ہے' بال الجھے ہیں غرض نو بجے جب وہ آفس کے لیے نکلتے تو میں تھک کے چُور ہوچکی ہوتی اور انعم خراماں خراماں کمرے سے نکلتی اپنے لیے اور جنید بھائی کا ناشتا بناتی' جنید بھائی حسب معمول روز لیٹ ہوتے اور ناشتا کرتے ہی انعم غڑاپ سے بستر میں اور میں ماسی کے سر پر...... سب کام اپنی نگرانی میں کرواتی اور لنچ کا ٹائم ہوجاتا' سبزی' چکن' سالن' چاول' سلاد' کباب سب میری ذمہ داری ہوتے۔ انعم عین ٹائم پر نکلتی آٹا گوندھتی روٹیاں پکاتی' نہا دھو کر فریش نکھری ستھری ڈائننگ ٹیبل پر آتی جبکہ مجھے اکثر نہانے کا وقت نہ ملتا۔ کھانے میں کچھ نقص ہوتا تو بھی کلی الزام مجھ پر۔ انعم ذمہ داریوں سمیت ہر چیز سے بری الذمہ تھی' پڑھی لکھی جو نہ تھی۔ کبھی کسی بات پر میں نا سمجھی کا اظہار کرتی تو حیرت سے ٹوکا جاتا ''ارے تم تو پڑھی لکھی ہو تب بھی نہیں پتا'' اکلوتی نند کے نخرے اٹھانا بھی میری ذمہ داری تھی اور اکلوتی نند کی اکلوتی بیٹی کے نخرے تو الاماں ایک بار مجھے مہندی

لگانے کا کہا۔

"بیٹا! مجھے تو مہندی لگانی نہیں آتی۔" میں نے شائستگی سے اسے گود میں بھر کے کہا۔

"ہائیں...... تمہیں مہندی لگانی نہیں آتی' اتنی پڑھی لکھی ہو۔" ساس نے ناک پر انگلی رکھ کر اس درجے تعجب سے کہا کہ میں ناک تک شرمندہ ہوگئی۔ غلطی نہ ہونے کے باوجود بھی...... اب بندہ پوچھے اسکول کالجز میں مہندی لگانا کب سے سکھلانے لگے' نہ میں نے کوئی بیوٹیشن کورس کر رکھا تھا۔

انعم بھابی ہر ویک اینڈ پر جنید بھائی کے ساتھ ہوٹلنگ کرنے جاتی یا کہیں گھومنے پھرنے' میں باوجود خواہش کے ایسا نہ کر پاتی ایک تو برہان کو پسند نہ تھا اور ویسے بھی میں تو......

❀......❀......❀
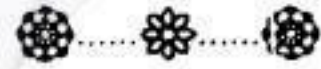
انعم کی شادی' میری شادی سے دو سال پہلے ہوئی تھی مگر اللہ ہم پر بیک وقت مہربان ہوا تھا' خوش خبری سن کر انعم کے پاؤں تو زمین پر نہ ٹکتے تھے گھر بھر میں وہ اڑتی پھرتی میں البتہ ایسی کسی بے پایاں خوشی کا اظہار بے ساختہ نہ کر سکتی تھی ظاہر ہے پڑھی لکھی جو تھی۔ انعم ہر پندرہ دن بعد چیک اپ کرواتی' ڈریس' مقوی صحت ادویات' پھل' دودھ سب انعم بھابی کے لیے وافر تھا جبکہ مجھے چیک اپ کروائے ڈیڑھ ماہ ہو چلا تھا ساس برملا کہتی تھیں۔

"بھئی تم تو پڑھی لکھی ہو ناں' اپنا خیال خود رکھ سکتی ہو تمہیں ڈاکٹرز اور ادویات کی کیا ضرورت؟" ایسے میں' میں سوچتی' پڑھا لکھا ہونا انسان کو انسانیت سے نکال دیتا ہے کیا؟ علم کے فائدے تو بہت سن رکھے تھے علم کا کوئی نقصان بھی ہوتا ہے مجھے اب کہیں جاکر اندازہ ہو رہا تھا۔

پاپا کہتے تھے علم پل ہوتا ہے جیسے ایک پل کے نیچے چھلنی لگتی ہوتی ہے کہ صاف پانی گزر جائے گند وہیں رک جاتا ہے ایسے ہی علم انسان کے اندر پل کا کام کرتا ہے' صاف ایک طرف گند ایک طرف......

لیکن مجھے لگ رہا تھا علم واقعی پل ہے رکاوٹ ہے جو کبھی پانی تک کو بھی گزرنے نہیں دیتا۔ میرا شدید جی چاہتا کسی بات پر ضد کرنے کو' کسی خواہش کی تکمیل تک مچلتے رہنے کو' رو کے بھڑاس نکالنے کو اپنی من مانی کو لیکن میں یہ سب نہ کر سکتی تھی کیونکہ میں "علم والی" تھی ناں ایسے میں ایک ہی حسرت میرے اندر سر اٹھاتی کاش میں بھی جاہل ہوتی...... پڑھی لکھی نہ ہوتی...... چلو ماں باپ نے اسکول ڈال ہی دیا تھا تو کند ذہن نکلتی' پڑھ کے نہ دیتی لیکن میں تو ایسی ذہین تھی کہ ابتدائی جماعتیں سال میں دو پاس کر جاتی تھی۔ ذہانت ہر جگہ فائدہ دیتی ہے پر سسرال میں نہیں۔ سسرال میں بھلا ذہانت کا کیا کام؟ سسرال میں تو علم بھی بے فائدہ ہوتا ہے' سسرال کے لیے تو ایک ہی چیز کافی ہوتی ہے' سمجھوتہ...... بے زبان ہونا۔

مجھے لگتا اگر میں جاہل ہوتی تو اب سے کہیں خوش حال ہوتی' وقت کی ایک ہی اچھی روش ہے جو ازل سے قائم ہے اور تا ابد رہے گی کہ "گزر جاتا ہے" اب بھی برا یا بھلا گزر گیا تھا خدا نے مجھے رحمت اور نعمت دونوں سے نوازا تھا۔ انعم بھابی کے ہاں بیٹا ہوا تھا' میری ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہوگیا تھا پہلی ہی بار میں جڑواں بچوں کو سنبھالنا بے حد کٹھن تھا' اوپر سے میری اکلوتی نند بیوہ ہو کر یہیں آ گئی تھی۔ میں نے اپنی زندگی تیاگ دی تھی' اب فقط میری ایک ہی حسرت تھی کہ میرا علم کبھی تو مجھے فائدہ دے' کبھی تو کسی بات کا ایڈوانٹیج ملے کہ ہاں یہ پڑھی لکھی تھی۔ انعم مجھ سے کہیں بہتر زندگی گزار رہی تھی' علم اگر اپنا خراج

مانگتا ہے تو یقین مایئے میں دے رہی تھی علم کا تاوان بھگت رہی تھی۔ سارا دن جڑواں بچوں کے پیچھے بھاگنا مجھے بے حال کر دیتا تھا تبھی سسر نے جائیداد سب میں بانٹ دی' میری دلی خواہش تھی کہ شہر کے وسط والا پلاٹ ہمیں ملتا میں اپنی مرضی سے تعمیر کرواتی' اسے سجاتی سنوارتی اپنے بچوں اور میاں کے ساتھ اکیلی رہتی اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کی تربیت اپنی مرضی سے کر پاتی مگر انعم بھابی نے اپنی مشہور زمانہ رونے اور ضد والی عادت سے پلاٹ اپنے حصے میں کروالیا' ایک جو چھوٹی سی سسرال سے جان چھوٹنے کی امید بندھی تھی وہ بھی معدوم ہوگئی۔ انعم نے پلاٹ تعمیر کروایا اور وہیں شفٹ ہوگئی' برہان نے اوپری پورشن تعمیر کروادیا۔ ہم لوگ اوپر شفٹ ہوگئے' گھر کاموں کے سلسلے میں بیشتر وقت میرا نیچے گزرتا' عبیر اور احمد اپنی پھوپو کی بیٹی سے دن بھر کھیلتے' وہ گاؤں کی پلی بڑھی میرے سکھلائے سب مینرز میرے بچوں سے چھین چھان مٹی میں دبا دیتی' دن بھر لان کی کھدائی میں بچوں کو ساتھ لگائے رکھتی۔ عبیر اور احمد دن بھر مٹی میں لت پت نظر آتے اور آنکھ بچاتے باہر نکل جاتے اور گلی کے بدتمیز بچوں کے ساتھ کھیلتے' میں کچن سے جھٹ پٹ سب چھوڑ کے آتی ان کو نہلا کے کپڑے بدلواتی۔ دن میں کوئی چار بار میں ان کے کپڑے بدلواتی اور ایسے میں ساس کی باتیں کہ بھئی چھوڑو بچے ہیں' وہ واقعی بچے تھے مگر ان کی ماں تو پڑھی لکھی ناں......

❁......❁......❁

عبیر اور احمد اسکول جانا شروع ہوگئے تھے میری ذمہ داریاں جوں کی توں تھیں۔ دن بھر کام نپٹاتی بچوں کی فرمائشیں پوری کرتی اور شام کو اپنی نگرانی میں ہوم ورک کرواتی۔ دونوں ذہین تھے اور پڑھائی کے شوقین بھی اب شرارتیں بھی کم ہوچلی تھیں۔ رات میں اکثر انعم بھابی چلی آتیں ان کی بے فکری دیکھ کر مجھے رشک آتا۔ اکثر تو اکیلی چلی آتیں کہ دل گھبرا رہا تھا' چار سالہ جاثم کی بابت استفسار پر بتاتی کہ کھیل رہا تھا۔

تبھی فرحان کی شادی کا غلغلہ مچا' علاقی دور پار کی رشتے داری تھی' آخر چھوٹے بیٹے کی شادی تھی سو گھر میں خوب رونق لگی تھی' مہندی کی رات تھی میں الٹا سیدھا تیار ہوئی' مہمانوں کو بھگتا رہی تھی۔ عبیر سبز اور گلابی غرارہ پہنے دادی کے ساتھ بیٹھی تھی جبکہ احمد اپنے چاچو کے ساتھ ساتھ تھا۔ انعم حسب معمول خوب بھڑکیلے لباس و میک اپ میں محفل کے درمیان بیٹھی قہقہوں میں مصروف تھی۔ جاثم خوب تنگ کرتا پھر رہا تھا' مہندی کی پلیٹوں سے بھر بھر مہندی لاتا اور خواتین پر اچھال دیتا۔ کنیز خالہ نے بغیر کسی کا لحاظ کیے انعم کو خوب سنائی مگر وہ ان سنی کرتی بیٹھی رہی۔ میں اپنی ساس اور کنیز خالہ کو چائے دینے آئی تو دونوں باتوں میں مصروف تھیں' کپ پکڑ کے مجھے بھی پاس بٹھالیا۔ تبھی کنیز خالہ بولی۔

''کشور! تمہاری یہ بہو تو ہیرا ہے' اتنی تمیز والی' ذمہ دار فرض شناس اور بچے ماشاء اللہ تربیت تو صاف نظر آرہی ہے۔''

''ظاہر ہے پڑھی لکھی جو ہے۔'' میری ساس میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکراتے کہہ رہی تھیں۔

وہ اور بھی میری تعریفیں کررہی تھیں مگر مجھے تو صرف ایک لفظ کی تکرار سمجھ آرہی تھی' پڑھی لکھی...... پڑھی لکھی...... اور مجھے لگ رہا تھا آج میں نے علم کا خراج مکمل چکا دیا تھا۔

❁

خدا کرے میری ارض پاک پر اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو

''آنسہ محمود ولد محمود احمد کیا آپ کو اپنا نکاح عبدالواسع ولد عبداللہ سے..... سکہ رائج الوقت قبول ہے۔''

''قبول ہے..... قبول ہے.....'' کچھ ہی دیر میں مختصر سا صحن مبارک سلامت کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ جلد ہی آنسہ اپنے حجلہ عروسی میں بیٹھی آنے والے کا انتظار کررہی تھی' ایک ایک لمحہ قیمتی تھا اور سب اس سے واقف تھے' کب کیا ہوجائے کچھ خبر نہیں تھی اور اسی لیے عبدالواسع کو بغیر کسی رکاوٹ کے اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ کمرے کے وسط میں بچھے پلنگ پر اس کی نئی نویلی دلہن اس کے انتظار میں بیٹھی تھی اس کے لبوں پر ایک دلفریب سی مسکراہٹ آ کے ٹھہر گئی تھی۔ بھلا وہ کب جانتی تھی کہ بھارتی فوجیوں پر قہر بن کر ٹوٹنے والا اس کا مجاہد یوں زندگی سے بھرپور بھی ہوسکتا ہے۔ عبدالواسع آنسہ کا چچازاد تھا لیکن جیسے ہی اس نے ہوش سنبھالا عبدالواسع کو ایک مجاہد کے روپ میں دیکھا تھا۔ وہ نادان یہ نہیں جانتی تھی کہ بھارتی فوجیوں پر قہر بن کر ٹوٹنے والے یہ فولادی مجاہد مشن کی تکمیل کے بعد شبنم بن جاتے تھے۔ ان کا مقصد حیات صرف شہادت تھا اور وہ جانتے تھے کہ شہید کبھی مرتا نہیں اور ان کو یقین تھا کہ ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا اور وہ دن ضرور آئے گا جب وہ آزاد فضاؤں میں سانس لیں گے' ان شاء اللہ۔

عبدالواسع دھیرے سے آنسہ کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔

''آنسہ..... یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا ہے کہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کہوں لیکن میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس رشتے سے خوش ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ میں ایک مجاہد ہوں اور مجاہد کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف شہادت ہوتا ہے اور شاید میں آپ کو بھرپور وقت بھی نہ دے پاؤں لیکن ہاں ایک بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ میری زندگی' دل و جان میں آپ کے علاوہ اور کسی کا گزر نہیں اور نہ ہوگا لیکن میرا مقصد حیات ان سب باتوں سے عظیم اور مجھے زیادہ عزیز ہے۔''

''عبدالواسع میں یہ سب جانتی ہوں اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آج کے بعد آپ اپنے مقصد میں اکیلے

نہیں ہوں گے بلکہ ہر لمحہ مجھے اپنے پاس پائیں گے۔''

''شکریہ میری جان!'' عبدالواسع نے دھیرے سے آنسہ کا صندلی ماتھا چوم لیا اس کے ان الفاظ نے گویا اس میں ایک نئی روح پھونک دی تھی اور وہ بالکل ہلکا پھلکا ہوگیا۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا کہ جب دروازہ زور سے دھڑ دھڑایا گیا۔ بے خبر سوتی آنسہ یک دم لرز کر اٹھ گئی۔ عبدالواسع کی آنکھ بھی کھل چکی تھی اس نے فوراً تکیے کے نیچے رکھا ریوالور لوڈ کیا اور بیڈ سے اٹھنے لگا لیکن آنسہ نے ہاتھ کے دباؤ سے اسے روک دیا۔

''آنسہ باہر کوئی گڑبڑ بھی ہوسکتی ہے' مجھے دیکھنے دو۔'' تبھی ان کا دروازہ آہستہ سے بجا' دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ عبدالواسع آہستہ سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھا۔

''بوا آپ...... خیر تو ہے' کون ہے باہر؟''

''بیٹا! نبیل اور شاکر آئے ہیں' ساتھ والے کمرے میں ہیں' کہہ رہے ہیں کہ تم کو کمانڈر یاد کررہے ہیں۔''

''اچھا......'' وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ آنسہ جانتی تھی عبدالواسع کو جانا ہوگا لیکن یوں اتنی جلدی' وہ بے حد مضطرب ہوگئی ابھی تو ان کو محرم ہوئے چوبیس گھنٹے بھی نہ ہوئے تھے۔ کتنی آرزوئیں تشنہ کام تھیں' کتنا کچھ کہنا سننا تھا۔

''ابھی سے......'' بے اختیار اس کے آنسو چھلکنے لگے تبھی عبدالواسع نے اسے آواز دی وہ جانے کے لیے مکمل طور پر تیار تھا۔

''آنسہ میری جان! اپنا خیال رکھنا اور دعا کرنا اس مشن کے لیے ہم نے بہت انتظار کیا ہے' اللہ کرے کہ ہم اس میں کامیاب رہیں یوں سمجھو کہ ہم ان کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے جارہے ہیں' اللہ کے حضور ہماری کامیابی کے لیے سجدہ ریز رہنا۔''

''آپ کب تک واپس آئیں گے؟'' وہ آنسوؤں کے درمیان بولی۔

''کچھ اندازہ نہیں اگر زندہ رہا تو کم از کم ایک ماہ آنسہ دیکھو ایسے مت رو' میں اللہ کی راہ میں مجاہد ہوں تمہیں تو آگے بڑھ کر میرا حوصلہ بڑھانا چاہیے۔''

''جائیے' اللہ کی حفاظت میں دیا۔'' وہ بدقت بولی اور عبدالواسع تیزی سے باہر نکل گیا مبادا وہ اس کی آنکھوں میں نمکین پانی نہ دیکھ لے۔

❀......❀......❀

ہیڈ کوارٹر میں آئے اسے پانچواں روز تھا اور اس وقت وہ اپنے پلان پر غور کررہے تھے۔ نبیل' شاکر اور اس کے علاوہ دس مجاہد تھے اور سبھی اپنے کام میں ماہر اور شہید ہونے کے لیے بے چین بالآخر عبدالواسع نقشہ پھیلاتے ہوئے بولا۔

''دوستو یہ اس عمارت کا نقشہ ہے جہاں ہمیں کارروائی کرنی ہے' ہماری مطلوبہ چیزیں ہمیں چند روز تک مل جائیں گی لیکن یاد رکھیں کہ ہمارے پاس اسلحہ کم ہے اس کو جتنا ہوسکے بچت کے ساتھ استعمال کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایسا ممکن نہیں ہے پھر بھی چاہتا ہوں کہ ہماری بندوقوں سے نکلنے والی ہر گولی بھارتی فوجی کو جہنم واصل کرے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہوگا اس لیے ہمیں جلد از جلد عمارت میں پہنچ کر زیادہ سے زیادہ نقصان کرنا ہوگا۔''

''ولیکن عبدالواسع! یہ ان کا مرکزی اسلحہ ڈپو ہے اور یقیناً اس کی بے حد کڑی نگرانی کی جاتی ہوگی۔'' نبیل پرسوچ انداز میں بولا۔

''بے شک ایسا ہی ہے' میں پچھلے چھ ماہ سے اس پراجیکٹ پر کام کررہا ہوں اور میں نے اس جگہ اور بھارتی فوجیوں کا اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے اور یہ جو جگہ ہے۔'' اس نے نقشہ پر ایک جگہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔''یہاں پہرا نسبتاً کم ہے اور چونکہ دیوار کافی اونچی ہے اس لیے ان کا خیال ہے کہ یہاں اوپر چڑھنے کی حماقت کوئی نہیں کرے گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہم یہ حماقت کیوں کریں گے' اس دیوار پر چڑھنے کے لیے ہمیں رسّی کی ضرورت

ہوگی اوراس طرح پکڑے جانے کا خطرہ بھی زیادہ ہوگا اور دوسرا اس طرح ہم زیادہ اسلحہ ساتھ نہیں لے جا پائیں گے اور ایسے میں ہم میں سے زندہ بچ جانے والوں کی تعداد......'' شاکر نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کندھے اچکائے۔

''یہی تو ہماری زندگی کا مقصد ہے' اللہ کی راہ میں شہید ہونے سے بڑا اعزاز اور کیا ہوسکتا ہے۔''

❁......❁......❁
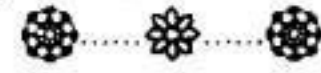
اس نے نماز کے بعد جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے' آنکھوں سے اشک موتیوں کی صورت بہنے لگے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا مانگ رہی ہے بس دل سے میرے اللہ کی ہی صدا اٹھ رہی تھی۔ وہ ایک شہید کی بیٹی تھی' ایک شہید کی بہن تھی لیکن جانے کیوں ایک مجاہد کی منکوحہ بن کر اس کا ظرف کم کیوں پڑنے لگا تھا۔ وہ عبدالواسع کی کامیابیوں کے لیے دعا کرتی تھی اس کی زندگی اور جلد واپسی کے لیے دعا کرتی تھی اور نجانے کیوں اشکوں کی برسات لگ جاتی تھی۔

صبح کا اجالا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا عبدالواسع کو گئے دو ہفتے بیت ٔچکے تھے اور ابھی تک اس کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔ آنسہ کی نظریں دور افق پر نمودار ہوتے سورج پر تھیں جو آہستہ آہستہ اس کی خوابیدہ جنت کو اپنے حصار میں لے رہا تھا۔ جانے کتنے پل بیت گئے تھے کہ اچانک اس کو اپنے اندر ایک عجیب سا احساس جنم لیتے محسوس ہوا۔ طبیعت تو کئی دنوں سے مضمحل سی تھی اور بے جی تو اس کی شکل دیکھ کر اسے مبارک باد دے چکی تھیں' عبدالواسع یہ خبر سن کر کتنے خوش ہوں گے' اس کے لبوں پر اپنے آپ ہی شرمگیں مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

❁......❁......❁

عبدالواسع پہاڑ کی چٹان پر بیٹھا مشرق سے نکلتے سورج کو دیکھ رہا تھا' آج ان کو اپنے مشن پر جانا تھا اور اس کو آنسہ بُری طرح یاد آ رہی تھی' جانے اس چوبیس گھنٹے کی رفاقت نے کیا جادو کیا تھا کہ وہ اس کے سحر سے نکل ہی نہیں پا رہا تھا۔ ہر لمحہ وہ اس کی خوشبو کے حصار میں رہتا۔

''میں جلد آؤں گا میری جان! اپنے مجاہد کے لیے دعا کرنا۔'' وہ زیر لب بڑبڑاتا ہوا باقی مجاہدین کے ساتھ جا بیٹھا۔

''ہاں تو دوستو آپ سب تیار ہو۔''

''لبیک......'' سب نے مل کر جواب دیا۔

''دیکھو آج ہماری زندگی کا اہم دن ہے' ہمیں ساری کارروائی احتیاط سے کرنی ہوگی۔ کوئی بھی ساتھی اشد مجبوری کے علاوہ گولی نہیں چلائے گا۔ آپ سب چلنے کے لیے تیار ہیں۔'' سب کے چہرے ان کے اندرونی عزم کی وجہ سے جگمگا رہے تھے' عبدالواسع کی باتوں نے ان کے جوان خون کو اور بھی گرما دیا تھا۔ ان کی استقامت دیکھ کر عبدالواسع نے دل ہی دل میں الحمدللہ کہا اور پھر بے تاب ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا جس میں ان سب کی آواز بھی شامل ہوگئی۔

راستہ بے حد دشوار گزار تھا اور ان کو رات تک ہر صورت اپنے مقام تک پہنچنا تھا انہوں نے جس راستے کا انتخاب کیا وہ ویران تھا اور عام حالات میں کوئی اسے استعمال کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ شام ڈھلنے لگی تھی اور دور سے عمارت کا نقشہ واضح ہو رہا تھا۔ عبدالواسع نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو رکنے کو کہا اور سب کو ان کی مقررہ پوزیشن لینے کو کہا۔ دس منٹ میں وہ ہر طرح سے تیار ہو کر عمارت کی عقبی جانب بڑھ رہے تھے' ایک جگہ رک کر انہوں نے مغرب کی نماز ادا کی اور اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگے۔ اندھیرا اچھی طرح پھیل چکا تھا کہ یکایک فضا فائرنگ سے گونج اٹھی' سب نے گھبرا کر عبدالواسع کی طرف دیکھا جو بے حد خوش نظر آ رہا تھا' گویا اس کا پلان کامیاب ہو رہا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو تسلی دی اور بتایا کہ بھارتی فوج جشن منانے میں یقیناً اتنے مگن ہوں گے کہ پہرہ میں بے پروائی ہوگی اور اس کا اندازہ کافی حد تک صحیح ثابت ہوا تھا۔ سب آہستہ آہستہ آگے رینگنے لگے۔

رفتہ رفتہ ڈھول اور فائرنگ کی آواز میں اضافہ ہی ہورہا تھا جس نے ان کے مشن کو مزید آسان بنادیا تھا' ان کے راستے میں آنے والا ہر فوجی ان کی گولی کا نشانہ بن رہا تھا۔ عبدالواسع اور نبیل نگرانی کررہے تھے جبکہ باقی جگہ جگہ ٹائم بم نصب کررہے تھے' مختصر سے وقت میں ان کا کام ہوچکا تھا اور اب صرف باہر نکلنے کا مرحلہ تھا اور شاید آج ان کی خوش نصیبی تھی کہ تمام کام نہایت مہارت سے مکمل ہوگیا۔ عبدالواسع دس بھارتی فوجیوں کو جہنم واصل کرکے اپنے تمام ساتھیوں کو زندہ واپس لانے میں کامیاب ہوچکا تھا۔ وہ ابھی اپنی پہلی دفعائی پوزیشن پر ہی پہنچے تھے کہ اسلحہ کا ڈپو خوفناک دھماکوں سے لرز اٹھا اور اب واپسی کا راستہ بے حد آسان تھا۔

❁......❁......❁
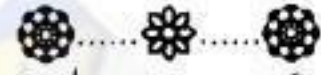
عبدالواسع کو گئے پورے پینتالیس دن ہوچکے تھے اور بے جی کے اندیشے کی تصدیق ہوچکی تھی' آنسہ یہ خبر عبدالواسع کو سنانے کے لیے بے چین تھی ہر گزرتا دن پہلے سے بڑھ کر اس کی وحشت میں اضافہ کرتا' اس کے سجدے بے حد طویل ہوچکے تھے ابھی بھی مغرب کی نماز ادا کرکے بے جی کے پاس کچن میں آئی تھی کہ دروازے پر ٹھٹک کر رک گئی گویا ہر چیز ساکت ہوگئی ہو۔ بے جی کی نظر اس کے حیران چہرے پر پڑی تو بے ساختہ ہنس پڑیں۔

''لو دیکھو اتنے دنوں سے انتظار کرکر کے باؤلی ہوئی پڑی تھی اور اب کیسے ہونق بن کے کھڑی ہے آجاؤ آجاؤ عبدالواسع ہی ہے' میں ذرا تمہارے چچا کو دیکھ لوں کہیں کچھ چاہیے نہ ہو ان کو۔'' بے جی کے جاتے ہی عبدالواسع بے تابی سے آنسہ کے پاس آیا۔

''دیکھو میری جان! میں آگیا ہوں۔'' اس نے آنسہ کو اپنی بانہوں میں بھرلیا آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر آنسہ کا چہرہ بھگونے لگے' روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔

''میں آپ سے نہیں بولتی' کتنا انتظار کروایا ہے مجھے' کچھ معلوم بھی ہے آپ کو روز انتظار کرتی تھی کہ اب آئیں گے' اب آئیں گے کم از کم اپنی خیریت کی ہی خبر دے دیتی تھی۔ اتنے دن ہوگئے ہیں نہ دن کو چین نہ رات کو سکون' بھوک بھی نہیں لگتی تھی نہ ہی کچھ کھانے کو دل کرتا تھا کہ جانے آپ نے کھانا کھایا بھی ہوگا یا نہیں۔'' آنسہ کے اس بے اختیار اظہار محبت سے عبدالواسع کے اندر جیسے زندگی جگمگانے لگی وہ بے خودی میں اس کو تکنے لگا۔

''ویسے آپس کی بات ہے' لگتا تو نہیں کہ تمہیں بھوک نہیں لگتی تھی' تمہاری صحت تو پہلی کی نسبت بہت اچھی لگ رہی ہے۔'' وہ اس کے دلکش سراپے کو اپنی نظروں میں قید کرتے ہوئے بولا۔

''ہاں وہ تو بے جی ہی زبردستی کچھ نہ کچھ کھلاتی رہتی ہیں سارا دن' کہتی ہیں کہ ایسی حالت میں اچھی خوراک لینی چاہیے ورنہ دونوں کمزور ہوجائیں گے۔''

''کیا مطلب ایسی حالت میں...... کون ہم دونوں کمزور ہوجائیں گے' کمال ہے۔''

''وہ اصل میں......'' اس نے بے جی کو آتے دیکھا تو بولی۔ ''آپ بے جی سے ہی پوچھ لینا۔'' اور فوراً بھاگ گئی۔

''ہیں یہ اس کو کیا ہوگیا۔''

''وہ بے جی کیا بات ہے آنسہ ٹھیک تو ہے پھر کہنے لگی کہ آپ سے پوچھ لوں۔ آخر اس کو ہوا کیا ہے؟'' عبدالواسع سخت بوکھلایا ہوا تھا۔

''کمال ہوگیا میاں' اتنی عمر ہوگئی ہے لیکن اب تک ایسی حالت کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ مبارک ہو تم باپ بننے والے ہو اور میں دادی۔'' بے جی نے شفقت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

''بے جی آپ سچ کہہ رہی ہیں' کیا واقعی میں...... میں باپ بننے والا ہوں۔ بے جی شکریہ...... بے جی میں ذرا آنسہ کو دیکھوں' کہاں ہے؟'' عبدالواسع کا چہرہ اندرونی خوشی کا غماز تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اللہ کتنا مہربان ہے کہ اس کو بن مانگے ہی اپنی

نعمت سے نوازنے جا رہا تھا۔ وہ فوراً ہی آنسہ سے تصدیق کرنے کمرے کی طرف بھاگا آیا۔

❀......❀......❀
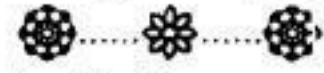
سردی کا موسم چھٹ رہا تھا اور آہستہ آہستہ بہار وادی کو اپنے دامن میں سمیٹ رہی تھی اور ایسے ہی آنسہ کی زندگی میں بھی بہار چھائی ہوئی تھی کیونکہ اس کا عبدالواسع اس کے قریب تھا اتنا کہ وہ اسے چھو کے دیکھ سکتی تھی اس کی مہک کو اپنی سانسوں میں اتار سکتی تھی اور......

''آنسہ......''

''جی......'' وہ ایک دم چونکی۔ ''کہیں کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں......''

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟'' وہ دونوں اس وقت پہاڑ کے دامن میں بہنے والے چشمے میں ٹانگیں لٹکائے بیٹھے تھے۔

''میں نہیں تو......'' وہ گڑبڑائی۔

''اچھا جی۔ نظریں تو کافی دیر سے ادھر ہی طواف کررہی ہیں۔'' وہ شریر ہوا۔

''ارے نہیں' میں تو آپ کو اپنے پاس دیکھ کر خوش ہورہی تھی کہ آپ میرا کتنا خیال رکھتے ہیں اور ان چند مہینوں میں آپ نے مجھے اتنا پیار دیا ہے کہ آپ ذرا نظروں سے اوجھل ہوں تو دم رکنے لگتا ہے۔ دل کرتا ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے ہی میرے پاس رہیں۔'' آنسہ نے اس کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

''آنسہ! مجھے یوں نہ چاہو کہ میرا مقصد حیات مجھ سے اوجھل ہوجائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے دور جانا ممکن نہ رہے۔'' وہ بوجھل آواز میں بولا۔

''تو نہ جائیے نہ بلکہ ہم کہیں اور چلتے ہیں جہاں یہ درندے نہ ہوں' جہاں موت کا خوف نہ ہو۔ میں آپ اور ہمارا بچہ' بس خوشیاں ہی خوشیاں ہوں' اسی زمین پر جنت مل جائے۔'' وہ خوابیدہ لہجے میں بولی تو عبدالواسع چونک گیا پھر آنسہ کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے بولا۔

''آنسہ میری جان! ذرا نظر اٹھا کر اس وادی کو دیکھو اس بہتے جھرنے کو دیکھو کیا یہ جنت نہیں ہے۔ یہ ہمارا گھر ہے میری جان! اور اپنے گھر کو لٹنے کے لیے بھی خالی نہیں چھوڑا جاتا۔''

''لیکن عبدالواسع اگر صرف آپ پیچھے ہٹ جائیں تو کیا ہوا اور مجاہدین بھی تو ہیں۔''

''آنسہ......'' عبدالواسع کے لہجے میں دکھ وتاسف تھا۔

''میں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتا تھا' کیا ہم کہیں اور چلیں جائیں گے تو موت نہیں آئے گی۔ کتنا ساتھ رہیں گے' دس سال' پندرہ سال تم اس زندگی' اس ساتھ کو کیوں نہیں سوچتی جو ہمیشہ رہنے والا ہے جہاں نہ غم ہوگا نہ تکلیف' جہاں ہم اللہ کی رضا سے ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔''

''مجھے معاف کرنا عبدالواسع لیکن آپ جب بھی جانے کی بات کرتے ہیں میرا دم گھٹنے لگتا ہے اور میرے اندر کی کمزور عورت بے بس ہوجاتی ہے۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔

''مضبوط بنو بے وقوف عورت! ایسے تو تم میرے شیر جوان بیٹے کو بھی کمزور بنادوگی۔''

''اور اگر بیٹی ہوئی تو......'' وہ شرارت سے بولی۔

''اللہ کی رحمت سے کون انکار کرتا ہے پگلی...... لیکن اگلے سال دو بیٹے ہوں گے۔'' وہ بھی مست لہجے میں بولا۔

''اچھا جی! ابھی چل کے بے جی کو شکایت لگاتی ہوں کہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔'' وہ کپڑے جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی تو عبدالواسع کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔

❀......❀......❀

''عبدالواسع کی ماں کیا بات ہے گم سم سی بیٹھی ہو۔'' چچا نے بے جی کو پریشان سا پایا تو پاس بیٹھ کر پوچھنے لگے۔

''پتا نہیں دل بہت ہولتا ہے' عجیب عجیب سے وہم دل میں آتے ہیں۔ آنسہ کے دن بھی قریب آرہے ہیں

اورشہر کے حالات کتنے خراب ہورہے ہیں۔''
''اللہ مالک ہے یہ سب تو برسوں سے ایسے ہی چلا آرہا ہے۔'' انہوں نے جیسے تسلی دی۔
''وہ تو ہے لیکن پہلے تو یہاں وادی کے حالات اتنے خراب نہیں تھے نسبتاً سکون ہی تھا۔ ابھی پرسوں جب ان درندوں نے چھاپا مارا تھا تو میں تو شکر کررہی تھی کہ آنسہ اور عبدالواسع دوسرے شہر گئے ہوئے تھے ورنہ جانے وہ کیسا سلوک کرتے۔ بلکہ مجھے تو یوں محسوس ہورہا تھا کہ جیسے وہ عبدالواسع کی ہی تلاش میں آئے تھے۔'' بے جی دلگرفتہ آواز میں بولی۔
''اللہ پہ بھروسہ رکھو اللہ کی بندی' عبدالواسع اللہ کی امانت ہی تو ہے ہمارے پاس اور ویسے بھی یہاں وادی کے لوگ اس کے بارے میں کبھی بھی کچھ نہیں بتائیں گے۔''
''ہوں...... صحیح کہتے ہیں آپ' یہ دونوں نجانے کدھر رہ گئے' کہاں بھی تھا کہ جلدی آجانا۔'' بے جی پھر بے چین ہوئیں' دروازے کا کھٹکا سن کر چچا بولے۔
''دیکھو لگتا ہے آگئے ہیں' اب تم انہیں کچھ مت کہنا۔ اللہ جانے عبدالواسع کتنے دن ہے یہاں' اچھا ہے جتنا وقت دونوں ایک ساتھ گزرلیں۔ اپنا وقت بھول گئیں کیا؟''
''چلئے چھوڑیئے آپ بھی کیا بات لے بیٹھے۔'' بے جی شرگیں مسکراہٹ کے ساتھ بولیں تو چچا جان ہنستے ہوئے اپنے بچوں کے استقبال کے لیے اٹھ گئے۔
رات کے بارہ بجے ہوں گے جب چچا جان نے سوئی ہوئی بے جی کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے عبدالواسع کے کمرے کا دروازہ بجایا۔
''عبدالواسع بیٹا! دروازہ کھولو۔''
''جی ابو..... خیریت؟'' عبدالواسع تیسری دستک پر اٹھ گیا تھا اس نے بے خبر سوتی ہوئی آنسہ کو دیکھ کے آہستگی سے کہا۔
''ہاں بیٹا! خیر ہی ہے' ذرا میرے ساتھ آؤ۔'' وہ اس کو لیے باورچی خانے میں آگئے اور آہستگی سے دروازہ بند کردیا۔
''بیٹھو بیٹا! مجھے کچھ ضروری بات کرنی تھی اور ایک پیغام بھی دینا تھا سوچا یہ وقت مناسب ہوگا جب وہ دونوں سورہی ہوں۔'' ان کا اشارہ بے جی اور آنسہ کی طرف تھا' عبدالواسع ایک دم ہی الرٹ ہوگیا۔
''جی ابو حکم کریں۔''
''بیٹا! دراصل بات یہ ہے کہ......'' وہ ذرا جھجکے۔
''آپ کہیں ابو کیا بات ہے؟''
''بیٹا پرسوں یہاں پولیس نے ریڈ کی تھی' ہمارے علاقے میں اور وہ یقیناً تمہاری تلاش میں تھے جب سے وہ ڈپو کا حادثہ ہوا ہے وہ اس کے ماسٹر مائنڈ کو کتے کی طرح ڈھونڈتے پھر رہے ہیں وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ تم دونوں یہاں نہیں تھے ورنہ ان درندوں سے کیا بعید اور دوسری اہم بات کے کل شاکر آیا تھا۔'' ان کی آواز پھر سے بھیگنے لگی تو عبدالواسع بے اختیار ان کے سینے سے آن لگا۔ وہ ان کی آواز میں اس ان کہی کو سمجھ چکا تھا' کچھ سنبھل کے بولا۔
''کہیے ابو! میں ہر طرح سے تیار ہوں۔'' لیکن اب اس کی آواز بھاری تھی۔
''وہ کچھ کاغذات دے کر گیا ہے کہہ رہا تھا کہ ان کو دھیان سے دیکھ لو اور کہہ رہا تھا کہ جمعہ کی رات طے شدہ مقام پر پہنچ جانا۔'' انہوں نے باورچی خانے میں پڑی لکڑیوں کے نیچے سے ایک فائل اسے تھماتے ہوئے بات مکمل کی۔
عبدالواسع فائل میں موجود نقشے کو غور سے دیکھنے لگا نیچے مخصوص کورڈ ورڈ میں ہدایات درج تھیں۔
''اور کچھ نہیں کہا اس نے۔''
''نہیں' بس محتاط رہنے کا کہہ رہا تھا کہ کڑی نگرانی ہورہی ہے اس لیے خیال کرے اور مطالعے کے بعد فائل جلادے اور یہ بھی کہ بے شک اللہ کے پاس شہید ہونے والوں کے لیے بے شمار انعامات ہیں۔''

"بے شک ابو! اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔"

"لیکن بیٹا! اپنے ہی مسلم ممالک کی بے حسی دیکھ کر دل بے حد جلتا ہے' بوسنیا' چیچنیا' کشمیر' فلسطین اور اب عراق و افغانستان لیکن آدھی دنیا پر حکمرانی کرنے والے مسلم حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ قیامت کے دن اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے۔"

"چھوڑیں ابو! ہمارے یہ حکمران تو بس امریکہ اور اسرائیل کے پالتو ہیں۔ کیا فائدہ او آئی سی کا کہ جب غزہ میں لاکھوں فلسطینی مارے جارہے ہیں' ہم کشمیری تو ان سے بہتر ہیں کہ ہمارے پاس تھوڑا سہی اسلحہ تو ہے لیکن وہ تو اسرائیلی ٹینکوں کا مقابلہ پتھروں سے کررہے ہیں بس ان کا کردار محض کھڑے ہوکر مذمت کی قرارداد پڑھنے تک ہے۔ اب ڈنمارک اور جرمنی کی جسارت ہی دیکھ لیں' وہ دوبار توہین آمیز خاکے شائع کرچکے ہیں' مجال ہے کہ کوئی مربوط احتجاج سامنے آیا ہو۔ یہ سب بے حس ہیں' جانے کس منہ سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جب ان کے نزدیک حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اور ایک ہم ہیں کہ الحاق پاکستان کو مرے جارہے ہیں۔ وہی پاکستان کہ جس کے حکمران آئے روز کشمیر پر اپنی پالیسی بدل دیتے ہیں' یہ جانے بغیر کہ اس طرح وہ ہماری جدوجہد کو کس قدر نقصان پہنچاتے ہیں۔" عبدالواسع کی آواز غم و غصہ سے لرز رہی تھی۔

"بیٹا! یہ بھی ہماری آزمائش ہی سمجھو ورنہ پاکستان کی غیور عوام تو ہمارے ساتھ ہے' ان کے دل تو ہمارے لیے دھڑکتے ہیں' بس ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔" وہ اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے بولے۔

"جی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ' یہی تو ہماری طاقت کا ذریعہ ہے جو ہماری ہمت ٹوٹنے نہیں دیتی۔"

"بس بیٹا اللہ ہمیں اور ہمارے ایمان کو مزید جلا بخشے کہ کم از کم ہم دنیا میں سر اٹھا کر کہہ سکیں کہ ہاں ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مستقبل الحاق پاکستان ہے۔" عبدالواسع نے انتہائی جذب سے آمین کہہ کر بات کی تصدیق کی۔ فجر کی اذان سن کر دونوں یک دم چونکے۔

"چلو بیٹا چل کے لیٹو اس سے پہلے کہ تمہاری بے جی اور آنسہ اٹھ جائیں۔"

"جی بہتر ابو......" وہ جلدی سے فائل اٹھا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

❀......❀......❀
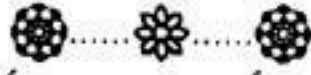
عبدالواسع انتہائی انہماک سے فائل دیکھنے میں مصروف تھا جب آنسہ نے چپکے سے آکے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آنسہ میں مصروف ہوں۔" عبدالواسع جی جان سے بدمزہ ہوا۔

"اچھا نا...... عبدالواسع یہ دیکھیے۔" آنسہ اس کے سامنے بیٹھ کر اسے چھوٹے چھوٹے کپڑے دکھانے لگی جو اس نے اور بے جی نے دن رات محنت کر کے تیار کیے تھے۔

"ہوں' بہت پیارے ہیں۔"

"دھیان سے دیکھیے نا۔" آنسہ نے اس کی بے دھیانی محسوس کرتے ہوئے اصرار کیا۔

"آنسہ اس وقت میں بے حد اہم کام میں مصروف ہوں۔"

"ایسا بھی کیا کام۔" عبدالواسع نے محتاط نظروں سے آنسہ کا جائزہ لیا' شاید اس کو اعتماد میں لینے کا یہی مناسب وقت تھا۔ اس نے دھیرے سے آنسہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"میری جان! آج کل کے حالات کی سنگینی تمہارے سامنے ہے' سارے کشمیر میں عملاً کرفیو لگا ہوا ہے ہر روز بے بس عوام مارے جارہے ہیں اور اب حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ لوگ گولی کا جواب پتھر سے دینے پر مجبور ہیں۔ اسلحہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جس طرح کشمیر کے عوام اپنے حق خود ارادیت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں میرا دل کہتا ہے کہ اب منزل دور نہیں۔ وہ دن جب

ہماری عفت مآب بہنیں اور بیٹیاں محفوظ ہوں گی جب بوڑھے والدین کو اپنی جوان اولاد کے جنازے نہیں اٹھانے پڑیں گے۔''

''عبدالواسع آپ کہاں جارہے ہیں؟'' آنسہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

''بس میری جان! یہ آخری مشن ہے اگر ہم کامیاب ہوگئے تو سمجھ لو کہ بھارتی فوج کی کمر توڑ دیں گے۔ حالات بہت تیزی سے فوج کے قابو سے باہر ہورہے ہیں اُسے یہاں سے ذلیل وخوار ہوکر نکلنا ہوگا۔''

''ان شاء اللہ!'' آنسہ نے دھیمی سی آواز میں اپنے محبوب مجاہد کا حوصلہ بڑھایا۔

''اپنا اور میرے بیٹے کا بہت زیادہ خیال رکھنا اگر میں واپس نہ آپایا تو یقین رکھنا کہ اس دنیا میں نہ سہی آخرت میں ہمارا ابدی ملن ہوگا اور تم دیکھنا کہ ان شاء اللہ ہماری آنے والی نئی نسل ظلم واستبداد سے آزاد ہوگی اور اس کے لیے ہمیں جان بھی قربان کرنی پڑی تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔'' آنسہ کا دل انہونی کا احساس دلا رہا تھا لیکن وہ ایک مجاہد کی بیوی تھی اُسے کمزور نہیں پڑنا تھا اسے اپنے مجاہد کے شانے سے شانہ ملا کر چلنا تھا وہ بمشکل اپنے آنسو روکتے ہوئے بولی۔

''مجھے فخر ہے کہ میں ایک مجاہد کی بیوی ہوں' دل روتا ہے تڑپتا ہے کہ آپ کو جانے نہ دوں۔ آپ صحیح کہتے ہیں اپنے گھر کے لیے اگر ہم نہیں لڑیں گے تو کون لڑے گا؟ میں نہیں چاہتی کہ آپ کا سر کبھی جھکے' اس زندگی میں بھی اور اس زندگی میں بھی۔ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں' آپ جائیے اور اپنا فرض نبھائیے اور دشمن پر قہر بن کر نازل ہوں۔ آپ لوٹ آئے تو غازی اور اگر شہید ہوگئے تو اس سے بڑا تو رتبہ کوئی ہے ہی نہیں۔ جائیے میں نے اپنے وطن پر اپنا سہاگ قربان کیا۔'' آنسو لگاتار آنسہ کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے لیکن آواز میں ایسا استحکام تھا کہ پہاڑ بھی لرز اٹھے اور عبدالواسع بہتی آنکھوں سے اپنی کومل سی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔

❀......❀......❀

عبدالواسع کو تہجد سے کچھ پہلے روانہ ہونا تھا وہ رات ان چاروں نے آنکھوں میں کاٹی تھی' تین بجے کے بعد کا کچھ وقت تھا جب دروازے پر مخصوص دستک ہوئی آنسہ جانتی تھی کہ آنے والا یقیناً شاکر ہے لیکن اس کے اندر کی عورت چلائی تھی۔

''نہیں نہیں' اللہ کرے کوئی نہ ہو۔'' لیکن بھلا سب دعائیں کہاں قبول ہوتی ہیں آنے والا شاکر ہی تھا اور وہ اس کی زندگی' اس کی سانسیں لے جانے آیا تھا لیکن وہ مجبور تھی وہ عبدالواسع سے وعدہ کرچکی تھی کہ وہ بہادر رہے گی نہ وہ خود ڈگمگائے گی اور نہ ہی عبدالواسع کا راستہ روکے گی۔ بے جی کی آنکھیں جل تھل تھیں۔ جذبہ جہاد سے سرشار ان جوانوں کے دلوں پر کیا بیتتی ہوگی' اپنی بوڑھی ماؤں' جوان بہنوں اور امنگوں اور رعنائیوں سے بھری بیویوں کو چھوڑ کر جاتے ہوئے جب کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیا کہ وہ کبھی ان کو دوبارہ دیکھ بھی پائیں گے یا نہیں؟ آفرین ہے ان پر کہ وہ اپنے مقصد کی تکمیل میں سرشار یہ پہاڑ بخوبی سر کرجاتے ہیں۔

وقت کم تھا لہٰذا شاکر نے اٹھتے ہوئے چاچا جی سے اجازت چاہی انہوں نے اپنا لرزتا ہاتھ شاکر کے سر پر رکھ کر اجازت دی اور بے جی کو اشارہ کرکے باہر آگئے اب عبدالواسع اور آنسہ کمرے میں اکیلے تھے۔ آنسہ نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن اس کے لب تھرا کے رہ گئے عبدالواسع نے اس کی روشن پیشانی پر اپنے لب رکھ دیئے اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔

❀......❀......❀

ان کو ہیڈ کوارٹر آئے دوسرا دن تھا' ان کا منصوبہ تقریباً پہلے جیسا ہی تھا لیکن اب جو اسلحہ ڈپو چنا گیا تھا وہ اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت اہم تھا اسی لحاظ سے مرکزی عمارت میں داخل ہونا اسی قدر مشکل تھا چونکہ اس ڈپو سے اسلحہ باقی علاقوں تک ترسیل کیا جاتا تھا اسی لیے اس کی حفاظت کے لیے جدید نظام استعمال کیا جاتا تھا۔ عمارت

کے اندر داخل ہونے کے لیے مخصوص کوڈ تھا اور اس کے ساتھ اپنی انگلی کا شناختی نشان استعمال کرکے عمارت کا دروازہ کھلتا تھا' اندر داخل ہونے والی ہر گاڑی کا بھی مخصوص کوڈ تھا اور بلا اجازت کوئی اندر نہیں جاسکتا تھا۔ اول تو داخلے کا راستہ نہیں اور راستہ مل بھی جائے تو واپسی کا امکان نہیں تھا۔

عبدالواسع اس وقت نقشہ پھیلائے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر منصوبے کو حتمی شکل دے رہا تھا۔ اس کے تمام ساتھی تجربہ کار تھے اور پچھلے منصوبے کی تکمیل کے لیے بھی اس کے ساتھ تھے لہٰذا زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں تھی آخر شاکر نے ہی چپ توڑی۔

''لیکن ہم اندر کیسے داخل ہوں گے؟''

''یہ ایک راز ہے میرے بھائیو اور یہ کارنامہ میں سر انجام دوں گا۔'' عبدالواسع دلفریب مسکراہٹ سے بولا۔

''کیا مطلب تو ہم سب کیا کریں گے؟'' نبیل بے چینی سے بولا۔

''تم سب باہر انتظار کرو گے جیسے ہی دھماکے شروع ہوں گے' بھارتی فوجی یقیناً یہاں سے بھاگنے کی کوشش کریں گے اور تم لوگوں کا کام ان کو جہنم واصل کرکے سرخرو ہونا ہے۔''

''لیکن عبدالواسع تم......'' شاکر کی زبان لڑکھڑا گئی۔

''خوش قسمتی سے داخلے کا راستہ تو ہے لیکن واپسی کا نہیں پھر بھی مایوسی گناہ ہے میں کوشش کروں گا کہ بھگدڑ کے دوران کسی طرح واپس باہر نکل سکوں لیکن تم میں سے کوئی بھی اندر آنے کی کوشش نہیں کرے گا اور نہ ہی میرا انتظار کرے گا۔ اللہ نے چاہا تو ہم دوبارہ ملیں گے ورنہ ان شاء اللہ جنت کے دروازے پر ملاقات ہوگی۔''

عبدالواسع کی آواز مستحکم تھی باقی سب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ وہ ان کا عزیز ساتھی تھا' اللہ نے اسے کمال کا ذہن دیا تھا اور منصوبہ سازی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ وہ ہر مشن میں اپنے ساتھیوں سے مشفق رہتا اور ان میں گھل مل جاتا تھا۔ اب اس کی بات سن کر ایک بار تو ان کو سانپ سونگھ گیا تھا لیکن وہ سب راہِ حق کے متلاشی تھے اور ان کی منزل شہادت۔

جلد ہی وہ ٹرک ڈرائیور کی لاش سمیت اپنے مطلوبہ مقام پر تھا' عبدالواسع نے جلدی سے ڈرائیور کی مخصوص وردی اتار کر پہنی اور پھر اس کے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت جڑ سے کاٹ لی۔ منصوبے کے مطابق اسلحے کے کریٹ میں ٹائم بم نصب کردیا گیا تھا' اس کا ریموٹ شاکر کے ہاتھ میں تھا اور عبدالواسع کے عمارت کے اندر داخلے کے پندرہ منٹ بعد بم کو پھٹ جانا چاہیے تھا۔ آخری چیک پوائنٹ سے کچھ فاصلے پر عبدالواسع نے ٹرک روک دیا اور مخصوص سیٹی کی آواز نکالی' جلد ہی اس کی ٹیم اس کے گرد تھی۔ سب سے الوداعی سلام کرکے عبدالواسع وہاں سے چلا گیا جبکہ باقی افراد بھی مطلوبہ مقام تک وقت پر پہنچنے کے لیے فوراً روانہ ہوگئے۔

انسان اپنی زندگی میں کئی بار ایسے مقامات سے گزرتا ہے کہ اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ موت کے منہ سے واپس آیا ہے لیکن عبدالواسع تو خود کو جانتے بوجھتے موت کے منہ میں دھکیل رہا تھا وہ بظاہر پُرسکون تھا لیکن دل میں طوفان موجزن تھا۔ ماں' باپ' بیوی اور وہ ننھا سا مہمان جو جلد ہی دنیا میں آنے والا تھا۔ کیسے کیسے پیارے رشتے ہیں یہ کہ جو انسان کو مرنے بھی نہیں دیتے۔ خیالات کی یلغار سے بچنے کے لیے اس نے زیر لب درود شریف پڑھنا شروع کردیا۔ منزل اب آیا ہی چاہتی تھی' عمارت کا مرکزی گیٹ سامنے نظر آرہا تھا اور پہلا امتحان یہی گیٹ تھا' اس نے سانس روک کر گیٹ کے سامنے ٹرک روکا اور سپاہی کی مردہ انگلی فنگر پوائنٹ پر پھیری۔

''ایک...... دو...... تین......'' آہنی گیٹ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا' شاکر نے ٹرک اندر جاتا دیکھ کر ریموٹ سے ٹائمر آن کردیا' زندگی اور موت کا معرکہ شروع ہوچکا تھا۔

❁......❁......❁
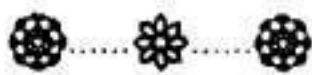
درد کی ایک تیز لہر نے آنسہ کے پورے وجود کو بھگو دیا'

اس نے بمشکل ساتھ سوئی ہوئی بے جی کو اٹھایا۔ ساری رات درد اور اذیت سے تڑپنے کے بعد فجر کی اذان سے کچھ پہلے اس نے جڑواں بیٹوں کو جنم دیا تھا جو ہو بہو عبدالواسع کی کاپی تھے ایسے اہم موقع پر اسے عبدالواسع کی بے حد کمی محسوس ہورہی تھی۔ بے جی اور چاچا جی بھی بہت خوش تھے لیکن وہ جانتی تھی کہ عبدالواسع کے بغیر ان سب کی خوشی ادھوری ہے۔

عبدالواسع کے پاس اپنا کام مکمل کرکے باہر نکلنے تک مخصوص چند منٹ کا وقت تھا اور کوشش کے باوجود اس کے اعصاب نہایت کشیدہ تھے ایسے میں انسان اکثر غلطی کرجاتا ہے اور یہی عبدالواسع کے ساتھ ہوا۔ گیٹ سے داخلے کے بعد کچھ فاصلے پر چوکی تھی اگر عبدالواسع آرام سے وہاں سے گزر جاتا تو شاید معاملے کی نوعیت نہ بدلتی لیکن عبدالواسع نے وہاں بھی ٹرک کی رفتار کم نہیں کی اور یہی چیز ان فوجیوں کو چونکا گئی جب تک عبدالواسع کا ٹرک اسلحہ ڈپو کے سامنے پہنچا فورسز حرکت میں آچکی تھیں اور اس کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا تھا۔ عبدالواسع نے گھڑی دیکھی اس کے پاس محض پانچ منٹ باقی تھے اور اسے اس وقت تک ان فوجیوں کو الجھائے رکھنا تھا۔ اس لیے جیسے ہی اسے اترنے کا اشارہ کیا گیا وہ فوراً نیچے اتر آیا اس کا دماغ نہایت تیزی سے کہانی بن رہا تھا وہ جان چکا تھا کہ اس کے پاس اب زندگی کی مہلت نہیں ہے لیکن وہ کسی صورت اپنے مقصد کو ناکام ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا اس سے پہلے کہ تفتیش کار کچھ کہتے عبدالواسع نے کہنا شروع کردیا۔

''میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور میں کمانڈر کے لیے نہایت اہم خبر لے کر آیا ہوں اور مجھے خبر سناتے ہی فوراً واپس جانا ہے لہٰذا کمانڈر کو یہیں بلوالو۔'' پہلے تو فوجی حیران ہوئے لیکن ان کے پاس یقین کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وادی کے کشیدہ حالات اور پچھلے اسلحہ ڈپو میں دھماکوں کے بعد فوج نے کئی مسلمانوں کو جاسوسی کے لیے بھرتی کیا تھا لہٰذا کمانڈر رام داس کو فوراً وائرلیس پر پیغام بھیج دیا گیا تھا اور اگلے دو منٹ میں کمانڈر وہاں موجود تھا۔

''ہاں بتاؤ ایسی کیا خبر ہے جو تم نے اتنی افراتفری مچا رکھی ہے۔'' وہ رعونت سے بولا۔

عبدالواسع نے اپنی گھڑی کو دیکھا اس کے پاس محض چالیس سیکنڈ باقی تھے۔ آہ محض چالیس سیکنڈ اس کی آنکھوں کے آگے غبار سا چھا گیا۔ بے جی کی شفقت ابا کی الفت اور آنسہ کی رفاقت سب ارد گرد گھومنے لگیں۔ دل گداز ہوا جاتا تھا پھر اس نے نیلے کمبل میں لپٹے دو ننھے ننھے وجود دیکھے سرشاری نے اس کے رگ و جان کو معطر کردیا جب وہ بولا تو اس کی آواز میں عجیب سی گرج تھی۔

''رام داس میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگلے چالیس سیکنڈ کے بعد تمہارا یہ ڈپو بم دھماکے سے اڑ جائے گا اور دیکھنا ہم تمہارے لاکھ انتظامات کے باوجود تمہاری کمر توڑ کے رکھ دیں گے۔ وہ دن دور نہیں جب آزادی کا سورج اس وادی کو منور کرے گا یہ وادی ہماری ہے اس کے وسائل ہمارے ہیں اور دیکھنا ایک دن ہم تمہیں اس جنت سے ذلیل و خوار کرکے نکالیں گے۔''
ابھی عبدالواسع کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ کمانڈر نے اسے گولیوں سے چھلنی کردیا۔ ابدی نیند میں جانے سے پہلے واسع نے جو آخری منظر دیکھا وہ یہ تھا کہ اسلحہ ڈپو دھماکے سے اڑ گیا اور پے در پے ہونے والے دھماکوں نے وہاں قیامت برپا کردی تھی اور پھر اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہوگئیں۔

آگ کے شعلے دور دور تک دیکھے جاسکتے تھے اور ڈپو میں قیامت برپا تھی کسی کو بھی جان بچانے کی مہلت نہیں ملی۔ شاکر اور اس کے ساتھی بھیگی آنکھوں کے ساتھ لحہ بہ لحہ وہاں سے دور ہوتے جارہے تھے کہ منزل ابھی کچھ دور تھی......!

❁

امیدِ نو

نظیر فاطمہ

انساں کی آنکھ خشک تھی انساں کے ظلم پر
اب جو پہاڑ روئے تو سیلاب آگیا
پھر آج دشمنوں کی تمنا ہوئی عدیم
پھر سے خیال حلقۂ احباب آگیا

۳۱ دسمبر کا سورج دھند میں منہ چھپائے دھیرے دھیرے مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کچھ وقت بعد کہ ہر طرف اندھیرے کا راج ہو جاتا تھا۔

مگر اسے اب اس اندھیرے کا کوئی خوف نہ تھا کیونکہ پچھلے پندرہ دنوں سے اس کی زندگی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسے دن کا ہوش تھا نہ رات کی خبر۔ بس اس کی چلتی ہوئی سانسیں اس کے زندہ ہونے کا ثبوت تھیں۔ وہ چلتی پھرتی لاش بن گئی تھی اور کیوں نہ بنتی اس کے لختِ جگر اس کے بیٹے ۱۶ دسمبر کو ہنستے مسکراتے مستقبل کے سہانے خواب آنکھوں میں سجائے اسکول گئے تھے کہ ظالموں نے ان سے زندگی کی روشنی چھین کر انھیں ہمیشہ کے لیے موت کے اندھیروں میں دھکیل دیا۔ اس نے انھیں نو ماہ پیٹ میں رکھ کر دن رات محسوس کیا تھا۔ زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا ہو کر انھیں جنم دیا تھا۔ پھر دن رات ایک کر کے تکلیفیں برداشت کر کے محنت سے اپنے جگر گوشوں کو پالا۔ انسان نما بھیڑیوں نے اس کی سالوں کی محنت کو مٹی میں ملا دیا۔ اسے وہ ننگِ انسانیت ملتے تو وہ ان کے گریبان پکڑ کر پوچھتی۔

میرے آنگن کو اجاڑنے والو!
تمھیں خبر ہے بیٹے کیسے پالے جاتے ہیں؟

ہائے اس کے سولہ سال کے جڑواں شیر جوان بیٹے احمد اور علی دہشت گردی کی زد میں آگئے تھے اس کی گود اجڑ گئی تھی۔

اسے اپنا گھر، شوہر اور بچے جان سے بڑھ کر عزیز تھے مگر اب جیسے سب ختم ہو گیا تھا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کون آرہا ہے، کون جارہا ہے؟ اس کے شوہر کا کیا حال ہے؟ اس کے بچے...... اس سوچ کے آتے ہی اس کا ذہن خالی ہو جاتا تھا۔ جوان بیٹوں کے لاشے دیکھ کر وہ یوں گری کہ آٹھ دن بعد آنکھ کھولی۔ ہوش میں آنے سے اب تک وہ اس کمرے میں مقید تھی۔ نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا۔ کوئی آتا چند نوالے اس کے منہ میں ڈال دیتا وہ انھیں نگل لیتی، کوئی پانی کا گلاس لبوں سے لگا دیتا وہ چند گھونٹ پانی حلق سے اُتار لیتی۔ اسے بس یہ یاد تھا کہ ۱۶ دسمبر کا سورج اس کی کوکھ اُجاڑ گیا تھا۔

......☆☆☆......

ابھی بھی وہ سردی کے احساس سے بے گانہ

ٹھنڈے فرش پر بیٹھی تھی۔ ۳۱ دسمبر کا سورج ڈوب چکا تھا۔ اس کا کمرہ بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسے کمرے میں روشنی کرنے کا خیال ہی نہ آیا اور کیوں آتا خیال؟ اس کے لختِ جگر بھی تو قبر کے اندھیروں میں چلے گئے تھے۔ یہ تو پھر سورج ڈوبنے کے بعد کا اندھیرا تھا۔

اچانک کمرہ روشنی میں نہا گیا لیکن اس کی حالت میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔ وہ اس کا شوہر تھا جس کے کاندھے دو جوان بیٹوں کی موت نے جھکا دیے تھے۔ اس نے ایک دس سال کے بچے کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ وہ بچے کو اس کے قریب لے آیا۔ بچہ آگے بڑھا۔

''اماں......! اماں!'' اس نے پیار سے ماں کے گالوں پر ہاتھ پھیرے۔ اس لمس نے جیسے اس کے بے جان جسم میں جان ڈال دی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس کا تیسرا بیٹا عبداللہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اُس نے جھپٹ کر اسے سینے سے لگالیا گویا ذرا سی دیر بھی ہوئی تو کسی خواب کی طرح سب کچھ بکھر جائے گا۔

اس نے بچے کو سینے سے لگا رکھا تھا اور اس کے بین کرتے آنسو خاموشی سے بہہ رہے تھے۔

''اماں! مت روئیں۔ میں بڑا ہو کر پاک آرمی میں جاؤں گا۔ پھر میں اپنے بھائیوں اور دوستوں پر فائرنگ کرنے والے سب گندے لوگوں کو ماردوں گا۔'' دس سال کا معصوم بچہ اپنی اُجڑی ماں کو تسلی دے رہا تھا۔ عبداللہ کی خوش قسمتی تھی کہ شدید بخار کی وجہ سے اُس روز وہ اسکول نہیں جاسکا تھا۔ وہ حواس میں کب تھی جو اسے یہ بات یاد ہوتی۔ باقی کون کیا کہہ رہا تھا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ تو اپنے تئیں اپنا دامن جھاڑ چکی تھی۔

اتنے دنوں سے عبداللہ اپنی پھوپی کے پاس تھا. اب حالات تھوڑے قابو میں آئے تو اس کا باپ اسے واپس لے آیا تھا۔

اپنے بیٹے کی بات سُن کر اس نے اسے خود میں بھینچ لیا اور بلک اُٹھی۔ جی بھر کر رونے کے بعد اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔ اسے یاد آیا کہ اندھیرے کا حد سے بڑھ جانا اصل میں روشنی کے بہت قریب ہونے کی نوید ہوتی ہے۔ سو اس گھٹا ٹوپ زندگی چھین لینے والے اندھیرے میں اس کا بیٹا عبداللہ روشنی کی کرن بن کر چمکا تھا۔ اس نے لرزتے ہونٹوں سے اپنے بیٹے کی پیشانی پر اپنے کپکپاتے لب رکھ دیے۔

اسے خبر تھی کہ اس کی آنکھیں خون روتی رہیں گی، اس کے چھلنی کلیجے سے تاحیات لہو رستا رہے گا مگر اسے اپنے زخمی کلیجے کو تھام کر اپنی توانائیاں ایک دفعہ پھر جمع کرنی تھیں اور اپنے زندہ بچ جانے والے بیٹے کی تربیت کر کے دہشت گردوں کو بتانا تھا کہ اس کا یہ بیٹا اور اس جیسی دکھیاری ماؤں کے بچ جانے والے بیٹے مل کر پاکستان سے ان کا نام و نشان مٹا دیں گے۔ پھر انھیں کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔ وہ اُمیدِ نو کے ساتھ اپنے بیٹے کا ہاتھ تھام کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

شمع...... ننکانہ صاحب

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

شاھد اکرام...... سرگودھا

جواب:۔ رشتوں کے لیے۔

بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ (اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف) جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

سورۃ بقرہ۔

روزانہ یا ہفتہ میں 1 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرلیں۔ گھر کے تمام افراد پانی استعمال کریں۔ (نیت جو جادو ہے وہ ختم ہوجائے) صدقہ بھی دیں۔

غیر ملک کامیابی کے امکانات زیادہ ہیں۔ (استخارہ کرلیں)

معاشی حالات کے لیے۔

بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111، مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف روزانہ۔

(گھر کا کوئی فرد یا تمام افراد پڑھ سکتے ہیں)

زینب بی بی...... سرگودھا

جواب:۔ جو وظائف بتائے ہیں جاری رکھیں ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔

بعد نماز عشاء سورۃ اخلاص 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (نیت رشتوں میں بندش/رکاوٹ بھی ہے وہ ختم ہوجائے)

وظیفہ والدہ کریں، صدقہ بھی دیں۔

سعدیہ...... چکوال

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

منزہ میراں...... نوشہرہ کینٹ

جواب:۔ یا لطیف یا ودود 313 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (ناغے کے دنوں میں نہیں پڑھنا)

بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں، صدقہ بھی دیں۔

جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل (اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کردیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ پڑھتے وقت نیت بھی ہو۔

کوثر پروین...... بورے والا

جواب:۔ بعد نماز عشاء یا لطیف یا ودود 313 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (پڑھتے وقت تصور میں رکھیں اپنے شوہر کا مسئلہ بھی ذہن میں ہو)

حیدر علی...... اسلام آباد

جواب:۔ آیت کریمہ کا مستقل ورد پڑھیں۔

رابعہ سلطان...... جھنگ

جواب:۔ بی بی مسئلہ ان شاء اللہ حل ہوجائے گا جوابی لفافہ نہیں تھا آپ کا ورنہ تفصیل سے جواب دے دیتا۔

آنچل کے ذریعے ٹیلیفونک رابطہ کیجیے۔

وھاب علی...... تلہ گنگ

دوسرا مسئلہ میرے سر میں ہر وقت درد رہتا ہے۔ ہم تین بہنوں کا یہی مسئلہ ہے ڈاکٹری علاج سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

جواب:۔ دیور کو دے دیں اس میں بہتری ہے۔

غالباً آدھے سر میں درد ہوتا ہوگا۔ 11 بار بسم اللہ شریف پڑھ کر ہاتھ پر دم کرکے سر پر پھیریں، 3 ٹائم۔

این سی...... فاضل پور

جواب:۔ علاج کا دورانیہ 3 ماہ ہوگا آپ خود کریں یا والدہ۔ روزانہ 111 بار آیۃ الکرسی۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

نیت: بندش رشتہ وعمل سفلی بندش رشتہ بحکم ربی ختم ہو۔ پانی پر پھونک کر پئیں بھی اور اپنے چہرے دل و دماغ پر چھینٹیں ماریں۔ بعد عشاء یا بعد فجر۔

عائشہ شہانہ...... فیصل آباد

جواب:۔ دونوں بچوں کی نظر اتاریں صدقہ بھی دیں۔ یا علیم 11 مرتبہ 3 باداموں پر دم کرکے صبح دم کرکے نہار منہ کھلائیں۔

سورۃ قریش پڑھا کریں ہر نماز کے بعد 11 بار، اپنے امتحان کے لیے اور کامیابی کے لیے اول وآخر 3,3 بار درود شریف۔

ش ث...... سمندری

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلیں آسان کرے آمین۔

صائمہ وحید...... ضلع جھنگ

جواب:۔ بعد نماز عشاء یا لطیف یا ودود 1100 مرتبہ روزانہ۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

تنزیلہ کوثر...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔

ثمینہ...... کلر سیدات

جواب:۔ مسئلہ ۱،۲ نماز کی پابندی کریں اور دعا کریں ایک تسبیح استغفار روزانہ۔

ایم۔ آئی...... گجرات

جواب:۔ رات بستر پر لیٹ کر سورۃ فاتحہ پڑھا کریں 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ ذہنی سکون کے لیے۔ دم بھی کیا کریں۔

نصرت جبیں...... ضلع خوشاب

جواب:۔ علاج کروائیں حکیمی۔ بعد نماز عشاء سورۃ المومنون آیت نمبر 14-12، 111 مرتبہ۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم بھی کریں اور ایک گلاس پانی پر دم کرکے پئیں روزانہ۔

❁

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے ۲۰۱۵ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں ....

میمونہ رومان

ایس بتول شاہ..... ایم گجرات

کتنی محبوب خدا نے تجھے صورت بخشی
جو ہے قرآن ہی قرآن وہ سیرت بخشی
انبیا حشر میں ڈھونڈیں گے سہارا تیرا
میرے آقا ﷺ تجھے اللہ نے وہ عزت بخشی

سباس گل..... رحیم یار خان

ایک دل تھا جسے اب تک سنبھال رکھا تھا
اسے بھی توڑ گیا سانحہ پشاور کا

طیبہ سعدیہ..... کھڈیالہ

بہت نوازا ہے اس پاک ذات نے مجھ کو بے شک
اگر میری عبادت کے برابر ملتا تو کچھ نہیں ہوتا

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

کہتے ہیں لوگ مجھ کو بھی دعا کے لیے
کس قدر رب نے میرے عیب چھپا رکھے ہیں

ارم کمال..... فیصل آباد

پرندوں کے لبوں پر تلاوت جاگ جاتی ہے
صبح درختوں پر عبادت جاگ جاتی ہے
مقرر وقت نہیں ہے کوئی اس کی نوازش کا
اسے جب بھی پکارو اس کی رحمت جاگ جاتی ہے

مسز نگہت غفار..... کراچی

اداس راستوں میں تیز کافی کی تلخیوں میں
وہ کچھ زیادہ ہی یاد آتا ہے سردیوں میں
مجھے اجازت نہیں ہے اس کو پکارنے کی
جو گونجتا ہے لہو میں سینے کی دھڑکنوں میں

ارم کنول ماہی..... چک درکاں

ملیں گی ہم کو بھی ہمارے نصیب کی خوشیاں
بس انتظار ہے کہ کب یہ کمال ہونا ہے
ہر ایک شخص چلے گا ہماری راہوں پر ماہی
محبتوں میں ہمیں وہ مثال ہونا ہے

رانی اسلام..... گوجرانوالہ

قسمت کی لکیروں پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا
جب انسان بدل سکتے ہیں تو یہ لکیریں کیوں نہیں

سدرہ شاہین..... خانیوال

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اقصیٰ زرگر، سنیاں زرگر..... جوڑہ

کہا نہ تھا اسے مت ضبط کرنا
وہ آنسو اب سمندر ہوگیا نا

زاہدہ پروین..... سرگودھا

اگر تیری اجازت ہو تو تجھ سے اک بات پوچھوں میں
جو ہم سے عشق سیکھا تھا وہ اب تم کس سے کرتے ہو؟

عائشہ پرویز..... کراچی

اے گزرے برس بتا تجھے بھولوں کیسے؟
تیرے لمحوں نے میرے برسوں کی رفاقت چھینی

حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

سہولت ہو، اذیت ہو تمہارے ساتھ رہنا ہے
کہ اب کوئی بھی صورت ہو تمہارے ساتھ رہنا ہے
اور اب گھر بار جب چھوڑ کر آ ہی چکے ہیں تو
تمہیں جتنی بھی نفرت ہو تمہارے ساتھ رہنا ہے

مدیحہ کنول..... چشتیاں

کہنا تو اور کچھ نہیں فقط اتنی گزارش ہے
نئے سال کی کتاب عشق میں مجھے بھی شریک نصاب رکھنا

مدیحہ نورین مہک..... برنالی

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

دعا ہاشمی..... فیصل آباد

یہ دکھ نہیں کہ اندھیروں سے کی صلح میں نے
ملال یہ ہے کہ اب صبح کی طلب بھی نہیں

فائقہ سکندر حیات..... لنگڑیال

پھر کہاں حساب رہتا ہے
پیار جب بے حساب ہوجائے

رشک حنا..... سرگودھا

خواہش سے نہیں گرتے پھل جھولی میں
وقت کی شاخ کو میرے دوست ہلانا ہوگا
کچھ نہیں ہوگا اندھیروں کو برا کہنے سے
اپنے حصے کا دیا خود ہی جلانا ہوگا

مشاعلی مسکان..... میانوالی

اس کی نظر میں میری تباہی کے واسطے
اتنا خلوص تھا کہ شکایت نہ ہوسکی

شازیہ گل...... مانسہرہ
تو نام کا دریا ہے روانی نہیں رکھتا
بادل ہے وہ بے فیض کہ پانی نہیں رکھتا
یہ آخری خط آخری تصویر بھی لے جا
میں بھولنے والوں کی نشانی نہیں رکھتا
دلکش مریم، معظم شاہ...... چنیوٹ
بیت نہ جائیں مجھ سے یہ بارہ موسم
رہ نہ جاؤں اس سال بھی تنہا اتنا کہنا
لمحے بھی لگتے ہیں سال اب تو تم بن مجھے
رات اور دن تو صدیاں لگیں اتنا کہنا
صدف مختار...... بوسال مصور
صبح کے تخت نشین شام کو مجرم ٹھہرے
ہم نے پل بھر میں نصیبوں کو بدلتے دیکھا
راشدہ جمیل راشی...... صادق آباد
آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی
سائرہ حبیب اوڈ...... عبدالحکیم
تیری رحمتوں پہ ہے منحصر میرے ہر عمل کی قبولیت
نہ مجھے سلیقہ التجا نہ مجھے شعور نماز ہے
مبین اعظم...... سانوال، مظفر گڑھ
اس نے ملنے کی بہت مشکل شرط رکھی ہے دوست
خشک پتوں پر چل کر آنا آہٹ کیے بغیر
سحرش خان بھٹو...... کراچی
میری موت میری ہمسفر، میری زندگی بھی عجیب ہے
میرے چاروں طرف چارہ گر، تیری بے رخی بھی عجیب ہے
میں پہر کی تپتی ہواؤں سے کڑی دھوپ میں کھڑا بے خبر
سر راہ گزر تیرا منتظر میری بے بسی بھی عجیب ہے
نجم انجم اعوان...... کورنگی، کراچی
دل اداس ہو تو بات کرلینا
دل چاہے تو ملاقات کرلینا
ہم رہتے ہیں آپ کے ہی دل کے کسی کونے میں
وقت ملے تو تلاش کرلینا
ساندیہ رمضان سعدی...... 186پی
راز کہہ دیتے ہیں نازک سے اشارے اکثر
کتنی خاموش محبت کی زباں ہوتی ہے
ناہید شبیر رانا...... رحمان گڑھ
میں ترے لب پہ ہوں دیرینہ شکایت کی طرح
یاد رکھا ہے مجھے تو نے عداوت کی طرح
چاند نکلے تو مرا جسم مہک اٹھتا ہے
روح میں اتری ہوئی تازہ محبت کی طرح
محمد آصف شہزاد...... قصور
اپنا خیال رکھنا جیون کی دوڑ میں
چھوڑیں ہیں ساتھ لوگ مشکل کے موڑ میں
قدموں کو پھونک پھونک کر رکھنا تم ہر جگہ
دنیا مگن ملے گی بڑے جوڑ توڑ میں
نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے
سمیرا تعبیر...... سرگودھا
اس دیس میں لگتا ہے عدالت نہیں ہوتی
جس دیس میں انسان کی حفاظت نہیں ہوتی
دل سے کی جائے تو قبولیت شرط ہے ورنہ
صرف سجدے میں پڑے رہنا ہی عبادت نہیں ہوتی
سونیا اماوس...... اوکاڑہ
اب فیصلہ ہے اپنا، آواز نہیں دینی
ہم بھی تو ذرا دیکھیں، طلبگار ہے وہ کتنا؟
شگفتہ خان...... بھلوال
قابل اعتبار ہی اکثر
قاتل اعتبار ہوتے ہیں
فرحت اشرف گھمن...... بیدوالا
خوشبو سے ہواؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
موسم کی اداؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
مل جائیں تو جیون کو سجاتے ہیں لیکن
بچھڑیں تو دعاؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
فیاض اسحاق...... سلانوالی
باغوں میں پھر سرسوں کی رت آ پہنچی
آج پھر تم سے ملے اک سال ہوا
سیدہ حیا عباس...... مرالی تلہ گنگ
غم موجود ہے آنسو بھی ہیں کھا تو رہا ہوں، پی تو رہا ہوں
جینا اور کسے کہتے ہیں اچھا خاصا جی تو رہا ہوں

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

گرین پیس سوپ

اجزاء:۔

مٹر تازہ	ایک پیالی (دانے)
یخنی کے لیے ہڈی	ایک کلو
گاجر	ایک عدد
شلغم	ایک عدد
پیاز	دو عدد
ادرک	ایک ٹکڑا
لہسن کے جوئے	چھ عدد
آلو	ایک عدد
سبز دھنیا	چند پتے
میدہ	ایک کھانے کا چمچ
گھی	آدھا کپ
پانی	دو لیٹر
دودھ	آدھا کپ
سیاہ مرچ، نمک	آدھا چائے کا چمچ
سفید زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
دار چینی	ایک ٹکڑا

ترکیب:۔

مٹر کے دانے ابال کر پیس لیں۔ میدہ اور دودھ کو الگ رکھ دیں۔ گوشت کی ہڈی کے ساتھ پیاز، ادرک، لہسن، دار چینی، نمک، مرچ، آلو، شلغم اور سبزی دھنیا کاٹ کر ڈال دیں اور دو لیٹر پانی ملا کر پکائیں دو گھنٹے بعد یخنی کو چھان لیں۔ ایک عدد پیاز کو گھی میں سرخ کریں اور اس میں دودھ اور میدے والا آمیزہ ڈال دیں۔ آخر میں پسے ہوئے مٹر ڈال کر مزید پندرہ منٹ تک پکائیں۔

طلعت نظامی...... کراچی

ٹماٹو سلاد سوپ

اجزاء:۔

گوشت	ایک پاؤ
یخنی	ایک کپ
ٹماٹر	چار عدد
سلاد	ایک پیالی
نمک، زیرہ، سیاہ مرچ	حسب ضرورت
سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
ریڈ چلی ساس	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

گوشت کو ایک ساس پین میں ڈال کر اتنا ابالیں کہ گوشت پوری طرح سے گل جائے۔ ابلتے ہوئے گوشت میں سے ایک کپ یخنی نکال کر الگ کرلیں پکتے ہوئے گوشت میں ٹماٹر کاٹ کر ڈال دیں اور مزید جوش آنے دیں۔ یخنی میں سرکہ، نمک اور سیاہ مرچ مکس کریں اور ساس پین میں ڈال دیں۔ ساتھ ہی سلاد بھی شامل کردیں لیجیے سوپ تیار ہے سوپ نوش کرتے وقت ریڈ چلی ساس ملالیں۔ بے حد لذیذ سوپ تیار ہوگا۔

ثمن رحمان...... میرپور آزاد کشمیر

چکن کارن سوپ

اجزاء:۔

چکن	آدھا کلو (گوشت)
پیاز	ایک عدد
لہسن	پانچ جوئے (پسا ہوا)
ادرک	آدھا کھانے کا چمچ
سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
انڈے	دو عدد
مکئی کے دانے	ایک پیالی (پسے ہوئے)
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
سیاہ مرچ (پاؤڈر)	آدھا چائے کا چمچ
چینی	ڈھائی چائے کا چمچ
کوکنگ آئل	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

ساس پین میں دس کپ پانی ڈالیں اس میں چکن کی بوٹیاں، پیاز، لہسن، ادرک اور نمک ڈال کر چکن کو ابالیں یہاں تک کہ پانی چار کپ رہ جائے گوشت اور یخنی کو الگ الگ کرلیں اور گوشت کے ریشے بنالیں ساس پین میں کوکنگ آئل ڈال کر گرم کریں اور مکئی کے پسے ہوئے دانے ڈال کر بھونیں پھر پانی ڈال کر کچھ دیر ان کو گلائیں مکئی کے دانے نرم پڑ جائیں تو یخنی، چینی، کالی مرچ اور گوشت کے ریشے ڈال کر دھیمی آنچ پر آدھا گھنٹہ تک پکائیں۔ کارن فلور کو ہلکا سا بھون کر شامل کردیں۔ سوپ گاڑھا ہونے لگے تو انڈوں کی سفیدی پھینٹ کر ملا دیں۔ بہترین مزے دار سوپ تیار ہوگا۔

نائمہ شیخ......کراچی

گرین ویجی ٹیبل سوپ

اجزاء:۔

پالک	ایک کپ (کٹی ہوئی)
بند گوبھی	ایک کپ (کٹی ہوئی)
سلاد	(ایک گٹھی)
سبز دھنیا	آدھی گٹھی
سبز پیاز	دو عدد
آئل	ایک کھانے کا چمچ
مارجرین	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
یخنی	ایک پیالی
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
کوکنگ آئل	دو چائے کے چمچ

ترکیب:۔

تمام سبزیوں کو اچھی طرح سے دھو کر ایک ساس پین میں پانی ڈالیں اور اس میں کٹی ہوئی سبزیاں ڈال کر پندرہ منٹ تک ابلنے دیں جب سبزیاں گل جائیں تو بلینڈر میں ڈال کر بلینڈ کرلیں ساتھ مارجرین شامل کریں اس آمیزے کو نکال کر ساس پین میں ڈالیں اب اس میں یخنی، سویا ساس اور تیل ڈال کر سوپ کے پیالے میں انڈیل دیں۔

منزہ اقبال......کورنگی، کراچی

سنگاپوری رائس

اجزاء:۔

مرغی کا گوشت	آدھا کلو (بون لیس)
انناس	تین سے چار کپ
تیل	ایک کھانے کا چمچ
چاول	ایک کپ (نمک ڈال کر ابال لیں)
شملہ مرچیں	دو عدد (کیوبز میں کاٹ لیں)
ہری مرچیں	دو عدد (لمبائی میں کاٹ لیں)
گاجر	دو عدد
لہسن کے جوے	چھ عدد
ہری پیاز	آدھا کپ
سویا سوس، ووسٹر شائر سوس، مسٹرڈ سوس	ایک کھانے کا چمچ
سیاہ مرچ پاوڈر	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ

سوس کے لیے

ٹماٹر سوپ	آدھا کپ
سرخ مرچ پاوڈر	ایک چائے کا چمچ
لہسن کے جوے	دو عدد
چینی	ایک چائے کا چمچ
تیل	ایک کھانے کا چمچ
پانی	آدھا کپ

ترکیب:۔

گوشت میں ووسٹر شائر سوس، مسٹرڈ سوس، سویا سوس، سیاہ مرچ پاوڈر اور نمک لگا کر تین گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔

سوس بنانے کے لیے

سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں لہسن ڈال کر بھون لیں ٹماٹو سوس، سرخ مرچ پاوڈر، پانی اور چینی ڈال کر کچھ دیر پکائیں اور سوس تیار کرکے علیحدہ رکھ دیں۔

ایک سوس پین میں ایک کھانے کا چمچ تیل گرم کر کے اس میں چھ جوے لہسن ڈال کر بھون لیں۔ میریٹ گوشت ڈال کر فرائی کریں۔ یہاں تک کہ گوشت گل جائے اب اس میں شملہ مرچیں، ہری مرچیں، گاجر، ہری پیاز ڈال کر فرائی کرلیں آخر میں اناس کے کیوبز ڈال کر مکس کرلیں۔ بڑی دیگچی میں چاول گوشت اور ساس کی تہہ لگا کر دس منٹ کے لیے دم پر لگا دیں۔ مزے دار سنگا پوری رائس تیار ہیں۔

وہابہ......اکبر روڈ، کراچی

جھٹ پٹ فرائیڈ رائس

اجزاء:۔

چاول (ابلے ہوئے)	آدھا کلو (ایک دن پہلے کے ابلے ہوئے ہوں تو زیادہ اچھا ہے)
پیاز	تین عدد (درمیانی چوپ کرلیں)
ٹماٹر	تین عدد (چوپ کرلیں)
ہری مرچیں	چھ عدد (باریک کاٹ لیں)
سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
نمک	حسب ذائقہ
سویا سوس	پانچ کھانے کے چمچ
چائنیز نمک	ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹو کیچپ	چار کھانے کے چمچ
تیل	آدھا کپ

ترکیب:۔

کڑاہی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز، ٹماٹر اور ہری مرچیں ایک ساتھ ڈال دیں جب پیاز اور ٹماٹر تھوڑے نرم ہو جائیں تو اس میں چاول ڈال کر اس میں سیاہ مرچ پاؤڈر، چائنیز نمک، نمک اور سویا ساس ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور پانچ منٹ دم پر رکھیں ٹماٹو کیچپ ڈالیں اور مکس کر کے مزید پانچ منٹ دم پر رکھیں اس کے بعد سرونگ ڈش میں نکالیں۔ چاہیں تو کسی سبزی یا گوشت کی ڈش کے ساتھ استعمال کریں یا سادے ہی کھائیں بہت مزے دار لگیں گے۔

نزہت جبین ضیاء......ملیر کراچی

بریڈ بارز

اجزاء:۔

بریڈ	ایک عدد (دو اور چار انچ کے کیوبز کاٹ لیں)
آلو	(ابلے، میش کیے ہوئے) دو کپ
مٹر	آدھا کپ (ابلے ہوئے)
پنیر	ایک کپ (کش کیا ہوا)
ہری مرچ	تین عدد (کاٹ لیں)
گرم مسالا	آدھا چائے کا چمچ (پسا ہوا)
بیسن	۴۰۰ گرام
تھائم (جنگلی پودینہ)	ایک چائے کا چمچ
تیل	تلنے کے لیے
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

آلو، مٹر، پنیر، ہری مرچ، نمک اور گرم مسالا کو اچھی طرح سے مکس کرلیں۔ بریڈ کیوبز لیں اور انہیں چمچے سے کھوکھلا کریں پھر مندرجہ بالا مکسچر کو بریڈ کیوبز میں بھر دیں۔ بیسن میں پانی تھائم اور نمک ملا کر آمیزہ تیار کریں۔ بھرے ہوئے بریڈ کیوبز کو بیسن کے آمیزے میں ڈبو کر فرائی کریں حتیٰ کہ وہ ہر طرف سے گولڈن ہو جائیں۔ ہری چٹنی یا کیچپ کے ساتھ گرما گرم سرو کریں۔

انعم فرید......ملتان

پران ود گارلک مایونیز

اجزاء:۔

جھینگے	بیس عدد (بڑے سائز کے جھینگے صاف کر کے دھولیں)
تازہ لال مرچ	ایک عدد
پیپریکا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
لہسن کا جوا (کوٹ لیں)	ایک عدد

لیموں	ایک عدد (آدھے کا رس نکال لیں)
زیتون کا تیل	دو کھانے کے چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ضرورت
نمک	حسب ضرورت

گارلک مایونیز بنانے کے لیے

مایونیز	ایک کپ
لہسن کے جوے (کوٹ لیں)	دو عدد
مسٹرڈ پیسٹ	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

گارلک مایونیز بنانے کے لیے ایک کپ میں مایونیز، لہسن اور مسٹرڈ پیسٹ ڈال کر مکس کر کے ایک طرف رکھ دیں۔ ایک الگ پیالے میں لال مرچ، پیپر پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، لہسن، لیموں کا رس، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر اور زیتون کا تیل ڈال کر مکس کریں۔ اس مکسچر کو جھینگوں پر لگائیں اور اسے ڈھک کر تیس منٹ کے لیے میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ انگیٹھی میں کوئلے دہکا لیں۔ میرینیٹ کیے ہوئے جھینگوں کو سیخوں میں پروئیں اور انگیٹھی پر رکھ کر گولڈن براؤن ہو جانے تک سینک لیں۔ جھینگوں کے پک جانے کے بعد انہیں سرونگ پلیٹ میں نکال لیں اور تیار کیے ہوئے گارلک مایونیز کے ساتھ سرو کریں۔

قرۃ العین حیدر.....ڈسکہ، گجرات

عربی مچھلی

پمفرٹ یا کوئی بھی ثابت مچھلی	ایک کلو (کٹ لگا کر نمک لگا دیں)
ادرک	ایک انچ کا ٹکڑا
لہسن	چار جوے
ہری مرچ	ایک عدد

(ادرک لہسن اور ہری مرچ کو پیس لیں اور اس میں دھنیا، زیرہ، مسٹرڈ پاؤڈر چٹکی بھر نمک ملا کر پیسٹ بنالیں)

سفید زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
دھنیا پسا ہوا	آدھا چائے کا چمچ
مسٹرڈ پیسٹ	آدھا چائے کا چمچ
پودینہ (کٹا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
کری پتے	چھ عدد
ہرا دھنیا (کٹا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
سویا سوس	دو کھانے کے چمچ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
مکھن	ایک چھوٹی ٹکیہ
پیاز (آٹھ ٹکڑے کر لیں)	ایک عدد
ٹماٹر (آٹھ ٹکڑے کر لیں)	دو عدد
شملہ مرچ (آٹھ ٹکڑے کر لیں)	ایک عدد
بڑی مرچ (ثابت رکھیں)	ایک عدد
تیل	آدھا کپ

ترکیب:۔

نمک لگی مچھلی کو فرائی کر لیں۔ اب اس میں پیسٹ والا مسالا لگا لیں اور بیکنگ ٹرے میں رکھیں۔ اب سویا سوس لیموں کا رس اور اجینو موتو والا مکسچر پیاز شملہ مرچ اور ٹماٹر کو لگا دیں اور مچھلی کے برابر میں گارنش کی طرح رکھیں۔ اب مچھلی پر کری پتے اور مکھن کی ٹکیہ لگا کر اوون میں بیک کریں تقریباً آدھا گھنٹہ تک۔ اس مچھلی کو کھانے/سرو کرنے سے پہلے بیک کریں پہلے سے بیک کرنے پر اس کا مزہ خراب ہو سکتا ہے۔

منزہ سومرو.....جھڈو، سندھ

روبینہ احمد

بے رونق بالوں میں چمک لائیں

بالوں میں چمک پیدا کرنے کے لیے ایک ایسا جادوئی نسخہ موجود ہے جو بالوں کو دیرپا رنگت عطا کرتا ہے۔

ایک کھانے کا چمچہ مہندی' ایک لیموں کا رس' ایک عدد انڈا' تھوڑی سی کافی شامل کر کے پھینٹ لیں ایک گھنٹے تک یہ آمیزہ بالوں میں لگا رہنے دیں۔ پانی میں ایک چمچہ گلیسرین ملا کر ابال لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر اس سے بالوں کی جڑوں پر مساج کیجیے آخر میں ہلکا گرم تولیہ بالوں میں لپیٹ کر آدھے گھنٹے بعد گھولیں' یہ نسخہ خشک بالوں کے لیے غیر معمولی حد تک مفید ہے۔ بالوں کی ملائمت' چمک اور خوب صورتی لوٹ آئے گی' بالوں کی سکری سے بھی نجات حاصل ہوگی۔

چقندر کے پتوں میں بھی فولاد کثرت سے پایا جاتا ہے' چقندر کھائیں اور اس کے پتوں کو ابال کر ٹھنڈا ہونے پر اس پانی سے سر دھولیں' سر کی جلد پر جمی خشکی سر کی ختم ہوجائے گی۔

سکری کا خاتمہ
شیمپو کا انتخاب

سکری کے خاتمے کے لیے کون سا شیمپو بہتر ہے؟ اس حوالے سے کچھ کہنا یوں مشکل ہے کہ اشتہارات کی صنعت اتنی فروغ پاچکی ہے کہ شیمپو کی ظاہری پیکنگ ہی صارفین کو متاثر کرنے کے لیے کافی ہے' یہ حقیقت ہے کہ بعض شیمپو سکری سے نجات کے لیے موثر بھی ہیں لیکن بیشتر شیمپو میں زائد کیمیکلز کی بہتات بالوں کی حالت میں ابتری پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے اگر آپ کے بال بھی سکری کا شکار ہیں اور اس تکلیف سے مستقل نجات بھی چاہتے ہیں تو کچھ گھریلو نسخے مرض کی شدت کم کرسکتے ہیں۔ یہ نسخے انہی اجزا پر مشتمل ہیں جنھیں اشتہاری کمپنیاں اپنی مصنوعات میں شامل کرنے کے دعوے دار ہوتی ہیں۔

☆ گندھک کا سفوف' ریٹھے اور سیکا کائی کا پاؤڈر ملا کر سر کی جلد میں لگائیں' سیکا کائی ملے پانی سے سر دھولیں' بالوں کی جڑوں سے سکری کا خاتمہ ہوجائے گا۔

☆ کیلے کے گودے میں ناریل کا تیل ملا کر آمیزہ بنائیں' ہفتہ بھر میں ایک مرتبہ ہیئر ماسک کے طور پر جڑوں میں لگائیں بال نہ صرف خشکی سکری سے محفوظ رہیں گے' بلکہ ملائم چمکدار ہوجائیں گے۔

☆ انڈوں کو پھینٹ کر ان میں نیم گرم پانی شامل کریں' اسے بالوں کی جڑوں سے سروں تک لگائیں' دس منٹ بعد دھولیں' بہتر نتائج کے لیے پانی کے برعکس دودھ بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

سکری اور غذا

غذا اور بالوں کے باہمی تعلق کو نظر انداز کردینا دانشمندی نہیں جدید تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے کہ غذا صحت مند بالوں پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ متوازن غذا سکری کے شکار بالوں کے علاج میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے یہاں یہ امر بھی لازمی ہے کہ ایسے خواتین و حضرات جن کے بالوں پر سکری بڑھتی جارہی ہے' وہ نشاستے دار پروٹین' مرغن اور نمکین غذاؤں سے پرہیز کریں۔ گوشت' کیفین' ڈبے میں بند غذائیں بالوں کی صحت کو نقصان پہنچاتی ہیں ان کی زیادتی سے بالوں میں سکری پیدا ہوتی ہے۔ سکری کے لیے بطور علاج سب سے بہتر غذا دودھ اور اس سے تیار ڈیری پروڈکٹ ہیں۔ دودھ' پنیر' دہی' سبزیاں' پھل اور سی فوڈ سکری کی بیماری کے خلاف بہترین غذائی ہتھیار ہیں۔ انہیں روزمرہ غذا میں شامل رکھیں تو سر کی جلد کو مطلوبہ غذائیت ملنے لگتی ہے۔

بالوں کا برش...... سکری کا سبب

سکری کے علاج کے لیے پہلا قدم بالوں کا برش ہے' بالوں کا یہ برش صحت مند بالوں میں بھی سکری پیدا کرسکتا ہے' یہ احتیاط ضروری ہے اپنے بالوں کے لیے الگ برش رکھیں۔ سر کی جلد میں خون کی گردش جاری رکھنے کے لیے بالوں میں روزانہ تین بار برش کریں اس عمل سے جلد پر سکری کے ذرات جمع نہیں ہو پائیں گے۔ سر میں دوران خون بڑھنے سے سکری ختم ہونے لگتی ہے' بالوں کے برش کو قدرے نرم ہونا چاہیے تاکہ جلد میں خراشیں پیدا نہ ہوں کیونکہ سکری سے متاثرہ جلد زیادہ حساسیت ظاہر کرتی ہے۔ سکری ایک بیماری ہے جو بالوں کے برش کے ذریعے منتقل ہوسکتی ہے۔

سکری سے متاثرہ بال بے رونق ہوجاتے ہیں' سکری سے نجات کے لیے عموماً تیل لگایا جاتا ہے لیکن محض تیل کے استعمال سے بالوں کی جڑیں مضبوط نہیں ہوسکتیں' اس کے لیے مکمل ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہوتی ہے جو گھر پر بھی کیا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے بالوں میں معیاری ہیئر ماسک لگائیں' گرم پانی میں بھیگا تولیہ نچوڑ کر بالوں کے اطراف لپیٹ لیں' تولیہ خشک ہونے کے بعد بالوں میں خوب کنگھا کریں یہاں تک کہ جڑوں سے سکری نکلنے لگے۔

سکری سے نجات کے لیے زیتون کے تیل میں لیموں کا رس ملا کر کھوپڑی پر لگائیں یہ عمل کیا جائے تو سکری کی بیماری چند مہینوں میں ختم ہوجاتی ہے۔

بالوں کی صفائی کے لیے نیم گرم پانی استعمال کریں ٹھنڈے پانی سے سکری بڑھ جاتی ہے۔ تیل لگاتے ہوئے یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ تیل کا مقصد بالوں کو چکنا رکھنا نہیں بلکہ بالوں کی جڑوں میں کی گئی مالش بالوں کو ضروری غذائیت فراہم کرتی ہے' سکری کی جمی تہہ اترنے لگتی ہے۔

کلر بار سسٹم

آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی ہیئر ڈریسر سے کہیں کہ وہ آپ کے بالوں کے سلسلے میں مناسب مشورہ دے۔ اس کے لیے کلر بار سسٹم کو متعارف کروایا گیا ہے جو آپ کے بالوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس سسٹم میں ایسی خصوصی مصنوعات شامل ہیں جو آپ کے بالوں پر کیمیائی عمل کے ذریعے انہیں بہتر حالت میں لاسکتی ہیں۔

حفاظتی شیمپو

حفاظتی شیمپو آپ کے بالوں کو بہتر طور پر صاف کرتا ہے یہ آپ کے بالوں کے اینٹی آکسیڈینٹ اجزا کو ختم کرکے آکسیجن کے نظام کو بہتر بناتا ہے اس کے علاوہ بالوں میں ایسی خصوصیات پیدا کردیتا ہے کہ بنفشی شعاعیں آپ کے رنگے ہوئے بالوں کو نقصان نہیں پہنچاسکتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بالوں کو پروٹین اور سلیکون مہیا کرتا ہے جو آپ کے بالوں کو قوت کے ساتھ ساتھ ہموار اور چمکدار رکھتا ہے۔ بالوں کی مضبوطی کے لیے وٹامن اور قدرتی اجزا کی ضرورت ہوتی ہے اس کے علاوہ بالوں میں کلورین اور دیگر اجزا کی صفائی کے لیے کسی بہتر ذریعے کا ہونا ضروری ہے اس کے لیے شیمپو بہتر ہے خاص طور پر ایسے شیمپو جو زرد رنگ پر مشتمل ہوں وہ نا صرف بالوں کو صاف اور چمکدار بناتے ہیں بلکہ آپ کے بالوں کے رنگوں کو بھی متاثر نہیں کرتے اور انہیں ضرورت کے تحت غذائی اجزا بھی فراہم کرتے ہیں۔

انابیہ رحمان...... واہ کینٹ

نیرنگ خیال

ایمن وقار

مدحتِ مصطفیٰ ﷺ

سید دو جہاں محمد مصطفیٰ
امام کبریا شاہ بطحا
کروں کیسے میں تیری مدحت سرائی
ناقابلِ بیاں ہے تیری خوشنمائی
تیری ذاتِ اقدس کے سبھی رنگوں میں
جھلک ہے جھلکتی
محبت و تعظیم کی
تیری نظر کرم نے مجھ کو دان کیا
میرے لوح و قلم کو بخشا وہ نور
جس سے قلب و نظر کو ملا سرور
سید دو جہاں محمد مصطفیٰ
امام کبریا شاہ بطحا
وجہ تخلیق کائنات ہے تو
ہر خطا سے پاک ذات ہے تو
تیرے خیال و فکر کے جو تانے بانے
مجھے رب کائنات کے حوالے ملے
سید دو جہاں محمد مصطفیٰ
امام کبریا شاہ بطحا

سامعہ ملک پرویز...... بھیرہ خانپور

جنوری آئی ہے
اسے کہنا کتابوں میں رکھے ہوئے
کچھ پھول......
اس کے لوٹ آنے کا یقین
اب تک دلاتے ہیں
اسے کہنا کہ اس کی جھیل سی آنکھیں
کسی منظر پر چھا جائیں
تو سب منظر یونہی بھیگ جاتے ہیں
اسے کہنا کہ ٹھنڈی برف پر
کوئی کسی کے ساتھ چلتا ہے
تو قدموں کے نشاں پھر سے اسی کے
لوٹ آنے کے نشاں دل پر بناتے ہیں
اسے کہنا کہ خوشبو‘ چاندنی‘ تارے‘ صبا
رستے‘ گھٹا......
محبت‘ چاندنی‘ شبنم‘ ہوا‘ رات‘ دن
بادل بارش......
سبھی ناراض ہیں تم سے
اسے کہنا جدائی کے درختوں پر جو سوکھی ٹہنیاں ہیں
وہ ساری برف کی چادر میں کب کی ڈھک چکی ہیں
ان شاخوں پر یادوں کے جو پتے تھے
سنہری ہو گئے ہیں
اسے کہنا دسمبر سو گیا ہے
اور یخ بستہ وہ بھیگی جنوری پھر سے لوٹ آئی ہے
اسے کہنا کہ لوٹ آئے

فرزانہ شوکت...... کراچی

غزل

تمہارا یوں ساتھ رہنا اچھا لگتا ہے
کہ اب سجنا سنورنا اچھا لگتا ہے
تیرے خیالوں میں گم سم رہنا
خود سے یوں بیگانہ رہنا اچھا لگتا ہے
تیرا دلنشیں لہجہ وہ پیار بھری باتیں
انہیں ہر دم سوچتے رہنا اچھا لگتا ہے
وفا کریں گے‘ نبھائیں گے نہ بدلیں گے
یہ عہد الفت دہرانا اچھا لگتا ہے
خوشیاں مسرتیں تیرے لیے ہو اے ہمدم!
نوید کو اب محو دعا رہنا اچھا لگتا ہے

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ

غزل

سرد موسم کی کھنک لے ڈوبی
اس کے ہاتھوں کی مہک لے ڈوبی
سرخی لب سے کھلا اک اک رنگ
ابر برسا کہ دھنک لے ڈوبی

صبح ٹھہری کہ ڈبویا عالم
ان نگاہوں کی چمک لے ڈوبی
منزل دل کے پرے تھا صحرا
سایہ کرتی یہ سڑک لے ڈوبی
سرمئی شب کی گھٹا میں بارش
ایسے ڈوبی کہ فلک لے ڈوبی
اک ادھورا سا مکمل ماضی
خواب جیسی یہ جھلک لے ڈوبی
دشت کی یاد میں احمد مجھ کو
زرد پتوں کی کسک لے ڈوبی

فیاض احمد.....

ایک شام

یوں ہی چلتے چلتے
الجھنیں بانٹتے
ہنستے ہنساتے
بے دھیانی میں
بے ساختہ.....
تم دو قدم
جب آگے بڑھے تھے
دل ایک لمحہ کو سہم سا گیا تھا
ایک کسک نے
رکی دھڑکنوں کو جکڑا تھا
کئی وسوسے جاگے تھے
یہ تو صرف
یہاں سے وہاں تک
کا سفر ہے
تمہارا تو دو قدم آگے بڑھ جانا
روح کو کھینچ گیا تھا
کیا میرا زندگی بھر کا سفر
تمہارے بنا ادھورا نہ ہوگا؟
میں نے ڈبڈبائی نظروں سے
تمہارے بے دھیانی میں
اٹھتے قدم دیکھ کر
اپنے ہاتھوں میں
تمہارے نام کی
تمہارے ساتھ کی
لکیر کو تلاشا تھا
آنکھیں دھندلائی ہوئی تھیں
یا شاید.....
دل ہی سہما ہوا تھا
تین لکیریں واضح تھیں
دل.....تمہاری محبت سے لبریز تھا
دماغ.....گواہی دے رہا تھا
زندگی.....کبھی سہل ہوئی ہے بھلا؟
مٹھیاں بھینچ کر
میں نے سوچا تھا
لکیریں جھوٹ بولتی ہیں
ہمارے قدم ہر رستے پر
ساتھ ساتھ اٹھیں گے
یہ محبت.....
ہماری محبت
زندگی کو سہل بنا دے گی
تم نے پلٹ کر دیکھا تھا
میں نے اپنی سوچوں پر
سر کو جھٹکا تھا
ایک شام
یوں ہی چلتے چلتے
آج.....
میں سوچ رہی ہوں
یہ سفر
کٹ ہی جاتا ہے
کوئی ادھورا نہیں رہتا
زندگی.....
آہ.....زندگی کبھی سہل ہوئی ہے بھلا؟

صائمہ قریشی.....آکسفورڈ

نظم

محبت آگ کی مانند
جو دل کو راکھ کرتی ہے
دل کی آباد دنیا کو
ویران کرتی ہے
محبت پھول کی مانند
کہ......
جس کو پانے کی خواہش میں
ہجر کی راہ کے کانٹے
پاؤں لہولہان کرتے ہیں
بہت برباد کرتے ہیں
ہجر کی راہ کے کانٹے

پارس...... چکوال

غزل

شان و شوکت کا وہ مانا محل عالی شان ہے
شرم و غیرت کا مگر اس میں بھی کچھ فقدان ہے
ہر قدم پر بکھری جاتی ہے یہاں انسانیت
جس طرح فٹ پاتھ پر مرتا ہوا حیوان ہے
جھوٹ اور غیبت کی دنیا میں جو رہتا ہو گم
اس زمانے میں وہ سب سے معتبر انسان ہے
خاندانی اور نجابت کی کہانی اب پرانی ہوگئی
عیش کی دولت ہی اب انسان کی پہچان ہے
جس کو دیکھو گا رہا ہے گن شرافت کے یہاں
بن رہا ہے اک فرشتہ اصل میں شیطان ہے
غزل اپنی عاقبت سے کس قدر ہو بے خبر
زندگی ہے چار دن کی پھر بھی تو انجان ہے

سلمیٰ غزل...... کراچی

وہ جو بچپن میں مرے ساتھ پڑھ کرتی تھی
وہ جو بچپن میں مرے ساتھ پڑھا کرتی تھی
وہ جسے دیکھ کے دن شوق کا ہوتا تھا طلوع
دیکھ کر جس کو شب رنج گزر جاتی تھی
وہ مری شب کی عبادت مرے دن کا روزہ
وہ مرے دل کا سکوں آنکھ کی ٹھنڈک لڑکی
بچپنے میں بھی جواں حسن کی مالک لڑکی
بھولی بھالی سی، وہ معصوم سی، نازک لڑکی
کیا لکھے نازکی اس کی یہ قلم اُف اللہ!
جس کے ماتھے پر پسینہ بھی یوں آئے جیسے
شبنمی بوند پر سطحِ گلاب آ جائے
وہ جو لب کھولے جھجکتے ہوئے رنگین آنکھیں
سنگ زادوں کے علاقوں میں عذاب آ جائے
حشر برپا ہو وہاں یوم حساب آ جائے
وہ تو موسم کے بھی اطوار بدل دیتی تھی
خارزاروں میں وہ پھول کھلا دیتی تھی
اک دیا جیسے جلاتا ہے ہزار ایک دیے
وہ کئی پھول کھلاتی تھی جدھر جاتی تھی
وہ پرستاں سے مرے خواب میں آنے والی
میرے بچپن کو جوانی سے ملانے والی
اب جوانی میں بھی بچپن کی طرح دکھتی ہے
وہی زلفیں، وہی چہرہ، وہی آنکھیں، وہی گال
وہی زلفوں سے ابھرتی ہوئی پھولوں کی مہک
وہی چہرے پر شرافت کی برستی برکھا
وہی آنکھوں میں محبت کی طلب گار نگاہ
وہی گالوں پر چمکتے ہوئے مہتاب کے نقش
وہ ذرا بھی تو نہیں بدلی ہے دس سالوں میں
کچھ جو بدلا ہے تو اتنا کہ مرے ساتھ نہیں
یہی تبدیلی ہوئی مجھ سے تعلق نہ رہا
اک یہی دکھ ہے، یہی رنج مجھے روندتا ہے
اب میں قسمت سے بھی ہر وقت یہی پوچھتا ہوں
کہ جو بچپن میں مرے پاس رہا کرتی تھی
اب مجھے پاس بٹھانے سے گریزاں کیوں ہے؟
وہ جو بچپن میں مرے ساتھ پڑھا کرتی تھی
اب مرا ساتھ نبھانے سے گریزاں کیوں ہے؟

حارث بلال...... جامعہ سرگودھا

ڈھلتی شام

ڈھلتی شام میں جب
کوئی عکس تمہاری آنکھوں میں
کوئی نام تمہارے ہونٹوں پر

دریچہ دل پر
کسی کی یاد جب دستک دے
اس یاد سے دامن چھڑا لینا
وصل کو جب بے تاب ہو دل
اور سامنے وہ آ جائے
ہر خواہش کو دبا لینا
جذبے عیاں نہ کرنا
شدتیں چھپا لینا
سنو دوست!
ابھی لوٹ جانا اچھا ہے
اس پل سے جو
رسوا کر دے
گر یہ نہ کر سکو تم
تو بس اتنا سوچ لینا
محبت رسوا کرتی ہے

زبیریہ بشیر تمنا......

نونہال بچے

مجھے یقین ہے
میرے وطن کی تمام ماؤں کے دل دکھی ہیں
مگر وہ پھر بھی
یہ چاہتی ہیں
کہ
ان کی ملت کے سارے بچے اسکول جائیں
پڑھیں، لکھیں اور
وطن میں اونچا مقام پائیں
میرے وطن کی تمام مائیں
بہت محبت سے سوچتی ہیں
کہ
سب ہی بچے ہیں ان کے بچے
وہ بھی جو ملک عدم سدھارے
وہ بھی جو ہیں اپنی ماؤں کے پیارے
وہ سارے بچے انھی کے ہیں اور
وہ ان کے دم سے رہیں گی زندہ
حوصلے سے یہ دکھ سہیں گی
وہ دعائیں کرتی ہی رہیں گی
سدا سلامت رہیں وہ بچے
جو اپنے ماں باپ کی خوشی ہیں
جو اپنے ماں باپ کی زندگی ہیں

سباس گل......رحیم یار خان

بے بسی

قلم ہاتھ میں تھامے
میں خود سے کہتی ہوں
کہ میں خود کو لکھنا چاہتی ہوں
لفظوں میں عیاں کرنا چاہتی ہوں
اپنی پرت در پرت الجھی ذات کو
بیاں کرنے کے لیے
جب کاغذ قلم تھامتی ہوں
خود میں بکھری الجھنیں بڑھ جاتی ہیں
درد اذیت بڑھ جاتی ہے
دکھ حد سے سوا ہونے لگتا ہے
پھر کہتی ہوں میں کچھ لکھنا چاہتی تھی
الجھی ڈور کا سرا ڈھونڈنا چاہتی تھی
مگر
......
یہ الجھنیں، یہ اذیتیں، یہ دکھ، یہ درد
رقم ہو ہی نہیں پاتے
میں کچھ کہہ نہیں پاتی
کچھ لکھ نہیں سکتی
اذیت تھم نہیں سکتی
مقدر بدل نہیں سکتا
آہ......میں کچھ لکھ نہیں سکتی

طیبہ سعدیہ عطاریہ......سیالکوٹ

ماں جب تُو مسکراتی ہے

ماں......
جب تُو مسکراتی ہے
مجھے ایسا لگتا ہے
کہ جیسے......

دھنک کے ساتوں
رنگ زمین پر اتر آئے ہوں
تتلیاں محوِ رقص ہوتی ہیں
ماں......
جب تُو مسکراتی ہے
چاند میرے آنگن میں اتر آتا ہے
پھول پنکھڑیاں برساتے ہیں
ہر شے تھم سی جاتی ہے
ماں......
جب تُو مسکراتی ہے
ہر منظر مکمل ہو جاتا ہے
ماں......
جب تُو مسکراتی ہے

خدیجۃ الکبریٰ...... کھڈیاں قصور

تمنا

ایک معصوم سی تمنا کی تھی
کہ زندگی کے سفر میں
وہی ہو ہم سفر میرا
جس سے محبت کی تھی
ایک چھوٹا سا آنگن ہو
ہر سو گل محبتوں کے کھل اٹھے
پیار کی برستی برکھا سے
شجر و برگ مہک اٹھے
عشق کا پنچھی اپنے پر پھیلائے
گیت چاہتوں کے گنگنا اٹھے
نفرتوں کی لو بجھا کر
دیپ محبت کے جل اٹھے
دو بول کی سلگتی آنچ
حسن زبان سے گُل اٹھے
مگر......
خواہش کی ہر کشتی کو کنارہ نہیں ملتا
پھر یوں ہوا کہ
خواب آنکھوں سے روٹھ گئے
سپنے راتوں کے سب ٹوٹ گئے
میری ویران آنکھیں
میری ذات شکست......
عمر بھر کے صحرا میں سب لوٹ پڑیں
بہت پوچھا قصور اپنا
بہت تلاشا جرم اپنا
پھر یاد آیا......
ہم نے ایک معصوم سی تمنا کی تھی
ہم نے فقط محبت کی تھی......!

عائشہ صدیقہ...... چکوال

غزل

وقت بھی کتنے انداز بدلتا ہے
کبھی شجر کے سائے جیسا ملتا ہے
کبھی دھوپ کے روپ بدلتا ہے
کبھی پرندوں کی چہچہاہٹ کی آواز لگتا ہے
کبھی بہت ویران بہت اداس لگتا ہے
کبھی خستہ حال مکانوں جیسا
کبھی بے بنیاد ساحلوں جیسا
کبھی گزرے لمحوں کو سامنے لے آتا ہے
کبھی ہر لمحے کو فراموش کر جاتا ہے
کبھی ہمیں حکم اذاں لگتا ہے
کبھی ہمیں امید دونوں جہاں لگتا ہے
کبھی صبح کی آمد کا پیغام لیے آتا ہے
کبھی شام سے بھی پہلے رات کا سماں لیے آتا ہے
کبھی اداسیوں سے بھرا سماں لگتا ہے
کبھی خوشیوں میں ڈوبا اک نیا جہاں لگتا ہے
کبھی ہجوم شہر میں بھی تنہا لگتا ہے
کبھی تنہائی میں بھی ایک کارواں لگتا ہے

رانی کوثر رانی...... ہری پور ہزارہ

غزل

اکیلا پن ستائے تو مجھے آواز دے دینا
کوئی نہ پاس آئے تو مجھے آواز دے دینا
لب جو چہچہاتے ہنس، منظر شام کا اچھا

اندھیرا پھیل جائے تو مجھے آواز دے دینا
تری چاہت کے متوالے نے تیرے ناز اٹھائے
ہر اک آنکھیں چرائے تو مجھے آواز دے دینا
غزلی آنکھ بھر آئے تمہیں نہ سسکیاں جس دم
کوئی نہ غم بٹائے تو مجھے آواز دے دینا
تمہارے روپ کے بھنورے چلائیں طنز کے نشتر
زمانہ دل دکھائے تو مجھے آواز دے دینا
ترے آنگن کے گلشن کو بہاریں الوداع کہہ دیں
خزاں جب در کھٹکھٹائے تو مجھے آواز دے دینا
کبھی راہی تجھے ڈسنے لگے جب گونج شہنائی
خوشی جب راس نہ آئے تو مجھے آواز دے دینا
برکت راہی...... ڈگری

سکون

تناور شجر کے سائے تلے
کیا امتزاج پاتے ہیں
پرندے اور انسان
دونوں ہی سکون پاتے ہیں
یہی شجر کاٹ کر انسان اپنے لیے
گھر بناتے ہیں
پرندے اپنا مسکن
ٹوٹتا دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں
پھر......
انسان کے گھر پر پرندوں کو سکون کیسا
سکون......
تو انسان بھی ڈھونڈتے رہ جاتے ہیں
ثمینہ فیاض...... کراچی

بے بسی

جی چاہتا ہے
تم سے بے انتہا لڑیں
مروت کے سب دائرے عبور کر کے
برداشت کے سب پردے چاک کر کے
تمہیں تمہاری کمی کوتاہیاں خامیاں گنوائیں
تمہیں شکایتوں کی ہتھکڑیاں پہنا کر
ناانصافی کے سارے جرم سنائیں
جی چاہتا ہے
بے ظرف کی پٹی آنکھوں سے اتاریں
تمہیں بے اعتنائی بے پروائی
تغافل کے سارے موسموں سے گزاریں
تمہیں سرد مہری کے دنوں میں تنہا چھوڑیں
تمہیں بنا سحر کی شب میں سسکتا چھوڑیں

جی چاہتا ہے......
تمہیں آہوں آنسوؤں کے ذائقے سے آگاہ کر دیں
تمہیں دھتکاریں پٹخیں ریزہ ریزہ کر دیں
تمہیں بے اعتباری نظر اندازی
لاچاری کی صورت دکھا دیں
تمہیں ستانے بھلانے ٹھکرانے کی
اذیت سمجھا دیں

جی چاہتا ہے......
تمہیں صبر حوصلوں کی کیفیت بتائیں
تمہیں محبت سے نفرت کے مقام پر لائیں
پر اس قدر غصے کے باوجود بھی ہم
تمہیں آج تک
سوچتے سوچتے آ رہے ہیں
انتقام کے سب منصوبے روند کر
اپنے دل کی بے بسی سے
ہارتے آ رہے ہیں
وہی دل جسے تم نے
تنہا کیا ہے رسوا کیا ہے
اس میں تمہارے دکھ سہنے کی
سکت تو ہے لیکن
تمہیں سزا دینے کی ہمت نہیں ہے!
حمیرا فضا...... رحیم یار خان

ہما احمد

پیاری پیاری دوستوں کے نام

ہیلو! کیسی ہیں میری ساری کیوٹ فرینڈز! ہما احمد آپ سے دوستی کی درخواست کی ہے' سمجھا کریں ناں ویسے آپ کہاں آسانی سے اپنی خوب صورت سی بزم میں جگہ دیتی ہیں۔ رشک حنا! اتنی اپنائیت سے تم نے اپنے پیغام میں مجھے مخاطب کیا' سچی یارا بہت اچھا لگا اور کنزہ مریم نہ صرف میری بہت کلوز فرینڈ ہے بلکہ میری فرسٹ کزن بھی ہے۔ میری لائف میں آج کل پڑھائی اور اپنوں کی محبتیں چل رہی ہیں' اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ماہ رخ' نورین شاہد' عائشہ خان' کڑیو! تم لوگ کہاں گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوگئی ہو' جلدی سے آنچل میں انٹری دو' اچھے اچھے پیغامات کے ساتھ۔ وقاص بھائی! میں نے اس بار تمہیں برتھ ڈے بالکل وش نہیں کرنا' سمجھے انتظار بالکل نہ کرنا۔ ہاں البتہ تمہیں گفٹ ضرور دوں گی' آ کر لینا پڑے گا' کیک ٹھونستا تو تم بالکل ہی بھول گئے ہو' فرحت کا تو ایک لمحہ بھی تمہارے پاس نہیں ہوتا اور تم...... تمہارے پاس کہاں ٹائم ہوتا ہے پرائم منسٹر آف پاکستان نہ ہو تو...... ہاں فرح' آصفہ' اقصیٰ' سمعیہ کیسی ہو تم لوگ؟ اقصیٰ ویسے تم نے چاند بھائی کس کو کہہ دیا' زینی خوامخواہ خوش ہوتا پھر رہا ہے۔ اس کی شادی بھی تو سر پر ہے ناں' مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ کوفت بھی ہو رہی ہے سردی کی وجہ سے' بندہ وائبریٹ ہی ہوتا رہتا ہے۔ اچھا یار شادی پر بہت مزہ کریں گے' تم لوگوں کا انتظار رہے گا اور کہنا یہ ہے کہ......

غم بانٹنے کی چیز نہیں پھر بھی دوستو
ایک دوسرے کے حال سے واقف رہا کرو

ثانیہ مغل...... للیانی' سرگودھا

بہت ہی پیارے پرنس وسیم اکرم وصی کے نام

السلام علیکم! مائی سویٹ پرنس کیسے ہیں؟ امید ہے کہ بفضل خدا میری دعاؤں سے خیریت سے ہوں گے' جب تک یہ پیغام آپ کو سرپرائز ملے گا تب تک آپ کا پاؤں (جس پر میری وجہ سے چوٹ لگی آئم سوری مائی لو) ٹھیک ہو چکا ہوگا اور آپ سعودیہ جانے کی تیاری بھی کر چکے ہوں گے وہ بھی میرے بغیر۔ میں بہت بہت یاد کروں گی آپ کے بنا ہر رات دن ادھورا آپ کی یاد میں گزرے گا۔ یہ چار پانچ مہینے بہت روکھے ہوں گے' میرا دل رو رہا ہے وصی یہ لکھتے ہوئے بھی مگر جانا ضروری ہے' آپ کی سلامتی کی دعا میں ہر وقت مانگتی رہتی ہوں مگر آپ کی خود سے بے پروائی مائی گاڈ...... وصی میں جانتی ہوں کہ بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے مگر ہر خواہش ہر سوچ پوری تو نہیں ہو جاتی ناں۔ میں نہیں جا سکتی تھی آپ کے ساتھ' یہ سب بنا فیملی کے اکیلے مینج کرنا آگے جا کے بہت مشکلیں پیدا کرتا' خیر میں نہیں ہوں تو کیا میری یادیں تو آپ کے ساتھ ہوں گی ناں مائی پرنس! آپ اپنا بہت سا خیال رکھیے گا میرے لیے پلیز اور واپس آئیں اور اپنی ایم ایس سی وائف کے ساتھ مزے کی لائف گزاریں' اچھی سی فیملی بنائیں۔ میں ہر پل دعا گو ہوں آپ کے لیے' اللہ آپ کو نئے سال کے ساتھ بہت سی خوشیاں کامیابیاں نوازے آمین۔ پھر کبھی اسی طرح مخاطب ہوں گی فی امان اللہ' آپ کی پرنسز۔

سعدیہ وصی......

چندا مثال' شگفتہ خان' انعم خان اور آنچل کی تمام بہنوں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری پیاری کھٹی میٹھی' نمکین جیسی' کچھ کریلے جیسی اور اس کچھ مرچی جیسی بہنیں' امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی۔ تین سالوں کے بعد پھر دوبارہ آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں' کیا کہنے آپ دوستوں کے۔ میں نے زندگی اور موت کی کشمکش میں دو سال گزار دیئے اور آپ دوستوں نے ہمیں یاد بھی نہیں کیا' خیر مگر ہم بھی ڈھیٹ ہیں دوبارہ آ گئے۔ اب کیا ارادے

ہیں دوبارہ سے دوستی کرنی ہیں؟ چندا مثال' شگفتہ خان آپ کے نمبر مس ہوگئے' مہربانی کرکے رابطہ کریں اور آنچل کی دوستیں جس میں سمیرا مشتاق' پروین افضل' عطروبہ سمندر' رابعہ اکرام' اریبہ شاہ' کرن وفا' طاہرہ ملک' کرن شاہ' مقدس رباب' سائرہ مشتاق' شمائلہ اکرام' ایمن وفا' شمع مسکان' نورین شفیع' نرجس رانی' رضوانہ ملک' نبیلہ خان' شامل ہیں اگر ہماری دوستی منظور ہے تو ضرور رابطہ کریں میں تنہا ہوں۔ انعم خان آپ نے 2011ء نومبر میں لکھا تھا کہ آپ مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں آپ کی دوستی دل وجان سے منظور ہے' رابطہ کیجیے مگر سوچ کر پہلے 0301 مرتبہ معلوم کروا گر دل کہے تو ہاں 976 مرتبہ اوکے کروتو آپ سب دوستیں میرے روبرو ہوں گی' مجھے دوستوں کی شدید ضرورت ہے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد کریئے گا اور اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تمام بہنوں سے درخواست ہے کہ مجھے دل سے معاف فرمایئے گا۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی' کراچی

لولی ٹیچر اینڈ سویٹ فرینڈ کے نام

مائی لولی ٹیچر عمیرہ نیا سال بہت بہت مبارک ہو' نئے سال کے ساتھ ساتھ شادی مبارک بھی ہو' اللہ آپ کو اتنی خوشیاں دے کہ آپ سے سنبھالی نہ جائیں' ٹیچر ویسے تو آپ بہت اچھی ہیں ہر کسی کے دل میں گھر کر جاتی ہیں۔ سسرال میں بھی آپ کو بہت پیار ملے' خوشی ملے آپ کو کسی کی نظر نہ لگے۔ اللہ چاند سا بیٹا دے سدا سہاگن رہیں' آمین۔ سویٹ فرینڈ حرا کیسی ہو؟ شادی بہت بہت مبارک ہو اور نیا سال بھی تمہارے لیے بہت مبارک ثابت ہو' اللہ تمہیں ہر وہ خوشی دے جو تم چاہتی ہو' رنگیلی حرا! میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔ تم میری بہت سویٹ فرینڈ ہو' اب کیا کروں سب کہتے ہیں عظمٰی تم حرا سے ایکسٹرا سویٹ ہو' اس میں اب میرا تو کوئی قصور نہیں ہے ناں۔ خوش رہو' آباد رہو اور اپنے سسرال کو بھی خوش رکھنا' غصہ کرکے چھتروں والا کام نہ کرنا' میں نے تمہیں سمجھایا تھا' خیر حرا پلیز مائنڈ ضرور کرنا' نہیں تو مجھے مزا نہیں آئے گا نا......

عظمٰی بٹ...... سمندری

سویٹ دل گروپ کے نام

السلام علیکم! آنچل کی پریوں اور تمام آنچل اسٹاف کو محبت بھرا اسلام' کیسی ہو سب؟ سب سے پہلے اپنے بھائی بلاول کو بیٹی کی پیدائش پر بہت بہت مبارک باد۔ اس کے بعد تمام فرینڈز شاہ زندگی' ماہ رخ سیال' امبر گل' قرۃ العین' ایس انمول' مسکان (قصور) شمع مسکان' نورین شاہد' شنا وقار' جیا عباس' انس انجم اور جن کے نام رہ گئے ہیں سب کو سلام اور بہت بہت سوری کیونکہ مصروفیات کی وجہ سے کافی ماہ سے ہم آنچل میں غیر حاضر رہے۔ آپ سب کو تو جیسے ہم بھول ہی گئے تھے لیکن شمع مسکان ہمیں یاد رکھنے کا شکریہ اور آخر پر ہماری سویٹ' کیوٹ اور لولی سی بھتیجی کسا ابرش کو بہت بہت پیار اور آپی کومل رباب آپ پریشان نہ ہوں' ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی او کے جی اللہ حافظ' ٹیک کیئر۔

فاخرہ ایمان...... لاہور

ثمن مصطفائی اور دل میں رہنے والوں کے نام

بیس سال سے ان خوشیوں کو ہم سب ترس رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خوشیوں کے دروازے کھول دیئے 18 نومبر کو ہمارے چاچو کے ہاں (ثمن مصطفائی) پیدا ہوئی' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چھوٹی سی جان کو سلامت تا قیامت رکھے یہ نازک پریاں تو رب العزت کا فضل ہوتی ہیں' انعام میں برکت ہیں' ترقی کے راستے کھولنے والی ہیں۔ چاچو جی ہم سب مایوس ہو چکے تھے لیکن بیس سال سے آپ کے منہ سے بس یہی سنتے آئے ہیں کہ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ چاچو جی آپ کو صبر کا پھل مل گیا ہے' ثمن آپ کی بیٹی نہیں بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو' آپ کی وائف اور ثمن کو عمر خضر عطا کرے' ثمن کی مما کو صحت کاملہ عطا کرے آمین۔ سمیرا شریف طور (میری جان) 26 دسمبر کو آپ کی سالگرہ تھی اور سعدیہ (بیسٹ فرینڈ) ہماری

طرف سے مِنی مِنی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اینڈ وشز یو آل دا بیسٹ۔ سمیرا تعبیر جی ہم الحمدللہ ٹھیک ہیں' آپ کا نام آنچل میں دیکھ کر آنکھیں چمک اٹھتیں اور دل ہیپی ہیپی ہوجاتا ہے۔ سمیرا تعبیر آپ کو اور آنچل فرینڈز سب کو ہماری طرف سے وش یو اے ہیپی نیو ائیر' اپنا بہت زیادہ خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور...... کوٹ سمابہ

تمام آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل پڑھنے والے ساتھیوں کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ یہ سال ہمارے ملک و قوم کے لیے امن کا پیغام لائے' آمین۔ ہیلو اقصیٰ خوش ہوجاؤ کیونکہ میں تمہیں آنچل کے ذریعے وش کررہی ہوں ہیپی برتھ ڈے یو' اللہ تمہیں پڑھنے کی توفیق دے ہاہاہا۔ آمنہ امداد 11 جنوری کو آپ کی برتھ ڈے تھی' بہت بہت مبارک ہو۔ تم نے تو بتادیا تھا کہ تمہاری جنوری میں برتھ ڈے ہے۔ یار 7 جنوری کو میری بھی تھی پر میں بتا نہیں سکی اس لیے میری اپنی طرف سے مجھے ہیپی برتھ ڈے۔ نگینہ ڈیئر کیسی ہیں آپ؟ اور آپ کے کیوٹ سے بے بیز' اللہ آپ کو خوش رکھے۔ یار کا جل شاہ میں تو سمجھی تھی کہ آپ ایک بانکی سجیلی کجلی بکری سری میرا مطلب لڑکی ہو' پر آپ تو اماں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی بیٹی کو بہت سی خوشیاں دے' آمین۔ ون اینڈ اونلی شاہ زندگی کدھر غائب ہیں؟ جیاباجی اللہ آپ کو جلدی سے اماں بنادے' آمین۔ نورین شاہد کیسی ہیں آپ؟ نادیہ یٰسین کدھر گم ہوجاتی ہیں آپ؟ سیدہ عطیہ زاہرہ آپ کی نظم بہت پسند آئی تھی مجھے' بالکل اپنے جیسی انوسینٹ (ہاہاہا)۔ بشریٰ باجوہ آپ تو شادی کے بعد گواچی گاں ہی ہوگئی ہیں۔ شمع مسکان' طیبہ نذیر' پروین افضل' دلکش مریم' عائشہ پرویز' ایس انمول' ایس بتول شاہ اور ارم کمال آپ سب کو میری طرف سے نیا سال بہت مبارک ہو' ڈھیروں دعائیں اور پیار آپ سب کے لیے۔ فرحت اشرف یار مجھے بھی یاد کرلیا کرو' میں روز تمہاری بہن سے تمہارا پوچھتی ہوں' تمہاری امی کا ہمیں بہت دکھ ہوا تھا اللہ انہیں جنت میں جگہ دے' آمین دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

روبی علی...... سیدوالہ

میرے پیارے شوہر ذیشان احمد کے نام

میرے پیارے سے شوہر ذیشان احمد کو سالگرہ بہت بہت مبارک' آپ حیران ہوں گے کہ یہ کون ہے؟ تو جناب میں ہوں آپ کی پیاری اور پھلوسی وائف ایمان ذیشان احمد' میں نے سوچا اس دفعہ تھوڑے مختلف انداز میں برتھ ڈے وش کردی جائے۔ پریشان نہ ہوں آپ کے پیسوں سے آپ کو مہنگا سا گفٹ ضرور دوں گی تو جناب 8 جنوری کو آپ کی سالگرہ تھی' آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر خوشی اور لمبی زندگی عطا کرے' نئی جاب اور شاپ کی بھی بہت مبارک باد (جی جی مجھے بھی بہت مبارک باد) جب آپ یہ پڑھیں تو حیران ہوں گے پر دیکھ لیں میں بھی آپ کی ہی وائف ہوں۔ چلیں جی اب آپ کا بہت سارا کام میرا منتظر ہے' فی امان اللہ۔

ایمان ذیشان احمد...... جلال پور' گجرات

ماہا اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے مزاج بخیر ہوں گے' فرسٹ آل آنچل اسٹاف آپ کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو اینڈ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے' آمین۔ دعا ہاشمی کیسی ہو؟ آپ کی خالہ' نانا ابو اور مما کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ میری دوست ماہا نے ہمیشہ کی طرح 12 دسمبر کو بارہ بجے برتھ ڈے وش کی تھی' پچھلے چار سالوں سے وہ ملالہ کو وش کرتا اور اپنا خیال رکھنا۔ کہنا نہیں بھولتی مگر افسوس وہ اپنا خیال نہ رکھ سکی' اس کی بارہ منٹ کی کال مجھے اگلے تین دن تک سرشاری میں مبتلا کیے رکھی تھی سترہ دسمبر کو میں نے خود کال کی تو آنٹی نے روتے ہوئے مجھے ماہا کے ایکسیڈنٹ کا بتایا' مجھے ایسا لگا کسی نے میری جان نکال لی ہو۔ میری بے بسی کی انتہا یہاں تک تھی کہ میں ماہا سے مل

بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ میری پی کا بے بی ہوا تھا' فنکشن اٹینڈ کرنا نہ صرف میرے لیے ضروری تھا بلکہ مجبوری بھی تھی۔ فنکشن میں ملالہ کیسے بجھی رہی وہ صرف وہی جانتی ہے۔ میں پہلی بار خالہ بنی تھی مجھے خوش ہونا چاہیے تھا مگر میں ڈسٹرب تھی۔ دیکھو دعا! میں نہیں جانتی تھی اگلے لمحے ماہا کے ساتھ کیا ہونا ہے ورنہ ملالہ کبھی بھی اسے اسلام آباد نہ جانے دیتی۔ ماہی کہتی ہے ناامیدی' مایوسی کفر ہے' ہمیں ہر حال میں مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ آپ بھی اپنے پیاروں کے لیے دعا کرو جو چلے گئے ہم ان کے لیے تو صرف دعا ہی کرسکتے ہیں۔ اللہ آپ کی مما کو جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین۔ عائشہ پرویز' سامعہ ملک' پارس شاہ' مدیحہ شبیر' جاناں' فریحہ شبیر' شاہ زندگی' دلکش مریم' انا ادب' آنسہ شبیر' لیلیٰ شاہ کیسی ہو؟ انٹری دیتی رہو کرو۔ حمیرا' عروش' فائقہ سکندر' نازی آپی' سمیرا آپی' ام مریم آپ سب کو نیا سال بہت مبارک اینڈ سلام۔

ملالہ اسلم...... خانیوال

پیاری پیاری دوستوں کے نام

کیسی ہو دوستو! ڈیئر شازیہ میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو' تمہیں ہزاروں خوشیاں دیکھنی نصیب ہوں اور ان لوگوں کا ساتھ نصیب ہو جن کی تمہیں تمنا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تمہاری امی کو صحت عطا کرے' آمین اور تم چلبلی جی کیسی ہو' مجھے پہچانا کہ نہیں سوچا آنچل کے ذریعے تمہارا حال چال پوچھ لیتی ہوں تو تمہیں خوشی ہوئی کہ نہیں۔ میری دعا ہے کہ تم کو بہت ساری خوشیاں ملیں پریشان نہ ہو یار تم کو پریشانی جچتی نہیں ہے۔ میری ایک سویٹ سی دوست تو رہ گئی ہے جسے میں پیار سے مجنوں کہتی ہوں' حیران رہ گئی نہ کہ میں یہاں کیسے آ گئی' بھئی میں تمہاری لیلیٰ ہوں کیا اب بھی نہیں پہچانا؟ کیسی ہو یار اپنا خیال رکھا کرو' اداس مت رہا کرو کیونکہ مجھے اپنی دوست ہنستی مسکراتی ہوئی چاہیے۔ سویٹ سی دوستو آپ سب اپنا بہت خیال رکھنا میں' تم سب کو بہت چاہتی اور بہت زیادہ یاد کرتی ہوں۔ دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھنا' آپ کی پُرخلوص دوست۔

لیلیٰ...... ثمن' نورپور

فاطمہ حبیب اینڈ آنچل پریوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے میری پیاری دوست فاطمہ حبیب کو شادی کی ڈھیر ساری مبارک ہو۔ فاطمہ اللہ تمہیں اور آفتاب بھائی کو اتنی خوشیاں عطا فرمائے کہ دامن کم پڑ جائے' اللہ تم دونوں کو ہمیشہ نظر بد سے بچائے اور حج کی سعادت نصیب فرمائے' آمین۔ میری پریوں امید ہے سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی' آپ لوگ مجھے نہیں جانتی میں پہلی بار انٹری دے رہی ہوں۔ میں تمنا بلوچ اور میری سب سے بڑی خواہش رائٹر بننا ہے اور ڈھیر ساری فرینڈز بنانا اب سب جلدی سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ کہ میں جلدی سے رائٹر بن جاؤں' آمین۔ یار میرے ذہن میں جو نام نقش ہوگئے ہیں وہ ہے حافظہ سمیرا اور شاہ زندگی اور نام یاد نہیں ہیں لیکن میں سب کے خط اور دوستوں کے پیغام آئے اور آئینہ سب کچھ پڑھتی ہوں' مجھے نام یاد نہیں رہتے ویسے یار ناموں میں کیا رکھا ہے دل میں جگہ ہونی چاہیے۔ اب سب جلدی سے میری فرینڈ فاطمہ حبیب کو شادی کی مبارک باد اور دعائیں' شکریہ۔ اچھا اب اجازت زندگی رہی اور اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی' اللہ حافظ۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں اب تو کالج سے فارغ ہوگئے ہیں' پیپرز میں ملیں گے۔ میں تم سب کو بہت یاد کرتی ہوں' ربیعہ' فرزانہ' مہک' صفوانہ' سحر' ردا' فوزیہ' حنا' شاء' ماہا' ہنی اور پنکی' مہرو' اقرا مریم۔ تم سب کو میں بہت بہت زیادہ یاد کرتی ہوں' ہمارا اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا' لڑکیوں کو تنگ کرنا بہت یاد آتا ہے۔ ماہا بہنا تمہیں نکاح کی بہت زیادہ مبارک ہو' اللہ کرے کہ تمہیں ہر خوشی بن مانگے عطا ہو۔ سب اچھی اچھی تیاری کرنا پیپرز کی ورنہ تم لوگ ادھر اُدھر تانک جھانک کرو گی پیپر والے دن۔

اجازت چاہوں گی سب اپنا بہت بہت خیال رکھنا والسلام! آپ کی اپنی دوست۔

حرارمضان...... اختر آباد

اپنے پیاروں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل پڑھنے والوں اور تمام رائٹرز کو ہماری طرف سے سلام۔ آنچل کے چاہنے والوں کیا حال ہے؟ امید ہے سب خیریت سے ہوں گی' ہم اپنی تمام کزنوں کو ممتاز' شازیہ' صائمہ' رابعہ' رخسانہ کو بہت یاد کرتی ہیں۔ آپ سب کبھی پھر مل کر آئیں ہم اکٹھے رہیں اور انجوائے کریں۔ ہم اپنی فرینڈز سدرہ' نورین' حمیرا' رقیہ' سلمیٰ' ثریا کو بہت یاد کرتی ہیں' کبھی ملنے ہی آجاؤ' والسلام۔

ارم مقبول' شمائلہ مقبول......

چمکتے تاروں کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب بخیر وعافیت ہوں گے سب سے پہلے مجھے خود ہیپی برتھ ڈے ہاہاہا۔ شکیل تمہیں بہت بہت سالگرہ مبارک' عروہ رانی تمہیں بھی اور چاچو ندیم' مس افزا' سر شہناز صاحب آپ کو بھی ہیپی برتھ ڈے خوش رہیں ہمیشہ۔ صوبیہ اینڈ صغرا باجی آپ کو بھی ہیپی برتھ ڈے پیارے ابو جان آپ کو اور امی جان کو شادی کی بائیسویں سالگرہ مبارک ہو اور ابو جی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ عقل' شکیل' عروہ' زارا' عبیرا' ردا' خالہ جان آپ کو پاکستان میں ویلکم کہتے ہیں مجھے جس جس نے یکم جنوری کو وش نہیں کیا ان سب سے میری کٹی ہے سب کو ہیپی نیو ائیر۔ نیا سال ہمارے لیے بہت ہی کامیابیاں اور خوشیاں لائے' آمین۔ نوشین اقبال' طیبہ نذیر' ام ثمامہ' شاہ زندگی' صوبیہ کوثر ملتان' سار یہ چوہدری' سباس گل' انا احب اور جن کے نام رہ گئے ہیں ان کو ہیپی نیو ائیر اور ڈھیروں دعائیں' مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' رب راکھا۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

پیاری عائشہ' حنا آپی' لبنیٰ اینڈ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! عرض کیا ہے چلو چھوڑو پھر کسی دن کریں گے' سب سے پہلے میری پیاری اینڈ جان من کزن اینڈ فرینڈ عائشہ عرف عاشی کو بہت بہت مبارک' اوئے پوچھو گی نہیں کس بات کی مبارک باد دے رہی ہو۔ ارے میری بھولی فرینڈ رزلٹ کی دے رہی ہوں مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم نے A گریڈ سے نائنتھ کا امتحان پاس کیا ہے' کوشش کرنا میٹرک میں زیادہ مارکس لینے کی' اللہ تمہیں کامیابی دے' آمین اور ہاں ندا' کرن کو میرا پیار بھرا سلام۔ کیسی ہو ندا' کرن مبارک ہو آپ لوگوں کو بھی یاد آیا' نازش فریحہ اور باقی جن کے مجھے نام نہیں پتا ان سے معذرت کے ساتھ سلام کرتی ہوں۔ ہاں عائشہ میرے سعد جانو کا خیال رکھا کرو' کیسے ہو شونے مونے بلے سعد جانو! روتے تو نہیں۔ اوہاں میں بھول ہی گئی میری آنٹی جی سلام عرض کرتی ہیں' پنجاب آئیں گی تو ہمارے پاس ضرور چکر لگانا' انکار مت کرنا آنچل کی ذریعے دعوت دے رہی ہوں۔ ارے سعدیہ پھوپو! آپ کیوں ناراض ہو رہی ہیں آپ بھی ہمیں یاد ہیں' کیسی ہو جی اور ہماری موموکیسی ہے؟ اوئے حنا آپی آپ کا منہ کیوں پھول گیا کیسی ہیں آپ؟ میں آپ سے بہت ناراض ہوں آپ میرے میسج کا ریپلائی بھی نہیں کرتیں' کال تو کیا کرنی ہے۔ چلو کوئی بات نہیں' عاشی عروسہ کو منگنی کی مبارک باد دینا اور حرا لوگوں کو سلام اور آخر میں ہاں جی میری پیاری دوست لبنیٰ جی کیسی ہو؟ ہمیں بھول ہی گئی ہو کوئی اتا پتا نہیں پلیز جہاں بھی ہو مجھ سے رابطہ کرو۔ شہلا' سعدیہ اینڈ ارم تم لوگ کیوں جیلس ہو رہی ہو آپ کو بھی سلام۔ آخر میں تمام آنچل فرینڈز کو میری طرف سے سلام اگر کوئی مجھ سے فرینڈشپ کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔

عابدہ جمیل عابی...... صادق آباد

آنچل کی شہزادیوں کے نام

فصیحہ آصف' اقبال بانو' سباس گل' غزالہ جلیل راؤ' بشریٰ باجوہ' پروین افضل شاہین' نادیہ فاطمہ رضوی' نادیہ جہانگیر' طیبہ نذیر' نبیلہ نازش' نوشین اقبال نوشی' نگہت غفار' نزہت جبیں ضیاء' شمیم فضل خالق' شمیم ناز صدیقی' نسیم

سکینہ صدف، کاجل شاہ، فرح طاہر تم کو بہت بہت سلام اور دعا' اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمہیں خوش وخرم رکھے آمین۔

فریدہ جاوید فری..... لاہور

اپنی پیاریوں کے نام

فریدہ جاوید فری! آپ سے لاہور میں میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین نے ایک ریڈیو لسنرز کانفرنس میں ملاقات کی اور آپ کی تعریف آپ کے بھیا نے اتنی کی کہ میرا دل چاہا کہ ابھی لاہور جاؤں اور آپ سے ملاقات کروں۔ تسلیم شہزادی، بشریٰ باجوہ، شنزہ بلوچ میں بالکل فٹ فاٹ، ہوں آپ سب کیسی ہیں؟ مائرہ کنول ماہی، نزہ تارڑ، انعم چوہدری، میرے سوالات پسند فرمانے کا بہت شکریہ۔ مالا اسلم میرے ابو کی وفات پر میرا غم بانٹنے کا بہت شکریہ، اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

پیاری آنٹی نسرین کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنٹی کیا حال چال ہے آپ کا؟ امید کرتی ہوں اللہ کے فضل وکرم سے بالکل خیریت سے ہوں گی۔ آپ کو میری طرف سے نیا سال بہت مبارک ہو میری دعا ہے کہ یہ سال آپ کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے۔ اللہ ہر لمحہ آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور آپ کی ہر دعا لبوں پر آنے سے پہلے ہی قبول ہو آمین۔ ڈیئر آنٹی! مجھے پتا ہے آپ آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہیں ہمیشہ آپ دوسروں کے پیغام پڑھ کر خوش ہوتی ہیں، بتایئے گا آپ، کو اس بار اپنے بارے میں پڑھ کر کیسا لگا۔ ہم سب گھر والے آپ کو بہت یاد کرتے ہیں، آپ جہاں رہیں خوش رہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور اپنا بہت خیال رکھیے گا اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

طیبہ حنیف بٹ..... سمندری

عمارہ چندا کے نام

السلام علیکم! عمارہ جانی کیسی ہو؟ اوئے یار میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں، ہائے وہ وقت نہیں بھولتا جب ہم سب مالٹوں کے باغ میں گئے تھی اتنی ٹھنڈ میں مالٹے کھائے اُف یار جب وہ وقت یاد آتا ہے تو ٹھنڈ لگنے لگتی ہے ہاہاہا۔ میں تمہیں اور اس وقت کو کبھی نہیں بھول سکتی، آئی لو یو ڈیئر کزن۔ حمنہ کیسی ہو تم؟ تمہاری بے رخی کبھی کبھی بہت تکلیف دیتی ہے اگر کوئی آپ کو بہت زیادہ اہمیت دے تو اسے اس طرح انہیں نظر انداز نہیں کرتے خیر تمہاری مرضی خوش رہو۔ فرحت اشرف ڈیئر کیسی ہو؟ شاہ زندگی جی آپ کا نام بڑا سوہنا ہے، دوستی کرو گی مجھ سے سویٹ گرل؟ پروین افضل شاہین آپو میں آپ کا ہر لیٹر اپنی مما کو پڑھ کر سناتی ہوں۔ مما آپ کے لیے دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد عطا فرمائے، آمین۔ سب کڑیاں اپنا خیال رکھنا تے مینوں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیوں۔

سعدیہ رمضان سعدی..... 186 پی

گلاب کے پھولوں کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیا حال ہے، ارے یہ میں ہوں رشک حنا یعنی ماہ رخ سیال میرا نیا نام کیسا لگا؟ ڈیئر شمع ذرا نومبر اور دسمبر کے شمارے غور سے پڑھنا اور بتانا کون آپ کو بھول گیا ہے، صدف مختار آپ مجھے تھوڑی سی مغرور لگی ہیں۔ امشاج جنت واؤ بیوٹی فلم نیم، سویٹ شاہ زندگی اب یہ مت کہنا کہ حنا مجھے بھول گئی ہو۔ پریٹی ڈول حورعین فاطمہ کیا بہت ناراض ہو، سویٹ ہارٹ امبر سکندر، تانیہ مغل، اقصیٰ کنزہ، حورعین نایاب بیوٹی فل لیڈی نورین شفیع، فوزیہ پارس شاہ، نوریب بہت اچھی دوست روکین حیدر، چندا زندگی کی آس زیست اینڈ برش مکرم زوباش سمیرا تعبیر گڈ گرل عروشہ تعبیر، سونی علی مشعال، اسلام عشا نور، بے وفا نادیہ کامران، مسکان قصور آپ سب بہت کیوٹ ہو اور حنا کی جان وہ، کاجل دی اب کوئی نظم لکھ ہی ڈالو ہائے بلو مون اینڈ درنجف سیال۔ سدا شاد وآباد رہو، پرنسز ایمن وفا، نبیلہ نازش اینڈ جاناں سدا خوش رہو اور اپنی شکل دکھاؤ۔ ڈیئر رینا طاہر عزیز، شائستہ افتخار کو برتھ ڈے وش کرو، شمائلہ کنول بہت کنجوس ہو۔ نورین، شاہدہ پروین، حبا حنا تصور، ثناء ناز

کیسی ہو کوئی لفٹ نہیں۔ سرگودھا والوں ایک زبردست سیلوٹ حنا کی جانب سے اوکے فی امان اللہ۔

ماہ رخ رشک حنا...... سرگودھا

کچھ مہربان لوگوں کے نام

سنو زندگی میں کبھی کسی کو اتنا درد نہیں دیتے کہ وہ جینے کی آرزو ہی چھوڑ دے بس اتنا ہی کہوں گی آج کے بعد تمہارے نام یا تمہیں کچھ نہیں کہوں گی اب یہ حساب کتاب روز محشر ہی ہوگا جن کو لکھا ہے وہ سمجھ گئے ہوں گے۔ اب آتی ہوں آنچل فرینڈز کی طرف امید کرتی ہوں سب ٹھیک ہوں گی لویو شہنیلہ یونس اینڈ ایم سو سوری میں برتھ ڈے بھول گئی۔ ہیپی برتھ ڈے ڈیئر خوش رہو امید چوہدری، سدرہ اسلم، بشریٰ ملک، فرزانہ ملک پلیز آپ کے بغیر آنچل ادھورا ہے زوردار انٹری مارو۔ شگفتہ انزہ ایمان (آپ تو غائب ہی ہوجاتی ہو)۔ عائشہ آپ کے میسج بہت اچھے ہوتے ہیں حبہ حمنہ ایمان فروا حمیرا کیسی ہو سب؟ بشریٰ باجوہ آئی مس یو۔ کرن وفا کیسی ہو ڈیئر! آئی ایم سوری میری بہت عزیز لڑکی نے تم سے مذاق کیا وہ ایسی ہی ہے پلیز مائنڈ مت کرنا۔ مسکان قصور کیسی ہو؟ ندا مس یو نوشین اقبال آپ کی شاعری بہت اچھی ہوتی ہے۔ سحر کدھر ہوتی ہیں آپ آج کل؟ سمیرا شریف طور آپ تو ہو ہی گریٹ جاتے سال نے تو بہت بڑا غم دیا (سانحہ پشاور) امید کرتی ہوں کہ نیا سال ہم سب کے غم کچھ تو کم کرے آمین۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

پیارے بھائی قاسم اور بھانجے شاہ ویز کے نام

السلام علیکم! قاسم کیا حال ہے امید رکھتی ہوں کہ تم خیریت سے ہوگے۔ 14 فروری کو تمہاری 23 ویں سالگرہ ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو قاسم! میری دعا ہے کہ تمہیں دنیا جہاں کی خوشیاں ملیں آمین۔ تمہارا گفٹ مجھ پر ادھار رہا شاہ ویز کیسے ہو تم؟ 15 فروری کو تمہاری سالگرہ ہے مبارک ہو۔ میری دعا ہے اللہ کی ذات پاک سے کہ وہ میرے پیارے سے بھانجے کو اپنی پناہ میں رکھے اور صحت مند لمبی زندگی عطا کرے ہمیشہ خوش رہو آمین۔ مصباح اور نفیسہ تم دونوں کیسی ہو؟ شازم کو بہت سارا پیار یو جی کو سلام۔

عروسہ پرویز...... کالس

سسٹر صبا اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سب؟ ڈیئر صبا بہت بہت شکریہ مجھے اور بابا کو برتھ ڈے وش کرنے کا اور باقی تمام فرینڈز فریحہ شبیر، طیبہ نذیر، ساریہ چوہدری، ایس بتول شاہ، حلیمہ بی بی، حافظہ زائمہ، ریحانہ کوثر، عائشہ خان، شاہ زندگی، ایس انمول، نائلہ نورین، نورین لطیف، سونیا اماوس، نگینہ ثمران کیسی ہیں آپ سب؟ ارے بے وفاؤں کبھی بھولے سے بھی یاد کرلیا کرو سب اپنا بہت خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

سنیاں زرگر، اقصیٰ زرگر...... جوڑہ

ان اپنوں کے نام جو پرائے ہوگئے

دنیا میں میرے صرف تین ہی بہن بھائی تھے لیکن انہوں نے بھی مجھے اپنا نہ سمجھا۔ ہمیشہ مجھے ہی کوشش کرنی پڑی کہ ہم مل جل کر رہیں لیکن شاید قسمت کو منظور نہ تھا اے کاش کہ مجھے بھی کوئی سمجھتا۔ بڑی بہن ماں برابر ہوتی ہے لیکن اس نے بھی اتنا بڑا دھوکہ دیا کہ اب بات تک کرنے کو دل نہیں کرتا۔ کیا ایسے ہوتے ہیں بہن بھائی یا شاید مجھ میں ہی کوئی کھوٹ تھا کہ کوئی اپنا بن نہ سکا۔ چلو جہاں رہو خوش رہو کیونکہ میرے ساتھ چاہے اچھا کرو یا برا میں تو بس دعائیں ہی دے سکتی ہوں۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

پیاری دوست جیا کے نام

السلام علیکم! 11 فروری کو تمہاری سالگرہ ہے پورے سائنس گروپ کی جانب سے دل کی گہرائیوں سے سالگرہ مبارک۔ دعا ہے ہمیشہ خوش رہو تمہاری ہر خواہش پوری ہو کبھی کوئی غم تمہیں چھو کے نہ گزرے۔

عمارہ اریج اینڈ گروپ...... گوجر خان

یادگار لمحے

جویریہ سالک

نعت رسول مقبول ﷺ

باغ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
کیا مدینہ پہ فدا ہو کے بہار آئی ہے
ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے
جس ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال
اے حسین تیری ادا اس کو پسند آئی ہے
تیرے جلوؤں میں یہ عالم ہے کہ چشمِ عالم
تابِ دیدار نہیں پھر بھی تماشائی ہے
دردِ دل کس کو سناؤں میں تمہارے ہوتے
بے کسوں کی اسی سرکار میں سنوائی ہے
اے حسن جہاں تاب کے صدقے جاؤں
ذرے ذرے سے عیاں جلوہ زیبائی ہے

آنسہ شبیر...... ڈوگہ، گجرات

یادگار لمحے

حضرت حسان بن ثابت جو شاعرِ رسول کہلاتے ہیں کہتے ہیں کہ "چودھویں رات کا روشن اور بے عیب چاند چمک رہا تھا اور میرے سامنے آنحضور ﷺ کا چہرہ مبارک تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ کے چہرے کو مجھے آپ ﷺ کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن لگا۔" اس وقت انہوں نے یہ نعتیہ اشعار کہے جو آنحضور ﷺ کو بے حد پسند آئے اور آپ نے ان (حضرت حسان) کی تعریف کی اور دعا دی اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"کسی آنکھ نے تجھ سا خوب صورت شخص نہیں دیکھا اور تجھ سے زیادہ صاحب جمال شخص کسی عورت نے نہیں جنا، تو ہر عیب سے اس طرح پاک اور صاف ہے جیسے تو اپنی مرضی اور پسند سے پیدا ہوا ہے۔

ہما ایوب...... عارف والا

اقوال زندگی

❁ موت کا عمل تو زندگی کے عمل کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے بچپن تو بچپن میں ہی مرجاتا ہے جوانی ختم ہوجاتی ہے بینائی کے چراغ مدھم ہوجاتے ہیں انسان کی آنکھوں کے سامنے مانوس چہرے رخصت ہونا شروع ہوجاتے ہیں تاریخیں بدل جاتی ہیں آرزوئیں حسرتیں بن جاتی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ موت صرف سانس یا آنکھ بند ہوجانے کا نام ہے۔

حرا رمضان...... اختر آباد

16 دسمبر

یا خدا! رحم میری دھرتی پر
دہشت گردی ہے پھر بپا ہوئی
"سقوط ڈھاکہ" کا ہی زخم تازہ تھا
اک قیامت کی اور ابتدا ہوئی

سباس گل...... رحیم یار خان

فیشن ہو تو ایسا

- قد بغیر ہیل کے بھی نظر آسکتا ہے اگر شخصیت میں بلندی ہو۔
- چہرے کا رنگ بغیر میک اپ کے بھی صاف دکھائی دے سکتا ہے اگر دل کا رنگ صاف ہو۔
- ہونٹ بغیر لپ اسٹک کے بھی خوب صورت نظر آسکتے ہیں اگر وقت پر کھولے جائیں۔
- آنکھوں میں چمک بغیر کاجل کے بھی آسکتی ہے اگر ان میں حیاء ہو۔

عطیہ ملک...... ضلع بہاولنگر

تجھے کیا دیا

ایک دن ایک فقیر کسی پھل والی دکان پر گیا اور مالک سے کہنے لگا کہ خدا کے واسطے مجھے کچھ دے اس دکاندار نے گلا سڑا اور گندہ سا پھل اٹھا کر اسے دے دیا۔ فقیر نے خاموشی سے رکھ لیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آیا اور کہا کہ مجھے بیس روپے کے آم دے دو۔ اب کی بار دکاندار نے نہایت اچھے اور بہترین دو آم نکالے شاپر میں ڈال کر

اسے پکڑا دے۔

یہ دیکھ کر فقیر کہنے لگا یا اللہ گواہ رہنا کہ تجھے تیرے بندے نے کیا دیا اور مجھے کیا دیا۔

شائلہ رفیق.....سمندری

بے لاگ تبصرہ

❁ دل کے بدلے دل تو ساری دنیا دیتی ہے۔
پر بل کوئی کم بخت نہیں دیتا۔

❁ بےوفا یوں تیرا مسکرانا بھول جانے کے قابل نہیں۔
نہیں نہیں اب وہ صبح وشام دانت صاف کرتا ہے۔

❁ میں رنگ شربتوں کا، تو میٹھے گھاٹ کا پانی۔
اگر لیموں پانی بھی ہوتے تو بھی کام بنتا۔

عائشہ پرویز.....کراچی

میں یہی سوچتی ہوں

دسمبر کی کہر میں لپٹے راستوں میں، میں یہی سوچتی ہوں کہ آخر انسان مرتا کیسے ہے جبکہ جذبے بھی نہیں مرتے مگر میری اس سوچ کو کوئی راہ نہیں ملتی مگر جب میری نظر کشمیر کی مظلوم قوم کی طرف جاتی ہے تو میرے ہاتھ رک جاتے ہیں جب میں فلسطین کو اسرائیل کے قبضے میں دیکھتی ہوں تو میری آنکھیں کسی سیلاب کا منظر پیش کرتی ہیں جب میں اور اندلس کو عیسائیوں کی آماجگاہ دیکھتی ہوں تو میری نظر طارق بن زیاد کی طرف اٹھتی ہے جو حسرت و یاس سے اندلس کی گلیوں کو دیکھتے ہیں جن میں لاکھوں مسلمانوں کا خون شامل ہے پھر دسمبر کی کہر سے لپٹی رات میں، مجھ پہ وا ہوتا ہے کہ جب ضمیر مرجائے اور ہوس جاگ اٹھے اور جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں تو انسان مرجاتا ہے اور واقعی مظلوم لوگوں کی آہ و پکار میں وقت کا حکمران مر گیا ہے جنہیں مظلوموں کی آہ و پکار نہیں بلکہ اپنی طاقت کی حقیقت یاد آتی ہے مگر افسوس یہ ظالم انسان مرگیا ہے زندہ صرف یہ مظلوم ہیں جو مرنا بھی عزت سے چاہتے ہیں۔ مگر شاید.....ذرا سوچیے۔

عنزہ یونس.....چدھڑ، حافظ آباد

استوڈنٹ لائف

وہ 7 کا الارام پھر بھی آنکھ کھلے لیٹ
وہ یاروں سے شغل اور اٹینڈنس بولنا لیٹ
وہ فری پریڈ کی آس اور چھوٹی سی بریک
وہ پیپر کی ٹینشن پھر بھی کرنا ٹائم ویسٹ
جان اپنی دوستوں میں اور باہر کرنا ان کا ویٹ
وہ ٹیچر کا صحیح جواب اور فرینڈز سے کہنا
I Know I'M Great
وہ پڑھے بغیر ٹیسٹ اور نمبر 10 میں سے ایٹ
وہ چھٹی کے وقت مستی اور بیگ کا تھوڑا سا ویٹ
اسی لیے کہتے ہیں
Student Life Is Great

سبط الرحمٰن.....ماچھیوال گاؤں

اقتباس

''مغرب اپنی چالوں سے کبھی تھک کر نہیں بیٹھا ہر لحہ اور ہر آن ایک نئے انداز سے امت مسلمہ پر اس کی اقدار پر اور اس کے مسلمہ نظام زندگی پر ضرب لگانے کی کوشش کرتا ہے اور اس دفعہ فتنے کی شدت یوں ہے کہ یہ ہتھیار عورت کے ہاتھ میں تھما دیا گیا ہے۔ پہلے مرد مفکرین یہ ذمہ داریاں نبھاتے تھے اب اس امہ کی نام نہاد مسلمان خواتین مفکرات کو چنا گیا ہے۔''

(اوریا مقبول جان)

دلکش مریم، معظم شاہ.....چنیوٹ

تاریخ کے جھروکے

☆ 3,400 قبل مسیح مصر میں جانوروں کی شکل کے برتن بنائے گئے۔

☆ 3,400 قبل مسیح مشرق وسطیٰ میں السی کا پودا، کپڑوں کی بنائی میں استعمال ہونے لگا مصری اون استعمال نہیں کرتے تھے۔

☆ 3,300 قبل مسیح مصریوں نے تحریر کا فن دریافت کیا۔ یہ تصویری رسم الخط تھا جو اشیا آوازوں اور خیالات پر مبنی تھا۔

☆ 3,000 قبل مسیح سومیروں نے دنیا کی پہلی

لائبریری قائم کی جس کے لیے مٹی کی تختیوں پر لکھی ''کتابیں'' استعمال کی گئیں۔

(اقتباس: تاریخ کا سفر)

مشاعلی مسکان...... قمر مشانی، میانوالی

منزل بہ منزل

سینے میں دل ہے۔ دل میں درد ہے، درد میں نشہ ہے، نشے میں مٹھاس ہے، مٹھاس میں تشنگی ہے، تشنگی میں آرزو ہے، آرزو میں مسرت ہے، مسرت میں امید ہے، امید میں یقین ہے، یقین میں خیال ہے، خیال میں تصور ہے، تصور میں تصویر ہے، تصویر میں تو ہے، تجھ میں ادا ہے، ادا میں حیا ہے، حیا میں نزاکت ہے، نزاکت میں شوخی ہے، شوخی میں بناوٹ ہے، بناوٹ میں اپنائیت ہے، اپنائیت میں چاہت ہے، چاہت میں خلوص ہے، خلوص میں پیار ہے، پیار میں عبادت ہے اور عبادت میں خدا ہے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

انمول موتی

❀ اگر خوشی کا ایک در بند ہو جائے تو اللہ پاک ایک اور در کھول دیتا ہے مگر ہم وہ کھلا در دیکھ نہیں پاتے کیونکہ ہم بند دروازے کے پیچھے رو رہے ہوتے ہیں۔

❀ وہ رشتے کبھی نہیں ٹوٹتے جن کی بنیاد میں سچائی خلوص اور پیار ہوتا ہے۔

❀ جو شخص ہمیشہ تمہاری خوشی چاہے یاد رکھو اس کا اداس ہونا تمہارے لیے فکر کی بات ہے۔

❀ انسان خود قابل اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اس کا کردار اور اس کی سچائی اسے قابل اعتبار بناتی ہے۔

رشک حنا...... سرگودھا

مجبوری

یہ نہ ہو کہ شہر میں تنہائی کے مجرم ٹھہرو
دل ملے نہ ملے، ہاتھ ملاتے رہنا

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

ذخیرہ معلومات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا گیا۔

''یا امیر المومنین! آسمان و زمین کے درمیان کیا ہے؟''

''آپؓ نے جواب میں فرمایا۔ ''قبول ہونے والی دعا''

پھر پوچھا گیا ''مشرق اور مغرب کے درمیان کیا کچھ ہے؟''

آپؓ نے فرمایا۔ ''سورج کی ایک دن اور رات چلنے کی مسافت''

پھر پوچھا گیا ''پانی کا ذائقہ کیا ہے؟''

''آپؓ نے بڑا خوب صورت جواب فرمایا۔

''جو زندگی کا ذائقہ ہے۔''

سامعہ ملک پرویز...... بھیرہ، خانپور

بانی پاکستان

25 دسمبر کی تاریخ قائداعظم کی قربانیوں کو تازہ کرتی ہے۔ ایک دفعہ ایک مجسٹریٹ نے ان کی ذہانت آزمانے کے لیے کہا کہ آپ کسی تھرڈ کلاس مجسٹریٹ سے مخاطب نہیں۔'' قائداعظم نے بے ساختہ جواب دیا کہ ''مائی لارڈ آپ بھی کسی تھرڈ کلاس وکیل سے مخاطب نہیں۔'' کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے۔ 25 دسمبر 1876 سے لے کر 11 ستمبر 1948ء تک انہوں نے جو کام کیے آتی نسلیں یاد رکھیں گی، ان شاء اللہ۔

صفیہ حکیم محمد بشیر...... لونگوکی

خالی پن

خدایا!
ہجوم یاراں
قہقہے، کھلکھلاہٹیں، روشنیاں
سب کچھ تو ہے
پھر بھی
میرے اندر کا خالی پن کیوں نہیں جاتا

صدف مختار...... بوسال مصور

اچھی باتیں

❖ جب تم نماز نہیں پڑھتے تو یہ مت سوچو کہ وقت

نہیں ملا بلکہ یہ سوچو کہ تم سے ایسی کون سی خطا ہوئی کہ اللہ نے تمہیں اپنے سامنے کھڑا کرنا بھی پسند نہیں کیا۔

❖ انسان بھی عجیب ہے دعا کے وقت سمجھتا ہے کہ اللہ بہت قریب ۔ ہے اور گناہ کے وقت سمجھتا ہے کہ اللہ بہت ہی دور ہے۔

❖ جب کبھی تمہیں اپنے رزق میں کمی نظر آنے لگے تو کچھ مال اللہ کی راہ میں دے کر اللہ کے ساتھ تجارت کرلیا کرو۔

❖ زندگی کے تین سنہری اصول ہمیشہ یاد رکھو۔

اس سے ضرور معافی مانگو جسے تم چاہتے ہو۔

اسے مت چھوڑو جو تمہیں چاہتا ہو۔

اس سے کچھ نہ چھپاؤ جو تم پر اعتبار کرتا ہو۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی، کراچی

خوب صورت موتی

تمہاری ہر غلطی آخری غلطی ہوسکتی ہے بشرطیکہ تم اس سے سبق سیکھو۔

منشا یوسف...... 157 این بی

اَن پڑھ

سنو ہمدم

بہت سی ڈگریاں لے کر

ہنر پر دسترس پا کر

نصاب چاہت دل کا چمکتے لفظ آنکھوں سے

اگر پڑھنے سے قاصر ہو تو

اَن پڑھ ہو

شگفتہ خان...... بھلوال

یادداشت

ایک دن حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول ﷺ میں آپ سے جو کچھ سنتا ہوں بھول جاتا ہوں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی چادر بچھا دو حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنی چادر بچھا دی۔ آپ ﷺ نے ایک بار یا تین بار ہوا میں دست مبارک لہرایا اور کوئی چیز پکڑ کر چادر میں رکھ دی پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ اسے اٹھاؤ اور لپیٹ لو، حضرت ابو ہریرہؓ نے جس دن سے یہ چادر لپیٹی ان کی یادداشت تیز ہوگئی بلکہ سابقہ بھولی ہوئی باتیں بھی یاد آ گئیں۔

سنیاں زرگر، اقصیٰ زرگر...... جوڑہ

پشاور کے پھولوں کے نام

ہر تمنا حسرتوں میں ڈھل گئی

کبھی ارمان دلوں میں گھٹ گئے

کیا کہیں تہذیب اور کس سے کہیں

ہم سر راہ تمنا لٹ گئے

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

خوب صورت باتیں

۞ منافق کی بات خوب صورت اور عمل دردناک ہے۔

۞ اپنے نفس کو لذت سے روکنے والا اس کا مالک اور اسے بے لگام چھوڑنے والا ہلاکت میں ہے۔

۞ جو شخص تمہارا غصہ برداشت کرے اور ثابت قدم رہے تو وہ تمہارا سچا دوست ہے۔

۞ ہر شے کے لیے دلیل ہے اور عقل مندی کی دلیل غور وفکر اور غور وفکر کی دلیل خاموشی ہے۔

۞ حق سے بڑھ کر تعریف کرنا چاپلوسی ہے اور حق سے کم تعریف کرنا حسد۔

سونیا اماوس...... اوکاڑہ

مہکتی کلیاں

☆ خوش ہو کر سوچیں اور کام کریں اپنے آپ کو خوش محسوس کریں گے۔

☆ یاد رکھیں زندگی اتنی مختصر ہے کہ حقیر نہیں ہوسکتی۔

☆ مصروف رہیں تا کہ مایوسی آپ پر حاوی نہ ہو۔

☆ ایک چھوٹی سی نیکی ایک بڑے ارادے سے بہتر ہوتی ہے۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

چار آدمی

چار آدمیوں کو چار آدمیوں سے دشمنی ہوتی ہے۔

خراج گزار کو بادشاہ سے

چور کو چوکیدار سے
خلاف شرع آدمی کو چغل خور سے
فاحشہ عورت کو محتسب سے
(شیخ سعدی)

حرا قریشی..... بلال کالونی، ملتان

بے دھیانی

میں ٹھنڈے توے کی روٹی ہوں
مجھے بے دھیانی میں ڈالا گیا
مجھے بے دردی سے پلٹا گیا
میرے کتنے ٹکڑے اکھڑ گئے
میں ٹھیک سے سینکی جا نہ سکی
میں کسی چنگیر میں آ نہ سکی
میرا پسنا، گندھنا اور پکنا
بے کار گیا میں ہار گئی
اک بے دھیانی مجھے مار گئی

دعا ہاشمی..... فیصل آباد

خوب صورت باتیں

☆ قسمت پہیے کی مانند گھومتی ہے کوئی نیچے جاتا ہے کوئی اوپر آتا ہے تم جب اوپر آؤ تو نیچے والوں کا ہاتھ تھام لو کیونکہ اگلے چکر میں تمہیں ان کے سہارے کی ضرورت ہوگی۔

☆ پرندے اپنے پاؤں کی باعث دام میں پھنستے ہیں اور انسان اپنی زبان کے باعث۔

☆ لفظ انسان کے غلام ہوتے ہیں مگر بولنے سے پہلے..... بولنے کے بعد انسان لفظوں کا غلام ہوجاتا ہے۔

☆ رزق کے لیے اپنا ایمان ضائع مت کرو کیونکہ رزق انسان کو یوں تلاش کرتا ہے جیسے کہ موت۔

☆ دنیا میں تم رہو دنیا کو اپنے اندر مت رکھو کیونکہ تم مہمان ہو دنیا میں۔

سائرہ حبیب اوڈ..... عبدالحکیم

سنہری بات

اشفاق احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں
"زندگی میں کوئی خوشی، کوئی رشتہ اور کوئی جذبہ بھی مستقل نہیں ہوتا، ان کے بھی پاؤں ہوتے ہیں ہمارا سلوک اور رویہ دیکھ کر کبھی یہ بھاگ کر قریب آجاتے ہیں اور کبھی آہستہ آہستہ دور چلے جاتے ہیں۔"

روبی علی..... سید والا

نیا سال

آؤ نئے سال میں کچھ وعدے کرتے ہیں
جن میں کوئی کھوٹ نہ ہو
جھوٹ نہ ہو
وفا کے وعدے
نبھا کے وعدے
اپنے رب سے دعا یہ مانگیں
امر ہوجائے پیار اپنا
اس نئے سال میں
اے خدا یہ دعا ہم کرتے ہیں

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور..... کوٹ سمابہ

دھوکے باز

زمانہ وفادار نہیں
تو کیا ہوا؟
دھوکے باز بھی تو
اپنے ہی ہوا کرتے ہیں

صنم ناز..... گوجرانوالہ

سوچنے کی باتیں

☆ وہ زندگی ہی کیا جو دوسروں کے کام نہ آسکے۔
☆ وہ موت ہی کیا جس پر لوگ اشک بار نہ ہوں۔
☆ وہ آنکھ ہی کیا جس میں شرم حیا نہ ہو۔
☆ وہ کمائی ہی کیا جس میں رزق حلال نہ ہو۔
☆ وہ بہادری ہی کیا جس میں صبر نہ ہو۔
☆ وہ مصروفیات ہی کیا جس میں اسلامی باتیں نہ ہوں۔

یاسر ملک مسکان..... اٹک

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتدا ہے رب ذوالجلال کے بابرکت نام سے جو وحدہ لاشریک ہے۔ نئے سال کے پہلے شمارے کو سراہنے اسے پسند کرنے اور اپنی آراء وتجاویز سے نوازنے کا بے حد شکریہ۔ آپ کے یہ چند مختصر کلمات آنچل کو سجانے سنوارنے میں بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ شمارہ بھی آپ کے ادبی ذوق کے عین مطابق ہوگا۔ آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو جادوئی آئینہ میں رخ روشن لیے جھلملا رہے ہیں۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر۔ ڈیئر فرینڈز ریڈرز اینڈ رائٹرز آنچل اسٹاف اور ہر دلعزیز شہلا آپی! السلام علیکم! امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ 26 اکتوبر کو میری جان سے پیاری نانی اماں ہمیں چھوڑ گئیں کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔ اس کے بعد تو زندگی زندگی ہی نہ رہی ہو۔ ہر وقت اداسی اور بے بسی دل میں ڈیرے جمائے بیٹھی رہتی۔ ابھی اس صدمے سے نکلے ہی نہیں تھے کہ دادو (سندھ) میں میرے کزن (پھوپو کے بیٹے) کو اس کے اپنے ہی دوستوں نے بے دردی سے شہید کردیا۔ ابھی تو وہ صرف 19 سال کا تھا' پانچ بہنوں کا لاڈلہ بھائی اور ابو کا سہارا' امی کی آنکھوں میں کتنے ہی خواب سجے ہوں گے۔ جنوری اس سال کا پہلا شمارہ ٹائٹل بہت پسند آیا۔ خوب صورت مہندی' ہلکا میک اپ' جیولری اور ماڈل ہر چیز پرفیکٹ' بہت عرصے بعد ٹائٹل پسند آیا۔ فہرست پر ایک نظر ڈال کر سرگوشیاں سنیں اور حمد ونعت سے مستفید ہوئی' در جواب آں میں کچھ نئے اور پرانے ساتھیوں کو دیکھ کر اچھا لگا۔ دانش کدہ تو ہمیشہ بیسٹ ہوتا ہے' تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے۔ ہمارا آنچل میں چاروں دوستوں سے مل کر اچھا لگا' نفرت جبیں بہت خوب پھر اپنا ناول کب پڑھوا رہی ہیں۔ جلدی بھیجئے گا ہم انتظار میں کھڑے ہیں۔ ماریہ چوہدری پیپرز میں ہم نے بھی بہت ناول پڑھے ہیں' پرواخان ڈیئر اپنی نام کی طرح بہت کیوٹ اور سویٹ لگی۔ نمرہ افتخار یار تھوڑا اور لکھ دیتی نا۔ خیر چاروں دوستوں کو دوستی کی آفر وہ بھی فری۔ سروے میں سب ہی جواب اچھے لگے مگر دعا ہاشمی (یہ جان کر کہ آپ انا احسب کی بہن ہیں' بہت خوشی ہوئی مگر آپ کی امی کے بارے میں پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین)۔ بنت حوا اور سامعہ نے بھی اچھے جواب دیئے۔ ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' مکمل ناول تبصرہ محفوظ ہے' آخری قسط پڑھ کر تفصیلی لکھوں گی مگر یہ بتادوں۔ سیدہ غزل بہت اچھا' دلوں کو گرما دینے والی اور ایمان کو جلا بخشنے والی تحریر ہے۔ ''سال نو مبارک'' عالیہ حرا نے کافی عرصے بعد لکھا اور اچھا لکھا' ایک چیز بہت پسند آئی مونا کا بچوں سے عشق' بچے مجھے بہت پسند ہیں۔ ''میں شرمندہ ہوں'' نازیہ نے ایک خوب صورت تحریر لکھی' فریحہ پر غصہ بھی بہت آیا (میری ہم نام ہو کر اتنی الٹی حرکتیں) ناولٹ ''کانچ کا پیکر'' سیدہ ضوباریہ نے بہت حساس تحریر لکھی' حقیقت سے تھوڑی دور لگی آج کل کے مادہ پرست دور میں کون ایسا سوچتا ہے مگر پھر بھی اچھا لگا ویل ڈن۔ ام مریم آپی بہت خوب صورتی سے ہر کردار کو لے کر آگے بڑھ رہی ہیں' ویل ڈن آپی۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ بات کروں سلسلے وار ناول کی تو ''ٹوٹا ہوا تارا'' ٹاپ پر جارہا ہے' بہت زبردست اسپیشلی انا اور ولید کی جوڑی' سمیرا آپی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ ''موم کی محبت'' اُف یہ سو کالڈ محبت' حد ہے اتنے پاکیزہ رشتے کو جرم سا بنادیا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ محبت نہ ملی تو گئے جان سے مگر یہ سب بس ایک لمحے کی بات ہے دوسرے ہی لمحے کوئی اور مل جاتا ہے۔ افسانے سارے ہی پسند آئے مگر آزادی یا انقلاب کی تو کیا ہی بات تھی' ام ثمامہ ایک دفعہ پھر بازی لے گئی۔ اس کے علاوہ ''صبح نو'' نادیہ آپی کی ہلکی پھلکی' مزاح سے بھرپور کہانی مزہ دے گئی' بہت خوب ڈیئر! بہت سی دعائیں آپ کے لیے' دوسرا عہد' صدف آپی بہت اچھا لکھا' اتنا زبردست لکھنے پر مبارک باد۔ اب جلدی سے مکمل ناول لے کر حاضر ہوجائیں' میں انتظار میں ہوں۔ میری پیاری جان دلاری نازک اور

دلربا سی دوست حیا بخاری (محبتوں سے بھرپور) تم کچھ لکھو اور میں نہ پڑھوں ایسے تو حالات نہیں' تمہارا افسانہ ''اب کے برس'' نئے سال کی خوشیاں لایا اور رومی اور احمر کا ساتھ پسند آیا۔ بہت اچھا لگا پڑھ کر' زور قلم اور زیادہ اور اب جلدی سے مکمل ناول کے ورشن کرواؤ۔ خبردار اگر ٹال مٹول سے کام لیا تو سمجھ آئی۔ بیاض دل میں سب کا انتخاب اچھا تھا' نیرنگ خیال میں نگہت آپی' سمیرا غزل (مائی فیورٹ) حرا قریشی' سویرا اور عبدالخالق نے بہت زبردست لکھا۔ دوست کا پیغام آئے میں زیادہ تر نئے ساتھی نظر آئے۔ یادگار لمحے میں اپنا اور آپی مدیحہ کے علاوہ شازیہ ہاشم کا انتخاب پسند آیا۔ حنا عروج' نصرت عارف' شبینہ مغل کا بھی اچھا انتخاب تھا اور زویا' عائشہ اور جویریہ کی مسکراہٹیں بھی مزہ دے گئیں۔ اس کے بعد آئینہ دیکھنے کو دل کیا' آپی شہلا اور سب ساتھیوں سے مل کر مزہ آیا۔ کچھ نئی اور پرانی دوستیں نظر آئیں' جاناں' نورین شاہد' دعا ہاشمی' سامعہ اور نادیہ نے جامع اور اچھا تبصرہ کیا۔ باقیوں نے بھی اچھا تبصرہ کیا' کچھ پرانی دوستوں کے جامعہ اور زبردست قسم کے تبصروں کی کمی محسوس ہوتی خیر۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں شمائلہ آپی کے جوابات وہ بھی چٹ پٹے مزہ دے گئے' اس سال کا پہلا شمارہ تقریباً پورا ہی لاجواب تھا۔ دعاؤں میں یاد رکھنا' والسلام۔

☆ ڈیئر فریحہ! ہم آپ کو بھول گئے یہ آپ کی بھول ہے' بہرحال آپ کا شگفتہ انداز بیاں بمعہ تبصرہ اچھا لگا۔

ماریہ کنول ماہی...... چک ورکاں۔ ڈئیر سویٹ شہلا آپی السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ ہمیشہ خوش رہا کریں وہ بھی اپنے خرچے پر (ہاہاہا)۔ اب آتے ہیں آنچل کی جانب تو آنچل ہاتھ میں آتے ہی چھلانگ لگائی ''موم کی محبت'' پر لیکن ٹانگ ٹوٹ گئی یہ پڑھ کر کہ عارض صاحب کا دل بدگمان سا ہوگیا ہے پیاری شرمین کی طرف سے' ویسے شرمین میری ایک رائے ہے اگر مانو تو...... تم عارض کو گولی مارو آرام سے بوبی سے شادی کرلو۔ عارض تو ہے ہی ایک نمبر کا فلرٹ اور بوبی بے چارہ ابھی بچہ ضرور ہے مگر اس نے پہلی محبت تم سے ہی کی ہے اور وہ بھی انتہا درجے کی۔ پھر پہنچے ''ٹوٹا ہوا تارا'' میڈم کاشفہ تم کس دنیا میں رہتی ہو' یار محبت بھیک مانگنے سے نہیں ملتی سوائے سسکنے کے اور تم ہاتھ میں کشکول لیے ولید سے محبت کی بھیک مانگ رہی ہو۔ محترمہ اپنے دماغ کا ذرا علاج کراؤ۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' ویری فنٹاسٹک بہت اچھی جارہی ہے اپنے اختتامی مراحل کی طرف سکندر بھائی ٹھیک ہوگئے' عباس اب ٹھیک ہوا ہے تو فاطمہ اسے نظر انداز کیوں کررہی ہے۔ ویسے کرنا بھی چاہیے' ہاہاہا...... اپنا اسٹائل ہے۔ ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' سیدہ غزل زیدی ویری نائس اسٹوری لکھی ہے جب پہلی قسط پڑھی تو میرا دل کیا کہ آپ کا منہ چوم لوں۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کے تعارف اچھے لگے' بہنیں نہیں یار دوتو میری آنٹیاں ہیں ماریہ چوہدری مجھ سے دوستی کروگی۔ دوست کا پیغام آئے بھی کے پیغام اچھے تھے مگر افسوس میرے نام کوئی بھی نہیں' آنٹی ارم کمال کم از کم آپ تو مجھے یاد رکھا کریں۔ یادگار لمحے بھی اچھے تھے اور ہم سے پوچھیے پڑھ کر پیٹ میں درد شروع ہوگیا یار ہنس ہنس کے سمجھا کریں۔ تبصرے بھی اچھے تھے اس دعا کے ساتھ اجازت دیں کہ اللہ پاک آپ سب کو خوش رکھے' آمین اینڈ اللہ حافظ۔

عائشہ خان...... ٹنڈو محمد خان' سندھ۔ تمام پڑھنے والوں کو السلام علیکم! میں خیریت سے ہوں' آپ سب کی خیریت نیک مطلوب چاہتی ہوں۔ ٹائٹل اس بار اچھا تھا' ٹائٹل پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کوشش کریں کہ ہمیشہ ہی اچھا دیں کیونکہ ٹائٹل سے پورے ڈائجسٹ پر فرق پڑتا ہے۔ سب سے پہلے در جواب پڑھا' ہمیشہ کی طرح آپی ک کے جوابات اچھے لگے' سرگوشیاں میں بھی آپی کی دی ہوئی معلومات کا فائدہ اٹھایا۔ صدف آصف کا دوسرا عہد نے تو میرے خیالات کو جھنجوڑ کر رکھ دیا' سچ کئی بار آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ صاف کیے پھر پڑھا' نزہت خالہ کا کردار بیسٹ رہا۔ صدف سے پوچھنا ہے کہ نزہت خالہ کا کردار حقیقی ہے یا خیالی' اتنا اچھا سبق آموز لکھنے پر پیاری صدف کو مبارک باد۔ حیا بخاری ''اب کے برس'' اب کے برس بھی حیا رشتوں میں گندھی تحریر لے کر حاضر ہوئیں۔ احمر آفندی کا کردار بظاہر اچھا لگا' مصنفہ نے رشتوں کی اہمیت اجاگر کی ہے بے شک زندگی میں کام کام اور صرف کام ہی نہیں ہوتا۔ رشتوں کو بھی وقت دینا پڑتا ہے' اتنی اچھی بات سمجھانے پر پیاری حیا بخاری کو بہت مبارک باد۔ سروے ''بھیگا دسمبر نکھرا سال'' میں تمام بہنوں نے بہت اچھا لکھا' مجھے ارم کمال سے خاص انسیت ہے اس لیے سب

سے پہلے ان کی تعریف' ویل ڈن ارم۔ باقی بہنوں نے بھی اچھا لکھا' نیرنگ خیال میں سب اچھی لگیں مگر سب سے اچھی دعا! پڑی پیاری سویرا فلک کی لگی آ و دعا کریں' ویل ڈن سویرا فلک۔ دوست کا پیغام آئے میں تمام کے ہی اچھے لگے مگر ام ثمامہ کے پیغام نے رلا دیا' اللہ تعالیٰ ام ثمامہ کو ان کے بھتیجوں سے ملن کروادے یہ میری دعا ہے' آمین آئینہ میں تمام بہنوں کے خطوط اچھے لگے' خاص طور پر پہلی بار خط لکھنے والی پیاری بہن حافظہ خنساء آفرین کو خوش آمدید۔ ہم سے پوچھیے میں پروین کے حسب روایت سوال نہ پا کر مایوسی ہوئی' خیر ویسے تمام اچھے لگے۔ اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر عائشہ! ٹائٹل سے متعلق آپ کی رائے سے، ہمیں بھی سو فیصد اتفاق ہے امید ہے کہ ٹائٹل آئندہ آپ کے حسن نظر کے مطابق ہوگا۔

مریم بٹ' تمثیلہ بٹ...... گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی آنچل اسٹاف اینڈ قارئین کیسے مزاج ہیں؟ جنوری کا آنچل خلاف معمول 24 دسمبر کو ہی مل گیا جس کی بنا پر ہمارا دل گارڈن گارڈن ہوگیا۔ ٹائٹل گرل نے کچھ خاص متاثر نہ کیا' سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' اسٹوری پڑھی' اچانک تابندہ بوا کے غائب ہو جانے سے شہوار کا ردعمل بہت شدید تھا اور ردعمل شدید کیوں نہ ہوتا آخر وہ اپنی والدہ محترمہ سے محبت کرتی ہے ان حالات میں شہوار کو مصطفیٰ کے ساتھ کی ضرورت ہے پلیز سمیرا آپی مصطفیٰ کا دل تھوڑا سا نرم کر دیں پلیز پلیز...... آپی ولید اور انا کے درمیان سے یہ کاشفہ اسٹوپڈ کو کہیں گم کر دیں اور انا کے ساتھ کچھ بُرا مت کیجیے گا۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' اسٹوری پڑھی شکرا ہے جی سکندر صاحب کا بھی موڈ بحال ہوا۔ عباس اور فاطمہ کو بھی جلدی سے سیٹ کر دیں۔ آئی تھینک اس اسٹوری کا اب اینڈ ہونے ہی والا ہے' آخر میں سب سے گزارش ہے کہ اپنے ملک پاکستان کے لیے دعا کریں کہ اللہ ہمارے پیارے پاکستان کو دہشت گردوں کے شر سے محفوظ رکھے اور سانحہ پشاور میں شہید ہونے والوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین' اللہ حافظ۔

فاطمہ مصطفی...... سرگودھا۔ السلام علیکم شہلا آپی! ابتدا ہے پروردگار کے بابرکت نام سے جو خالق ارض وسماں ہے۔ نئے سال کا پہلا شمارہ 22 دسمبر کو مل گیا تھا' ٹائٹل بہتر تھا۔ ماڈل کی مہندی پیاری تھی' حمد ونعت پہلے تو کبھی نہیں پڑھی مگر اس دفعہ دونوں ہی بہت پسند آئیں۔ زوبیہ شاہی' رباب ثالث' شمیم تبسم' عفت سلطان' قرۃ العین' شائلہ کوثر' نیلم راؤ' پروا خان' ماریہ اور نصرت جبین سے ملاقات اچھی رہی۔ نمرہ افتخار حیرت ہے آپ کو بے شمار دوستیں پسند نہیں جبکہ Arise تو ہجوم میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ صوفیہ نذیر 15 جنوری تمہاری سالگرہ تھی بہت مبارک ہو۔ اب آتے ہیں ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف' بہتر انداز میں آگے بڑھ رہا ہے' شہوار کو مصطفیٰ کے رویے سے پرابلم نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ کاشفہ بی بی بھی اتا ؤلی ہو رہی ہیں اوقات دکھانے کے لیے' ویل ڈن! لالہ رخ کی فائل بھی کھول دیں اور ہادیہ کی بھی ابوبکر سے ملاقات کروا دیں پلیز۔ ام مریم کی اسٹوری میں بھی سب سیٹ ہوگیا ہے آخری قسط کا انتظار ہے اب۔ عالیہ حرا کی اسٹوری زبردست تھی' ہیرو کا نام بہت خوب صورت تھا۔ ''تم کانچ کا پیکر ہو'' ویری نائس ضوباریہ جی! رانیہ کا فیصلہ مجھے بہت پسند آیا۔ ''میں بہت شرمندہ ہوں'' بہت خوب' جن کو سمجھانے سے سمجھ نہ آئے وہ پھر ٹھوکر کھا کر ہی سنبھلتے ہیں۔ نادیہ فاطمہ رضوی! بھوت بنگلے والی کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا' بھی سیسلے وار ناول لے کے آئیں ناں پلیز۔ ''دوسرا عہد'' خالہ نزہت کا کردار بہت خوب صورت تھا صدف جی۔ ''اب کے برس' آزادی یا انقلاب'' اور ''نیا دن'' افسانے بہترین تھے۔ ماشاء اللہ پورا شمارہ بہت اچھا لگا۔ ''ہم سے پوچھیے'' نوشین مشتاق' بیہ رائے اور جاذبہ ضیافت کے سوالات مزے کے تھے۔ یادگار لمحے میں انعم چوہدری' بختاور آسیہ' حسینہ مغل' ام حمنیٰ' نصرت عارف' جاذبہ ضیافت اور مدیحہ شبیر نے اچھا لکھا۔ تبصرے سب کے ٹھیک تھے' سروے بھی جاندار تھا۔ نازیہ کنول کہاں ہیں آپ' نئے ناول کے انتظار میں ہم بوڑھے ہو جائیں گے پلیز رحم کریں ہمارے حال پر۔

مریم مغل...... حیدرآباد' سندھ۔ آنچل اسٹاف' ریڈرز اینڈ رائٹرز کو میرا پُر خلوص سلام۔ امید ہے

آپ سب خیریت سے ہوں گے اس ماہ ڈائجسٹ 25 دسمبر کو ہی مل گیا تھا' ٹائٹل گرل بہت پیاری لگی۔ مہندی تو اُف اللہ کیا خوب تھی لیکن یہ کیا آنچل ٹائٹل وہ بھی آنچل کے بغیر وری سیڈ۔ قیصر آپا کی سرگوشیاں پڑھنے کے بعد حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے اس کے بعد در جواب آں پر چھلانگ لگائی اور اپنا نام دیکھ کر خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ مدیرہ آنٹی کا حوصلہ افزا جواب مزید لکھنے کی توانائی فراہم کر گیا۔ بھیگا دسمبر پڑھا سب نے بہت اچھے جوابات دیئے' ویل ڈن قسط وار اسٹوریز' بہت خوب صورتی سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں' باقی ڈائجسٹ ابھی پڑھا نہیں۔ ان شاء اللہ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی جب تک کے لیے فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر مریم! خوش آمدید۔

مہک خلیل...... کلور کوٹ۔ السّلام علیکم! سب سے پہلے آنچل کی پوری ٹیم کو میری طرف سے محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ آپی سمجھ نہیں آ رہا کہ آنچل کی تعریف کہاں سے شروع کروں' یہ میرا پسندیدہ بلکہ ہارٹ فیورٹ رسالہ ہے۔ جنوری کا شمارہ ٹاپ پر رہا' سب کہانیاں بہت اچھی تھیں' قسط وار سلسلے بھی اچھے تھے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں پلیز مصطفیٰ اور شہوار کی لائف کو سیٹ کر دیں اور ''مجھے ہے حکم اذاں'' کا اب اینڈ کر دیں۔ زیادہ طوالت کہانی میں اب ٹھیک نہیں اور نازیہ کنول نازی کا کوئی سلسلہ وار ناول شروع کریں' اللہ حافظ۔

طاہرہ اینڈ گروپ...... گوجر خان۔ محترم آنچل اسٹاف اور معزز قارئین السّلام علیکم! امید ہے آپ سب بھلے چنگے ہوں گے' ہم بھی بڑی پیاری ہیں جی (نظر لگانا منع ہے) پہلی دفعہ آپ کی محفل کو چار چاند لگانے کو تشریف لائے ہیں اگر موقع نہ دیا تو آپ کی محفل تاریک ہو جائے گی ویسے بھی لوڈ شیڈنگ عروج پر ہے' اب آتے ہیں آنچل کی طرف' آنچل ایک معیاری ماہنامہ ہے۔ تمام سلسلے زبردست ہیں' ہمیں سمیرا آپی کے ناول میں انا اور ولید کا کردار بہت پسند ہے۔ سمیرا آپی سے التجا ہے کہ انہیں جدا مت کیجیے گا ورنہ ہمارا معصوم دل یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ ام مریم جی کا ناول ''مجھے ہے حکم اذاں'' تو ٹاپ پر ہے۔ فراز کی چٹ پٹی باتیں دل کو بہت بھاتی ہیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ السّلام علیکم! اس بار سال 2015ء کا پہلا آنچل خوب صورت ماڈل صائمہ انصاری سرورق کے ساتھ میرے ہاتھوں میں ہے۔ سلسلے وار ناولز اور مکمل ناولز بھی خوب جا رہے ہیں۔ سروے ''بھیگا دسمبر نکھرا سال'' بہت ہی اچھے تبصرے پڑھنے کو ملے۔ ہم سے پوچھیے میں عائشہ پرویز' سعدیہ ناز' ام کمال کے سوالات اور دعا ہاشمی' شگفتہ نورین کے اشعار' مسز نگہت غفار' فصیحہ آصف خان' راشد ترین' ریشل آرزو کی غزلیں پسند آئیں۔ اس بار تو بہت جلد ہی آنچل مل گیا' ہمیں انتظار جیسی کوفت سے چھٹکارا مل گیا۔ بہت بہت شکریہ' دعا ہے آنچل اور عروج حاصل کرے آمین۔

عائشہ نور عاشا...... گجرات۔ السّلام علیکم! کیا حال چال ہیں جی؟ جنوری کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے ٹائٹل بہت خوب صورت خاص طور پر ماڈل کی مہندی جو کہ مجھے بہت پسند آئی سب سے پہلے نیرنگ خیال کھول کر دیکھا اس میں اپنی نظم دیکھ کر بہت بہت خوشی ہوئی اس کے بعد باری باری تمام مستقل سلسلے پڑھے بہت خوب لگے اور معلوم ہوا کچھ نئے لوگ بھی محفل میں شریک ہو رہے ہیں جو کہ بہت خوشی کی بات ہے پھر جلدی سے سلسلہ وار کی طرف دوڑ لگائی۔ سمیرا آپ بہت اچھا لکھتی ہو۔ انا اور ولید کو دیکھنا چاہتی ہوں باقی رسالہ ابھی نہیں پڑھا۔ دسمبر واقعی ہی بہت سے لوگوں کی زندگیاں ویران کر گیا ہے' پشاور میں ہونے والے سانحہ نے جو زخم دلوں پر لگائے ہیں وہ کبھی بھر نہیں سکتے۔ ان ننھے معصوم پھولوں پر جتنا بھی افسوس کریں کم ہے' اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ نگہبان۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو پیار بھرا اسلام' امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف جنوری کا شمارہ بولتی آنکھوں والی ماڈل بہت اچھی لگی۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد فہرست پر اک نظر ڈالی' سلسلے وار ناولز دیکھ کر سکھ کا سانس لیا اور سیدھی پہنچی ''دوست کا پیغام آئے'' میں سب کے پیغام پسند آئے۔ زویا خان بخش میں بہت معصوم اور سویٹ ہوں' تجی اس بات پر آپ کی بہنا

کو میری طرف سے جادو کی جھپی۔ آئینہ میں نادیہ بنت یٰسین نہ نہ یار! مجھے کتھے میٹھے ٹوٹکے استعمال کرنے نہیں آتے، تسی سمجھ تو گئی ہوگی اور جن جن کو میری شاعری اچھی لگی ان سب کا بہت شکریہ۔ بقایا تمام سلسلہ وار ناولز اچھے جا رہے ہیں اور تمام افسانے ناول ابھی پڑھے نہیں۔ بیاض دل ایک سے بڑھ کر ایک تھے، ڈش مقابلہ سب ہی مزے دار گئے۔ مزہ آ گیا پڑھ کر، بیوٹی گائیڈ کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ میں آل ریڈی بیوٹی فل ہوں (ہی ہی ہی) نیرنگ خیال پڑھ کر تو میں خیالوں کی دنیا میں کھو جاتی ہوں۔ یادگار لمحے واقعی یادگار رہا کیونکہ میں جو نہیں تھی۔ ہم سے پوچھئے میں سب کے چٹ پٹے سوالات اور شہلا آپی کے جوابات مزہ دوبالا کر دیتے ہیں۔ اچھا اب چلتی ہوں، چلتی سانسوں نے بے وفائی نہ کی اور زندگی نے ساتھ دیا تو پھر چکر لگاؤں گی، فی امان اللہ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ السلام علیکم آپی! یقیناً سب پڑھنے والے ٹھیک ہوں گے اور آنچل ہر سلسلے میں چار چاند لگاتا جا رہا ہے ہر سلسلہ ایک سے بڑھ کر ایک ہے، تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ شاعری تو دل کو ہی چھو جاتی ہے ہر نظم عمدہ بے مثال لاجواب ہوتی ہے۔ سانحہ پشاور کے حوالے سے کہنا چاہتی ہوں کہ دعا کریں سب کے ہمیں اللہ تعالیٰ ان سب آزمائشوں سے بچائے جن کی وجہ سے ہماری درس گاہیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔ اللہ غرق کرے ان لوگوں کو جو ہمارے چمن کو اجاڑ رہے ہیں، نفرت و انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ سب پڑھنے والوں کو سلام، دعاؤں میں یاد رکھیے گا، سب طیبہ، نوشی، ساریہ شاہ زندگی، صوبیہ کوثر سب کو سلام، رب راکھا۔

زرقا چراغ...... گجرات۔ السلام علیکم! کیوٹ سی شہلا آپی! اس دفعہ آنچل 25 کو ہی مل گیا ہاتھ میں لیتے ہی رضائی میں گھس گئی اور سب سے پہلے سمیرا جی کا ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' شروع کیا یہ میرا موسٹ فیورٹ ناول ہے۔ سمیرا آپی پلیز شہوار کے دکھ ختم کر دیں اب پھر راحت وفا کے ناول ''موم کی محبت'' کی باری آئی، صفدر زینیا کے ساتھ غلط کر رہا ہے بولی پر بے تحاشہ غصہ آیا۔ عارض کو بھی اب دورہ پڑ گیا وہ پاکستان نہیں آنا چاہتا۔ عالیہ نے ''سال نو'' اچھا لکھا اس کے علاوہ باقی تمام سلسلے بھی بہت زبردست ہیں، تفصیلی تبصرہ اگلے ماہ ان شاء اللہ۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ پاک ہمیشہ سب کو خوش رکھے۔

رابعہ صفدر...... بہاولپور۔ السلام علیکم! سب سے پہلے تو میں آپ کو ڈائجسٹ کی کامیاب اشاعت پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ مبارک باد کی مستحق ہے آپ کی پوری ٹیم اور ہر وہ شخص جو اتنے اعلیٰ معیار کے ڈائجسٹ کو ہم تک پہنچانے میں آپ کا معاون ہے۔ دعا ہے کہ آنچل اسی طرح اپنی ترقی کی منازل طے کرتا رہے اور ہمیشہ اپنی سنہری کرنیں بکھیرتا رہے۔ جنوری کے آنچل کا سرورق اتنا دلکش تھا کہ کافی دیر تک اسی میں کھوئی رہی اور دلچسپ کہانیوں کے لیے ڈائجسٹ کا آغاز کیا۔ ویسے تو سبھی سلسلے وار کہانیاں پسند آئیں مگر ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں کچھ الگ بات تھی، بے حد اچھی لگی۔ ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' میں اندازِ تحریر بہت عمدہ ہے۔ اس کے علاوہ ام مریم صاحبہ کا ناول ''مجھے ہے حکم اذاں'' کی اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہوتا ہے۔ آنچل ڈائجسٹ کی یہ خاصیت ہے کہ تقریباً سبھی اچھا لکھنے والیاں یہاں موجود ہیں آپ سے گزارش ہے کہ جو ناول سلسلہ وار شروع کیا جائے وہ بہت لمبا نہیں ہونا چاہیے چند اقساط میں ہی ختم ہو جائے تو زیادہ مزا آتا ہے۔ آنچل خواتین کی ذہنی اور روحانی تربیت کے لیے بہترین ڈائجسٹ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب نئے مہینے کے آغاز میں ڈائجسٹ آتا ہے تو ایک ہی دن میں سارا پڑھ لیتی ہوں اور سب بہنیں پڑھنے کو بے تاب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

☆ ڈیئر رابعہ! خوش آمدید، آپ آئندہ بھی بزم آنچل میں شرکت کر سکتی ہیں۔

شمع مسکان...... جام پور۔ سویٹ شہلا آپی پیاری پیاری آنچل قارئین و رائٹرز کو شمع مسکان کا پرخلوص سلام قبول ہو۔ بہت ساری خوشیاں و دکھ سمیٹے دسمبر گزرا اور جنوری کی آمد سے پہلے ہی جنوری کے آنچل نے اپنی جھلک دکھا کر نیو ایئر کا مزہ دوبالا کر دیا۔ کہر میں لپٹی ٹھنڈی 28 دسمبر کی شام میں آنچل نے جلوہ افروز ہو کر میرے ٹھٹھرے اعصاب کو گرما دیا۔ رضائی اوڑھے بستر میں دبکی اور ساتھ آنچل مطالعہ، آنچل کا ساتھ واہ...... کیا بات ہے۔ سو راتوں کو

جاگ کر پڑھنے کی عادت اور ایک ہی رات میں آنچل ختم مگر ہائے رے سردی' دھند...... یہی رکاوٹ بنیں جلد نہ لکھنے کی' کوئی پوسٹ کرنے کے لیے تیار نہیں' اب 30 دسمبر کو لکھ رہی ہوں دھوپ میں بیٹھ کر۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے مستفید ہوئے' جھلکیاں پر نظر ثانی کرتے ہوئے سروے پر پہنچے ارے یہ کیا بھئی میرا نام ندارد' پھر جلدی جلدی تمام مستقل سلسلے کھنگال ڈالے۔ آئینہ کے علاوہ ہر جگہ میرا نام غائب' میرے ساتھ ایسی ناانصافی۔ ناولٹ میں سب سے پہلے ام مریم کا ''مجھے ہے حکم اذاں'' پڑھا سکندر کے بکھرے جذبات و رویہ اعتدال میں آیا تو سہی اور یہ اب فاطمہ کو کیا ہوا' کیا شوہر کی نافرمانی یا دل آزادی سے رب کی ناراضگی اپنے نصیب کی چادر پر نہیں لے رہی۔ فراز بیسٹ کریکٹر' ''تم کانچ کا پیکر ہو'' ضوباریہ نے اپنے قلم کا بھرپور انداز میں جادو جگایا۔ مکمل ناول ''سال نو مبارک'' بینا اور جواد کا موتا کے لیے فیصلہ بالکل درست تھا صرف یادوں کے ساتھ زندگی نہیں گزرتی اور افراسیاب دادا بن کر بھی اتنا ڈیسنٹ اور ینگ تھا کہ اس کے لیے 24 سالہ موتا بیسٹ کپل تھی مجھے بہت شاک لگا یہ پڑھ کر کہ ایان افراسیاب کا پوتا ہے۔ ''میں بہت شرمندہ ہوں'' نازیہ جمال کی گھریلو تحریر تھی بزرگوں کی اہمیت' بچیوں کو بے جا آزادی دینے کا نتیجہ' سب کچھ اپنے لفظوں کے جادو سے صفحہ قرطاس پر بکھیرا۔ اچھی تحریر تھی' ہمارا آنچل میں چاروں قارئین کے متعلق جان کر اچھا لگا اور پروا بہت خوشی ہوئی اپنا نام آپ کی فرینڈز کی لسٹ میں دیکھ کر۔ بیاض دل میں عافیہ ظفر' فائزہ علی' نیلم شرافت' سعدیہ رمضان سعدی اور نورین لطیف کے انتخاب بیسٹ تھے۔ نظمیں غزلیں میں سمیرا غزل صدیقی اور سویرا فلک کی شاعری پسند آئی اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

☆ شمع ذبیر! آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہونے کی سبب شامل اشاعت ہونے سے محروم رہ جاتی ہے۔

حفصہ عمران...... جھنگ صدر۔ السلام علیکم! سال نو کا شمارہ ہاتھ آیا دیکھ کر بہت اچھا لگا' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال 2015ء کو ہمارے وطن اور اس کی سرزمین پر بسنے والوں کے لیے مبارک کرے اور ہماری اس سرزمین کو ہر بری آفت سے بچا کر خوشیوں کے پھولوں سے مہکا دے۔ آنچل کی ہر کہانی میں مجھے بہت خلوص اور محبت نظر آتی ہے خاص کر اس کی پیاری پیاری رائٹرز نے تو اس کی آغوش کو اور مہکا دیا ہے میری پیاری پیاری رائٹر انمول نازیہ کنول نازی نے تو اس کو آٹھ چاند لگائے ہیں۔

انیلہ اکرام...... لودھراں۔ السلام علیکم شہلا میری طرف سے آنچل قارئین' اسٹاف کو سلام۔ سمیرا ''ٹوٹا ہوا تارا'' کا اینڈ پلیز اچھا کیجیے گا۔ عشناء کوثر آپ پلیز جلدی سے آنچل میں انٹری دیں آپ کے ناول مجھے بہت اچھے لگتے ہیں' جب میں آپ کے ناول پڑھ رہی ہوں تو مجھے لگتا ہے جیسے میں کسی اور دنیا میں ہوں۔ عفت سحر طاہر پلیز آپ بھی جلدی سے کوئی اچھا سا ناول لکھیں' اللہ حافظ۔

ملالہ اسلم...... خانیوال۔ السلام علیکم! شہلا آپی رائٹرز تمام معصوم سے قارئین کو معصوم سی ملالہ کا محبت سے لبریز سلام قبول ہو۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے' آنچل 25 دسمبر کو ہی مل گیا تھا ٹائٹل بس سو سو' حمد و نعت کے بعد سب سے پہلے آئینہ میں دوڑ لگائی اپنا خط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ سروے سب کا اچھا تھا' پروا خان اور ماریہ چوہدری سے مل کر اچھا لگا۔ ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' بلاشبہ زبردست تحریر ہے' عبیرہ کی باتوں نے سید ھا دل پر اثر کیا۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ عورت کبھی بھی کمزور نہیں ہوتی' آپ نے ایک اچھے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ''موم کی محبت'' نہایت خوش اسلوبی سے آگے بڑھ رہی ہے' مجھے تو یقین ہے عارض ہی زیبا کا مجرم ہے خیر ہم تو صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔ ''صبح نو کا ستارا'' ویل ڈن' نادیہ فاطمہ رضوی' آپ نے خوب لکھا پڑھ کر مزہ آیا' لکھتی رہا کرو۔ ''سال نو مبارک'' عالیہ حرا آپ نے بالکل ٹھیک نتیجے پر قلم اٹھایا' جھلمل کرتی آنکھوں سے ناول پڑھا اینڈ پڑھ کر لب خود بخود مسکرا دیئے' بہت بہت مبارک ہو۔ ''تم کانچ کا پیکر ہو'' تام ود ا اسٹوری لاجواب تھی۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' انا اور ولید کے درمیان سے اس حساس حسینہ کو نکال دیجیے' ولید جیسا بندہ انا ہی ڈیزرو کرتی ہے۔ ''میں بہت شرمندہ ہوں'' ایک اصلاحی تحریر تھی' نازیہ جمال نے بہت اچھا پیغام دیا۔ صدف آصف نے بھی اچھا لکھا' محبت اور اپنائیت کا انوکھا رنگ دیکھنے کو ملا۔ ''مجھے ہے حکم اذاں''

سب لوگ چپی چپی نظر آرہے ہیں' پڑھ کر مزا آیا۔ ''آزادی یا انقلاب'' انداز تحریر متاثر کن تھا۔ حیا بخاری اور ام ایمن نے اپنی تحریروں کے ذریعے اچھا میسج دیا۔ بیاض دل سب نے ہی اچھا لکھا' کسی ایک کی تعریف کرنا میرے لیے تو مشکل ہے۔ ڈش مقابلہ' گاجر کا حلوہ اور ٹماٹر پلاؤ زبردست تھے۔ بیوٹی گائیڈ روبین احمد خوب گائیڈ کررہی ہیں۔ نیرنگ خیال مسز نگہت غفار اور عبدالخالق اٹریکٹ فل مجھے لگے اس کے علاوہ چندا چوہدری اور حرا قریشی کا انجام تو میں نے فوراً ڈائری پر نوٹ کرلیا۔ ربیل آرزو ردا کی طرح یہاں بھی تحریر لکھوں۔ ''دوست کا پیغام آئے'' سب کے پیغام اچھے تھے۔ یادگار لمحے میں آنسہ شبیر' حمیرا نوشین' عائشہ' جازبہ' شازیہ ہاشم' فریحہ شبیر' مدیحہ شبیر نے اچھا لکھا۔ دعا ہاشمی آپ کی مما کا سن کر بہت افسوس ہوا' اللہ آپ کو صبر دے' آمین۔ آئینہ میں سب کے تبصرے اچھے تھے اینڈ تھینکس جاناں آپ نے مجھے یاد رکھا۔ ہم سے پوچھیے' عائشہ پرویز' آمنہ غلام نبی' بیہ رائے کے' علاوہ انیلہ تبسم کے سوالات اچھے لگے کیونکہ وہ میرے ہی شہر کی تھیں' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ملالہ! رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی سہیلی کو صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی۔ السلام علیکم! آپی سب پڑھنے والوں کو بھی سلام اور نیا سال مبارک ہو' اللہ کرے کہ یہ سال' بہترین گزرے' آنچل نے اب تھوڑے نخرے شروع کردیے ہیں' دیر سے ملتا ہے نا۔ آنچل فرینڈز نے یاد کیا بہت شکریہ۔ 2014ء میں مجھے بہت زیادہ خوشیاں ملیں لیکن خوشیوں کے ساتھ غم بھی ملے' جتنی بڑی بڑی خوشیاں تھیں ان سب سے بڑا غم آ گیا۔ میری دعا ہے کہ 2014ء میں جتنے بھی لوگ فوت ہوئے اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام دے' آمین۔ آنچل جیسے ہی ہاتھ میں آتا ہے سب سے پہلے سلسلے وار ناول دیکھتی ہوں۔ سمیرا شریف طور آپ کے ناول کی کیا ہی بات ہے' بیسٹ جارہا ہے لیکن پلیز اب شہوار کے بارے میں کہانی کو کھولیں' ولید اور انا کیا شاندار کپل ہے بس ولید کو زیادہ خوب صورت بنادیا ہے۔ ولید تھوڑا سا کھول لو یار اتنا بندمت ہو خود میں کہ انا نکل جائے آپ کے ہاتھوں سے۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' ام مریم اب ختم کرو اس ناول کو' سکندر تم سے یہ امید بالکل نہیں تھی اور عباس حیدر تمہارا تو یہی حال ہونا تھا۔ مغرور انسان تم مردوں میں پتا ہے' سب سے بڑی خرابی کیا ہے محبت۔ عرشیہ کو بھول گئے افسوس...... بیاض دل میں طیبہ سعدیہ' کوثر خالد' امشاج اور مونا شاہ قریشی کے شعر دل کو بھاگئے۔ یادگار لمحے میں عابدہ محمود' طیبہ سعدیہ' حفظہ راشدہ' نصرت' تمنی شبینہ' رافیہ نے بہت اچھا لکھا' سب کو سلام اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

حافظہ خنساء آفرین...... جام پور۔ السلام علیکم! سب سے پہلے تو نیا سال بہت مبارک اللہ پاک سے یہی دعا ہے کہ آنے والے ہر سال خیر و عافیت اور خوشیوں بھرے ہوں کیوں کہ پچھلے سال نے جاتے ہوئے ہر آنکھ کو نم کیا ہے ہمارے وطن کے پھولوں کو ہم سے جدا کیا ہے۔ اللہ پاک ان ماؤں کو صبر عطا فرمائے' آمین۔ اب آتے ہیں سیدہ غزل زیدہ کے مکمل ناول کی طرف ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' یہ بھی بہت اچھا جارہا ہے اس میں عمیرہ کے بابا کا کزن دانیال ہی ہے جو زندہ ہے اور کمرے میں بند ہے۔ باقی اس کی تعریف آگے کریں گے ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں مجھے لگتا ہے کہ کاشفہ اور اس کے دونوں بہن بھائی دوسروں کو تکلیف اور دکھ دینا ہی آتا ہے پلیز سمیرا جی ان کو کچھ عقل دیں۔ ''سال نو مبارک'' عالیہ حرا کی تحریر بھی اچھی تھی ''مجھے ہے حکم اذاں'' لگتا ہے اختتام تک آ پہنچا ہے۔ ''ہم سے پوچھیے'' یہ سلسلہ پڑھنے میں بہت مزا آتا ہے شمائلہ آپی اتنے مزے مزے کے جواب دیتی ہیں کہ طبیعت فریش ہوجاتی ہے آخر میں بس یہی دعا ہے اللہ رب العزت سب کی حفاظت فرمائے اور ایمان کی دولت سے مالا مال کرے' آمین۔

انعم چوہدری...... جتوئی۔ السلام علیکم! تمام ریڈرز اینڈ رائٹرز کو الفت بھرا سلام تو جناب ہم آگئے ہیں آنچل کے (سیش محل) آئینہ میں آنچل کو آنچل ہی کا عکس دکھانے۔ حمد و نعت پڑھ کر خیال آیا کہ سرگوشیاں تو سنی ہی نہیں سرگوشیاں پڑھیں لیکن وہاں اگر ایک سطر بھی سانحہ پشاور کے بچوں اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہوتی تو ہمیں اور خوشی ہوتی۔ تعارف سب کے اچھے تھے پھر جلدی سے چھلانگ لگائی' ام مریم پر او ہو سوری بھئی ان کے ناولٹ پر شکر ہے سکندر جلد سنبھل گیا ادھر عباس بھی' اب فاطمہ کو بھی عباس کو اپنا مجازی خدا مان ہی لینا چاہیے۔ مریم جی یہ

صالحہ کا یا تو نام تبدیل کردیں یا اس کا کردار اور یہ ناولٹ طویل سے طویل تر ہوتا جارہا ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا شریف کی آب رواں جیسی تحریر پڑھ کر بہت مزا آیا۔ ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' بھی ہم اس کی تین اقساط اکٹھی پڑھیں گے۔ اشعار میں طیبہ عطاریہ کا شعر پسند آیا' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر انعم! سرگوشیاں میں سانحہ پشاور کا ذکر اس لیے نہیں تھا کہ تب یہ خوفناک حادثہ رونما نہیں ہوا تھا' ہمارا پرچہ پہلے سے تکمیلی مراحل میں تھا۔

انعم زرین' سارہ زرین...... چکوال۔ اسلام علیکم! ڈیئر شہلا آپی امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی' ہمیشہ کی طرح ''مجھے ہے حکم اذاں'' پڑھا۔ اس دفعہ کی قسط پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ یہ ناول اپنے اختتامی مراحل پر ہے سکندر راضی ہو گیا آخر کار۔ اب بات کی جائے ''موم کی محبت'' کی تو راحت جی آخر ثمین کو اس کے حصے کی خوشیاں کب ملیں گی؟ ان مشکل حالات میں وہ کیسے جی رہی ہے لیکن وہ ایک بہادر لڑکی ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا جی کی کہانی تو بہت اچھی ہے لیکن ٹوٹا ہوا تارا کون ہے کیا شہوار؟ ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' اس دفعہ کی قسط اچھی لگی۔ سلسلے وار ناول پڑھنے کے بعد سرورے میں جھانکا تو آنچل کی تتلیوں کو پڑھنا شروع کر دیا۔ بہت سی بہنوں نے یہ تجویز دی کہ آنچل جیسا ہے ہمیں ویسا ہی چاہیے تو ہم ان سے اتفاق کرتے ہیں کہ آنچل تمام ڈائجسٹ میں سے ٹاپ پر ہے۔ بیوٹی گائیڈ میں کریموں کی تراکیب پڑھ کر محسوس ہوا کہ قدرتی چیزوں کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔ آنچل جیسے ہی ہاتھ میں آتا ہے' دل چاہتا ہے کہ ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالیں اور فوراً تبصرہ لکھ بھیجیں۔ میری دعا ہے کہ پروردگار آنچل کو ہمیشہ ان ہی بلندیوں پر قائم رکھے آمین' اگلی بار تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گے' اللہ حافظ۔

بینش خان...... بھاولنگر۔ السلام علیکم! سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھیں' اس کے بعد حمد ونعت پڑھی پھر دانش کدہ' پڑھا اس کے بعد ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھی اس دفعہ کچھ خاص اچھی نہیں تھی' سمیرا آپی! آپ سے گزارش ہے کہ پلیز زیادہ لکھا کریں اور تابندہ بی کا ماضی اب بتا دیں' اس کے علاوہ آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے تھے' شکریہ نازو۔

سیدہ فرزانہ حبیب فرزین...... کراچی۔ جاں سے عزیز قیصر آنی اور شہلا جی محبت بھرا پرخلوص سلام میں آنچل کی تقریباً 8 سال سے خاموش قاری ہوں۔ ہوش سنبھالنے کے بعد جب امی نے ڈائجسٹ پڑھنے کی اجازت دی تو سب سے پہلے آنچل نے ہی شعور وآگہی کی باتیں سکھائیں اور آج تک میرا اور آنچل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مشتاق انکل کی ''دانش کدہ'' سے نا صرف میں بلکہ میرے والد بھی مستفید ہوتے ہیں قرآن مجید کی مختلف آیات اور سورة پر آپ جو زیرحاصل گفتگو شامل کرتے ہیں وہ ہمارے لیے روشنی ہے (جزاک اللہ) میری فیورٹ رائٹرز سب ہی ہیں مگر نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور اور عشنا کوثر سردار ٹاپ آف دی لسٹ ہیں۔ عشنا جی کے ناول کی شدت سے کمی محسوس ہو رہی ہے۔ سمیرا جی کا ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت ہی خوب صورت پیرائے پر اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' ام مریم آپ نے ایک سچے مسلمان اور قلم کار ہونے کا حق ادا کر دیا آخر میں صرف اتنا کہنا چاہوں گی آنچل میں سرگوشیاں سے لے کر آئینہ تک سب ہی سلسلے قابل تعریف اور مفید ہیں۔ دعا ہے آنچل ادب کی دنیا میں اسی طرح جھلملاتا رہے اور اس کے سائے میں ہم اسی طرح اپنے علم ودانش میں اضافہ کرتے رہیں' آمین۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ رب تعالیٰ ہم سب کو اپنے سایہ عافیت میں رکھے اور ہمارے وطن اور اہل وطن پر خصوصی کرم فرمائے آمین۔ اور تمام بہنوں کو جزاک اللہ آپ سب کی دعاؤں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

سیمل ایمل...... کھڈیاں قصور

س: آپی لوگ 2،2 جمع چار کیوں کہتے ہیں؟

ج: تم پانچ کہہ دو لوگوں نے کون سا یقین کرنا ہے۔

س: آپی ہمارے یہاں تو دسمبر برستا ہے آپ کے کراچی میں کیا ہوتا ہے دسمبر میں؟

ج: ہمارے یہاں دسمبر میں شادیاں ہوتی ہیں' بچو......

س: آپی بھینس کے آگے بین بجانا سے کیا مراد ہے؟

ج: جو میں تمہارے آگے بجارہی ہوں اب سمجھ جاؤ۔

عائشہ نور عاشا...... گجرات

س: آپی پلیز بتایئے میں کسے یاد کررہی ہوں؟

ج: گرمی کے موسم کو تاکہ آم کھاؤ ہے ناں۔

س: مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہو۔

ج: اب زیادہ مکھن نا لگاؤ اور صرف تمہیں ہی نہیں' میں سب کو اچھی لگتی ہوں۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

س: نیو ائیر کو ان سے کیا گفٹ ملا؟

ج: بہت خوب صورت' تمہیں نہیں بتاؤں گی جل جاؤ گی۔

س: اداس پنچھی ہمیشہ آنگن کے پیڑ پر کیوں آ کر بیٹھتے ہیں؟

ج: تاکہ تمہارے گھونسلے جیسے بالوں میں انڈا دے سکیں۔

س: کوے کو خط دے کر کیوں نہیں بھیجا جاتا؟

ج: بھیجا جاتا ہے پر ملتا کسی اور کو ہے' جب ہی تو محبت کسی سے اور شادی کسی سے ہوتی ہے۔

س: ٹھنڈی ٹھنڈی صبح میں آپ کی یاد اُف؟

ج: اور اس پر اماں کی مار ڈبل اُف...... اُف۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: پیار کی ٹریفک میں سرخ بتی جل جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: جب تک ہری بتی نہیں جلتی تب تک ایک ٹانگ پر یا سر کے بل کھڑے رہنا چاہیے چلو شاباش جلدی سے عمل شروع کرو۔

س: آپ نئے سال پر مجھے کون سا تحفہ دے رہی ہیں جلدی سے بتائیں؟

ج: تمہارے فضول سے سوال کا جواب دے رہی ہوں کیا یہ کافی نہیں ہے۔

س: زندگی پیار کا گیت ہے اسے ہر دل کو گانا پڑے گا' کوئی زبردستی ہے کیا؟

ج: ہمارے لیے تو نہیں' تمہارے لیے ہوگی۔

س: آپ سے تم اور تم سے تُو تک کا سفر کیسے طے ہوتا ہے؟

ج: ویسے ہی جیسے تمہاری جیب ڈھیلی ہونے پر تم......

س: نئے سال کی البیلی اور اچھوتی کرن کیا کہہ رہی ہے کان میں بتادیں؟

ج: اپنے کان صاف کرو پھر بتاؤں گی۔

س: خاموشیاں کب گنگنانے لگتی ہیں؟

ج: جب تم خاموش ہوتی ہو۔

س: بالی عمریا کے سپنے اس سال بھی پورے ہوں گے یا......؟

ج: بالی عمر کس کی؟ اب اپنی اس بڑھتی ہوئی عمر میں جھوٹ مت بولو۔

س: دل دھڑکے میں تم سے یہ کیسے کہوں کیا......؟

ج: بس اب اور ادھار نہیں دوں گی' پہلے والے بھی واپس نہیں کیے۔

عائشہ رانا...... فیصل آباد

س: السلام علیکم! آپی جی میں دوبارہ آگئی زبردستی اپنا حق لینے کیونکہ آپ نے کون سا پرمیشن دینی تھی؟

ج: بہت ڈھیٹ ہو۔

س: آپی آپ کو یاد کرکر کے پورا ماہ میں تھک جاتی ہوں' لیکن کیا کریں آپ ہمیں یاد ہی نہیں کرتیں؟

ج: کتنا جھوٹ بولتی ہو مجھے نہ ہچکی آتی ہے نہ تمہاری طرف سے کوئی تحفہ۔

فاخرہ ایمان...... لاہور

س: ہیلو آپی! کیسی ہیں آپ؟

ج: کیا بتاؤں اپنی تعریف میں، اتنی خوب صورت ہوں کہ الفاظ کم لگتے ہیں۔

س: اتنے ماہ غیر حاضر رہے آپ نے یاد نہیں کیا؟

ج: آپ کی قسم بالکل بھی نہیں۔

س: آپی پلیز سچ بتایئے اوکے، آخری بار جھوٹ کب بولا تھا؟

ج: جھوٹ آپ بولتی ہوں گی، ہم تو بولتے ہیں خدا لگتی بات چاہے برا لگے۔

س: اچھی سی دعا دیجیے، اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

ج: سدا خوش رہو۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدر آباد

س: جینا مہنگا کہ زہر پینا؟

ج: دونوں ہی مہنگا ہے کیونکہ دونوں چیز کے لیے پیسے چاہئیں جو تمہارے پاس نہیں۔

س: میرے میاں جی ہر ماہ بولتے ہیں یہ آخری آنچل لایا ہوں اب نہیں، دوسرے ماہ پھر لے آتے ہیں؟

ج: آنچل کی بات ہی ایسی ہے۔

س: کچھ روز پہلے میں نے آپ کو بازار میں دیکھا آپ بال کالے کرنے کا کلر لے رہی تھیں؟

ج: تمہارے لیے، بھول گئیں تمہیں ہی تو دیا تھا۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی، کراچی

س: کافی عرصے کے بعد آپ کی محفل میں آئی ہوں جگہ دیں گی یا واپس کردیں گی؟

ج: دیکھ لو جگہ مل جائے تو بیٹھ جاؤ ورنہ واپس چلی جاؤ، ارے تم تو برا مان گئیں چلو کرسی کے نیچے بیٹھ جاؤ۔

س: آپ کے دل میں کرائے کا گھر لینا ہے بتایئے کرایا کتنا لیں گی؟

ج: بہت زیادہ مہنگے تحفہ اور بہت سی دعائیں نقد رقم الگ۔

س: آپی جان میں بہت زیادہ بیمار تھی آپ پوچھنے نہیں آئیں اور نہ ہی آنچل کی دوستوں نے یاد کیا؟ کیا ہماری کوئی قدر نہیں؟

ج: بیماری کا بتاتیں تو...... ہمیں الہام تو نہیں ہوتا تھا۔

س: شعر کا جواب شعر میں دیں۔

کسی اور کو آنے نہ دوں تم کو کہیں جانے نہ دوں
کاش مل جائے تیرے گھر کی حکمرانی مجھے

ج: حکمرانی تو نہیں مل سکتی ہے، مجھے ماسی کی اشد ضرورت ہے بتاؤ کروگی یہ کام وہ بھی بغیر معاوضہ کے۔

سائرہ حبیب اڈو...... عبد الحکیم

س: آداب شمی آپیا! مجھے ایک بیماری لگ گئی ہے میں جب بھی نہا کر نکلتی ہوں تو گیلی ہوجاتی ہوں آپ بتائیں میں کیا کروں؟

ج: دھوپ میں کھڑی ہوجایا کرو، سوکھ جاؤ گی۔

س: شمی آپیا!

ہم نے بہت سنے ہیں سر محفل تیری وفاؤں کے
بس دفن ہونے چلی ہوں بتاؤ ساتھ چلو گی

ج: سچ بتاؤ دفن ہونے یا دفع ہونے۔

س: شمی آپی! میں مزاج سنجیدہ سا رکھتی ہوں کچھ حد تک آپ سے ملنے کے شوق نے حس مزاح عطا کردی، کیسا لگا؟

ج: کھرا جھوٹ، حلق تک کڑوا ہوگیا۔

گلشن شہزادی...... نیا لاہور

س: آپیا جانی اگر کبھی مجھ پر غصہ آجائے تو کیا کریں گی؟

ج: تمہیں کان پکڑ کر مرغی بننے کی سزا دوں گی، اب جلدی سے بن کر دکھاؤ اور کڑک دار آواز بھی نکالو......

س: ساون کے برسنے پر وہ کیوں کر یاد آتا ہے؟

ج: چنوری جو ٹھہری۔

س: بندر کو ادرک کے سواد کا پتا کیوں نہیں چلتا؟

ج: یہ سوال تو آپ کو خود سے پوچھنا چاہیے اور جواب سب کو بتانا۔

صباء شہزادی...... ننکانہ صاحب

س: پیاری آپی جان! پہلی دفعہ آئے ہیں کیسا لگا؟
ج: اظہار بھی مشکل ہے چپ رہ بھی نہیں سکتے' اُف اللہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔
س: آپی ہم زندگی میں کچھ بننا چاہتے ہیں؟
ج: انسان بن جاؤ' سب سے پہلے۔
س: ہمارے ملک میں اتنی بجلی کیوں جاتی ہے؟
ج: لو تم کتنی احمق ہو' بجلی کہیں نہیں جاتی لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔
س: ناچ نہ جانے' فقرہ مکمل کریں۔
ج: تمہارے میاں جی۔
س: دوبارہ آئے تو ناراض تو نہیں ہوں گی؟
ج: بالکل بھی نہیں' بس سوچ سمجھ کر آنا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میں سونے کے دانت لگوانا چاہتی ہوں مگر میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین پیتل کے دانت لگوانے پر کیوں بضد ہیں؟
ج: آپ ہاتھی کے دانت لگوائیں' کھانے کے اور دکھانے کے اور۔
س: میرے میاں جانی دوسری شادی کسی پری سے کرنے پر بضد ہیں' بتائیے کیا کروں؟
ج: کرنے دیں' پہلی باری میں کون سی پری مل گئی تھی جو اب ملے گی۔
س: وہ شادی سے پہلے اتنے کنجوس نہیں تھے اب انہیں کیا ہوگیا ہے؟
ج: یقیناً ہوش آ گیا ہوگا۔

سیدہ جیا عباس...... تلہ گنگ

س: آداب عرض' کافی دنوں بعد آئے ہیں' جی کوئی چائے پانی......؟
ج: ساتھ لائی ہو' اچھی بات ہے سب کو پلاؤ شاباش۔
س: شادی کے بعد اکثر مرد بیوی کے لیے بے حس ہوجاتے ہیں؟
ج: بیوی بھی تو شادی کے بعد محبوبہ نہیں رہتی۔
س: محبت سزا ہے کہ جزا اے سکھی کچھ تو ہی بتا؟
ج: بتا بتا کر تھک گئی ہوں نا سمجھ لڑکی۔

سونیا اماوس...... اوکاڑہ

س: شمائل آپی! کیسی ہیں آپ' پہچانا؟
ج: پہچان لیا' یہ وہی سوٹ ہے جو تم نے مجھ سے لے کر پہنا ہے۔
س: حیران ہونے کی ضرورت نہیں' میں وہی ہوں جس کا آپ نے ادھار......؟
ج: چکایا تھا' اب تو تم میری مقروض ہو' بتاؤ کب واپس کروگی۔
س: آپی جی نیا سال مبارک ان کے ساتھ......
ج: ان کے کن کے......؟
س: آپ کو سمجھا ہے جب سے زندگی' زندگی اب......؟
ج: گلزار لگنے لگی ہے' سچ مجھے ایسا کچھ نہیں لگتا۔
س: چنگا جی فیر ملاں گے جے ساہنواں نے وفا کیتی۔
ج: رب راکھا۔

فاطمہ خالق فاتی...... فیصل آباد

س: شمائل آپی! میں پہلی بار آئی ہوں اتنی سردی میں پلیز جلدی سے دو جگ کافی بنالائیں۔
ج: بن بلائے مہمان کے لیے ہم کچھ نہیں بناتے' سوائے باتوں کے۔
س: آپ نے بولا ہے "ہم سے پوچھئے" پہلے آپ یہ بتائیں آپ سے کس طرح کے سوال کروں؟
ج: کم ازکم یوں اوٹ پٹانگ سوال مت کرو۔
س: میری دوست دعا کی برتھ ڈے ہے آپ ہی بتائیں کیا تحفہ بھیجوں؟
ج: اپنی کنجوسی ایک ڈبہ میں ڈال کردے دو۔
س: سب لوگ یہ کیوں کہتے ہیں فاطمہ تم لوگوں سے بہت منفرد ہو؟
ج: واقعی سچ کہتے ہیں تمہارے سر پر سینگ جو ہیں۔

س: آئینہ ہمیشہ کہتا ہے فاطمہ تم بہت......

ج: جھوٹی ہوا ایمان سے سچ کہتا ہے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی نیا سال نئی دعاؤں کے ساتھ مبارک ہو؟

ج: خیر مبارک۔

س: آپی جی بھیگا بھیگا سا یہ جنوری ہے اور......؟

ج: کافی کا ایک مگ، تمہیں نہیں دوں گی۔

س: سردی کی ابتدا ہوگئی ہے خود کو گرم رکھنے اور غصے کو سرد کرنے کا کوئی آسان سا نسخہ تو بتائیں؟

ج: خود کو ٹھنڈے پانی سے دور رکھیں، غصہ آئے تو ٹھنڈے پانی سے نہائیں۔

س: سردیوں کی خنک سرد شامیں ہوں یا گرمیوں کی چاندنی بکھیرتی شب میں جتنا اس سے دور بھاگوں وہ اتنا ہی قریب آئیں بھلا کون؟

ج: گھر کے کام اور کون، تم تو بہت کام چور ہو بھئی۔

س: سردیاں جنوری میں ہی کیوں آتی ہیں آپی اور کیا آپ کے دانت بھی سردیوں میں بجتے ہیں یا وہ ٹیبل پر ہی...... ہی ہی ہی......؟

ج: ہماری چھوڑو اپنی بتیسی کا خیال کرو کہیں کوئی بچہ لے کر نا بھاگ جائے۔

س: سردیوں کی اتنی باتیں کافی ہیں، سردی لگ رہی ہے جی اللہ حافظ۔

ج: تم بھی سردی کو لگ جاؤ، بے چاری پناہ مانگے گی۔

عائشہ صدیقہ...... چکوال

س: شمائل آنی پاکستانی قومی دعا تو بتایئے؟

ج: وزارت کی کرسی اور عوام کے لیے ہر دن چھٹی۔

س: آپی یہ پیغام رسانی کے لیے آپ نے کووں کی خدمات لینی شروع کردی، آج کوے نے مجھے آپ کا سلام دیا تھا۔

ج: تمہیں سمجھا گیا تھا آپ کی برادری کا جو ٹھہرا۔

س: ارے آپی برداشت کرنے کا شکریہ، اچھی سی دعا دے دیں؟

ج: ہمیشہ خوش رہو وہ بھی اپنے خرچے پر۔

راشدہ جمیل راشی...... صادق آباد

س: شمائل آنی انگلی پکڑ کر ذرا رستہ بتادو میں انجان ہوں؟

ج: انجان نہیں ڈیڑھ ہوشیار ہو تم پوری کی پوری۔

س: آنی جی خوش رہیں، مجھے دعا سے نوازیئے اب اجازت چاہوں گی دوبارہ آنے کے لیے (ہاہاہا)۔

ج: سدا خوش رہو پر دانت بند کرکے۔

لائبہ میر...... اٹک

س: آپی! آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں، ارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہی ہیں، چشمہ رکھنا تھا نا پاس۔

ج: چشمہ تو ہے لیکن تمہارا وجود کہاں ہے۔

س: سنا ہے آج سے پینتیس چالیس سال پہلے لوگ کانچ سے کپڑوں کی کٹنگ کرتے تھے آپ کی چارپائی کے نیچے جو بکس پڑا ہے دیکھ لیں اس میں سوٹ اپنا۔

ج: ہاں تم نے ہی سی کردیا تھا میری نانی اماں کو۔

س: شمائلہ جی بچپن یاد آگیا جو پرات میں بیٹھ کر اسے گھسیٹنے کی کوشش کررہی ہیں آپ نہیں چلاسکتیں پرات، اب زیادہ زور نہ لگائیں کہیں......؟

ج: کہیں تم منہ کے بل ناں گر جاؤ، اب ہٹو میری پرات بھی خراب کردی۔

س: جی جی بالکل ضرور آؤں گی بھئی اب تو رونا بند کریں پلیز؟

ج: بے وقوف یہ تو تمہارے جانے پر خوشی کے آنسو خود بخود نکل پڑے ہیں۔

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ

س: دل کا فیصلہ الگ ہوتا ہے اور دماغ کا فیصلہ الگ ہوتا ہے، بتائیں کس کا فیصلہ ماننا چاہیے؟

ج: والدین کا۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

خواجہ صاحب امریکہ سے لکھتے ہیں کہ ازدواجی تعلق قائم کرنے میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے میں بہت پریشان ہوں ایسی کوئی دوا بتائیں جو یہاں مل جائے۔

محترم آپ PHOSPHORIC ACID-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

محمد علی چشتیاں سے لکھتے ہیں کہ رات سوتے میں کپڑے خراب ہوجاتے ہیں مہینے میں۔ دوسرا مسئلہ چہرے پر دانوں کا ہے دانے بہت زیادہ نکل رہے ہیں۔ تیسرا مسئلہ سر کے بالوں کا ہے بال بہت تیزی سے گررہے ہیں۔ اس کا کوئی علاج بتادیں۔

محترم آپ SAL NIGRA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں سر کے بالوں کے لیے مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے اور گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے اور مضبوط بال پیدا ہوں گے۔

حنا شیخو پورہ سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر کوئی مناسب دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ ACID PHOS- 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ایک وقت روزانہ پیا کریں اور اس کے ساتھ HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں۔

نوید انجم لکھتے ہیں کہ مجھے جنسی خواہش شدید رہتی ہے اور میں بہت زیادتی کے ساتھ یہ فعل انجام دیتا رہتا ہوں۔

محترم آپ USTILAGO (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پیا کریں۔

سارہ بتول سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ JABORANDI-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پیا کریں آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ظفر حسین رانا ملتان آپ کا ایک لفافہ موصول ہوا ہے جس سے پرچی نکلی ہے اس پرچی پر لکھا ہوا ہے ایفرو ڈائٹ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، اگر آپ نے اس لفافے میں رقم رکھ کر بھیجی ہے تو آپ کی غلطی ہے ہمیں رقم نہیں ملی۔ ایفرو ڈائٹ منگوانے کے لیے صحیح طریقے پر 900 روپے کا منی آرڈر ارسال کریں ان شاء اللہ ایک ہفتے میں دوا آپ کو گھر پہنچ جائے گی۔

مشعال فاطمہ لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں برائے مہربانی کوئی علاج بتادیں ناک تھوڑی کالی ہوگئی ہے۔

محترمہ آپ BARBARIS AQUI-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نجمہ سیف لانڈھی سے لکھتی ہیں کہ میرا ایک مسئلہ ہے جس کا بہت علاج کیا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ خارش دار سیلان کی شکایت ہے جس سے بیرونی اعضا پر دانے نکل آتے ہیں اس کے علاوہ میرے سر کے بال تیزی سے گررہے ہیں۔

محترمہ آپ KREOSOT-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پیا کریں اور مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے اور گرے ہوئے

بالوں کی جگہ نئے مضبوط بال پیدا ہوں گے۔
عمر بٹ حافظ آباد سے لکھتے ہیں کہ میری زبان میں لکنت ہے اس کا علاج بتا دیں۔
محترم آپ کوشش کے ذریعے لکنت دور کریں اس کی کوئی دوا نہیں ہے۔
فائقہ جڑانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے اور حافظہ بہت کمزور ہے میرے سارے جسم کے پٹھوں میں درد رہتا ہے۔
محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X اور KALI کی 4،4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں 6 ماہ تک اور RHUS TOX 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں۔
عذرا رمضان خانیوال سے لکھتی ہیں کہ بچوں کی پیدائش کے بعد میرا پیٹ اور وزن بہت بڑھ گیا ہے، میرے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں میرے مسئلوں کا کوئی علاج بتائیں۔
محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔
فاطمہ رضا ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میں بہت دبلی پتلی ہوں کمزور ہوں مجھ سے کچھ کھایا پیا نہیں جاتا۔ اسی طرح میرا بھائی بھی بہت دبلا پتلا ہے مگر وہ ہر چیز کھاتا ہے خوراک جسم کو نہیں لگتی۔ ہم دونوں کے لیے کوئی مناسب دوا بتا دیں۔
محترمہ آپ دونوں AL FAL FA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
بیہ رائے فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ خالہ کے ہونٹوں پر موچھوں کی طرح رواں ہے کوئی ایسی دوا بتائیں کہ یہ رواں مستقل طور پر ختم ہوجائے اور یہ بتائیں کہ نسوانی حسن کی نشوونما کس عمر تک ہوتی ہے کیا دوا منگوانے کے لیے رقم TCS کر سکتے ہیں۔
محترمہ آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر ڈاکخانے کے ذریعے میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں کوئی رقم ٹی سی ایس کے لفافے یا سادہ ڈاک کے لفافے میں رکھ کر ارسال نہ کریں۔ منی آرڈر کرنے کا طریقہ اپنے قریبی ڈاکخانے سے معلوم کریں آپ کی رقم ملنے پر ہم آپ کو ایفروڈائٹ روانہ کردیں گے۔ ان شاء اللہ APHRODITE کے استعمال سے آپ کے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔ نسوانی حسن کی نشوونما 22،20 سال کی عمر تک مکمل ہے۔
اقصیٰ امانت فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر فالتو بال ہیں جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں بالوں کو مستقل ختم کرنے کے لیے کوئی طریقہ بتائیں اور میرے چہرے پر دانے بھی نکلتے ہیں اس کا بھی علاج بتائیں۔
محترمہ آپ GRAPHITE 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پیا کریں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ APHRODAITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس پر لکھی ہوئی ترکیب کے مطابق استعمال کرنے سے فالتو بال ان شاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے اگر تھریڈنگ کرنے سے الرجی ہوتی ہے تو ویکسنگ کریں۔
عائشہ بتول ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میں بڑی امید کے ساتھ آپ کو اپنا مسئلہ لکھ رہی ہوں میرا نظام ہاضمہ خراب رہتا ہے قبض اور گیس کی شکایت رہتی ہے اور حسن نسواں کی کمی ہے اس کا کوئی علاج بتا دیں۔
محترمہ آپ SABAL SERULATA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور NUXVOM- 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں اس کے علاوہ 550 روپے کا

منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے حسن نسواں کی خوب صورتی بحال ہوجائے گی۔

ایف ایس فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے کوئی اولاد نہیں اور مجھے بواسیر کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ COLLONSUNIA- 3X کے 5 قطرے، آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ بچے کی پیدائش کے سلسلے میں مشورے کے لیے میاں بیوی کی رپورٹ ارسال کریں۔

ماریہ کنول ماہی چک درکاں سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام کا مسئلہ ہے اور دوسرا مسئلہ میرا کلر فیئر ہوجائے تیسرا مسئلہ میرے دانت بہت پیلے ہیں اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ SEECIO -30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔اس کے علاوہ JODUM-1000 کے 5 قطرے ہر 15 دن میں ایک بار پیا کریں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

شمائل بٹ راوی سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ نظام کی خرابی ہے جس کی تفصیل لکھ رہی ہوں اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ SENECIO -30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مہ جبیں گل چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت کمزور ہیں کیا میں گنجی ہوجاؤں۔

محترمہ آپ گنجی ہوئے بغیر ہیئر گروور لگا سکتی ہیں ان شاءاللہ بال گرنا بند ہوں گے اور نئے اور مضبوط بال پیدا ہوں گے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

ن۔ک راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت تل ہیں اور میری بہن بہت کمزور ہے اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ چہرے کے تل ختم کرنے کے لیے THUJA (Q) کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی دوا کو تلوں پر لگائیں اور آپ کی بہن کا دبلا پن دور کرنے کے لیے ALFALFA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت ناشتے' کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ممتاز بیگم فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میں خاص طور پر آپ کی صحت پڑھنے کے لیے آنچل لیتی ہوں اپنے کچھ مسائل لکھ رہی ہوں برائے مہربانی ان کا کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA- 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بچے کی آنکھوں کا معاملہ آنکھوں کے ڈاکٹر کو دکھائیں۔

ثمارہ اقرا چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر بال ہیں اس کا علاج بتادیں اور میری بہن کو ماہانہ نظام کی خرابی ہے۔

محترمہ آپ بہن کو PULSATELLA- 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس پر لکھی ہوئی ترکیب کے مطابق استعمال کرنے سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

ماہین ناز فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ CHIMA FILLA -30 کے 5 قطرے، آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عقیلہ ناز فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بلیک ہیڈز اور سرخ دانے بھی نکلتے ہیں۔اس کے علاوہ میرے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں

اور چہرے پر بھی فالتو بال ہیں میرے سب مسائل کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کرتین وقت روزانہ پیا کریں۔ مبلغ 1500 روپے کا منی آرڈر میرے، کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER اور APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے آپ کے بالوں کے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

آمنہ سعید لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں آپ کا ہیئر گروور استعمال کررہی ہوں مگر بال ابھی تک گررہے ہیں میں بہت پریشان ہوں میرا مسئلہ حل کریں۔

محترمہ آپ ACID FLOUR-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کرتین وقت رروزانہ پیا کریں۔ آپ کے بالوں کی جڑیں بہت زیادہ کمزور ہوگئی ہیں ہیئر گروور کا استعمال بھی جاری رکھیں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

عبدالباسط راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ میرے معدے اور پیٹ کے نچلے حصے میں درد ہوتا ہے درد شدت میں اضافہ زیادہ بھاری یا مرغن غذاؤں سے ہوتا ہے۔ عموماً قبض رہتی ہے یا موشن لگ جاتے ہیں۔

محترم آپ NUX VOM-30 اور CHELIDONIUM-30 کے 5,5 قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میری 4 بیٹیاں ہیں آخری بیٹی کی پیدائش کے وقت میں نے برتھ کنٹرول کا آپریشن کرالیا تھا اب میں بہت پریشان ہوں کہ میں نے ایسا کیوں کیا آپ سے بڑی امید کے ساتھ رجوع کررہی ہوں کیا میرے مسئلے کا بھی کوئی حل ہے۔

محترمہ آپ بیٹیوں کو اللہ کی رحمت سمجھ کر پالیں اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا ان شاء اللہ کوئی بھی داماد بیٹے کی کمی پوری کردے گا۔

فصیح الرحمن شورکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میں جسمانی طور سے بہت کمزور ہوں ہڈیاں نکلی ہوئی ہیں گال پچکے ہوئے ہیں اور میرے چہرے پر تل ہیں اس کا علاج بتادیں۔

محترم آپ ALFALFA(Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ تلوں کو ختم کرنے والی دوا اوپر لکھ دی ہے اسے استعمال کریں۔

اقراصداقت گڑھی حبیب اللہ سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر میرے مسئلے کا حل بتائیں۔

محترمہ آپ SABAL SERULATTA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کرتین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

امتیاز علی گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک خاص مسئلہ لکھ رہا ہوں اور اس کے علاوہ میرے سر کے بال بہت کمزور ہیں اس کا علاج بتادیں آپ کی عین نوازش ہوگی۔

محترم آپ AGNUS CAST-30 کے 5 قطرے 3 وقت روزانہ پیا کریں۔ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

جناحمد

موسم سرما میں بچوں کی حفاظت

موسم سرما والدین کے لیے خصوصاً نومولود بچوں کی ماؤں کے لیے بہت پریشان کن ہوتا ہے۔ اس موسم میں اکثر بچوں کو نزلہ وزکام کے علاوہ سینے کی تکالیف لاحق ہوجاتی ہیں جن پر اگر فوری توجہ نہ دی جائے تو یہ بچے کی زندگی کے لیے بڑا خطرہ ثابت ہوتی ہیں لہٰذا بہتر ہے کہ سردیوں میں بچے کو موسمی اثرات سے جتنا زیادہ ہوسکے بچایا جاسکے تاکہ اس کی صحت اور زندگی خطرات سے بچ سکے۔

موسم سرما کے اوائل سے ہی عموماً نزلہ زکام کھانسی اور سینے کی بیماریاں بچوں پر حملہ آور ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ یہ بیماریاں وائرس کے باعث پھیلتی ہیں اگر حملہ زیادہ شدید ہوتو بیماریاں ورم نرخرہ (گلے کی سوزش) اور نمونیا کی شکل اختیار کرسکتی ہیں۔ موسم سرما ہر قسم کے وائرس خصوصاً تنفس کی بیماریوں، انفلوئنزا اور کئی دوسری بیماریوں کے وائرس کے لیے نہایت موزوں ہوتا ہے۔ یہ وائرس مریض کے منہ اور ناک کی رطوبت میں موجود ہوتے ہیں جب مریض کھانستا یا چھینکتا ہے تو وائرس والی رطوبت کے ننھے ننھے قطرات سانس کے راستے دوسرے لوگوں کے جسم میں پہنچ کر انہیں بھی بیمار کردیتے ہیں۔ فلو دراصل شدید نوعیت کی تنفسی بیماری ہے جو سینے اور گلے کو متاثر کرتی ہے۔ فلو ہر عمر کے لوگوں کو لاحق ہوسکتا ہے لیکن چھوٹی عمر کے بچے اور بوڑھے افراد اس کی زد میں آکر سانس کی بیماریوں میں زیادہ مبتلا ہوسکتے ہیں۔

وائرس والی بیماریاں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ سادہ نزلہ وزکام میں ناک اور آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے، جس کے بعد خشک یا بلغمی کھانسی ہوسکتی ہے۔ مرض میں شدت ہوتو سانس کی نالیوں کی سوزش، سینے کی جکڑن، نمونیا اور کان کی تکالیف بھی لاحق ہوسکتی ہیں۔

موسم میں تبدیلی دمے کا باعث بھی بن سکتی ہے، ابتدائی قدم کے طور پر ضروری ہے کہ موسم سرما کی بیماریوں کے خلاف شروع ہی میں حفاظتی تدابیر اختیار کرلی جائیں تاکہ ان کے حملے سے بچا جاسکے۔

عام طور پر شدید تنفسی بیماریاں وائرس سے پیدا ہوتی ہیں اور چند ہی دنوں میں ان کا زور کم ہوجاتا ہے تاہم کمزور افراد میں جراثیمی بیماریاں مختلف پیچیدگیوں کا باعث بنتی ہیں جس بیماری کو ہم عام طور پر سادہ فلو کہتے ہیں وہ بخار کھانسی، ناک کا بہنا اور ناک کی بندش جیسی تکالیف کا مرکب ہے۔ یہ شکایات تین چار روز تک رہتی ہیں جس کے بعد ان میں کمی آجاتی ہے۔ ایسی صورت میں علامات کے مطابق علاج موثر ثابت ہوتا ہے، عموماً سادہ بخار، سانس کی نالیوں میں سوزش و رکاوٹ کو دور کرنے والی دوائیں مرض کی علامات میں افاقہ لانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں تاہم اگر کسی جراثیمی بیماری کا حملہ شدید ہوتو مریض کو تیز بخار ہوجاتا ہے۔ کھانسی آتی ہے، سینے میں بلغم بننے لگتا ہے اور حلق متورم ہوجاتا ہے، اس کیفیت کو گلے کی سوزش کہتے ہیں۔

انفیکشن، کان کے وسطی پردے اور گلے کی درمیانی نالیوں کو متاثر کرسکتا ہے، ان نالیوں کا تعلق گلے اور کان سے ہوتا ہے اس لیے گلا دکھنے کے ساتھ ساتھ کان میں درد کی شکایت بھی لاحق ہوسکتی ہے۔ کان کے انفیکشن میں عام طور پر اینٹی بائیوٹک ادوایات سے علاج کی ضرورت ہوتی ہے اگر بروقت مناسب علاج نہ کیا جائے تو جلد ہی کان سے پیپ بہنے لگتی ہے اور کان کے پردے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ان پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے بالخصوص اگر مریض بچہ ہو اور اسے کان کی تکلیف بھی شروع ہوجائے تو فوراً معالج سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ بچوں اور بوڑھوں میں انفیکشن پھیپھڑوں تک پھیل کر انہیں نمونیا میں مبتلا کرسکتا ہے اس صورت میں مریض کو تیز بخار، شدید کھانسی، بلغم اور

سانس تک میں دشواری کی شکایت لاحق ہوسکتی ہے۔ سانس کی آمدورفت' تیزی اس بات کی علامت ہے کہ مریض سینے کے شدید انفیکشن میں مبتلا ہے۔

اگر سانس میں شدت ہو اور پسلیاں چلتی ہوئی محسوس ہوں تو یہ نمونیا کے حملہ آور ہوجانے کی نشانی ہے۔ نمونیے کی صورت میں فوری طور پر معالج سے مشورہ کرنا ضروری ہے' نمونیے کے مریض کو اینٹی بائیوٹک ادویات کے ساتھ ساتھ خصوصی نگہداشت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مرض شدت اختیار کرلے تو مریض کو ہسپتال میں داخل کرانا ضروری ہوسکتا ہے اگر دونوں پھیپھڑے کی ہوائی نالیاں متاثر ہوں تو اسے ورم نرخرہ (سانس کی نالیوں کی سوزش) کا نام دیا جاتا ہے عام طور پر بچے اس انفیکشن کا زیادہ شکار رہتے ہیں۔

سینے کے ہر قسم کے انفیکشن میں مریض کو ادویاتی علاج کے ساتھ ساتھ خصوصی نگہداشت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصی نگہداشت میں مریض کو بھاپ دینا بھی شامل ہے' سینے کے امراض میں بھاپ دینے سے مریض کو سہارا مل جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج مرض کے خلاف ایک اہم حفاظتی تدبیر بھی ہے' واضح رہے کہ سردیوں میں خشک کھانسی کی روک تھام اور اس کے انسداد کے لیے سینے کی ہوائی نالیوں کو مرطوب رکھنا ضروری ہے۔

سانس کی نالیوں کی سوزش میں سینے کے بلغم کو کھانس کر باہر نکالنا ضروری ہے۔ بھاپ میں گہرے سانس لینے سے جما ہوا بلغم پتلا ہوجاتا ہے اور اسے کھانس کر آسانی سے خارج کیا جاسکتا ہے۔ پانی میں اگر نمک بھی شامل کرلیا جائے تو اس کے بخارات سینے اور گلے کی جمی ہوئی مضر صحت رطوبتوں کے جلد اور با آسانی اخراج میں مدد دیتے ہیں۔

گہرے سانس لینا اور کھانسنا سینے کی بہترین ورزش ہے' کھانسنے سے سینے کی رطوبتیں با آسانی خارج ہوجاتی ہیں۔ امراض سینہ میں مبتلا مریضوں کے لیے طبعی طریقہ علاج فیزیوتھراپی بہت سود ثابت ہوتا ہے۔ اس طریقہ علاج میں مریض کی مالش کرنا اور اسے ورزش کرانا شامل ہے۔

دمے کے مریضوں کو عموماً سردیوں میں اس مرض کے دورے پڑتے ہیں' ان کے لیے مناسب ہوتا ہے کہ وہ موسم سرما کے دوران حفاظتی تدابیر پر باقاعدہ عمل کریں۔ ان تدابیر میں حفاظتی ادویات کا باقاعدہ استعمال بھی شامل ہے' اسپرے اور بذریعہ سانس اندر کھینچنے والی دوائیں ہمارے جسمانی نظام میں داخل نہیں ہوتی ہیں اس لیے ان کا استعمال کھانے والی دواؤں سے بہتر ہے جب کوئی ماں محسوس کرے کہ اس کے بچے کو دمے کا دورہ پڑنے والا ہے تو اسے بلاتاخیر بذریعہ سانس اندر لے جانے والے ادویاتی اسپرے کا استعمال کرادینا چاہیے تاکہ مرض کے حملے کا سدباب ہوسکے' تاہم ضروری ہے کہ یہ ادویات معالجین کی تجویز کردہ ہوں اور ان کا استعمال معالجین کی ہدایت کے مطابق ہی کیا جائے۔

مریض بچے کی ماں کو چاہیے کہ اسے باقاعدہ سے بھاپ میں سانس دلائے اور اسے پالتو جانوروں سے دور رکھے۔ بچے کے کمرے میں قالین نہیں ہونے چاہئیں' دمے کا مرض گرد وغبار سے یا موسم کی تبدیلی خصوصاً برسات شروع ہونے پر شدت اختیار کرلیتا ہے اس کے لیے بچے کو گرد وغبار اور بارشوں سے بچانا چاہیے۔ موسم تبدیلی ہونے پر ماں کو فوراً چوکس ہوجانا چاہیے اور حفاظتی تدابیر پر عمل شروع کردینا چاہیے اگر ماں محسوس کرلے کہ بچے پر مرض کا حملہ ہونے والا ہے تو مزید پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے فوراً معالجین سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔

عمیرہ احمد...... خانیوال

❀